۴۳
الحمد للہ
رسالہ معجز مقال
اعجاز القرآن
مصنفہ ناچیز ابو الریاض

اعجاز القرآن

اگرچہ مجھ سے پہلے اس موضوع پر بہت سے صاحب قلم حضرات خامہ فرسائی کر چکے ہیں اور واقعی ایک حد تک کافی روشنی پڑ چکی ہے تاہم اسکے مضامین کا کون اور کہاں تک کوئی احتوا کر سکتا ہے اس مقدس کتب خانہ کی جا تنک بھی تلاش و تتبع کی جاے ہر مرتبہ ایک نئی اور عجیب بات دستیاب ہوتی ہے۔

اس کی خدمت ہر مسلمان کا نصب العین ہے اسی کے لیے علم منطق۔ کلام فلسفہ و ہیئت، حدیث و تفسیر، معانی و بیان، فصاحت و بلاغت کی ترقی و شہرت ہوئی۔ خصوصًا علوم اسلامیہ کا شایع کرنیوالا یہی اور صرف یہی ایک سبب ہے۔

مرضات الٰہی کی طلبگاری میں اس وقت یہ چند صفحے پیشکش ہیں۔ حضرت حق جل مجدہ اپنی نوازشات اور قبول یابی کے شاداب پھولوں سے سرفراز فرمائیں

آمین ثم آمین

اعجاز اس غیر معمولی امر کو کہتے ہیں جو بواسطہ نبی صادر ہو اور کوئی مخلوق اسکا مقابلہ کر سکے اصطلاح شرع میں اسی کو معجزہ کہتے ہیں اور یہی فعل ایک نبی کیلیے اعجاز کہا جاتا ہے اعجاز کی دو قسمیں ہیں ظاہری و باطنی۔

ظاہری وہ کہ جو حواس ظاہری مثلاً آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ سے محسوس ہو سکے جیسے عصائے موسیٰ، انگشتری سلیمان، ید بیضا، شق القمر، وغیرہ۔

باطنی وہ کہ جو اسباب ظاہری سے مافوق ہو کر عقل کے تابع ہو یعنی عقل سلیم اسکی اعجوبہ اور طرفگی کو مان لے جیسے اعجاز قرآن۔

گذشتہ اُمتوں میں چونکہ باریک بینی اور دقت خیال کا مطلقًا مذاق نہ تھا اسی وجہ زمانے کے نبیوں کے معجزات زیادہ تر حسی ہوتے تھے لیکن ہمارے نبی امیؐ کے

عرب کے جزیرے میں ایک ایسی قوم آباد تھی جو فصاحت و بلاغت کی نہایت دل دادہ اور مشتاق تھی اور عادت الٰہیہ اسی طریقے سے جاری ہے کہ جس قوم کو جس بات پر ناز و مہارت ہوتی ہے اس قوم کے نبی کو اسی بات میں اعجاز عطا کیا جاتا ہے۔

حضرت داؤدؑ کی زبور شریف اور حضرت سلیمانؑ کی کتاب امثال اور دوسری کتاب غزل الغزلات جو بعد کو بائبل کا ایک جزو بنی ان تینوں کتابوں کا طرز توریت، انجیل اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں سے کہیں مختلف ہے پندرہ کتابیں تو ایسی ہیں جنکے لانے والے نبیوں کا تذکرہ خود قرآن مجید میں ہے، ان کتابوں کا طرز تو توریت سے ملتا جلتا ہی (حضرت یونسؑ کے بعد) یوئیل سنہ ۱۲۰۰ ابراہیمی، عاموس سنہ ۱۲۱۳ میکاہ سنہ ۱۲۵۰ ہوسع سنہ ۱۲۶۰ ناحوم سنہ ۱۲۸۷ یسعیاہ سنہ ۱۳۰۲ صفنیاہ سنہ ۱۳۰۷ حبقوق سنہ ۱۳۷۴ یرمیاہ سنہ ۱۴۱۳ عبویاہ سنہ ۱۴۱۳ ان کے بعد ذوالکفل پھر دانیال پھر حجی سنہ ۱۴۰۰ زکریاہ سنہ ۱۴۸۰ (یہ قرآن کے مذکورہ حضرت یحییٰ نہیں ہیں) آستر سنہ ۱۴۹۱ ان کے بعد عزیر پھر نحمیاہ سنہ ۱۵۶۶ اور ملاکی سنہ ۱۶۰۳ انھیں تمام کتابوں کے مجموعہ کو یہودی بائبل کہتے ہیں

خوشا بخت اسلام! قرآن ان سب کتابوں پر وہی درجہ فوقیت کا رکھتا ہے جو مذکورۂ بالا نبیوں اور نبی آخر الزماں میں ہے۔

مثلاً توریت کو لیجیے۔ اس کو حضرت موسیٰ نے آخری عمر میں لکھا اور اس میں صرف الہامی باتیں درج تھیں یہ کتاب جب مفقود ہو گئی تو حضرت عزیر نے بعد وایزد تعالیٰ اس کو از سر نو مرتب فرمایا اسی نوساختہ مرتبہ نسخہ کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا۔ جو رفتہ رفتہ اصل کتاب کے درجے پر پہونچا دیا گیا توریت آج کل اسی یونانی نسخے کا نام ہے۔

انبیائے سابقین کے معجزے چونکہ تمام تر حسی تھے اس لیے وہ انھیں کی حیات شریف ہی تک باقی رہے پھر مفقود ہو گئے۔ لیکن قرآن مجید ہمارے آقائے دوجہاں پر اُتارا گیا۔ جس کے بعد نہ اور کوئی کتاب آئے گی، اور نہ اس نبی کے بعد اب کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ ختم دنیا تک اسی کا دور دورہ رہے گا، اسی کی اطاعت اطاعت ہوگی۔ اس کا منحرف عذاب جہنم کا مستوجب قرار دیا جائے گا۔ اس لیے حضور کو معجزہ بھی وہ عنایت کیا گیا جو آپ کی مقدس حیات کے بعد آخر لمحۂ عالم تک

باقی رہے وہ معجزہ یہی آپ کا قرآن ہے۔ جو آپ کے گلے کی زینت، سر کی عزت، سینہ کو تابشات سے نواز رہا ہے،

گو قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیلیں بہت سی ہیں لیکن اس وقت صرف آٹھ قسم کے دلائل پر اکتفا کر کے ان کے امثال و نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) تحدی

تحدی کو آج کل کے لحاظ سے چیلنج تصور فرمائیے، چیلنج درحقیقت اگر کسی کمزور قوم یا فرد کو دیا جاتا ہے تو اس کا دب جانا اور چیلنج سے منہ پھیر لینا کوئی باعث اعجاز نہیں ہے مگر ایک ایسی قوم جو اس مبحث میں واقعتاً اپنا نظیر رکھتی ہو اس کا عاجز و مبہوت ہو جانا یہ ہے اعجاز کی بات

کون نہیں جانتا کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم عرب میں مبعوث ہوئے تو فصاحت و بلاغت کا چرچا شباب پر تھا، بدیہہ گوئی اور زباں آوری کا دروازہ پاٹوں پاٹ کھلا ہوا تھا ان لوگوں کو اپنی زباندانی پر اس درجہ ناز تھا کہ اپنے ماسوا تمام اہل دنیا کو گونگا کہا کرتے تھے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کو خدائے لم یزل نے فصاحت و بلاغت میں بھی ایسا معجزہ عنایت فرمایا کہ تمام بولنے والے گنگ ہو گئے اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ نکتہ رسوں کے دعاوی قرآن کریم کی تحدی کے آگے پسپا ہو کر سر بزانو گر پڑے، قرآن تھا کہ بار بار تقاضا کرتا تھا کہ اگر یہ قرآن کلام خدا نہیں ہے بلکہ کلام محمدؐ ہے تو تم اس کے مثل ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا کر پیش کر دو، ارشاد ہوتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝	یہ کفار یہ کیا کہا کرتے ہیں کہ قرآن (محمد صلعم نے) خود بنا لیا ہے (اے محمد صلعم) فرما دیجیے اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا دو اور انہیں اپنے دوستوں کو بھی شریک کر لو

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے دس سورتیں بنانا تو بڑی مشکل بات ہے تم ایک ہی آیت ایسی بنا لاؤ ہنر پایا جاتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پ یونس ع ۴)	کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن محمدؐ نے خود بنا لیا ہے آپ فرما دیجیے اچھا اگر تم سچے ہو تو میں چیلنج دیتا ہوں تم تمام اپنے دوستوں کے ایک سورت اس جیسی بنا لاؤ،

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پ۱ بقرہ ۲۴)

اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اتاری ہے شک ہو تو اگر تم سچے ہو تو تم اجتماعی قوت ہی سے قرآن جیسی کوئی سورت بنالاؤ،

اتنے بڑے زبردست چیلنج کے بعد بھی ان فصحائے عرب کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور قرآن کو ان کی اس حیرانی ولاچاری کو بھی طشت از بام کرنا پڑا، ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

فرمادیجیے اے نبی اگر سارے عالم کے جن وانس مجتمع ہوکر بھی اس قرآن کے مثل بنانا چاہیں اور پوری قوت صرف کردیں تو وہ ایک آیت بھی اسکے مثل نہیں بنا سکتے

آج اگر کسی عامی سے عامی آدمی کے سامنے بھی کسی ایسے امر کا ادعا کیا جاتا اور ببانگ دہل اس کو چیلنج دیا جاتا تو وہ آگے بڑھ کر مقابلہ کرتا اور خصم کو ایسا منہ توڑ جواب دیتا جو اسکی قوت کا اعلےٰ ترین مظاہرہ خیال کیا جاتا

یہ نہیں ہے کہ اہل عرب نے اس چیلنج پر جوابی قدم نہیں اٹھایا، ظاہر ہے کہ ہر ممکن طاقت ان لوگوں نے صرف کی ہوگی مگر نتیجہ کیا ہوا عالم کی تمام تاریخیں بلا استثنا شہادت دے رہی ہیں کہ سارا عرب قرآن حکیم کے مقابلے میں یکسر پسپا ہوا اور قرآن کا سچا دعوی سچ ہوکر رہا۔ چنانچہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (عنکبوت ع ۵)

جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے انکے لیے تو یہ آیتیں ظاہر باہر دلیلیں ہیں لیکن وہ لوگ جو ہٹ دھرم ہیں ضرور ان آیات کا انکار کرتے ہیں

پس معلوم ہوا کہ اس چیز میں جس پر عرب قوم کو فخر تھا جب اس میں بھی وہ لوگ قرآن مجید کا مقابلہ نہ کرسکے اور جب اسی میں وہ پیش نہ پاسکے تو اور چیزوں کا نام لینا ہی فضول ہے،

۴۔ اخبار بالغیب

قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قرآن مجید غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے، اخبار کی بھی دو قسمیں ہیں ایک آئندہ واقعات کی اطلاع ہوتی ہے اور ایک گذری ہوئے حالات کو بیان کرنا۔ قرآن ان دونوں چیزوں میں ماہر ہے بلکہ حالات گذشتہ کو جو ایک حد تک قسم اول سے زیادہ اہم اور بہت دشوار ہے مثلاً انبیائے سابقین کے قصص و حکایات امم ماضیہ کے اور زمانہ سالف کی کوائف کو کچھ اس انداز سے قرآن بیان کرتا ہو جس کو سوائے اس وقت کے علماء کے اور کسی کو علم تک نہ ہو سکتا تھا اور یہ کہنا بالکل باد رہوا ہے کہ آپ نے ان باتوں کو کسی یہودی عالم سے معلوم کر لیا ہوگا، کیونکہ تاریخ بتا رہی ہے کہ اس وقت تک مکہ معظمہ میں ایک یہودی بھی نہ تھا، ہاں مدینہ ضرور یہودیوں کا مرکز تھا مگر آپ مدینے اپنی بعثت کے تقریباً تیرہ سال بعد تشریف لے گئے ہیں اور یہ وقت ایسا نازک تھا کہ یہودی تو یہودی تمام فرق ضالہ بیک نظر آپ کے اور آپکے دین متین کے سخت ترین دشمن ہو چکے تھے لہذا ایسے نازک دور میں بھی کسی یہودی عالم سے اس قسم کی باتوں کا معلوم ہونا تقریباً ناممکن و مستبعد ہی لہذا نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ تمام الہامات منجانب اللہ تھے،

قصص و حکایات کے ذیل میں بہت سے قدیم انبیاے عظام کے امثال و نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (۱۱/۱۵)	یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم اے نبی آپکے پاس بھیج رہے ہیں ان باتوں کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم (اہل مکہ)

اسی طرح حضرت یوسف اور حضرت مریم علیہما الصلوٰۃ کے حالات کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ یہ غیب کی باتیں ہیں جن سے آپ کو اس سے پہلے واقفیت نہ تھی،

پیشنگوئیوں کے سلسلے میں قرآن مجید کا قدم بہت وسیع ہو اور بحکم و کاست سب پوری اتریں مثلاً

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ	(اے اصحاب رسول!) تم لوگ انشاء اللہ مسجد حرام میں بخوف ہو کر ضرور داخل ہوگے پھر داڑھی بال بھی منڈاؤگے اور قصر بھی کراؤگے،

اس وعدے کے وقت یہ کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کفار مکہ پر مسلمان اس کامیابی کے ساتھ غالب ہو جائیں گے اور پورا مکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آجائیگا

دوسری پیشنگوئی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

تم میں سے جو لوگ مومن اور نیکوکار ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں دنیا میں خلافت و بادشاہت عنایت کریگا (اور یہ خلافت اتنی عظیم ہوگی) جتنی ان سے پہلے لوگوں کو دیگئی اور اللہ تعالیٰ نے انکے دین کو استوار کردیگا اور خوف کے بعد انکو اطمینان و راحت عطا کریگا۔

چند انگلیوں پر شمار کیے جانیوالے مسلمان بھلا کب خیال کیے جاسکتے تھے کہ وہ ایک دنیا کے اوپر حکمرانی کرسکیں گے، یہ عظیم ترین خیال بادی النظر میں اس وقت محض امر موہوم ہی نہیں بلکہ خواب و خیال سمجھا جاتا تھا مگر قرآنی بات بھلا رائگاں جاسکتی تھی یہ پیشنگوئی پوری ہوئی اور ایسی رہی کہ آج کی مخالفین تک پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ خطۂ عرب تو حضور سرورِ کائنات کی حیات طیبہ ہی میں فتح ہوگیا تھا اور باقی جو ترقیاں دین اسلام کو ملیں اسکے لیے آپکے بعد آپ کے جاں نثار خلفائے راشدین کا تابناک دور شاہد ہے، جھوٹ کو بھی کوئی نہیں بتا سکتا کہ مسلمانوں کا لشکر جس ملک میں پہونچا وہاں اسکو ناکامی رہی کیا روم و ایران، شام و افریقہ اور کیا ترک و تاجیک ہند و سندھ سبھی تو اسلامی حکومت کے زیر نگین ہوئے، قرآن مجید کی ایک پیشین گوئی خود اپنے متعلق بھی ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

سچائی اور عدالت کے اعتبار سے (اے نبی) تیرے رب کی باتیں بالکل ٹھیک ہیں اور انہیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

قرآن مجید کے ہم خود محافظ ہیں

جو جماعت نبی کریم کا مذاق اڑایا کرتی تھی اسکی بابت ارشاد ہے

انا کفیناک المستھزئین	مسخروں کے (سزا دینے کیلیے) ہم کافی ہیں،
واللہ یعصمک من الناس	خود اللہ آپکی (اے نبی) حفاظت کرے گا،

ایک جگہ اور پیشینگوئی کی گئی ہے

غلبت الروم فی ادنی الارض	رومی قریب کے ملک میں مغلوب ہوگئے مگر
وھم من بعد غلبھم سیغلبون	اسکے چند سال بعد پھر وہ لوگ
فی بضع سنین (پارہ ۲۱ سورۂ روم)	غالب ہو جاویں گے۔

یہودیوں کے متعلق قرآن مجید کی پیشینگوئی تھی کہ جہاں یہ جاویں گے پکڑے جاوینگے اور ان پر پھٹکار پڑے گی،

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ	یہودیوں پر پھٹکار پڑنے لگے گی اور۔۔
اینما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل	جہاں جائیں گے ان پر ذلت محیط رہیگی
من الناس وباءو بغضب من اللہ	وہ اللہ کے غضب میں ہیں ہمیشہ وہ اسی
وضربت علیھم المسکنۃ،	ذلت و پستی میں مبتلا رہیں گے،

۳ فصاحت و بلاغت

اگر عرب کی فصاحت و بلاغت کے متعلق کچھ لکھا جاے تو خود بذاتہ یہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائیگی لیکن چونکہ فصاحت و بلاغت بھی قرآن مجید کا معجزہ ہے اسلیے بہت مجمل نظر ڈالی جاتی ہے معانی و بیان کا امام العلماء سکاکی قرآنی فصاحت و بلاغت کی تعریف کرتا ہے،

"قرآن کا اعجاز ایک ذوقی اور وجدانی ہے جس کو طبع سلیم احساس کرتی ہو اسکا اظہار ناممکن ہے"

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ جو الفاظ بین اور ظاہر المعنی ہوں یعنی مستعمل ہوں لغت اور ڈکشنری دیکھنے کی ضرورت نہ پڑے اور وہ الفاظ مانوس ہوں عام طور پر جاری و ساری ہوں جیسے طوطے مینا کی آواز شیریں اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔ گدھے اور بھینس کی بانگ بے ہنگام اور کریہہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ الفاظ جو سبک اور ہلکے ہوتے ہیں شیریں اور بھلے لگتے ہیں اور جو ثقیل و متنافر ہوتے ہیں برے اور ناگوار گذرتے ہیں جیسے عسلوج اسفنط خشلیل مستشذرات

کریہ اور بد لہجہ معلوم ہوتے ہیں بخلاف اسکے سیف، مدامہ، اسد، غصن، تیسری اور لطیف ہیں اسکی مثال یوں سمجھیے کہ ایک پھول والا ہے جب وہ ہار بنانے بیٹھتا ہے تو اسکے سامنے اچھے اور بُرے کھلے اور بے کھلے ہر قسم کے پھولوں کا ڈھیر ہوتا ہے لیکن جب وہ ہار بناتا ہے تو سب سے پہلے وہ اچھے اچھے پھول چن کر علیحدہ رکھ لیتا ہے پھر ان کو ترتیب پر دیتا ہے اسی طرح ایک مضمون نگار کو چاہیے کہ پہلے نرم و سہل الفاظ خزانۂ دماغ سے تلاش کرے پھر اس کو حسب موقع چسپاں کرے۔

کلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مضامین کی نوعیت سے حسب موقع الفاظ استعمال کیے جاویں، کیونکہ الفاظ ہی زبان کے موردی و ترجمان ہیں مثلاً عاجزی اور لجاجت کے وقت میں آواز نرم ہو جاتی ہے اور غیظ و غضب کے وقت میں آواز میں تندی اور سختی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح الفاظ کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے غصے میں پُر رعب اور شاندار الفاظ لانے پڑتے ہیں اور عاجزی و مہربانی کے وقت ہلکے اور نرم و شیریں،

یہی وجہ ہے کہ قصیدہ پر شکوہ الفاظ کا حامل ہوتا ہے اور غزل سبک و سادہ الفاظ کی کیونکہ قصیدہ میں جاہ و جلال دکھانا مقصود ہوتا ہے اور غزل میں تڑپ سوز و گداز

انسان ایسا بے طاقت ہے کہ قدرت تو ہر چیز کے حاصل کرنے کی رکھتا ہے مگر جب ایک چیز میں عبور پیدا کر لیتا ہے تو متعددا شیاء میں وہ ملکہ و مہارت نہیں پیدا ہوتی شعراء میں جو لوگ قصیدے کے ماہر ہیں وہ غزل و مثنوی میں قدم قدم پر لڑکھڑاتے کھاتے نظر آتے ہیں لہذا جو شاعر غزل و مثنوی میں امام تصور کیے جاتے ہیں وہ اگر قصیدہ کہتے ہیں تو بالکل کورے معلوم ہوتے ہیں یہ قرآن ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ ہر موضوع پر گفتگو کرتا ہے اور کسی بات میں فرق نہیں پیدا ہوتا، واقعی قادر الکلامی اسی چیز کا نام ہے

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب قرآن کا جائزہ لینا چاہیے اگر وہ ان تمام صفات میں تمام و کمال ہو تو یقیناً اس کو کلام خدا کہنا چاہیے ورنہ نعوذ باللہ کچھ اور ہے۔

فرق مراتب کا لحاظ قرآن مجید میں بدرجۂ اتم موجود ہے جہاں وعظ و نصیحت کرنا ہوتی ہے وہاں ویسے ہی نرم و رقیق الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور جہاں اپنی جلالت و قدرت کا اظہار

یا قیامت وغیرہ کا تذکرہ کرنا ہوتا ہے وہاں اور رنگ پیدا کر لیا جاتا ہے مثلاً قیامت کے ذکر میں ارشاد ہوتا ہے،

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝	(جب پہلا) صور پھونکا جائے زمین و آسمان کی تمام چیزیں بیہوش ہو جائینگی الا ما شاء اللہ پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو دنیا کی سب چیزیں یکدم کھڑی ہو جائینگی اور زمین اپنی پروردگار کے نور سے چمکنے لگے گی۔ اعمال نامے پیش کیے جائینگے انبیا بلائے جائینگے گواہ طلب ہونگے (بعد) بغیر کسی ظلم کے انصاف کے ساتھ لوگوں کا فیصلہ ہو جائیگا،

ایک جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ ہم نے آپ پر یہ نعمت بھیجی یہ کیا اور وہ کیا؟ وہاں کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے،

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ	قسم ہے چاشت کی اور رات کی جبکہ چھا جائے کہ تمکو تمھارے رب نے نہیں چھوڑا اور نہ دشمنی کی البتہ آخرت بدرجہا بہتر ہے تمھارے لیے دنیا سے اور عنقریب تمکو دیگا تمھارا رب جس سے تم راضی ہو جاؤگے کیا اُسنے تمکو یتیم پاکر ٹھکانا نہیں دیا اور بھٹکتا دیکھکر راستہ نہیں بتایا اور پھر فقیر پاکر غنی نہیں کر دیا لہذا (اے نبی) یتیم پر سختی نہ فرمایئے گا اور سائل کو نہ دور رائیے گا اپنے رب کے احسان کو یاد فرماتے رہا کیجیے،

ایسے ہی ترغیب کے اندر بھی ان مراتب کا پورا پورا لحاظ ہے ترغیب کس قدر سلیس اور اچھے الفاظ میں ہے جس کو دیکھ کر ایک سلیم الطبع انسان کا دل فوراً کھنچ جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ،	کوئی شخص بھی نہیں جانتا جو انکے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ کی گئی ہے،

وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ،

اور اس میں (جنت میں) وہ وہ چیزیں ہیں جنکی لوگونکو خواہش ہوگی اور آنکھونکو لطف آئیگا،

ترہیب کے موقع پر ارشاد ہے

فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا،

ہر ایک کو ہمنے اسکے گناہ پر پکڑا جن میں سے بعض تو وہ تھے جنپر ہمنے آندھی بھیجی تھی اور بعض وہ تھے جن کو چیخ نے پکڑا اور بعض وہ تھے جنکو ہمنے زمین میں دھنسا دیا تھا اور بعض وہ تھے جن کو ڈبو دیا تھا۔

وعظ و نصیحت کو لیجیے ایسے ایسے الفاظ جن جن کے استعمال کیے گئے ہیں کہ پڑھنے والا مرعوب و متاثر ہوا جاتا ہے،

۴۔ عدم تضاد معنی

قرآن مجید کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ باوجودیکہ وہ اساس دینیہ و دنیویہ ایک مکمل ترین ضخیم قانون ہے مگر اس کے اندر کہیں اختلاف نہیں ملتا مصنفین کئی قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو لگاتار محنت کرکے کتاب تیار کرتے ہیں۔ اور ایک وہ جو لگاتار محنت تو نہیں کرتے مگر توجہ اور خیال کو بھی نہیں ہٹاتے مگر ایسے مصنفین ناپید ہیں کبھی یہاں سے اور کبھی وہاں سے کبھی شروع کا اور کبھی آخر کا لکھوا دیا کرتے ہیں اور پھر بغیر اس کو دیکھے یا سنے تیئیس سال تک لکھواتے رہے، آخر میں ایک غیر شخص اٹھتا ہے اور اس کو ترتیب دیکر جمع کر دیتا ہے ایک ایسی تصنیف میں اختلاف و تکررات کا نہ ہونا اور فصاحت و بلاغت کے بلند پایہ پر پہنچ جانا یقیناً اعجاز ہے،

بلا شبہ قرآن اسی طریقے سے جمع و تحریر ہوا،

صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی آیت اترتی تو جبریل کہدیتے کہ یا رسول اس آیت کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر فلاں آیت سے پہلے فلاں آیت کے بعد لکھوا دیجیے بس حضور ایسا ہی کرتے۔

قرآن مجید کی شخصیت و وقعت دنیائے علم میں کیا ہے۔ قرآن مجید اگرچہ اساس دینیہ و دنیویہ کی مکمل ترین اخلاقی، اقتصادی، علمی ادبی فلاحتی سیاسی کتاب ہے لیکن ایک حرف بھی دوسرے حرف سے متعارض نہیں ہوتا، عرب کا ایک شاعر کہتا ہے

کل العلوم فی القرآن لاکن — تقاصر عنه افہام الرجال

تمام علوم قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن — اس سے لوگوں کی عقلیں قاصر ہیں

امام غزالیؒ فرماتے ہیں،

کوئی انسان ہو لیکن اس کا کلام اختلاف سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ ہر ایک کے احوال و اغراض مختلف ہوتے ہیں کبھی کسی امر کی جانب توجہ ہوتی ہے اور کبھی کسی بات کا خیال ہوتا ہے یہی وجوہ بسا اوقات اختلاف بیان کا باعث بن جاتے ہیں خیال کی بات ہے کہ ایک وہ آدمی جو تیئیس ۲۳ سال تک اپنی تصنیف کا سلسلہ جاری رکھے اس اثنا میں ضرور ہے کہ اس کو راحتیں بھی ملی ہونگی اور مصیبتیں بھی پیش آئی ہوں گی ذہنیت کا تقاضا ہے کہ انسان ہر آنیوالی آفت و راحت کا اثر قبول کرے پھر کوئی وجہ نہیں سمجھ میں آتی کہ ایسے شخص کی تصنیف ان تمام خارجی اثرات سے محفوظ و مصئون رہ سکی ہوگی خاص کر ایسا شخص جو آدمی ہو اور زمانہ بھی وہ زمانہ جو سخت تاریک اور غیر معتمد ہو کیونکر ایسا مربوط و موزوں اور متفق المعنی کلام بول سکتا ہے کہیں نہ کہیں ضرور اختلاف ہو جانا چاہیئے تھا اب جبکہ تحقیق و تدقیق کے بعد دشمنوں نے کہدیا کہ قرآن میں ایک حرف اور ایک نقطہ تک کا اختلاف نہیں ملتا تو یقیناً تسلیم کرلینا پڑے گا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے انسانی طاقت سے باہر ہے کہ وہ ایسا کلام کرسکے،

خود پروردگار سات آسمانوں کے اوپر سے ارشاد فرماتا ہے

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔	یہ کفار قرآن میں کیوں نہیں غور و فکر کرتے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا تو اس میں اختلاف پایا جاتا،

امام غزالیؒ سے اس آیت کے معنی دریافت کیے گئے تو انھوں نے فرمایا کہ لفظ اختلاف بہت سے معنی پر مشتمل ہے اس آیت میں یہ مراد نہیں ہے کہ لوگوں کے قرآن میں اختلاف رکھنے کی نفی ہے

بلکہ مراد یہ ہے کہ نفس قرآن اختلاف سے مبرّا و منزّہ ہے۔"

۵ سہولت حفظ

اعجاز قرآن کے سلسلے میں ایک یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن سُن کر فوراً یاد ہو جاتا ہے علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک قریش جیسے عظیم المرتبت عرب قبیلے میں صرف سترہ شخص ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے" لامحالہ صحابۂ کرام قرآن کو بھی لکھتے نہ ہوں گے اب صرف ایک بات غور طلب ہے کہ پھر اُن لوگوں کو اتنی بڑی کتاب یاد کیسے ہو گئی تو اسکے جواب میں بیساختہ کہنا پڑیگا کہ یہ سہولت حفظ منجانب اللہ تھی اور ہے،

درحقیقت مسلمانوں نے اسکی طرف توجہ بھی زیادہ کی چنانچہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اسکا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، ایک[۱] مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ ابن جبل کو یمن کی طرف قاصد بناکر بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن اور شرائع دینیہ کی تعلیم دیں قرآن کی طرف رجحان کو زیادہ فروغ دینے کیلیے بعد میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ جو شخص سب[۲] سے زیادہ حافظ قرآن ہو گا وہی فوج کا سردار ہو سکے گا،

قبائل کی امامت[۳] کے انتخاب میں بھی ایسے ہی شخص کو ترجیح دیجاتی تھی جو سب سے زیادہ قرآن داں ہوتا تھا، غور کا مقام ہے کہ جو قوم تزکیۂ قلوب کے حقائق و معارف اور آداب عبادت اصول معاشرت تمدن و جہاں بانی کے قواعد و ضوابط نیز ہر قسم کے انفرادی اور اجتماعی تعلیمات اور شخصی، قومی عروج و زوال کے اسباب سے محض ناواقف ہی نہیں بلکہ اسکا وہم و گمان تک اسکے دل و دماغ میں کبھی نہ آتا ہو وہ کیونکر دنیا بھر کے صفات حمیدہ کی مرجع بن سکتی ہے اور دنیا کے چپے چپے میں جسکے نقش قدم پر چلنے کی سعادت کو لوگ باعث افتخار سمجھتے ہوں یہ صرف قرآن ہی کا اعجاز ہے جسے عرب جیسی اَن پڑھ قوم نے سمجھ لیا اور اس پر عمل کر کے وہ مقبول خدا و خلائق ہو گئے، آج بھی اگر عامی سے عامی شخص کو اسکے مضامین عالیہ سمجھائے جائیں تو وہ بخوبی سمجھ لیتا ہے دور کیوں جایئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ لیجیے وہ کتنی کم عمری میں اتنی بڑی کتاب ازبر کر لیتے ہیں

---

[۱] کتاب الاستیعاب تذکرہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ [۲] ترمذی شریف ۱۲

ارشاد ہوتا ہے،

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ	ہمنے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہی کیا اسکو کوئی سمجھنے والا ہے

۶ احتواء علوم

ہم اور آپ کیا مخالف پارٹی تک مانتی ہے کہ قرآن تمام علوم وفنون پر حاوی ہے چنانچہ ایک انگریزی مورخ لکھتا ہے۔ قرآن کو مسلمانوں کا ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، قومی دیوانی اور فوجداری وغیرہ کا ضابطہ اور قانون کہہ سکتے ہیں وہ ہر ایک امر پر حاوی ہے مذہبی عبادات دن رات کے اوامر ونواہی روحانی نجات جسمانی صحت اخلاق وآداب جزا وسزا قرآن میں سبھی کچھ تو موجود ہے

قرآن مجید میں علوم الہیہ اور اصول حکمت ودانائی معاشرت وتمدن کی باتیں اسقدر ہیں کہ کسی آسمانی کتاب میں انکا عشر عشیر بھی نہیں مل سکتا،

ذیل میں چند مثالیں قرآن پاک سے پیش کی جاتی ہیں

علم وحکمت الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں تبلائیں جو اس کو معلوم نہ تھیں
وقال - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔	اسی طرح خدا تمھارے سامنے اپنی باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاید تم غور وفکر کرو،
بشارت وہدایت تِلْكَ اٰيَاتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ہ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ	یہ قرآن اور عام فہم کتاب کی آیتیں ہیں۔ اس میں ایمان والوں کے لیے ہدایت وبشارت ہے
نصیحت وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ	ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے کر دیا ہے کوئی ہے کہ نصیحت حاصل کرے،
رحمت بصیرت وشفا رهدی ورحمة للمحسنين هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ	یہ قرآن نیکوکاروں کے لیے ہدایت ہو اور یہ لوگوں کی بصیرت اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے
برکت وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ	یہ کتاب جسکو ہمنے اتارا ہے سراسر برکت ہے،

تمدن و معاشرت کی ترقی و اصلاح کی تدریجی تاریخ از آدم تا نبی آخر الزمان موجود ہے

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰي لِلْمُؤْمِنِيْنَ

(اے محمد!) اسیطرح ہم تمکو گذشتہ واقعات و حالات بتلاتے ہیں (اے محمد!) پیغمبروں کے جتنے قصے ہمنے تمسے بیان کیے ہیں انکے ذریعہ سے ہم تمہارے دلکی ڈھارس بندھاتے ہیں اور انہیں سے جو حق بات ہوتی ہے وہ تمہارے پاس پہنچی ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے نصیحت و یاد ہے،

سیاست، حکومت، عدالت

قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭوَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب آچکی جو لوگ رضائے خدا کے طالب ہیں انکو اللہ سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے فضل سے انکو تاریکیوں سے نکالکر روشنی میں لاتا ہے (اے محمد!) ہمنے جو کتاب تم پر اتاری ہے وہ برحق ہے لہذا تم کو خدا نے جیسا بتایا ہے اسکے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنو،

علوم شریفہ تو قرآن مجید میں موجود ہیں مگر نہیں ایک مسلمان کا تو یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ قرآن کے اندر دنیا کی تمام چیزیں داخل ہیں صراحۃً یا کنایۃً الفاظ قرآنی ہر امر موجود و مستقبل پر حاوی ہے ایک قصہ مشہور ہے کہ کسی خلیفہ کے زمانے میں ایک عورت نے قسم کھائی تھی کہ میں سوائے الفاظ قرآن کے اور کسی بات کا تکلم نکرونگی چنانچہ پھر وہ اپنے عہد پر مرتے دم تک قائم رہی اور الفاظ قرآنی ہی سے وہ آخر دم تک اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتی رہی اب اسکی زندگی میں نمعلوم کن کن چیزوں کو اسکو تکلم کرنا پڑا ہوگا، اور کیا کیا باتیں لوگوں سے کہنی پڑی ہوں گی مگر اس کو قرآن کے اندر تمام چیزیں ملتیں اور وہ بے دریغ اپنا مافی الضمیر ادا کرتی رہی۔

(۷) محل استعمال،

الفاظ ایک منتشر پھولوں کی ڈھیری کا نام ہے انسان جب بات کرنیکا خیال کرتا ہے تو اسکو پہلے

اس انبار کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے جب زبان سے کچھ کہنے کا پورا پورا ارادہ کر چکتا ہے تو اب اپنی بساط کے مطابق اس الفاظ کے ڈھیر سے بعجلت یا بدیر اٹھاتا جاتا ہے اور ما فی الضمیر کو ادا کرتا جاتا ہے،

بڑے بڑے بولنے والے پیدا ہوئے اور چل بسے مگر آجتک یہ بات کسی کے کلام میں نہ ہو سکی کہ جو لفظ وہ جہاں استعمال کر چکا ہے اب اسکے مرادف دوسرا لفظ وہاں رکھا نہ جا سکا ہو بس صرف قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے جو لفظ جہاں پر بولدیا اب اسکے مرادف خواہ اس سے بھاری ہلکا عمدہ ہو یا برا آہی نہیں سکتا،

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں

"بعض بعض شعراء ایک قصیدہ لکھتے ہیں اور دو دو سال تک اس میں اصلاح و ترمیم کرتے رہتے ہیں پھر اس میں آسانی کے ساتھ ایک لفظ نکال کر اسکی جگہ دوسرا لفظ رکھا جا سکتا ہے مگر قرآن کی عبارت ایسی ہے کہ جو لفظ جہاں ہے اگر وہاں سے اسکو ہٹا لیا جائے تو ساری عربی زبان میں بھی تلاش کر کے کوئی ایسا لفظ نہیں لایا جا سکتا ہے جو اس جگہ پر کھپ سکے"

خود قرآن ہی میں ایک معنی کے دو لفظ بولے جاتے ہیں مگر ایک لفظ دوسرے لفظ کی جگہ پر اگر رکھ دیا جائے تو وہ ربط نہیں پیدا ہو جو منجانب اللہ وضع میں ہے حالانکہ صورت شکل کے اعتبار سے دونوں لفظ ایک ہی قسم کے ہیں مثلاً

قلب اور فواد یہ دو لفظ ایک معنی کے ہیں اور دونوں قرآن میں علحدہ علحدہ مستعمل ہیں ان فی ذالك لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید دوسری آیت میں ہے ماکذب الفواد ما رأی

اب اگر فواد کی جگہ پر قلب اور قلب کی جگہ پر فواد رکھ دیا جائے تو معنی گو بالکل صحیح ہیں مگر جملہ میں وہ تناسب اور ارتباط باقی نہیں رہتا جو اصل لفظ میں ہے بلکہ ایک قسم کا پھیکا پن نمایاں ہو جاتا ہے وہ لطافت جاتی رہتی ہے

ایک دوسرے لفظ جوف اور بطن کو دیکھیے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور قرآن ہی میں ہیں مگر ایک لفظ دوسرے لفظ کی جگہ ناموزوں اور بے ڈول ہوا جاتا ہے ملاحظہ ہو،

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا
یہ بھی کلام پاک ہی کا ایک اعجاز ہے کہ جو لفظ جس جگہ آگیا اب اسکی جگہ اسکا مرادف لفظ آہی نہیں سکتا
میرا ذاتی خیال ہے کہ اگر قرآن میں یہ اعجاز نہ ہوتا تو شاید اہل عرب کہدیتے کہ قرآن مرتبہ فصاحت سے گر گیا
امرء القیس جو عرب کا اشعر الشعرا ہے اسی کے کلام میں یہ بات نہیں پائی جاتی وہ کہتا ہے وما ان
اری عنک الغوایۃ تنجلی، غوایہ کی جگہ عوایہ آجاتا ہے اور کلام میں کچھ سقم نہیں پیدا ہوتا،
اسی امرء القیس کے ایک دوسرے شعر میں فیا عجبا من کورھا المتحمل اس میں کور کی بجائے
رحل آجاتا ہے حالانکہ یہ شاعر اولاً اشعر الشعرا ہے دوسرے یہ وہ قصیدہ ہے جو مذہبات ومعلقات میں سے ہے
جس کی فصاحت وبلاغت پر اتنا ناز کیا گیا ہے کہ خانۂ کعبہ میں لٹکایا گیا،
بخلاف قرآن مجید کے الفاظ کے کہ ان میں ایک ذرا سا بھی اگر تغیر وتبدل کر دیا جائے تو وہ سلاست
جاتی رہتی ہے مثلاً

ذالک الکتاب لاریب فیہ کی بجائے ذالک الکتاب لاشک فیہ

وھن العظم منی کی بجائے ضعف العظم منی

اثرک اللہ علینا کی بجائے فضلک اللہ علینا

خیر لکم کی بجائے افضل لکم

وماکنت تتلوا من قبلہ من کتاب کی بجائے وماکنت تقرؤ قبلہ من کتاب
اسی طریقے سے ایک بات قرآن بیان کرتا ہے پھر اسی چیز کو اہل عرب بیان کرتے ہیں لیکن
کلام عرب میں وہ فصاحت نہیں پیدا ہوتی جو قرآن اس سے کم لفظوں میں بیان کر دیتا ہے
مثلاً عربی میں ایک ضرب المثل ہے القتل انفی للقتل یعنی قتل قتل کو روکتا ہے، اسی مفہوم کو
قرآن پاک ادا کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ معنی اسکے بھی وہی ہیں مگر دیکھیے
کتنے اختصار کے ساتھ اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے، قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے
کہ اگر کہیں کوئی لفظ غیر فصیح آگیا ہے تو سیاق وسباق نے اسکو فصیح تر بنا دیا ہے حالانکہ وہی لفظ اگر
عرب نثر اد خواہ کتنا ہی فصیح کیوں نہو باندھتا ہے کستدر بھونڈا اور بے تکا معلوم ہوتا ہے متنبی کا شعر ہے

تلذ لہ المرأۃ وھی توذی ومن یعشق یلذ لہ الغرام

یہاں تو ذی کا لفظ بہت ثقیل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے بعد کا جملہ بے جوڑ ہے اسی لفظ کو قرآن استعمال کرتا ہے تو دیکھیے کیسی خوبی پیدا ہو جاتی ہے ارشاد ہوتا ہے فاذا طعمتم فانتشروا ولامستانسین لحدیث ان ذالکم کان یوذی النبي فیستحیی منکم واللہ لایستحیی من الحق یہ ایک ذوقی چیز ہے جسکو اہل بصیرت خوب سمجھ سکتے ہیں،

معانی و بیان کی اصطلاح میں الفاظ کی لطافت و نزاکت، رقت و چستی نرمی و سہولت کے ساتھ ساتھ اگر صنائع و بدائع کا التزام نہ کیا جائے تو اسکو انسجام کہتے ہیں، قرآن میں یہ بات بھی اکثر و بیشتر موجود ہے بلکہ اکثر متعارف بحروں میں پورے پورے اشعار اور مصرعے موزوں پائے جاتے ہیں ایک مجمل فہرست اسکی حاضر کرتا ہوں،

(۱) بحر طویل صحیح	فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر
(۲) بحر طویل مخزوم	منها خلقناکم وفیها نعیدکم
(۳) بحر بسیط	لیقضی اللہ امرا کان مفعولا (عروض اول مخبونہ)
(۴) بحر مدید	واصنع الفلك باعیننا
(۵) بحر وافر	ویخزهم وینصرکم علیهم ویشف صدور قوم مومنین
(۶) بحر کامل مخزوم	سیعلمون غدا من الکذاب
(۷) بحر ہزج	تاللہ لقد آثرك اللہ علینا
(۸) بحر رجز	ودانیة علیهم ظلالها وذللت قطوفها تذلیلا
(۹) بحر سریع	الا الی اللہ تصیر الامور
(۱۰) بحر رمل	ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك
(۱۱) بحر منسرح	انا خلقنا الانسان من نطفة
(۱۲) بحر خفیف	ربنا الیك انبنا
(۱۳) بحر مضارع مخزوم	یوم التناد یوم تولون مدبرینا
(۱۴) بحر مقتضب	فی قلوبهم مرض
(۱۵) بحر مجتث	نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم

(۱۶) بحر متقارب لا تبخسوا الناس اشیاءھم

(۱۷) بحر متدارک ام تامرھم احلامھم

(۸) جاذبۂ اثر

قرآن مجید کا ایک یہ بھی معجزہ ہے جو اور آسمانی کتابوں میں نہیں ہے یعنی قرآن کے اندر ایک ایسا لطیف اور پاک اثر روح پر پڑتا ہے جو دل کو رقت سے پانی پانی کر دیتا ہے،

تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ بہت سے اہل عرب اور ان کے رؤسا جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے قرآن کو سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ ان کو کلمہ اسلام پڑھتے ہی بنا حضرت فاروق اعظم کے اسلام لانے کا واقعہ بھی اسی قسم کی ایک بین دلیل ہے اور اسلام لانے سے پہلے اسلام و مسلمین کے کتنے دشمن تھے یہانتک کہ تلوار لیکر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو قتل ہی کرنے تشریف لائے تھے، واقعہ بہت طویل ہے یہاں اسکا بیان کرنا مقصود نہیں حضرت جبیر بن مطعم جو رؤسائے قریش سے تھے اپنے اسلام لانے کا حال خود بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ والطور پڑھ رہے تھے میرا ادھر سے گذرا اور سننے لگا، حضور جب اس آیت پر پہونچے ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون ترجمہ (کیا وہ لوگ بغیر خالق کے پیدا ہو گئے یا وہ آپ ہی اپنے خالق ہیں) یہ آیت سن کر میرا دل دہل گیا اور مجھ پر ایک قسم کی لرزش سی طاری ہو گئی اسی وقت میں جا کر مسلمان ہو گیا،

نجاشی بادشاہ حبش نے ایک جماعت علما کی حضور پر نور کی خدمت میں روانہ فرمائی جب اس جماعت نے قرآن مجید کی آیات سنیں تو ان کے آنسو نکل پڑے، اسی واقعہ کا تذکرہ خود قرآن حکیم میں ہے،

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق (الجزء السابع)	اس جماعت نے وہ کلام سنا جو اتارا گیا طرف رسول کے (قرآن) تو دیکھ لیا تو نے کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حق کا انکشاف ہو گیا (ساتواں پارہ)

ایسے ہی ولید بن مغیرہ نے جب کلام پاک کی آیات سنی ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھا کہ اس کلام میں عجیب حلاوت و لطافت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کا قول نہیں ہے ہم نے شعر بھی سنے ہیں، نثریں بھی دیکھی ہیں مگر کہاں وہ شعر و نثر اور کہاں یہ کلام معجز نظام

عتبہ جو قریش کا رئیس اعظم تھا جب اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گفتگو کرنے گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سورہ حٰم سجدہ سنائی، عتبہ باوجودیکہ خود بہت ہی زیادہ فصیح و بلیغ تھا مگر قرآن کی آیات کو سن کر مبہوت و ششدر ہو گیا اور ایک عرصہ تک سنتا رہا پھر جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا اور لوگوں نے اس سے دریافت کیا ہے کہ تم نے محمدؐ کو کیسا پایا، صداقت کے ساتھ بولا کہ محمدؐ نے مجھے ایسا کلام سنایا جس نے مجھے حیران کر دیا اور میں ان کو کچھ جواب نہ دے سکا، بہت پر لطف اور عجیب و غریب کلام تھا،

یہ تھا اثر اس قرآن کا جس نے عرب جیسی جاہل اور وحشی قوم کو ایسا اعلیٰ صفات کا انسان بنا دیا جسکی نظیر سے آج دنیا کے اوراق قاصر و خاموش ہیں،

افسوس ہے کہ اس میں کا ہر موضوع ایسا تھا کہ اس پر کتابیں لکھی جاتیں اور اس کے معارف و حقائق پھر باقی رہ جاتے مگر کیا کروں وقت اور مصروفیتیں مجھے ایجاز و اختصار پر مجبور کر رہی ہیں انشاء اللہ اگر فرصت نے یاوری کی تو پھر کسی صحبت میں کچھ اور پیش کرونگا،

فقط والسلام خیر ختام

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ناچیز ابو الریاض فاروقی
از دفتر النجم لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفین واسطے اللہ ہی کے ہین کہ اپنے محض کرم سے ہمکو شرک اور کفر سے بچایا اور قرآن شریف اپنے فضل سے آسان کر کے ہمکو سکھایا۔ اور ہزارون درود و سلام اُس کے رسول پاک کو کہ انکی زبان فیض ترجمان سے اپنے احکام ہدایت انتظام کو سُنایا اور تحیات بیشمار انکی آل اطہار و اصحاب کبار پر کہ اُنھون نے ہمکو طریقہ اُس رحمۃ للعالمین کا بتایا بعد حمد اور صلوٰۃ کے کہتا ہو بندہ ضعیف حقیرکمترین اکرام الدین محتاج الی رحمۃ اللہ المعین کہ اکثر مسلمان بھائی خصوصًا میر حسین علی نے اس بات پر رغبت دلائی کہ اگر سورہ فاتحہ کے فوائد زبان ہندی مین بیان ہو جائین تو سب مسلمانون کو اپنی نماز کا مزہ حاصل ہو جاوے کیونکہ ہر نماز مین اس سے کام ہو اور اس سورۃ کا امّ الکتاب نام ہے اسواسطے اسکا بیان کرنا بہت ضرور ہے اور تمام قرآن کا بیان کرنا اسکا مقدور ہے بعد اصرار اُن لوگون کے جسقدر نکات اُمّ الکتاب اس فقیر کے خیال مین سمائے وہ ان اوراق پر لکھنے مین آئے اور اکثر اقوال تفسیر عزیزیہ سے اسمین آئے ہین اسواسطے کہ اس فقیر کو وہ اقوال بہت بھلے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مین اسکی تمہید ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ مین سراسر تمجید ہے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ مین تمام عبادت کی بوجھ ہو وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مین مدد طلب کرنے کی سوجھ ہے اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مین راہ سیدھی طلب کا بیان ہے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مین آخر تک سنت اور بدعت کی پہچان ہو اور آخر رسالہ میں اُمّ الکتاب کی فضیلت

...نام ہے اور اس مختصر کا نام تحفۃ الاسلام ہے بارے الحمد للہ کہ یہ رسالہ سن بارہ سو بیالیس
ہجری غرۂ محرم الحرام مین تمام ہوا اور فضل و کرم آلہی سے مقبول خاص و عام ہوا جو بھائی
مسلمان اسکی سیر کرین چاہیے کہ فقیر کے حق مین دعاے خیر کرین حق تعالی اس مختصر کو پسندیدۂ
خاص و عام کرے اور اس عاجز کو اللہ تعالی کے روبرو نیکنام کرے اور اسکے پڑھنے والون اور
عمل کرنے والون کو راہ راست معرفت اور ہدایت کی دکھادے اور اسکو گمراہ کرنے اور بہکانے
شیاطین اور اخوان الشیاطین سے بچاوے آمین یارب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یعنی شروع کرتا ہون مین ساتھ نام اللہ بخشنے والے مہربان کے

جاننا چاہیے کہ جناب باریتعالی نے بسم اللہ مین تین نام فرمائے تاکہ بندہ ہر کام مین دین کا ہو
یا دنیا کا ان نامون سے شروع کرے کیونکہ تین نام ہر کام کی درستی پر دلالت کرتے ہین یعنی لفظ
اللہ ہر کام کے حصول پر دلالت کرتا ہے اور لفظ رحمن کا اسکے باقی رہنے پر اور لفظ رحیم کا
فائدہ دینے پر اسواسطے ان تین نامون کے ساتھ تعلیم کیا تاکہ کام بندے کا برباد نہووے
اگر کوئی پوچھے کہ کتاب کو باے بسم اللہ سے کیون شروع کیا کیونکہ لڑکو نکو جب مکتب مین بٹھاتے
ہین تو الف سے شروع کرواتے ہین اسکے جواب مین دو وجہ ہین اول تو یہ ہے کہ کہا ہے حضرت امام
جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ تمام علوم حق تعالی کے جو شرایع کے ہین سو چار کتابونمین ہین
پہلی توریت دوسری انجیل تیسری زبور چوتھی فرقان اور قاعدہ ہے کہ کتاب اخیر جامع مضامین کتب سابق
کی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ سب مطالب اگلی کتابون کے قرآن شریف مین ہین اور تمام مطلب قرآن کا
سورۂ فاتحہ مین ہے اور حاصل سورۂ فاتحہ کا بسم اللہ الرحمن الرحیم مین اور خلاصہ بسم اللہ کا حرف باے
مین ہے اسواسطے کہ بے کے معنی ہین اتصال و معیت کے اور غرض تمام علم سے یہی ہے کہ بندے کو
اللہ تعالی سے علاقہ شرف اتصال اور معیت کی حاصل ہو جاوے اور عزت اور کرامت کیساتھ قرب کا

یاد ہے پس ثمرہ سب علم کا اس حرف سے سمجھا گیا اور دوسری وجہ یہ ہو کہ الف صورت سرکشی کی رکھتا ہو اور بے صورت سرافگندگی کی رکھتی ہو اسواسطے حرف بے نے یہ مرتبہ پایا چنانچہ حدیث مین آیا ہو کہ مَن تواضع لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ یعنی جو جھکے واسطے اللہ کے بلند کرتا ہو اللہ اسکو اور واسطے آگاہی کے اسپر کہ حقتعالی افتادگی کو پسند کرتا ہو اور سرکشی سے ناراض ہوتا ہو حرف با سے اپنی کتاب کو شروع کیا ہے اور بادشاہون کا معمول ہو کہ جس گھوڑے کو اصطبل مین پسند کرتے ہین اُسپر داغ کر دیتے ہین تا کہ نشان ہے اور ہر کوئی معلوم کرے کہ یہ پسندیدہ بادشاہ کا ہو اُسپر کوئی سواری نکرے اور نگاہ بدنہ ڈالے سو بسم اللہ گویا مہر ہو حقتعالی کی بندگی کے کام پر جب کوئی کام شروع کرے اس مہر کے نیچے اسکام کو رکھے تا کہ بندگی بندگی معلوم ہووے اسیواسطے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام کا شروع ساتھ بسم اللہ کے کرتے تھے اور دلیل بسم اللہ کی برکت کی یہ ہو کہ جب حضرت نوح کشتی مین سوار ہوے تو غرق کے خوف سے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖہَا وَمُرْسٰہَا[1] کہکر اسکو روان کیا کشتی اسی نام کی برکت سے بچ رہی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح نے آدھی بسم اللہ کہکر نجات پائی پس جو شخص کہ ساری بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے وہ کیونکر سعادت دارین سے محروم رہیگا نقل ہو کہ ایک بزرگ نے اس کلمۂ پاک کو لکھوا کر وصیت کی کہ میرے کفن مین رکھدینا لوگون نے اسکی وجہ پوچھی کہا کہ مین نے سنا ہو کہ ایک فقیر کسی امیر کے بڑے دروازے پر کھڑا ہوا سوال کرتا تھا مالک نے کچھ تھوڑا سا اسکو دینے لگا اس فقیر نے کہا کہ یہ تیری تھوڑی بخشش موافق اس دروازہ بلند کے نہین یا تو بخشش موافق اپنے دروازے کے کر یا دروازے کو موافق اس بخشش کے کر سو یہ آیت کتاب اللہ کا دروازہ ہے قیامت کے دن اس دروازے کو ہاتھ مین لیے ہوے صاحب اس دروازے سے بقدر عظمت اس دروازے کے بخشش طلب کرونگا اب ایک نکتہ اور جاننا چاہیے کہ بسم اللہ کے انیس حرف ہین اور موکل عذاب دوزخ کے بھی انیس ہین سو جو بندہ اسکو پڑھتا ہو قیامت کے دن انیسون موکل کی عذاب سے پناہ مین رہیگا اور رات دن کی چوبیس ساعتین ہین سو پانچ ساعتون کے واسطے پانچ نمازین مقرر ہین پھر باقی رہین انیس ساعتیں سو ان مین آدمی چلتا پھرتا اٹھتا بیٹھتا سوتا جاگتا کھاتا پیتا ہو سو بسم اللہ کو مقرر کیا کہ ان وقتون مین

[1] ساتھ نام اللہ کے ہو کھلنا اُسکا اور ٹھہرنا اُسکا ۱۲

کیا کرین تاکہ آٹھون پہر یعنی چوبیس ساعتین عبادت مین لکھی جاوین اور رحمت بسم اللہ مین ایسی ہی کہ سورۂ برائت پر نہین ہی کیونکہ اس سورے مین مشرکین پر قہر آلہی کا بیان ہی اور اس کلام مین رحمت بھری ہوئی ہی دونون ایک جگہ مین جمع نہین ہو سکتے ہین اور ذبح کیوقت جو بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہین اور رحمن اور رحیم نہین کہتے ہین اسکی یہی وجہ ہی کہ یہ دونون نام رحمت کے ہین اور صورت ذبح کی قہر پہ دلالت کرتی ہی پس آدمی کو چاہیئے کہ اس کلمۂ پاک کو ہر وقت زبان پر جاری رکھے اور اگر ہر وقت نہو سکے تو ستر بار ہر نماز فرض کے بعد پڑھ لیا کرے حقتعالی کے غضب سے محفوظ ہو کر رحمت مین داخل ہوگا اور خاصیت اس آیت کی یہ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی پاخانے مین جانے سے پہلے بسم اللہ کہے تو جن اور شیاطین اسکے ستر کو نہین دیکھ سکتے پھر جس کلمے کی دنیا مین یہ خاصیت ہی وہ بیشک آخرت مین بھی آگ سے محفوظ رکھیگا۔ یہانتک بسم اللہ کے معنی تمام ہوے اب سورۂ فاتحہ کے معنی بیان ہوتے ہین شان نزول اس سورۂ متبرکہ کی یہ ہی کہ مولانا یعقوب جرخی رح نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک روز مین جنگل مین چلا جاتا تھا کہ ناگاہ مین نے ایک آواز سنی کہ یا محمد اس آواز سے مین ڈر کر اپنے گھر چلا آیا اور خدیجہ سے مین نے یہ حال بیان کیا دوسرے روز خدیجہ رض مجھے ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئین کہ چچازاد بھائی انکا تھا اور علم توریت اور انجیل کا اسے خوب حاصل تھا اُسنے یہ حال سنکر کہا کہ اے لڑکے اگر تو دوبارہ جنگل مین جاوے اور وہی آواز سنے تو کان رکھکر آواز سننا کہ وہ کیا کہتا ہی دوسرے روز جو جنگل مین گیا تو مین نے پھر سنا کہ یا محمد اسوقت دیکھتا کیا ہون کہ ایک تخت زرین درمیان آسمان اور زمین کے ہوا پر کھڑا ہی اور

شان نزول سورہ فاتحہ

ف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رض سے فرمایا کیا مین تجھے خبر نہ دون ایک سورۃ کی جسکے مانند نہ توریت مین نازل ہوئی نہ زبور مین نہ انجیل مین نہ فرقان مین حضرت ابی بن کعب رض نے عرض کیا کہ فرمائیے یا رسول اللہ تب ارشاد کیا فاتحہ الکتاب اور یہ سبع المثانی ہی اور قرآن عظیم جو مجھے دیا گیا ہی حذیفہ بن الیمان سے روایت ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم پر عذاب بھیجنا مقرر ہوتا ہی اگر کوئی لڑکا ان مین کا پڑھنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن تو اللہ تعالی اس قوم سے چالیس برس تک عذاب اٹھا لیتا ہے ۱۲ مفسر رح

اُسپر ایک مرد نورانی بیٹھا ہی جب مین نے اُسے دیکھا پھر اُسنے پکارکہ یا محمد مین نے کہا کہ حاضر ہون اُسنے کہا کہ مین جبرئیل ہون اور تو نبی ہی اس اُمت کا پھر کہا کہ کہہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور اسکے بعد کہا کہ کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ آخر سورہ تک۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

یعنی تمام صفت اور ثنا اور خوبیان واسطے اللہ ہی کے ہین

پہلے جاننا چاہیے مدح مین اور حمد مین اور شکر مین کیا فرق ہی جب تینون مین فرق سمجھا جائیگا تو حمد کے معنی خوب ذہن مین آوینگے پس مدح زندہ اور غیر زندہ دونون کو شامل ہی جیسے کہتے ہین کہ فلانا باغ کیا اچھا ہی اور فلانا موتی کیا خوب ہی یا فلانے کی آنکھین کیا اچھی ہین اور فلانا شخص بڑا نیکبخت ہی اور حمد فقط زندے کیلیے ہوتی ہی اور مدح کبھی پہلے احسان کے ہوتی ہی اور کبھی بعد احسان کے اور حمد بعد احسان کے ہی ہوتی ہی اور بعض مدح ممنوع بھی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا ہی اُحْثُوا التُّرَابَ فِي وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ یعنی خاک ڈالو منھ مین مدح کرنے والون کے یعنی جو بیجا مدح کرتے ہین اور حمد ہر طرح درست بلکہ مستحب ہی جیسے کہ حضرت نے فرمایا ہی مَنْ لَّمْ يَحْمَدِ النَّاسَ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ یعنی جسنے حمد نہ کی لوگون کی اُسنے حمد نہ کی اللہ کی اور جاننا چاہیے کہ حمد اور مدح مین ایک فرق یہ بھی ہی کہ حمد اُسکو کہتے ہین کہ محمود مین جو صفتین واقعی ہون اُنکا بیان کرے اور مدح مین یہ قید نہین اگر واقعی صفتون سے زیادہ تعریف کرے اُسکو مدح کہتے ہین حمد نہین کہتے ہین اسواسطے حمد ہمیشہ درست اور جائز ہوتی ہی اور مدح جس صورت مین خلاف واقع ہونا جائز ہوتی ہی اسواسطے مداحون کے منھ مین خاک ڈالنے کا حکم دیا ہی کیونکہ ہر چیز فنا ہونیوالی ہی اور عیبدار ہی بہت مدح نہ چاہیے اور شکر عوض مین نعمت بھیجی ہوئی کے ہوتا ہی اور بدون نعمت کے نہین ہوتا اور حمد اوپر نعمت بھیجی کے اور غیر بھیجی کے دونون پر ہوتی ہی اللہ تعالیٰ مستوجب حمد کا ہر حال مین ہی قطع نظر حصول نعمت کے سو اسواسطے حمد کو اوپر مدح کے اور شکر کے اختیار فرمایا اور المدح للہ والشکر للہ نہ فرمایا اور اگر کوئی کہے کہ یہ سورۃ تو بندہ کو تعلیم فرمائی ہی یون فرمایا ہوتا احمد

یعنی حمد کرتا ہون [illegible] کہتے ہیں اسواسطے [illegible] ہوتا [illegible]

حالانکہ تمام مخلوق عاجز ہو اس سے کہ حمد کرے اُس خالق کل کی پھر بشیر عاجز کا کیا مقدور ہی
کہ حمد خداوند تعالی کی بجا لاوے اسواسطے یون نہ فرمایا تاکہ بندہ قیامت کو شرمندہ نہووے
وقت پوچھنے کے کہ تو بار بار پانچون نماز مین جو کہتا تھا کہ مین حمد کرتا ہون سو تونے کیا حمد کی
پس معنی الحمد للہ کے یہ ہوئے کہ تمام تعریف واسطے اللہ ہی کے ہی بندے سے وہ تعریف ہو سکے
یا نہو سکے لیکن سب اُسی کے واسطے ہی نقل ہی کہ حضرت داؤدؑ نے حق تعالی کی جناب
مین عرض کی کہ خداوندا مین کیونکر تیرے شکر سے چھٹکارا پاؤن کس واسطے کہ جو شکر مین کرتا ہون
وہ تیری ہی توفیق سے کرتا ہون پس اس شکر کے واسطے ایک شکر اور چاہیے اور بندہ اسپر
کہان قادر ہو سکتا ہی فرمایا کہ اے داؤدؑ جب بندے نے میرے شکر سے آپکو عاجز جانا گویا میرا
شکر بجا لایا جیسا کسی نے کہا ہی ع خاموشی از ثناے تو حد ثناے تست ۔ اسواسطے اپنی حرمت
سے احمد اللہ نہ فرمایا کہ دعوی حمد کا محض غلط ہوتا ہی اور اگر کوئی کہے کہ حمد کے قابل اور بھی
لوگ ہوتے ہین جیسے مرید پیر کی حمد کرتا ہی اور شاگرد اُستاد کی اور لڑکا مان باپ کی تو تمام حمد اللہ ہی کو
نہوئی بلکہ حمد مین اور بھی شریک ہو گئے اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بھی حمد اللہ ہی کی ہو جاتی ہی
کیونکہ اگر وہ محبت مان باپ کے جی مین نہ ڈالتا تو وہ کیونکر لڑکے کو پالتے اور اگر پیر اور
اُستاد کو علم پر قدرت نہ دیتا اور اُنکے جی مین ہماری تعلیم کی محبت نہ ڈالتا تو وہ کیونکر تعلیم
کر سکتے یا امیرون کو اور بادشاہون کو دولت نہ دیتا اور توفیق خیر اُنکے جی مین نہ ڈالتا تو
وہ غریبون کو کیونکر پرورش کر سکتے کیونکہ جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دیوے سو یہ حمد بھی
اللہ ہی کے واسطے ہی دوسرے کیواسطے نہین ہی اسکی مثال ایسی ہی جیسے کہ ایک امیر کے
گھر ہم مہمان گئے اور اُس امیر نے اپنے خدمتگارون سے کہا کہ جو وقت اُنکو کچھ حاجت ہو اُسی وقت
اُس حاجت کو بر لاؤ سو نادان لوگ اُن خدمتگارون کو اپنا منعم جانتے ہین اور دانا لوگون کا خیال
اُسی امیر کے انعام پر رہتا ہی اور خدمتگارون کو واسطہ محض سمجھتے ہین اور جب حمد کرتے
ہین اُس امیر ہی کی حمد کرتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ امیر اگر اجازت نہ دیتا تو خدمتگار لوگ

ہماری خدمت کیون کرتے سو مسلمانون کو چاہیئے کہ جو نعمت کسی بندے کے ہاتھ سے پہونچے اُسکو
یون سمجھے کہ میرا بادشاہ خوان بھر بھر کر نعمت اپنے خدمتگارون کے ہاتھ بھیجتا ہی اور اس پردے
مین میری پرورش کرتا ہی اور یہ خاصیت لڑکون کی ہوتی ہی کہ جب ان باپ اپنے لڑکے کو حوالہ
دائی کے کیا اور وہ لڑکا دائی سے ہلا تو وہ دائی سے چیزین مانگنے لگا تب وہ دائی اُسکی مان سے
لیکر اُسکو دیتی ہی سو وہ لڑکا نادانی سے جانتا ہی کہ میری منعم یہ دائی ہی سو مسلمان عاقل کو چاہیے
کہ مانند اُس لڑکے نادان کے نہ بنجاوے بلکہ جو نعمت کسی کے ہاتھ سے پہونچے تو یون جانے
کہ میرے آقا نے مجکو دی ہی چنانچہ قرآن شریف مین بھی اسکا اشارہ کیا ہے کہ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ
یعنی جو نعمت تمکو پہونچے وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہی یعنی اُسکی طرف سے جانو اور بیچ والون
کو خدمتگار اُس آقا کا سمجھو لیکن جسکے ہاتھ سے آقا دلوادے اُسکا بھی شکر کرے کہ یہ بھی آقا نے
فرمایا ہی کہ جیسا کہ حقتعالی فرماتا ہی اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ یعنی میرا شکر کرو اور اپنے
مان باپ کا اور جاننا چاہیے کہ منعم اُسے کہتے ہین کہ نعمت کے بدلے مین کوئی چیز نہ طلب کرے سو یہ
ذات پاک حقتعالی کی ہی کہ بے غرض انعام فرماتا ہی اور بندہ جو احسان کرتا ہی سو وہ غرض سے
خالی نہین ہوتا کوئی ثواب چاہتا ہی کوئی رضامندی اللہ کی چاہتا ہی کوئی ناموری چاہتا ہی
کوئی عوض اُسکا چاہتا ہی غرض انعام محض کوئی نہین کرتا سوے جناب پاک کبریا کے پس جسکا انعام
غرض سے خالی نہو وہ منعم حقیقی نہوا اور جب منعم حقیقی نہوا تو لائق حمد کے حقیقۃً بھی نہوا اور اگر
کوئی کہے کہ ہر جگہ تسبیح کو اوپر تحمید کے مقدم کیا مثلاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یہان فقط تحمید کو
ذکر کیا اسکا کیا سبب ہے اسکا جواب یہ ہی کہ تسبیح مقدم اوپر تحمید کے اُسوقت ہوتی ہے کہ
جہان دونون مذکور ہون اور اس سورۃ مین فقط تحمید کا ذکر ہی اور اگر کوئی کہے کہ یہان تحمید کو
کیون اختیار کیا اور تسبیح کو نہ کیا اسکا جواب یہ ہی کہ تحمید کے معنون مین تسبیح کے معنی آجاتے اور
تسبیح کے معنون مین تحمید کے معنی نہین آتے کیونکہ تسبیح کے معنی یہ ہین کہ ذات اور صفات حقتعالی کی سب
نقصانون اور عیبون سے پاک ہی اور معنی تحمید کے یہ ہین کہ تمام خوبیان اُسی کیواسطے ہین تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی نقصان

اسمین نہین ہی اسواسطے کہ تمام خوبیان اُسمین ہوتی ہین کہ جسمین کسیطرح کا نقصان اور عیب نہوی سو معنے
تسبیح کے تحمید مین حاصل ہوتے ہین اسواسطے تسبیح کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہوا اور علمانے کہا ہی الحمد للہ کے
آٹھ حرف ہین اور دروازے بہشت کے بھی آٹھ ہین جب بندے نے الحمد للہ کہا آٹھون دروازے اُسکے
کھلجاتے ہین اور عالمون نے کہا ہی کہ یہ کلمہ بڑا بزرگ ہی اسکو بے موقع جگہ پر نہ کہے ایک نقل ہی کہ اسکے
سننے سے خوب سمجھ مین آجاویگا کہ کونسی جگہ لائق کہنے کے ہی اور کونسی نہین ہی ایک بزرگ کہتے تھے کہ مین نے
ایکبار الحمد للہ کہا تھا اُسوقت سے تیس برس ہوئے استغفار کرتا ہون لوگون نے پوچھا کہ اُسکا کیا سبب ہی
کیونکہ استغفار تو گناہون سے کرتے ہین جواب دیا کہ بعضے وقت اسکے کہنے سے گناہ ہوتا ہی پھر بیان کیا کہ
سبب استغفار کا یہ ہی کہ ایک روز بغداد مین آگ لگی اور دُکانین ساری جلگئین اور میری دوکان وہان تھی
ایک آدمی نے آکر کہا کہ ای شیخ تیری دُکان بچ رہی اور سب جلگئین مین نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر جو مین نے تامل کیا
تو معلوم ہوا کہ اسجگہ یہ کلمہ کہنا خلاف مروت کے ہے کیونکہ سارے مسلمانونکا مال جلگیا اور مینے
کلمہ غمگساری کا نہ کہا بلکہ اپنے مال بچنے پر خوش ہوا سو یہ خلاف اسلام کے ہی مسلمان وہی ہے کہ جیسے
اپنے نقصان پر ملول ہو ویسا ہی دوسرے بھائی کے نقصان پر مین انا للہ کے بدلے الحمد للہ کہا
اسواسطے تیس برس سے استغفار کرتا ہون اور بزرگی اس کلمے کی یہ ہی کہ حضرت آدمؑ کے بدن مین
روح ناف تک پہونچی تو چھینک آئی کہا الحمد للہ حقتعالی نے جواب مین فرمایا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ[1] اور گروہ فرشتون
کے ایک طرف بیٹھے تھے فرمایا اللہ نے کہ ای آدم انکے پاس جا اور کہہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ سو موجب حکم کے گئے
اور کہا انھون نے جواب دیا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ جب فرمایا حقتعالی نے کہ یہی تحفہ تیری
ذریت کیواسطے مقرر ہوا ہی کہ وقت ملاقات کے سلام علیک کیا کرین اور جو کوئی چھینکے تو وہ الحمد للہ کہا اور دوسرا
یرحمک اللہ کہے اور اہل جنت کا بھی یہی سلام علیک تحفہ ہی اور نعمت ملنے کے بعد الحمد للہ
کہینگے چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا ہی وَاٰخِرُ دَعْوٰىھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2] اور اگر
کوئی کہے نزول اس سورۃ کا واسطے تعلیم کرنے بندون کے ہے کہ مناجات کیوقت یون کہا کرین

[1] رحمت کرے تجکو اللہ ۱۲ [2] اور آخر دعا انکی یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کو ہے جو پروردگار تمام عالمون کا ہے ۱۲

ہین کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود حمد کرے جواب سکا یہ ہے کہ اگر یون فرمایا ہوتا تو اس کلمے کے کہنے کا حکم ہو جاتا اور بندہ اسکے اگر بندے قصور کرتے تو انپر بڑا غضب نازل ہوتا اسواسطے کہ حکم خدا نہ ماننا بادشاہ عالی قدر کا موجب غضب کا ہے مثال اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا اپنے باپ کا حکم نہ مانے تو باپ اسکا بہت ناراض ہوگا اسواسطے کہ صاف حکم کو ٹالا اور اگر یون سنے کہ فلانا کام ضرور ہے اور خلاف نہ کرے کسی سے اور بیٹا وہ کام نہ کرے تو چندان خفگی کے لائق نہوگا اسواسطے کہ اسکو عذر کی گنجایش ہے اور بندہ اللہ جل شانہ کی حمد سے عاجز ہے یہانتک کہ آنحضرت نے فرمایا ہے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ تو دوسرے کا کیا مقدور ہے کہ اسکی حمد بجالاوے اسواسطے اپنی رحمت سے صاف حکم نہ کیا کہ وقت قصور کے عذاب میں گرفتار نہووین

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یعنی پرورش کرنے والا عالمون کا ہے

رب کے کئی معنی آتے ہین ایک مالک دوسرے موجد یعنی خالق تیسرے سردار چوتھے مربی اور یہ سب معنی اللہ کی ذات پاک مین پاے جاتے ہین مگر اس مقام مین مناسب تر معنی مربی کے ہین یعنی ربوبیت کے اور ربوبیت کے معنے پرورش کرنے کے ہین یعنی ایک چیز کو درجہ بدرجہ کمال کو پہونچانا جیسے کہ باغبان پہلے بیج بوتا ہے جب شاخ نکلتی ہے تو پانی دیتا ہے جب بڑا ہو جاتا ہے تو قلم کرتا ہے غرض اسیطرح سے تربیت کرتا ہے تاکہ وہ اپنے کمال کو پہونچے اور جب کمال کو پہونچتا ہے تو پتے اور پھل لاتا ہے اور جیسے کہ مان اور باپ اپنے لڑکے کے حق مین پرورش کرتے ہین لیکن ربوبیت کبھی خاص ہوتی ہے ساتھ ایک شخص کے جیسے کہ مان اور باپ فرزند کے حق مین ربوبیت کرتے ہین یا باغبان ایک باغ یا دو باغ کے حق مین پرورش کرتا ہے یا بادشاہ اور امیر اپنے ملک اور لشکر کے حق مین ربوبیت کرتے ہین سو اس قسم کی ربوبیت کرنیوالے کو کوئی موحد اور مشرک قابل عبادت کے نہین جانتا اور کبھی ربوبیت کئی چیز پر ہوتی ہے جیسے کہ ربوبیت اربع عناصر کی کہ روحین انپر مقرر ہین مثلا ہندوون کے گمان مین پانی پر جو روح ہے ہندی زبان مین نام اسکا برن ہے اور آگ پر

مقرر ہونا ہوسکا مجمل الاہمیا ربوبیت یا تاثیر چاند کی اور سورج کی اور سوا اُسکے جو اور ستارے
ہین مثلاً مریخ مرکی یا تیسری اقلیم کا ہو سوا اُس ربوبیت کو عام سمجھکر مشرک لوگ قابل
عبادت کے جانتے ہین اور دھوکے مین پڑتے ہین اور کہتے ہین کہ اُنکی پرورش سب پر عام ہے
لیاقت عبادت کی یہ سب چیزین رکھتی ہین کوئی گنگا نام رکھکر پوجتا ہو اور کوئی خواجہ خضر کے
دھوکے سے دریا پر پھول اور ناؤ چڑھاتا ہے اور کوئی قمر در عقرب کو تلاش کرتا ہو کہ اگر قمر عقرب مین
ہو تو شادی نہ کرین کوئی سیہ برسنے کیواسطے ستارونکی گردش کیا اور اُنکے نچھترون کو پوجتا ہو
اور حقیقت مین غور کر کے نہین دیکھتے ہین کہ اُنکی بھی ربوبیت عام نہین ہوسکتی ہے کیونکہ
جو پرورش سورج کی ہے وہ چاند نہین کر سکتا ہے اسیطرح سے آگ کی پرورش جو ہے
وہ پانی مین نہین ہو اور جو پانی کی پرورش ہو وہ آگ مین نہین پس معلوم ہوا کہ اُنکی بھی
پرورش خاص ہے ایک ایک چیز پر مثلاً تاثیر سورج کی عالم حرارت مین ہے رطوبت مین
نہین اور تاثیر چاند کی عالم رطوبت مین ہو حرارت مین نہین چاند محتاج ہے حرارت کے پیدا کرنے
مین اور سورج عاجز ہے رطوبت کے پیدا کرنے مین سو اُنکی بھی پرورش خاص ہے اور
عام نہین ہو اور ایک دوسرے کی تاثیر مین عاجز اور محتاج ہے اور تاثیر ان سب ستارونکی
مثلاً تاثیر آفتاب کی عالم حرارت مین اور تاثیر چاند کی عالم رطوبت مین اپنی ذات سے
نہین بلکہ اُس تاثیر کو بھی وہی رب العالمین پیدا کرتا ہے سورج اور چاند کو کچھ اپنا اختیار
نہین جیسے قلم لکھنے والیکے ہاتھ مین ہوتا ہو اور لکھنے مین اپنا اختیار کسی طرح نہین رکھتا
ایسے ہی حال ان سب دیوتون اور ستارون کا ہو پس ان سب مین دو طرح کا نقصان ہے
ایک یہ کہ اُنکا سب عالم مین تصرف نہین دوسرے یہ کہ جس قسم مین اُنکی تاثیر ہے وہ اپنی
ذات مین اور اپنے اختیار مین نہین پس اُنکو پوجنا ایسا ہوا کہ جیسے کوئی قلم کی پوجا اور
بندگی کرے اس غرض سے کہ وہ پروانہ حاجت براری کا اُسکے واسطے لکھے اور جب عاجزی
اور محتاجی اُنکی ثابت ہوئی تو وہ قابل عبادت کے نہ رہے جیسا قابل عبادت کے نہ ہے

پھر جو عبادت کرے اُنکو وہ مشرک ہی عبادت چاہئیے رب العالمین کو کہ جو تمام عالمونکا رب ہی کہ پرورش
اُسکی تمام عالمونکو حافظ کر رہی ہی نقل ہی کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال
کیا کہ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے کون ہی رب سب جہانون کا اُنھون نے جواب دیا کہ
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا یعنی رب آسمانونکا اور زمین کا اور جو کہ اُن دونون مین ہے
فرعون کو بڑا تعجب آیا تب حضرت موسیٰ نے دوبارہ فرمایا رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ
پہلی بار تو جو عام ربوبیت مکانون مین تھی وہ فرمائی اور دوسری بار جو عام ربوبیت زمانون مین
تھی وہ ارشاد کی گویا کہ یون ہوا کہ جب اوسنے پوچھا کہ کون ہے رب العالمین حضرت موسیٰ نے
فرمایا کہ وہ ہے جو مالک ہے آسمانون کا اور زمین کا اور جو مکان ہین ان دونون مین
جب اُسے تعجب ہوا تو فرمایا کہ تو مکانون مین کا رب جانکر گھبرایا بلکہ جس زمانے مین کہ تمہارے
باپ دادا کو پیدا کیا ہے اُس زمانیکا بھی وہی مالک ہے فرعون نے بہت محال جانا
اسکو کہ ایک ذات اتنے مکانون مین اور زمانون مین کیونکر رب ہو سکے اُسکو محال جانکر حضرت
موسیٰ کو مجنون ٹھہرایا جب حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ اسنے بہت بعید جانا ربوبیت عام کو فرمایا
تو اسی کو بعید جانتا ہی اسکی ربوبیت اس سے بھی بڑی ہی رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا
یعنے رب پورب کا اور پچھم کا اور جو کہ بیچ پورب اور پچھم کے ہے یعنے جیسے کہ ربوبیت اُسکی عام ہی
مکانون میں اور زمانون میں اسی طور سے عام ہے اوضاع مختلفہ مین پورب کی وضع کچھ اور ہے
اور پچھان کی وضع کچھ اور ہی پچھانکی بولی کچھ اور طور کی ہی اور پورب کی بولی کچھ اور طور کی ہے
سو معلوم ہوا کہ قابل عبادت کے اور لائق حمد وثنا کے وہی ایک ذات ہی کہ ہر چیز اُسکی محتاج ہے
اور ربوبیت اُسکی خاص نہین بلکہ عام ہے اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے
جب دیکھا کہ کوئی سورج کو پوجتا ہے اور کوئی چاندکو اور کوئی ستارونکو توجہ کرکے جو دیکھا تو
حق تعالیٰ کے روبرو اُن سبکو عاجز پایا اُسوقت سب مشرکین کے طریقے سے بیزار ہوکر
اپنے پروردگار حقیقی کیطرف رجوع کیا اور کہا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

والارض حنیفا وما انا من المشرکین ہے حق تعالی نے اس اعتقاد کو بہت پسند کیا اور انکو اس عقیدہ سے انکو اپنا خلیل مقرر کیا اب ایک تقریر اور بیان ہوتی ہے اسکے سمجھنے سے رب العالمین کے معنے خوب ذہن نشین ہو جاوینگے سو جاننا چاہیے کہ عالم میں جو موجود ہے یا تو ذات ہے یا صفت پھر ذات جیسے آسمان اور زمین صفت جیسے رنگ اور مزہ اور بو اور ذات کو منطقی جوہر کہتے ہین اور صفت کو عرض کہتے ہیں اور ذات کی دو قسم ہین ایک جسم دوسری روح جسم اسکو کہتے ہین کہ محسوس ہو اور طول عرض عمق رکھتا ہو اور ایک صورت اور مقدار اسکی معین ہو اور اپنی صورت اور مقدار کو چھوڑ دوسری صورت اور مقدار کو اختیار نہ کرے اور روح اسکو کہتے ہین کہ محسوس نہو اور طول عرض عمق اور مقدار اور صورت نہ رکھے بلکہ جیسی شکل چاہے ویسی اختیار کرے اور جیسی مقدار چاہے ویسی ہو جاوے اور جو کچھ چاہے بنکر دکھائی دینے لگے چاہے آدمی بنجاوے چاہے حیوان اور مراد روح سے فقط جان ہی نہین ہے بلکہ شامل ہے ملائکہ اور جنات کو بھی اور جسم کی بھی دو قسم ہین ایک علوی اور ایک سفلی اور علوی کی بہت قسمین ہین جیسے عرش اور کرسی اور سدرۃ المنتہی اور لوح اور قلم اور بہشت اور دوزخ اور ستارے اور آسمان ساتون اور سفلی کی دو قسم ہین ایک بسیط ہے کہ وہ ایک شئی ہو اور کسی چیز سے ملکر نبنی ہو جیسے کہ پانی آگ ہوا خاک دوسری مرکب ہے کہ ان بسیط چیزون سے ملکر بنی ہو پھر اگر چارون سے ملکر بنی ہے تو اسکو مرکب تام کہتے ہین جیسے کہ معدنیات اور نباتات اور حیوانات اور ان تینون قسمونکو مرکب تام سواسطے کہتے ہین کہ یہ چارون چیزون سے یعنی خاک اور پانی اور آگ اور ہوا سے مرکب ہو کر بنے ہین اور اسکے اقسام کی تفصیل بیان نہین ہو سکتی اور اگر تین سے یا دو سے ملکر بنی ہو اسکو مرکب ناقص کہتے ہین اس قسم کی چیزین بھی حق تعالی نے بہت بنائی ہین کہ بیان انکا مشکل ہے مگر مختصر کچھ بیان کرتا ہون کہ قدرت رب العالمین کی معلوم ہو جاوے جیسے کہ بخار ہے کہ مرکب ہے پانی اور ہوا سے اور غبار ہے کہ مرکب ہے خاک اور ہوا سے یا دھوان کہ مرکب ہے آگ اور ہوا سے ان تینون سے رب العالمین نے عالم میں بہت پیدا کئے ہین غبار سے آندھی کو پیدا کرتا ہے مینہ کو برساتا ہے اور جب بخار بہت دور چڑھ جاتا ہے تو وہان جا کر دھواں سا دکھائی دیتا ہے

ہوتے پیدا ہوتی ہو اور آگسی سی بجلی اور کڑک اور ستارے دُم دار اور ستارے ٹوٹنے کی شکل کے پیدا ہوتے ہین اور جب بخار اور دھوان ملکر زمین مین بند ہو جاتا ہو پھر وہ حرکت کرتا ہے تو اُسی سی زلزلہ پیدا ہوتا ہو اور جب صرف بخار زمین مین جاکر بند ہو جاتا ہے اور ہوا کی قوت سی باہر آتا ہو تو اس سے چشمے جاری ہوتے ہین اور جو کچھ بخار درمیان آسمان اور زمین کے سبب سردی ہوکے رات کو جم جاتا ہو اور زمین پر گرتا ہو سو اُسکو شبنم کہتے ہین اور اگر جم کر آسمان و زمین مین ٹھہرا رہتا ہو اُسکو کُہرا کہتے ہین اور کہاسا بھی کہتے ہین اور بعضے شہرون مین یہی بخارات جمکر شکر سفید اور شکر سرخ کی صورت ہوکر زمین پر برستے ہین اسکو ترنجبین اور شیرخشت او رمن کہتے ہین غرض جسکو رب العالمین کی ربوبیت کا دریافت کرنا بالکل منظور ہو تو کتاب عجائب کائنات مین دیکھ لیوے اور ارواح کی بھی کئی قسمین ہین ایک روح تو صرف نیک ہوتی ہو اُسکو فرشتہ کہتے ہین اور ایک صرف بد ہوتی ہو اسکو شیطان کہتے ہین یا ملی ہوئی ہوتی ہو نیکی اور بدی اسکی دو قسمین ہین ایک جن دوسری آدم اور فرشتے بھی تین قسم کے ہین ایک قسم کے وہ فرشتے ہین کہ انکو خدمت ہو اجسام علوی کی جیسے کہ اوٹھانیوالے عرش کے اور نگاہ رکھنے والے کرسی کے اور داروغہ بہشت اور دوزخ کے اور رہنے والے سدرۃ المنتہی کے اور مجاور بیت المعمور کے اور کھینچنے والے ستارونکے اور چرخ دینے والے آسمانون کے اور دربان اُنکے ہین اور اُن ہی مین ایک فرقہ ہو کہ اجسام سفلی سے علاقہ رکھتے ہین جیسے کہ فرشتے ابر و ہوا پر موکل ہین کہ ہر قطرے کے ساتھ آتے ہین اور ہوا موافق حکم کے چلاتے ہین اور بعضے فرشتے درختون پر موکل ہین اور بعضے آدمیونکی محافظت کرتے ہین اور انکے اعمال لکھتے ہین اور بعضے فرشتے مقرر ہین اسبات پر کہ جو لوگ اسماے الٰہی اور عزیمت پڑھین اونکی مدد اور اعانت کرین مگر یہ جاننا چاہیئے کہ بے حکم خداے تعالےٰ کے کسی مین کسیطرح کی کچھ طاقت نہین ہو اپنے اختیار سی کچھ کر سکین یا اپنے معتقدین کو کچھ نفع یا اپنے منکرین کو کچھ ضرر پہنچا سکین یہ بات ہرگز نہین ہو سکتی ہو اور دوست انکا وہی ہو کہ جو اللہ کا بندہ فرمانبردار ہے اور دشمن اونکا وہی ہو کہ جو خدا کا نافرمان ہو دوسری قسم فرشتونکی وہ ہو کہ عبادت مین مشغول ہین اور خدمت اونکی تسبیح اور تقدیس ہو وہ گرانی ہو

سکے فرشتے اتنے ہین کہ بشر کا مقدور نہین ہی کہ انکو گن سکے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ
آسمانونکی ایک بالشت بھر جگہ فرشتون سی خالی نہین ہے جس جگہ دیکھنے مین آیا تو فرشتہ ہاتھ باندھے
کھڑے ہین یا رکوع مین یا سجود مین ہین تیسری قسم کے فرشتے وہ ہین کہ بڑے بڑے کام عالم
مین انکی تدبیر سے ہوتے ہین جیسے کہ وحی کا لانا اور رزق کا پہونچانا اور فتح اور شکست کا دینا اور ارزانی
اور گرانی کا کرنا اور مال اور دولت کا دینا اور جان نکالنا اور ملک کا برباد کردینا سو ان کامون
مین حق تبارک تعالی نے چار فرشتون کو مقرر کیا ہے جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل
اور اُنکے فرمانبردار فرشتے بہت سے ہین اللہ جل شانہٗ کا حکم پہلے ان چارونکو پہونچتا ہی پھر
یہ اپنے فرمانبردارونکو حکم دیتے ہین اور خود بھی کرتے ہین اور جاننا چاہیئے کہ تمام عالم کیساتھ
ربوبیت رب العالمین کی بہت انواع و اقسام کی ہے اور اسباب اُسکے اسقدر ہین کہ اُسکا
شمار بہت مشکل ہی آدمی کا مقدور نہین ہی کہ بیان کرسکے کیونکہ ایک پرورش انسان مین سیکڑون
اسباب ہین تفصیل اسکی نہین ہوسکتی ہی مگر مثال کیواسطے تھوڑا سا بیان کرتا ہون تاکہ معلوم
ہوجاوے کہ رب العالمین کی ربوبیت کوئی قیاس مین نہین لاسکتا ہی مثلاً آدمی ایک اپنی غذا کو غور سے دیکھے
کہ جسکو وہ دو دو اور تین تین وقت کھاتا ہی اور اُسکی خوبیون سے غافل رہتا ہی سو نگاہ کرے کہ کسطرح کے اسباب
ایک کھانے کیواسطے پیدا کئے ہین پہلے تو پانچ حواس دیے ہین کہ جسکو حواس خمسہ کہتے ہین اُسمین سے
ایک قوت چھونے کی دی ہی تاکہ آگ کی گرمی اور برف کی سردی اور تلوار کی برش کو دریافت
کرے اور سخت اور نرم چیز کو پہچان سکے اگر یہ قوت اُسکو چھونے کی نہ دی ہوتی تو پتھر کو بھی منہ مین
ڈال لیتا اور آگ کو بھی کھانے لگتا غرض کوئی چیز نفع کرنیوالی اور ضرر پہونچانیوالی کو چھونے
سے نہ پہچان سکتا اور دوسری قوت سونگھنے کی دی ہے جسمین بری بو ہوا اُسکو نہ سونگھے
اور نہ کھاوے اگر یہ قوت نہوتی تو مشک اور چرگین اُسکے نزدیک برابر ہوتی پھر تیسری قوت
دیکھنے کی دی ہی تاکہ خوشرنگ چیز کو دیکھکر مسرور ہوون اور خواہش کرے اور اچھی
اچھی چیزونکو کھاوے اور بری بری چیزون سے نفرت کرے اگر یہ قوت نہ دی ہوتی تو

خوشرنگ اور بدرنگ اسکے نزدیک برابر ہوتا اچھی اور بری چیز کی قدر نہوتی اور نافع کی
رغبت نہ کر سکتا اور ضار سے بچ نہ سکتا پھر چوتھی قوت سننے کی دی ہے تاکہ اچھی تحفہ چیز کا
نام سنکے اسکو منگا کر کھاوے اور بری چیز کا نام سنکے اس سے بھاگے اور اگر کوئی کہے کہ تجکو فلانا مارنے
کو آتا ہے تو چھپ رہے اور جو کوئی کہے کہ خلعت دینے کو آتا ہے تو بیٹھا رہے اگر یہ قوت نہ دی ہوتی
تو اچھی چیز پر رغبت نہ کر سکتا اور بری چیز سے بچ نہ سکتا پھر پانچوین قوت چکھنے کی دی ہے
تاکہ مزہ دریافت کر سکے کہ یہ چیز میٹھی ہے یا کھٹی ہے یا کڑوی ہے یا پھیکی ہے اگر یہ قوت نہ دی
ہوتی تو مزے سے واقف نہوتا کہ کڑوی کونسی چیز ہے اور میٹھی کونسی چیز ہے اوسکے آگے ایلوا
اور مصری برابر ہوتا اور طبیعت اچھی طرح قبول کرتی ہمیشہ بیماریون میں گرفتار رہتا پھر رب العالمین نے
حافظہ عنایت کیا تاکہ اچھی چیزون کا مزہ اور رنگ اور خوشبو یاد رکھے اگر حافظے کو پیدا نہ کرتا تو جب
کھاتا جب ہی مزہ آتا پھر مزہ بھول جاتا تو کیونکر فرمائشین کر کے منگاتا اور کھاتا پھر قوت کلام
کرنے کی دی ہے تاکہ کھانے کیوقت فرمائش کرے کہ فلانی چیز میرے آگے لاؤ اور فلانی چیز کو اٹھا
لیجاؤ یا فلانی چیز آج پکوانا اور فلانی چیز نہ پکوانا پھر اگر یہ قوت نہ دی ہوتی تو جی چاہتا گوشت
کو آگے آتی دال اور جی چاہتا دال کو تو آگے آتا گوشت کسواسطے کہ بولا تو جاتا نہین تو جو کچھ
سامنے آتا وہی کھانا پڑتا پھر پانون واسطے تلاش کے دیے ہین اور ہاتھ واسطے پکڑنے کے
بنائے ہین اگر رب العالمین پانون نہ دیتا تو اپنی مرغوب غذا کو کیونکر تلاش کر کے لاتا
اور اگر ہاتھ نہ بناتا تو مانند جانورون کے کھایا کرتا اور منھ کو اسواسطے بنایا ہے کہ معدے
مین غذا کو پہنچا دیوے اور دانت غذا کے چبانے کیواسطے بنائے ہین تاکہ نگلنا غذا کا آسان ہوجاے
اور زبان کو بنایا ہے تاکہ غذا کو ہلادے اور چبانے کے لیے اسکو دانتون کے نیچے لاوے
اور تاکہ اسکا مزہ پاوے کہ پھر اس غذا کو رغبت کر کے منگاوے اور کھاوے اور تھوک بنایا ہے
اسواسطے کہ نوالہ تر ہوجاوے اگر تھوک نہ بناتا تو ایک نوالہ بھی حلق سے خشکی کے سبب
اتارنا مشکل پڑتا اور اگر نرخرا حلق کا نہ بناتا تو کوئی نوالہ کہین کا کہین جا رہتا پھر

بھی تکلیف پاتا اور ربوبیت رب العالمین کی دیکھنا چاہیئے کہ معدے کو اسطرح سے بنایا ہے کہ
جبتک غذا اُسمین نہین جاتی ہے تب تک منھ اوسکا کھلا رہتا ہے اور جب اُسمین غذا گئی تو اُسوقت
اوسکا منھ بند ہوجاتا ہے پھر جبتک اُسمین غذا پکتی ہے تب تک بند رہتا ہے اور اگر اُسوقت
کھلا ہو تو غذا کچی رہے اور آدمی کو بدہضمی ہو اور غذا کے پکانے کے واسطے معدے مین گرمی
کو پیدا کیا ہے پھر غذا بعد پکنے کے کیلوس ہو کر رگو نمین کلیجے کو پہونچتی ہے پھر وہان جا کر پکتی ہے
پھر بعد اوسکے خون ہو جاتی ہے پکنے کے سبب سے کچھ اوسمین سے سودا ہو جاتا ہے مانند دُرد کے
پھر اُسکو تلی جذب کرتی ہے اور کچھ اُسمین سے صفرا ہو جاتا ہے مانند کف کے اُسکو پتا جذب کرتا ہے
اور کچھ اُسمین سے کچا رہجاتا ہے وہ بلغم ہوتا ہے کہ غذا دماغ کی ہے پھر بھی خون مین پکتے پکتے جو پتلا پن رہجاتا ہے
اُسکے واسطے دو گردون کو پیدا کیا ہے تاکہ باقی پانی جو اُسمین رہا ہے اُسکو جذب کرے پھر جب نرا
خون رہجاتا ہے تو اُسکی تقسیم کیواسطے رگون کو حکم فرماتا ہے تاکہ سر کے بالون سے پانون کے ناخون تک
غذا کو پہونچا دیوین پھر بعضی رگین ایسی باریک ہین کہ اونمین گاڑھی غذا نہین جا سکتی ہے
اُسکے واسطے پانی پینا مقرر کیا ہے تاکہ غذا کو پتلا کر کے اُن رگو نمین پہونچا دیوے پھر بعد اُسکے
جو فضلہ باقی رہتا ہے اگر وہ معدے مین رہجاوے تو مرض پیدا کرے سو اُسی کیواسطے نیچے معدے کے
آنتین پیدا کین ہین اونمین ایسی طاقت دی ہے کہ وہ کھینچ کر اُس فضلے کو دُبر کی راہ سے گرا دیتی ہین اور
جو گردون نے کچھ پانی جذب کیا تھا اپنی غذا کے موافق اُسکو پی لیتی ہین اور باقی کو مثانے کی
طرف ڈالدیتی ہین تاکہ قُبل کی راہ سے بول ہو کر نکلجاوے پھر خاک کو پیدا کیا ہے کہ غذا کے بیج کو
اپنے مین تھامک رکھے پھر پانی کو پیدا کیا ہے کہ اُسکو تر کر کے اُگا لاوے پھر ہوا کو بنایا ہے تاکہ
اُسکی رطوبت خشک کر کے مضبوط کرے پھر جو شہر نشیب مین ہین وہان نہرین پیدا کی ہین
بونے جوتنے کیواسطے اور جو شہر بلندی پر ہین اور وہان نہرین جاری نہین ہو سکتین تو وہان مینھ برسایا
جاتا ہے پھر مینھ کو اسطرح برساتی ہین جسمین کھیتی کی پرورش کی ہو اگر تیزی کے ساتھ برستا تو سب کھیت بہجاتا
پھلیان اور پھل پھول گر پڑتے اور سراسر بربادی ہوتی پھر پکانے کیواسطے اناج کے آفتاب کو بنایا ہے

یعنی جب پودھا زمین سو بلند ہوا سختی اُسمین آئی پھر جب بڑا ہوا تو رطوبت پانی کی اور ہوا کی
اوسکے اوپر تک اچھی طرح پہونچ سکتی ہی بلکہ جڑ تک رہتی ہی اسکے واسطے چاند کو اور ستارونکو
پیدا کیا ہی تو اُنکی تاثیر سے رطوبت اُسمین خوب سرایت کرے اور رطوبت اُسمین پیدا ہو اور
آفتاب کی گرمی سے جل نجاوے پھر آفتاب اور چاند کا پھرنا بغیر پھرنے آسمان کے متصور نہ تھا
اور آسمان کو بالذات حرکت نہ تھی اسواسطے فرشتے مقرر کئے ہین تاکہ آسمانونکو پھرایا کرین
پھر سات فرشتے اور مقرر ہین آدمی پر وہ غذا کو لیکر اعضاؤن مین پونہچاتے ہین اور سوا اُنکے
آنکھونپر اور قلب پر اور فرشتے ہین لیکن ان سب فرشتون کو آسمانونکے فرشتون سے
مدد پہونچتی ہی اور اُنکو عرش کے اُٹھانیوالون سے پہنچتی ہے غرض کہ آدمی پر ہزارون
طور کی پرورش ہی اوسمین سے ایک پرورش کا تھوڑا سا بیان ہوا کہ ایک غذا کے واسطے
کتنے خادم پیدا کئے ہین اور اگر غور کرکے دیکھیے تو تمام مخلوقات کو اسکے واسطے پیدا کیا ہی اور اسکو
اپنی بندگی کیواسطے پیدا کیا ہی خوب کہا ہی حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار
ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند ٭ تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری ٭ ہمہ از بہر تو
سرگشتہ و فرمانبردار ٭ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری ٭ اور جاننا چاہیئے کہ تربیت
دو قسم کی ہی ایک تو یہ ہی کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنے فائدے کیواسطے پالتا ہی تاکہ وہ چیز
اوسکے کام آوے جیسے باغ کو پالنا اسواسطے کہ پھل لگین اور ہم کھائین یا لڑکے کو پالتے ہین
اس اُمید پر کہ بڑا ہوکر ہماری خدمت کرے سو اس قسم کی پرورش کی مخلوق سزاوار ہی اسواسطے
کہ عاجز ہی اور حاجتمند ہی اور دوسری قسم پرورش کی وہ ہی کہ اُسی کے فائدے کیواسطے پرورش
کرے سو یہ شان جناب رب العالمین کی ہی اسطرحکی پرورش کا عقیدہ مسلمان کو چاہیئے
کہ خالق کی جناب مین رکھے اور اگر پہلی طرح کی پرورش کا عقیدہ رکھے تو مشرک ہی لیکن
پرورش ہر ایک شے کی جدا جدا ہوتی ہے مثلاً پرورش آدمی کی یہ ہے کہ اُسکو
روزی دینا تندرستی بخشنا مراد کو اُسکی پوری کرنا بلیّات سے بچانا اور سوا اسکے کے

جو حاجت ہووے بر لانا اور پرورش درخت کی یہ ہی کہ وقت پر اُسکو پانی دینا اور سرسبز رکھنا اور بارور کرنا اور پرورش فرشتونکی یہ ہی کہ اونکو اپنی درگاہ کے قریب کرنا اور اپنا کلام سنانا اور اپنا جلوہ اُنپر ڈالنا انکی زندگی اُسی سے ہی لیکن اس پرورش مین انبیا اور اولیا بھی شریک ہین یہانتک کہ کھانے اور پینے کی بہت اُنکو پروا نہین رہتی ہی چنانچہ مولوی روم بھی فرماتے ہین شعر اے برادر گو خوری تو نانِ نور＊ خاک ریزی بر سر نانِ تنور＊ پس مسلمانونکو چاہیے کہ اس پرورش کو بھی رب العالمین سے طلب کرین تاکہ دونون جہانکی پرورش حاصل ہووے

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یعنے بہت مہربان بخشنے والا

جاننا چاہیے کہ پرورش کیواسطے دو قسم کی رحمت ہوتی ہی ایک تو عین پرورش مین ہوتی ہی اگر وہ رحمت نہووے تو پرورش بھی نہو سکے وہ یہ ہی کہ خوب توجہ کرنا اپنے پروردہ کے حال پر اور جو حاجت اُسکی ہو مانگے یا نہ مانگے روا کرنا اور بلیات سے بچانا گو اُسکو معلوم ہو یا نہو سو اس پرورش پر رحمٰن کا لفظ دلالت کرتا ہی اور دوسری قسم رحمت کی یہ ہی کہ بعد پرورش کے اُسکو اوسکے کمال پر پونہچانا اور اُسکے کمال کو برباد نہ کرنا سو اس پرورش پہ لفظ رحیم کا دلالت کرتا ہی اور رب العالمین کے بعد ان دونون لفظون کو لانے سے غرض یہ ہی کہ معلوم ہو جاوے کہ پرورش بغیر رحمت کے نہین ہوسکتی ہی اور حق تعالی کیطرف سے رحمت کے یہ معنی ہین کہ نیکی کو پونہچاوے اور شر کو دفع کرے اور بعضے کہتے ہین رحمٰن اور رحیم کے ایک معنی ہین لیکن رحمٰن کی لفظ مین زیادہ رحمت ہی اسواسطے کہ اسکے پانچ حرف ہین اور اکثر قاعدہ ہی کہ زیادتی لفظ کی زیادتی معنے پر دلالت کرتی ہی اور رحیم مین اُس سے کم رحمت ہی کیونکہ اُسکے چار حرف ہین اسیواسطے رحمٰن کا لفظ خاص حق تعالی کی ذات پاک کو سزاوار ہی دوسرے پر اُسکا اطلاق صحیح نہین ہی اور لفظ رحیم کا بندونپر بھی بولنا درست ہی ضحاک رح نے کہا ہی کہ رحمٰن کا اشارہ ہے ظہور رحمت الٰہی کا آسمان کے رہنے والونپر اور رحیم کا اشارہ ہی ظہور رحمت الٰہی کا زمین کے

رہنے والون پر گویا یون فرمایا اللہ ہی پرورش فرماتا ہی اپنی رحمت سے آسمان والون کو اور
زمین والون کو اور بعضے کہتے ہین کہ رحمن اُسکو کہتے ہین کہ اپنے دوست اور دشمن سب کو
پرورش کرے اور رحیم اُسکو کہتے ہین کہ خاص اپنے دوستون کو پرورش کرے اور عزت دے
اور دشمنون کو ذلیل کرے تو معنی اُسکے یون ہوئے ایسا اللہ کہ پالتا ہی اپنے دوست اور
دشمن کو دنیا مین اور آخرت مین پالیگا اپنے دوستون کو اور ذلیل کریگا اپنے دشمنون کو اور
ابن مبارکؒ نے کہا ہی کہ رحمن وہ ہی کہ جو کوئی اُس سے مانگے اُسکو دیوے اور رحیم اوسکو
کہتے ہین کہ جو کوئی نہ مانگے اُسپر غصہ کرے کہ کیون نہین مانگتا ہے گویا کمال رحمت فرمائی
بندون پر کہ مانگتا ہے تو مانگ اور نہین تو مین غصہ کرون گا کہ تو نے کوئی اور خاوند مقرر
کیا ہی کہ اُس سے مانگے گا اسجگہ بندے کی ناانصافی کو دیکھئے کہ جو مالک ہے زمین اور
آسمان کا اور کچھ ہماری پروا نہین رکھتا ہی اور وہ خود کہتا ہی کہ مانگ مجھ سے اگر نہ مانگے گا
تو مین غصہ کرون گا اُس سے تو یون بھاگتا ہی اور جو کہ محتاج ہین اُنسے جا جا کر مانگتا ہے
قیامت مین دیکھئے کہ اس ظلم کے واسطے کونسے جہنم کا طبقہ مقرر ہوتا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ رحمن
وہ ہی کہ سب طرح طرح کی نعمتین دین و دنیا کی دیوے اور رحیم وہ ہی کہ تمام بلیات سے بچادے اور
بعضے کہتے ہین کہ رحمن اُسکو کہتے ہین جو بڑی چیزین دیوے جیسے اولاد اور دولت
اور سوا اُسکے اور رحیم اُسکو کہتے ہین کہ جو چھوٹی چھوٹی چیزین اُس سے مانگی جاوین جیسے نمک
اور جوتی اور گھاس جانورونکے واسطے یہان سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چیزین بھی اللہ سے مانگنا
چاہیے اور یہ اسواسطے فرمادیا ہے کہ یہانتک بادشاہون سے حقیر چیز نہین مانگتے ہین نقل ہی
کہ ایک شخص نے ایک بادشاہ سے کسی آسان مقدمے مین عرض کی وہ بادشاہ بہت خفا
ہوا اور اُسکو جیلخانے مین بھیجدیا اور کہا کہ چھوٹے کام چھوٹے لوگون کے واسطے مقرر ہین
مجھ سے چھوٹے کام کو جو اُسنے کہا گویا مجھکو ذلیل جانا اور برابر ہلکارونکے سمجھا سو حق تعالے
فرماتا ہی کہ مین بادشاہ بے پرواہ ہون اور میری عزت کے آگے اور بادشاہونکی عزت غلامونکے برابر بھی

نہین ہی مگر ایسا بادشاہ نہین ہون کہ بڑی چیزین خود دون اور چھوٹی چیزین اورون کے ہاتھ سے
ولادون بلکہ حقیقت مین اگر دیکھو تو یہ اُنکی محتاجی ہی کہ اہلکار اُنھون نے مقرر کیے ہین اسواسطے کہ سب
کام اُنسے ہو نہین سکتے ہین اور مین بادشاہ صاحب عظمت اور زبردست ہون ایک لمحہ مین
سارے جہان کی حاجت کو روا کر دیتا ہون سو رحمٰن بھی مین ہون بڑی بڑی چیزون کی
طلب ہو تو مجھ سے کہو اور رحیم بھی مین ہون چھوٹی چھوٹی چیزین مانگتے ہو تو وہ بھی مجھ سے مانگو
اس عادت کے بعد اگر کوئی چیز اگرچہ چھوٹی ہو اور سے مانگیگا تو سوا دوزخ کے ٹھکانا کہین
نہ پاویگا اسیکو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تجھکو جو مانگنا ہی اللہ سے مانگ یہانتک
کہ نمک بھی مانگے تو اُسی سے مانگ اور جوتی بھی مانگے تو اُسی سے مانگ اور بعضے کہتے ہین کہ رحمٰن اُسکو کہتے ہین
کہ بُری چیز اسکی نذر کیجیے اور وہ اُسکے بدلے مین اچھی چیز دیوے اور رحیم کا لفظ دلالت کرتا ہی اُس
نعمت پر کہ لوگون کے گمان مین وہ نعمت بندونکی طرف سے بھی پہنچ سکتی ہی جیسے کہ علاج کرنا طبیب سے
اور علم پڑھنا اوستاد سے سو معنے اسکے یہ ہوے کہ مین رحمٰن ہون تو ناقص عبادت کرتا ہے اُسکے
بدلے مین سونے اور چاندی کے محل دیتا ہون ایک قطرہ گندہ منی کا ہوتا ہی اُس سے خوبصورت لڑکا بنا
تجھکو دیتا ہون ایک بیج پُرانا زمین مین سپرد کرتا ہی اُسکے بدلے مین خاصہ درخت سرسبز کر کے
تیرے حوالے کرتا ہون اور مین رحیم ہون جو توقع اُستاد سے اور پیر سے اور حکیم سے رکھتا ہی وہ مجھ سے
رکھ مین بے استاد کے تجکو علم دونگا کہ جسکا نام علم لدنی ہی بغیر پڑھنے کے تجکو عالم کر دونگا اور بغیر حکیم
اور دوا کے تجکو تندرست کر دونگا اور اگر کوئی کہے رحمٰن اور رحیم کے معنون سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بڑا
مہربان ہی اپنے بندونپر پھر مہربان ہوکر غم اور بیماری اور حاجت کو کیون پیدا کیا یہ بات رحمت سے
بہت بعید ہی جواب اُسکا یہ ہی کہ حقیقت مین عقل ہماری ناقص ہی کہ اُن چیزون کو خلاف رحمت کے جانتے ہین
کیونکہ باپ لڑکے کو اپنی رحمت کی جہت سے مار مار کر اسکو ادب سکھاتا ہی اور اُس لڑکے کے دل سے پوچھو
تو اسکو عین عذاب جانتا ہی لیکن حقیقت مین یہ لڑکے کی نادانی ہی کہ اُسکو عذاب جانتا ہی اسکی عقل کا
قصور ہی پھر جب وہ مکتب مین بیٹھتا ہی تو اُسکو اُستاد کبھی لکڑیان مارتا ہی کبھی ہاتھ باندھتا ہی سات دن تک

ایک لمحہ فرصت نہین دیتا پھر جمعے کا دن ہوتا ہے تو باپ اُسکا حجامت کیواسطے زبردستی کرتا ہے
کہین ناخن کٹواتا ہی کہین بال منڈواتا ہے پھر گھر مین ماں اُسکی اُسکو نہلاتی ہی کہین مَل مَل کر
اُسکا بدن دھوتی ہی اور وہ روتا جاتا ہی اور ان باتون کو اپنے حق مین بے عقلی سے تکلیف
جانتا ہی اور حقیقت مین کمال رحمت ہی حق تعالیٰ اسکا اشارہ قرآن شریف مین فرماتا ہی وَعَسٰی
اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ
یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور قصۂ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا اُسکا جواب شافی ہی کہ ایسے
پیغمبر اولو العزم کی سمجھ مین اسرار الٰہی نہ آئے اور حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کرنے لگے
پھر دوسرا کوئی کیا سمجھیگا پس آدمی کو چاہیئے کہ اُسکو رحمٰن برحق اور رحیم مطلق اعتقاد کرے
اور اپنے تئین مانند اطفال ناقص العقل کے جانے اسمین ایمان باقی رہتا ہی غرض حاصل
کلام کا یہ ہی کہ اگر دنیا مین فقیر اور غریب نہوتے تو صورت انتظام کارخانۂ عالم کی نہ بندھتی اسواسطے
کہ جب کوئی کسی سے غرض نہ رکھتا تو کیون اپنی اوقات اُسکی تابعداری مین گذارتا اور اُسکے حکم کو اپنے اوپر
اُوٹھاتا پس یہ سب انتظام عالم کے برہم ہوجاتے اور خلقت انسان کی مانند جانورون کے پراگندہ
پھرا کرتی جیسے جانور آپسمین ایک دوسرے کا کام نہین کرتے ہین ایسے ہی آدمی بھی ہوجاتے
پس جو کچھ انسان کے پیدا کرنیکا فائدہ تھا وہ حاصل نہوتا اور حکمت پروردگار کی ظاہر نہوتی مثلاً اگر
چور لوگ پیدا نہوتے تو چوکیدار رکھنے کی کیون حاجت ہوتی اور اگر مرض نہوتا تو طبیب اور جراح اور عطار
معطل پڑے رہتے اور فقیر نہوتے تو بادشاہ اور امیر بے لشکر اور خدمتگار کیا کرسکتے پس اس تقریر سے
معلوم ہوا کہ ہر بلا اور آفت مین رحمت رحمٰن کی چھپی ہوئی ہی کیونکہ اکثر اوقات بڑے بڑے امیر جو مرض
مین گرفتار ہوتے ہین تو محتاج حکیمون کے دوا کرتے ہین اور محتاج عطارون کے دوا خریدتے ہین اور وہ
حکیم اور عطار غنی ہوجاتے ہین اور حکیم ہر بیماری کے علاج سے آگاہ ہوتے ہین اور عطار ہر طرح کی دوا
جمع رکھتے ہین پھر اگر حکیم موجود نہو اور عطار دوا نہ رکھے تو علاج بیماری کا کیونکر ہو پس مرض
امیرونکا حکیمون اور عطارونکے حق مین رحمت ہے اور حکیم اور عطار امیرونکے حق مین رحمت ہین اسیطرح

لشکر اور چوکیدار بادشاہ اور امیرونکے حق مین رحمت ہین اور بادشاہ اور امیر لشکر اور چوکیدارون کے
حق مین رحمت ہین پس چورونکا ہونا اور امراض کا ہونا طبیب فقیر کے حق مین رحمت ہوا اسیطرح سب بلاکو
کہ پیش آوے قیاس کرنا چاہیئے اور اگر بھلائی اسکی سمجھ مین نہ آوے تو یون کہے کہ آفت حکمت اور رحمت کیساتھ ہے
لیکن میری عقل ناقص مین نہین آتی ہے اس کہنے مین ایمان کی درستی ہے بلکہ بعضے وقت وہ بلا اور آفت باطن
مین بڑی عمدہ رحمت ہوجاتی ہے لیکن ظاہر مین بڑی بلا اور آفت عظیم معلوم ہوتی ہے اور عاقل اسمین حیران
ہوتا ہے جیسے قصہ حضرت مریم علیہا السلام کا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر خاوند کے انکو لڑکا دیا ظاہر مین بڑی رسوائی
اور سخت عیب ہے بلکہ اشرافون اور نیکبختون کے حق مین اس سے زیادہ کوئی رسوائی نہین ہے اسواسطے
حضرت مریم کی قوم نے دیکھکر کہا کہ اے بہن ہارون کی تیرا باپ نہ تھا برا آدمی اور مان تیری نہ تھی بدکار
سو اسکو حق تعالیٰ نے قرآن شریف مین رحمت فرمایا وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا
یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اسواسطے کہ مقرر کرین ہم اسکو نمونہ قدرت کا واسطے
لوگون کے اور رحمت اپنی طرف سے غرض غلام کو نہ چاہیئے کہ اپنے مولیٰ کے کام مین اعتراض کرے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

یعنے خاوند ہے دن جزا کا

اور بعضے قاریون نے مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ط بھی پڑھا ہے یعنی بادشاہ دن جزا کا سو جاننا
چاہیئے کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ نے چند روز کیواسطے لوگون کو املاک پر قبضہ دیا ہے سو اسپر نازان
ہوکر کوئی کہتا ہے یہ ملک میری ہے کوئی کہتا ہے کہ تیری کہان سے آئی یہ میرے باپ اور دادے کی ہے غرض
کوئی چودھری اور کوئی زمیندار اور کوئی راجہ اور کوئی بادشاہ صاحب ملک کہلاتا ہے غرض ہر ہر
شخص اپنا اپنا دعویٰ کرتے ہین اسواسطے اُسدن خاوندی اور بادشاہی کو اپنے واسطے فرمایا
کہ اے بندو اسمین عوے پر اپنی اوقات کو نہ کھو اور ہماری یاد سے ہرگز غافل نہ ہو اور یہ جو چند روز
تمہارے قبضے مین کچھ املاک ہے اُسکو خواب و خیال سمجھو ایک روز ایسا آویگا کہ تمہارے سب دعوے
غلط ہوجاوینگے اور سب چیز ہماری کہلانے لگے گی اور معمول بھی یون ہے کہ کسی جگہ کا جو

زمیندار ہوتا ہو تو اُس زمین کو اور وہان کے رعیت کو اپنی طرف نسبت کرتا ہی کہ وہ لوگ میری
رعیت ہین اور وہ زمین میری ملک مین ہو اور جب وہ زمیندار بادشاہ کے روبرو جاتا ہے
تو ہرگز اپنی طرف نسبت نہین کرتا ہو اور یہی کہتا ہی کہ مین رعیت اور پروردہ قدیم حضور کا ہون
اور اگر بادشاہ کے روبرو یہ کلمہ کہے کہ وہ لوگ میری رعیت ہین اور زمین میری ملک ہی تو بادشاہ
اُس سے ناخوش ہو اور نقیب اور چوبدار اسکو گستاخ اور بے ادب جانکر ذلیل کرکے نکالدینگے
سو حق تعالیٰ تو بادشاہ نکا بادشاہ ہی قیامت کے دن کوئی نہ کہیگا کہ یہ ملک یا یہ محل یا یہ مکان
میرا تھا کوئی شخص دعویٰ نہ کریگا اور کچھ کہہ نہ سکیگا سوا اسکے کہ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ط
سو پہلی قرأت سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیئے کہ مالک حقیقی اللہ جل شانہٗ کو جانے اور اپنے کو چند
روز کیواسطے تحویلدار سمجھے اور اللہ کے واسطے مال دینے مین دریغ نہ کرے کیونکہ مالک
مال کا اللہ ہی جب اُسنے دینے کا حکم دیا تو تحویلدار کو بغیر تعمیل کرنا اُسکا بیجا ہے اور دوسری
قرأت سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو نہ چاہیئے کہ اپنی بادشاہی اور ریاست پر فخر و تکبر کرے فخر اسکو چاہیئے
کہ جو بادشاہ حقیقی ہو اور بادشاہ مجازی کو فخر کرنا سزاوار نہین ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ظلم سے کسی کی
زمین اور مکان اور ملک مین دخل نہ کرے کیونکہ آخر کو اسکے ہاتھ مین کبھی نہ رہیگی مالک حقیقی
اور بادشاہ حقیقی اور ہی اور اگر کوئی کہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے الحمد کے بعد تین صفتون کو کیون بیان
کیا ہی اسمین کیا نکتہ ہی سو نکتہ اسمین یہ ہی کہ جو کسی کی تعریف اور ثنا کرتا ہی سو وہ تعریف
تین چیز سے خالی نہین ہوتی ہی یا تو تعریف کرنے والا زمانہ گذشتہ مین پرورش یافتہ
اُسکا ہوتا ہے یا بالفعل توقع فائدے کی اُس سے رکھتا ہو یا یہ غرض ہوتی ہی کہ آئندہ کچھ فائدہ
حاصل ہوویگا سو ان تین صفتون کے بیان لانے مین اشارہ یہ ہی کہ بندے کو چاہیئے کہ
مجھی کو حمد کرے اور پچھلی پرورش کو دیکھ لے کہ ماں کے شکم مین اُسکو مین نے پالا ہو اور اگر
اب توقع رکھتا ہو رحمت کی تو مین رحمٰن اور رحیم ہون مجھی کو تعریف کرے اور اگر توقع رکھتا ہی کہ
آئندہ کو رحمت کرے تو مین مالک یوم الدین ہون آئندہ کی توقع سے میری حمد کرے

سو اسواسطے ان تینون صفتون کو فرمایا ہے تاکہ معلوم ہووے کہ فی الحقیقۃ لائق حمد کے اُسی کی
ذات پاک ہو اور جاننا چاہیئے کہ جن عالمون نے مالک یوم الدین پڑھا ہے وہ کہتے ہین کہ
ملک یوم الدین سے وہ قرأت کئی طرح سے بہتر ہے اوّل یہ کہ مالکیت عام ہے آدمیون پر بھی
ہوتی ہو اور غیر آدمیون پر بھی ہوتی ہے مثلاً جانورون اور درختون وغیرہ پر بھی مالکیت ہوتی
بخلاف بادشاہی کے کہ بادشاہی صرف آدمی پر ہوتی ہو اور جانورون وغیرہ پر نہین ہوتی
دوسری یہ کہ مالک کو اپنے مملوک پر کمال اختیار ہوتا ہے چاہے اُسکو بیچ ڈالے چاہے
کسی کو بخشدیوے بخلاف بادشاہ کے کہ اختیار اپنی رعیت پر نہین رکھتا ہے تیسری
یہ کہ نسبت مالکیت کی مضبوط ہوتی ہو نسبت بادشاہی سے کسواسطے کہ مملوک اپنے مالک کی
ملک سے خارج نہین ہو سکتا ہو اور رعیت کو ممکن ہو کہ رعیت ہونے سے ایک بادشاہ کی اپکو
خارج کرے اور دوسرے کی بادشاہی مین جا رہے لیکن غلام دوسرے کا از خود بن
نہین سکتا چوتھی یہ کہ مملوک کو خدمت مالک کی واجب ہو اور رعیت کو خدمت بادشاہ
کی واجب نہین پانچوین یہ کہ غلام بے اذن مالک کے کچھ کام نہین کر سکتا ہو اور رعیت
بے حکم بادشاہ کے جو کچھ چاہے کر سکتی ہو چھٹی یہ کہ غلام اُمید رکھتا ہے اپنے خاوند سے منفعت
کی بخلاف بادشاہ کے کہ وہ خود اُمید رکھتا ہے رعیت سے اور نفع حاصل کرتا ہو اُس سے
کہین خراج لیتا ہو کہین محصول لیتا ہو ساتوین یہ کہ غلام اپنے مولیٰ سے خوراک اور
پوشاک اور رحمت اور عفو و کرم چاہتا ہو اور رعیت بادشاہ سے کبھی حاجت پڑے تو عدل
اور انصاف چاہتی ہو اور آدمی کو بہ نسبت عدل کے اور انصاف کے خوراک اور پوشاک اور عفو اور
کرم اور رحمت کی بہت حاجت ہو بلکہ اسیواسطے حدیث قدسی مین خوراک اور پوشاک وغیرہ کا
ذکر کیا ہو اور عدل کا ذکر نہین فرمایا ہو وہ حدیث یہ ہی كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ
فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ
فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ یعنی اے بندو میرے تم سب بھوکے ہو مگر جسکو کھلاؤن مین

نہیں کھاتا مانگو مجھسے کھانا دون مین تمکو ای بندہ میرے تم سب ننگے ہو مگر جسکو پہناؤن مین
نہیں کپڑا مانگو مجھسے کپڑا دون تمکو آٹھوین یہ کہ بادشاہ جب موجودات لیتا ہے تو بڈھون کو
اور ضعیفون کو اور بیمارون کو نظری کرتا ہی اور مالک جب غلامونپر نظر کرتا ہی تو ضعیفونپر
اور بیمارونپر رحم کرتا ہی تندرست غلامونکو کہتا ہی کہ اُنکی خدمت کرو نوین یہ کہ قیامت کے
دن بادشاہ بہت ہووینگے اور مالک سوا حق تعالیٰ کے کوئی نہوگا دسوین مسئلہ فقہ کا ہے
کہ جب مولیٰ نے نیت سفر کی کی یا نیت اقامت کی کی جو غلام کہ ہمراہ مولیٰ کے ہووے اُسکو بھی
بغیر نیت کرنے کے حکم مسافر کا یا مقیم کا ہوجاتا ہی بخلاف رعیت کے اور جن عالمون نے ملک یوم الدین
پڑھا ہی وہ کہتے ہین کہ یہ قرأت کئی طرح پر بہتر ہے مالک یوم الدین سے اول یہ کہ بادشاہ مالک بھی
ہوتا ہی اور ہر مالک بادشاہ نہین ہوسکتا ہی اور دوسری یہ کہ بادشاہ شہر مین بلکہ ملک مین
ایک ہوتا ہی اور مالک ایک شہر مین بہتیرے ہوتے ہین اور تیسرے یہ کہ لفظ رب العالمین کا
اوپر مالکیت کے دلالت کرتا ہی اور اگر اس جگہ بھی مالک یوم الدین پڑھا جاوے تو تکرار لازم آوے
اور چوتھی یہ کہ لفظ ملک کا بیچ نودینا م کے آیا ہی اور لفظ مالک کا وہان نہین آیا مگر مالک الملک
آیا ہی سو وہ ملک کے معنون مین ہی پانچوین یہ کہ قرآن شریف مین ملک الناس آیا ہی اور اللہ کے
کلام کے ختم مین اچھا لفظ ہونا چاہئیے اس سے معلوم ہوا کہ ملک بہتر ہے اور چھٹی یہ کہ اطاعت
بادشاہ کی اوپر سبکے واجب ہے اور اطاعت مالک کی کسی پر واجب نہین مگر اُسکے غلامونپر
غرض گفتگو اس مین بہت ہی اس مختصر مین اتنا ہی بیان کافی ہے اور جاننا چاہئیے کہ دن
شرع شریف مین طلوع ہونے صبح صادق سے غروب ہونے آفتاب تک کو کہتے ہین اور کبھی
مطلق وقت کو بھی دن کہتے ہین خواہ دن ہو خواہ یہ رات ہو اور خواہ سال ہو خواہ ماہ جیسے
کہ کہتے ہین کہ جس روز فلانا شخص آویگا تو یہ ہووے گا مراد یہ ہوتی ہے کہ جسوقت وہ آوے گا
تو یہ ہووے گا اور جیسے کہ کہتے ہین کہ خندق کے روز یون اتفاق پڑا حالانکہ خندق
کی لڑائی مین کئی برسین گذرین سو یوم الدین مین بھی روز مراد نہین بلکہ وہان مراد ہے

وقت جزا کا اور اُس وقت کی ابتدا نفخۂ ثانیہ سے ہی اور انتہا اُسکی اُس وقت ہے کہ اہل بہشت
بہشت مین جاوین اور اہل دوزخ دوزخ مین جاوین اور جاننا چاہیے کہ حق تعالے نے اس
سورۃ مین پانچ نام اپنے فرمائے اللہ رب رحمن رحیم مالک یوم الدین سو وجہ اس کی یہ ہی
کہ اِس سورۃ مین بندے کے پانچ سوال بھی ہین تاکہ ہر ایک نام ہر ایک سوال کے مقابل
آجاوے وہ پانچ سوال یہ ہین ایک عبادت دوسرے استعانت تیسرے ہدایت چوتھے استقامت
پانچوین انعام گویا اُسکا اشارہ یون ہوا کہ لائق عبادت کے مین ہون اسواسطے کہ نام میرا
اللہ ہی اور مدد مانگنا چاہے تو مجھی سے مانگ کیونکہ میرا نام رب ہی اپنی پرورش کی شان سے
تیرا سوال روا کرونگا اور اگر ہدایت طلب کرے تو مجھی سے کر کیونکہ مین رحمن ہون اپنی
رحم سے گمراہ ہونے دونگا اور اگر استقامت چاہی تو مجھی سے چاہ کیونکہ مین رحیم ہون اپنی
اخلاص سے تیرے قدم کو ڈگنے نہ دونگا اور اگر انعام کی خواہش ہو تو مجھی سے کہہ کیونکہ
مین مالک ہون سارے جہان کا اپنے فضل سے تجھ بخشش کرونگا اور بعضے علما نے
اِن پانچ نامون کی تخصیص مین یون کہا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کی تعریف کرتا ہی تو چار وجہ
سے کرتا ہی اوّل یہ کہ اپنی ذات مین وہ شخص کمال رکھتا ہو اگرچہ احسان دوسرے پر نکرے
دوسری یہ کہ صاحب احسان ہو گو نیز حمد اُسکی واجب ہی تیسری یہ کہ لوگ اُس سے آئندہ
کو طمع رکھتے ہون گو بالفعل احسان نہین کرتا ہے چوتھی یہ کہ اُسکے غضب سے ڈر کر تعریف
کرتے ہین جانتے ہین کہ اگر ہم تعریف نہ کرینگے تو وہ خفا ہو جاوے گا سو اِس جگہ کو یون فرمایا ہی
کہ درحقیقت تعریف کے قابل ذات پاک ہے کیونکہ مین اللہ ہون اپنی ذات مین
پورا کمال رکھتا ہون اے بندو میرے کمال کی تعریف کرو گو مین حکم کرون یا نکرون
اسواسطے کہ صاحب کمال نہین کہتا ہی کہ مین صاحب کمال ہون میری تعریف کرو
بلکہ اُسکا کمال خود بخود مقتضی اِس بات کا ہی کہ تعریف اُسکی کی جاوے مثلاً کوئی شخص
کسی علم مین یا کسب مین پورا کمال رکھتا ہی لوگ اُسکی خود بخود تعریف کرین گے

اگرچہ وہ کچھ یا نہ کہے لیکن اُسکا کمال اقتضا کرتا ہی اسپر کو اُسکی تعریف کیجیے اور اگر بندہ یون چاہے
اگر کوئی احسان کرے تو مین اُسکی تعریف کرون سو اے بندے میرا نام رب ہی مین احسان بھی کر چکا
ہون کہ تجھکو عدم سے وجود مین لایا ہون سو میری ربوبیت کو دیکھکر تعریف میری بجا لا
اور نام میرا رحمن ہی بالفعل میرے احسان کو دیکھکر اور شکر ادا کر اور آگے بھی متوقع ہو کر
میری صفت کر کیونکہ میرا نام رحیم ہی مین آگے بھی دونگا اور تجھے ان چیزونکا لالچ نہین ہی تو میرے
خوف سے میری تعریف کر کیونکہ میرا نام مالک یوم الدین ہی اگر میری تعریف نہ کریگا تو بڑے سخت
عذاب مین پڑیگا اور بعضون نے ان پانچ نامون کے خاص ہونے کی وجہ یہان اسجگہ کہا ہی گویا یون
ارشاد فرمایا کہ لائق تعریف کے مین ہون کیونکہ اپنی ربوبیت سے تجکو عدم سے وجود مین لایا اور
جب تو دنیا مین آیا تو اپنی ربوبیت کی جہت سے تجکو پرورش کیا اور جب بڑا ہوا تو گناہ کرنے
لگا تو مین نے اپنی رحمانیت کی شان سے اُس گناہ کو چھپایا اور خلق مین رسوا نہ کیا اور اپنا
نام رحیم بتایا کہ رحمت والا جان کر توبہ کرے پھر اس توبہ کے بعد ثواب کا امیدوار کیا اور
آپ کو مالک یوم الدین فرمایا کہ مالک روز جزا کا جانکر اُمیدوار ثواب کا رہے غرض یہانتک
بندہ اپنے خاوند کی صفت اور ثنا مین لگ رہا تھا اور اُسکے دربار سے غائب تھا کیونکہ کہین
رب العالمین کی ربوبیت کے اقسام ڈھونڈھ کر نکالتا تھا اور کہین الرحمن الرحیم کے رحم
اور مہر کا بیان کرتا تھا اور کہین مالک یوم الدین کی مالکیت اور عظمت کو تلاش
کرتا تھا سو جب اپنی استعداد کے موافق حق تعالے کی خوبیان بیان کر چکا دربار مین
آنے کے قابل ہوا سو اب دربار مین حاضر ہو کر کہتا ہے

إِيَّاكَ نَعْبُدُ

یعنے خاص تجھی کو عبادت کرتے ہین ہم

اور حقیقت عبادت کی تعظیم بجالانا ہی اور تعظیم شرع شریف مین کئی قسم پر ہے بعضی تعظیم ساتھ
ظاہر کے تعلق رکھتی ہی اور بعضی ساتھ باطن کے تعلق رکھتی ہی اور وہ جو ساتھ ظاہر کے تعلق رکھتی ہی

اور بعض سی بعضی زبان سی تعلق رکھتی ہی وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا زبان سے اور پڑھنا قرآن شریف
کا اور رسول اللہ پر دُرود بھیجنا اور کرنا تسبیح اور تہلیل کا اور دُعا کرنا اور وظیفہ
پڑھنا اور بعضی عبادت آنکھ سے تعلق رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ دیکھنا کعبۂ شریف اور مسجدونکا
اور دیکھکر پڑھنا قرآن شریف کا اور دیکھنا کتب احادیث اور تفسیر اور فقہ کا اور دیکھنا
بزرگونکا اور دیکھنا انبیا اور شہیدونؓ اور نیکبختونؒ کی قبرون کا کہ جان اپنی اُنھون نے اللہ کی
راہ مین دی ہے اور دیکھنا آسمان کا اور ستارونکا اور کشتی کا اور دریا کا اور درختون کا کیونکہ یہ عجیب
چیزین دلیل ہین حق تعالیٰ کی وحدانیت پر لیکن کھیل کیطرح نہ دیکھے بلکہ عبرت کی نگاہ سی جس طرح
انبیا اور اولیا دیکھتے تھے اور قبرونکو بھی اُسیطرح دیکھے جسطرح اور بزرگ دیکھتے تھے مثلاً شہیدون
کی قبر کو دیکھے تو یہ تصوّر کرے کہ میرا خداوند مجکو بھی یہ رتبہ عنایت فرمائے جو درجہ اُنکا ہی وہ
میرا بھی کرے اور اگر کسی نیکبخت کی قبر کو دیکھے تو یون کہے کہ اللہ مجکو بھی ایمان سے مارے
اور اُن لوگون مین ملاوے اور جب قبر کو دیکھے موت کو یاد کرے کہ ایکدن مجکو بھی یہان آنا ہی
کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ مسلمانکو چاہیئے کہ قبرون پر جاکر یہ الفاظ پڑھا کرے اَلسَّلَامُ
عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ
تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مِنَّا وَالْمُتَاَخِّرِیْنَ
اَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَیَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ اور موت یاد کرنے کو
قبرستان مین جاوے نقش و نگار دیکھنے کو نجاوے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبرستان
مین جاتے تھے تو بہت رویا کرتے تھے یہانتک روتے تھے کہ ریش مبارک آنسوؤن سے
تر ہو جاتی تھی پھر جب کوئی پوچھتا کہ آپ اتنا کیون روتے ہین تو فرماتے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر پہلی منزل ہے آخرت کی منزلون مین اگر یہان امن پائے
تو آگے بھی آسان ہی اور اگر یہان پکڑا گیا تو آگے بھی پکڑے ہے سو قبرونکا دیکھنا عبادت اسیطور سے
ہے اور بہتر نہین ہے کہ قبرون پہ دور دور سے تکلیف اٹھا کر جانا خصوصاً عوام کے

حق مین تو زہر قاتل ہو اگرچہ خواصون کو اہل اللہ کی قبرون سے فائدہ ہوتا ہے لیکن جب
اُمت مین فساد واقع ہووے تو خواصون کو چاہیے کہ اُس مستحب یا مُباح کو فساد کے واسطے
ترک کر دین اسمین کچھ مضائقہ نہین بلکہ امید ثواب کی ہو اور عبادت کانون کی قرآن شریف کا سننا
اور وعظ کا اور اللہ و رسول صلعم کے ذکر کا ہو اور جانورونکی آواز سنکر اللہ کی قدرت کو جانے اور
اُسکی محبت اپنے دل مین پیدا کرے اور حرام آوازون کو جیسے کہ طبلہ سارنگی ڈھولکی بانسلی
سور چنگ اور نامحرم جوان عورت کی آواز ان چیزون سے بہت پرہیز کرے اور حضرت امام اعظم رح
نے تو راگ کی آواز سے بھی پرہیز کیا ہو لیکن عیدین مین اور شادی مین فقط راگ آواز سی سنا بدون
مزامیر کے درست ہے اور ہاتھون کی عبادت ہو قرآن شریف اور حدیث کا لکھنا اور اسماء آلہی لکھنے
اور کسی حاجتمند کا خط لکھدینا اور کسیکا بغیر سودی تمسک لکھدینا اور کسی کو دُعا لکھدینی اور پانونکی
عبادت یہ ہو کہ طرف مسجد کے جانا اور واسطے زیارت بزرگون کے جانا اور ضعیفون اور لنگڑون کا
کام کر دینا اور وعظ کی مجلس مین حاضر ہونا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو کوئی علم
سیکھنے جاتا ہو تو فرشتے اُسکے پانون کے تلے اپنے پر بچھاتے چلتے ہین ہین اور فرمایا کہ خوشی سُنا دو
اُن لوگون کو کہ اندھیری رات مین مسجد کی طرف اپنے پانون سے آتے ہین قیامت کے دن نکے
واسطے انعام پورا پورا ہوگا اور جو عبادت باطن سے تعلق رکھتی ہے سو وہ فکر کرتا ہو اللہ کی قدرت
مین اور قرآن شریف کے معنی مین اور آیات کی توجیہات اور مطابقت اُسکی مین اور شریعت
کے حکمون مین کہ اس حکم مین کیا فائدہ ہے جس بندے کو یہ بات حاصل ہوجاتی
ہے اُسکو عبادت مین ایسا مزہ آتا ہے جیسے کہ کسی چیز مین نہین آتا ہو فکر کی فضیلت مین
حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ایک ساعت کا فکر کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے
کیونکہ اُسمین حق تبارک وتعالےٰ کی وحدانیت کھلتی ہو اور شریعت مین حقیقت معلوم ہوتی ہو اور
ستر عبادت کا ہو پس فکر عبادت عقل کی ہو جیسے فکر کی اُسنے اپنی کو عذاب آلہی سے نجات دی
اور نفس کی عبادت صبر کرنا ہو تکلیفات شرعی پر جو چاہی پانا چاہیے جیسے کہ گرمی مین روزہ

در حالت میں وضو اور غسل کا کرنا اور اللہ کیواسطے اپنے کو مسجد میں بند کرنا یعنی اعتکاف کرنا
و صبر کرنا او ر مصیبت کے کہ جیسے کہ اولاد کا مرجانا یا مال کا برباد ہو جانا اگر کوئی مصیبت پڑجاوے
یعنی کوئی عزیز وغیرہ مرجاوے
و صبر کرے اور اگر بہت محبت بندے کو جوش مارے تو رو لیوے مگر زبان کو اور
ہاتھ کو بند رکھے یعنے منھ سے بے صبری کی باتین نکرے کہ میری کمائی لٹ گئی اور مجھپر ظلم ہو گیا اور سوا
اسکے جو نوحے میں ہوا کرتا ہی اور ہاتھون سے منھ نہ پیٹے اور گریبان کو چاک نکریے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ
وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ یعنی نہین ہماری مین سے وہ شخص کہ جو پیٹے منھ کو اور پھاڑے
گریبان کو اور پکارے پکارنا جاہلیت کا یعنے نوحہ کرے اور ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ
قیامت کے دن نوحہ کرنیوالے کو گندھک کا کپڑا پہنا کر دوزخ مین ڈالین گے اور نوحہ گر پر
اللہ تعالے اور فرشتے لعنت کرتے مین اور نوحہ کرنا کسی پر درست نہین ہی شریعت مین خواہ
نبی ہو خواہ نبی زادہ حکم شریعت کا سب پر برابر ہے حدیث اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا
تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ یعنی نوحہ گر جو وقت توبہ
نکرے پہلے موت اپنی سے تو اُٹھایا جاویگا قیامت کے دن اور اُسپر ازار گندھک کی اور
چادر خارش کی ہوگی اور اگر بیٹا بیٹی مر گئے ہون یا باپ بھائی مر گئے ہون تو اگر عورت تین دن تک
سوگ کرے یعنی مسی کاجل نکرے اور سرمہ اور مہندی نہ لگاوے اور پان نہ کھاوے
اور چوڑیان اور کپڑا رنگا ہوا نہ پہنے اور عطر نہ لگاوے یہ چیزین تین دن تک کرے تو درست ہے
اور اگر یہ چیزین کرے تو بھی درست ہی اور سوگ کے حق مین یہ حدیث ہی کہ روایت ہی زینب سے کہ
قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ حَبِیْبَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْهَا
اَبُوْ سُفْیَانَ بْنِ حَرْبٍ فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فِیْهِ صُفْرَةٌ فَدَهَنَتْ بِهٖ جَارِیَةً
ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَیْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ اَنِّیْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

والیوم الاخر ان تحد علی میت فوق ثلثۃ ایام الا علی زوج اربعۃ اشہر وعشرا

یعنی کہا زینبؓ نے کہ داخل ہوئی مین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر مین جس وقت مر گیا تھا باپ انکا ابو سفیان بن حرب پس منگایا ام حبیبہؓ نے ابٹنا کہ زردی اسمین ملی ہوئی تھی پس سے آئی لونڈی اسکو پھر ملا انھون نے رخسارون پر پھر کہا کہ قسم ہو خدا کی نہین تھی مجکو اُبٹنے کی کچھ حاجت مگر سنا ہو مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے نہین حلال ہو واسطے اُس عورت کے کہ جو ایمان لائی اللہ پر اور روز آخرت پر یہ کہ سوگ کرے میت پر زیادہ تین دن سی مگر خاوند مر جاوے تو ان چیزون کو دس دن چار مہینے نہ کرے اِس سی زیادہ سوگ کرنا حرام ہے تین دن کے بعد کسی قریب کے مرنے مین یا دس دن چار مہینے کے بعد خاوند کے مرنے مین محلے کی عورتین جمع ہو کر سوگ موقوف کرادیوین اور یہ جو لوگون نے سوگ مین داخل کیا ہے کہ چارپائی پر نہین سوتی ہین اور چالیس دن سوگ کرتی ہین اور ٹاٹ بچھاتی ہین اور عید اُس سال مین آجاتی ہو تو عید نہین کرتی ہین سال بھر تک سویان نہین بٹتی ہین اور چالیس دن تک رونا آوے یا نہ آوے صبح او دوپھر اکٹھے ہو کر روتی ہین اور اُسکے کپڑے نجس جانکر دے ڈالتی ہین اور چہلم کے روز اُسکی روح نکلواتی ہین اور قبر پر روشنی کرتی ہین اور چادر چڑھاتی ہین اور قبرون پر ملکر عورتین جاتی ہین یہ سب باتین بدعت ہین مسلمانون کو چاہیے کہ اِن سب باتون کے پاس نجاوین کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدعت والے کی نماز اور حج اور عدل اور صدقہ اور نفل اللہ جل شانہٗ قبول نہین کرتا ہو سو جو شخص اوپر والی باتون کو جو پہلے بیان ہوئین بجالایا اور پچھلی باتون سے پرہیز کیا تو نفس کی عبادت سے فراغت پائی اور اُسکو عذاب الٰہی سے نجات ہوئی اور عبادت قلب کی یہ ہو کہ اللہ کے دوستون سی دوستی کرے اور اُسکے دشمنون سے دشمنی کرے اور اُسکی رحمت کا امیدوار رہے اور اُسکے عذاب سے ڈرتا رہے جسنے یہ کیا اپنے کو عذاب سے بچایا اور عبادت روح کی یہ ہو کہ کوشش کرے انوار الٰہی کے مشاہدہ کیواسطے جسنے یہ کیا اپنی روح کو اللہ کے غضب سے بچایا اور عبادت سر کی یہ ہے کہ اُسکی عبادت مین

اپنے سر کو جھکاوے اور مراقب ہوکر بیٹھا کرے جسنے یہ کیا تو سر کی عبادت بجالایا اور وہ عبادت
جو مال سے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ زکوٰۃ دیوے اور صدقۂ فطر نکالے اور قربانی کرے اور فقرا اہل
خدا کی اور اپنے اقربا کی خدمت کرے اور بعضے لوگ اپنی قوم اور برادری کی خاطر سے اللہ کی
عبادت کو اسکے حکموں کو برباد کرتے ہین اور اولیا کی ایسی تعظیم کرتے ہین کہ جو خدا لے تعالیٰ کو
چاہئیے مثلاً نذرین اور قربانیان اُنکے نامون کی دیتے ہین بلکہ بعضے لوگ اولیا کی قبور کیساتھ اور اُنکے
معابد اور مساکن کیساتھ وہ افعال کرتے ہین کہ جو مساجد مین اور کعبۂ شریف مین چاہئیے کوئی
معابد اور مساکن کی جگہہ سر کو رکھتا ہے اور کوئی گرد اُنکی قبرون کے پھرتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ نماز کی طرح
روبرو قبرون کے کھڑا ہوتا ہے اور کوئی اُنکے مساکن مین اُنکی صورت کا تصور کرکے بیٹھتا ہے
اور یہ خیال نہین کرتے کہ پانچوقت نماز مین کھڑے ہوکر اللہ کے سامنے کہتے ہین ایاک نعبد
یعنی ہم تجھی کو عبادت کرتے ہین سو قیامت کیدن ایسے لوگ بڑے شرمندہ ہونگے کیونکہ حکم ہوگا
کہ یہ بندہ بڑا دلیر ہے کہ پانچوقت دربار مین آن آنکر اپنی زبان سے کہتا تھا کہ مین تجھی کو عبادت کرتا ہون
اور دل مین یہ خیانت بھری ہوئی ہے سو ہمکو نہ چاہئیے کہ خدا تعالیٰ کی جگہہ رسول کو جانین اور
رسول کی جگہہ کسی ولی کو جانین حفظ مراتب بہت ضرور ہے اسمین ایمان قائم رہتا ہے جیسا کہ
کہا ہے ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ۞ اور بعضے لوگ عبادت رسمیہ کرتے ہین عبادت رسمیہ
اوسکو کہتے ہین کہ مثلاً ایک شخص ہے نماز روزہ ادا نہیں کرتا ہے اور حرام کھانے پینے سے کچھ پرہیز
نہین رکھتا ہے مگر ناچ نہین دیکھتا اور شراب نہین پیتا اور جوا نہین کھیلتا ہے پھر کوئی اس سے
پوچھے کہ تو یہ کام کیون نہین کرتا ہے تو وہ یون جواب دیوے کہ میرے خاندان مین یہ بات نہین
ہوئی ہے اور اشراف لوگ اس کام کو نہین کرتے ہین اُسکا یہ ناچ نہ دیکھنا اور شراب نہ پینا اور
جوا نہ کھیلنا اگرچہ کام بہتر ہے لیکن جو نیت مین فرمانبرداری کا حکم خدا کا خیال نہین ہے
اگر یہ خیال ہوتا تو نماز روزہ بھی ادا کرتا اور حرام کھانے پینے سے بھی پرہیز رکھتا بلکہ
اپنے خاندان کا اور اپنی شرافت کا ہے لہذا اُسکو کچھ ثواب نہ ہوگا کیونکہ خاندان مین اُسکے یہ کام ہوتا

تو وہ بھی جھکتا ہی مگر یا وہ پوجنے والا اپنے خاندان کا ہوا اللہ کا نہین ہی اور آدمی کو چاہیئے
کہ اپنے پروردگار کے برابر کسی اور کو نجانے اور برابر بنجانے کے یہ معنی ہین کہ اسکی سی تعظیم کسی اور کی
نکرے اور اسکی عبادت مین کسی اور کا ساجھا نہ کرے بحکم آیۂ کریمہ کے فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی نہ مقرر کرو واسطے اللہ کے ہمسر اور تم جانتے ہو کہ برابر اسکے
اور کوئی نہین ہو سکتا ہی یعنی اللہ کے کامون مین اور اسکی عبادت مین اور اسکی صفات
مین کسی اور کا ساجھا نکرو اسمین اللہ کی برابری ہو جاتی ہی جیسا کہ بعضے لوگ غیرون سے
اولاد مانگتے ہین اور انکی نذرین اور منتین کرتے ہین اور جب اولاد ہوتی ہی تو انکے نام سے
انکا نام بنا کر رکھتے ہین جیسے کہ بندہ علی بندہ حسین عبد النبی مدار بخش سالار بخش اور سوا
اسکے جو نام ایسے ہین انکو نرکھنا چاہیئے اور ارادہ مین شرک یہ ہوتا ہی کہ کہتے ہین اللہ اور
رسول چاہیگا تو یون ہوویگا اللہ اور مرشد چاہیگا تو یون ہوویگا چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ
نے روایت کی ہی ابن عباس رض سے کہ ایک روز ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
کہا کہ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ یعنی جو اللہ چاہیگا اور تم چاہوگے تو یہ کام ہو جاویگا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا یعنی مقرر کرتا ہی تو مجکو واسطے اللہ کے برابر
اور ابن ماجہ اور امام احمد اور نسائی اور ابو داؤد نے حذیفہ بن یمان سے روایت کی ہی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ بَلْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ
اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ یعنی نہ کہو جو چاہی اللہ اور چاہی فلانا بلکہ کہو جو چاہے اللہ اور پھر چاہے فلانا
غرض حاصل کلام کا یہ ہی کہ کوئی یون نہ کہے کہ اللہ اور تم چاہو تو یہ کام ہو جاویگا بلکہ یون
کہے کہ اللہ چاہیگا اور اسکے بعد تم بھی چاہوگے تو ہو جاویگا اور ایک فرقہ پیر پرستون کا ہوتا ہے
سو وہ لوگ اللہ کے علم کے برابر پیرونکے علم کو سمجھتے ہین اور اپنا حاجت روا جانکر ایسی تعظیم کرتے ہین
جو تعظیم خالق کی چاہیئے جیسے سجدہ کرنا اور انکے واسطے کلمات مدایحہ خلاف شرع زبان پر
لاتے ہین یہ امور درست نہین اور بعضے لوگ بندون کے نام کا ذکر کرتے ہین

اللہ نام خدا کے اور صبح کو وظیفے کی طرح سے پڑھتے ہین اور بعضے لوگ سوا اسکے کا روزہ رکھتے ہین
کوئی حضرت بی بی کے نام کا روزہ رکھتا ہو اور کوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کا رکھتا ہے
اور کوئی حضرت خضر علیہ السلام کا نام کا رکھتا ہو سو یہ درست نہین اور جاننا چاہیے کہ جیسے
عبادت سوا حق تعالی کے کفر ہے ویسی ہی متابعت بالاستقلال سوا اُس کے کفر ہے اور
شرک ہی اور متابعت بالاستقلال اُسکو کہتے ہین کہ اُس شخص کے حکم اور تقلید کو واجب جانے اگرچہ
اللہ کا حکم اسکے خلاف ہووے اس متابعت کو اللہ جل شانہ نے فرمایا ہی اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ یعنے پکڑا ہے اُنھون نے اپنے مولویون کو اور
اپنے درویشون کو خدا سوا اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور جن لوگونکی متابعت فرض ہے
بحکم خدا سو وہ چھ گروہ ہین ایک تو انبیا ہین دوسرے مجتہدین شریعت ہین اور تیسرے
سلاطین دین اور اُنکے نائب اور چوتھے جورو کو خاوند کی متابعت فرض ہے اور پانچوین
اولاد کو والدین کی اطاعت فرض ہی اور چھٹے غلام کو مولی کی اطاعت فرض ہی لیکن مطلق
متابعت اُنکی بھی فرض نہین ہی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ اپنے حق مین فرمایا ہی
اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ وَمَا اَمَرْتُكُمْ نَحْنُ فَاتِيْهِ یعنی تم خوب جانتے ہو امور اپنے
دنیا کے مگر جسوقت حکم کرون مین تمکو ساتھ امور دینی کے پس پکڑو تو اُسکو یعنے دنیا کے کام
تم خوب جانتے ہو اسواسطے کہ تم کرتے رہتے ہو سو اگر دنیا کے مقدمے مین کوئی حکم دون
مین تو اُسکو غور کرو اگر مناسب ہووے تو بجالاؤ اور نہین تو کچھ ضرور نہین مگر جب
دین کی بات کوئی مین بتاؤن تو اُسکو اُسیوقت پکڑو اور حدیث مین آیا ہے کہ بریرہ
ایک لونڈی تھی کہ اُسنے بسبب آزاد ہونے کے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا تھا سو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُسکو فرمایا کہ اپنے خاوند سے تو پھر نکاح کر لے اُسنے کہا آیا آپ رسالت کی راہ
سے حکم دیتے ہین یا سفارش کی راہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفارش کی
راہ سے کہتا ہون اُسنے کہا کہ مین نہین اُسکو اختیار کرتی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

متابعت کا حال تو معلوم ہوا یعنی امور دنیا مین موافق مصلحت کے کیا چاہیئے جو خلاف شرع نہو وے اسکا باقی رہا یہ گروہ مذکور سوانکے حق مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ یعنی متابعت مخلوق کی درست نہین ہے گناہ خالق کے یعنی جسمین گناہ خالق کا ہو اسمین متابعت مخلوق کی نہ کرے غرض حاصل کلام کا یہ ہو کہ ایاک نعبد کہنا اسوقت کام آویگا کہ مطلق کفر اور شرک سے پرہیز کرے اور بندہ جسوقت سچے دل سے ایاک نعبد کہتا ہے تو حق تبارک وتعالیٰ اسکے جواب مین فرماتا ہے کہ سچ کہتا ہے بندہ میرا مجھی کو عبادت کرتا ہے اور جب زبان سے ایاک نعبد کہتا ہے اور دل مین شرک بھرا ہوتا ہے تو اسکے جواب مین فرماتا ہو کہ جھوٹ کہتا ہو مجکو عبادت نہین کرتا ہے بلکہ غیرون کی عبادت کرتا ہے واللہ اعلم

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

یعنے تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہم

عبادت کے بعد اس لفظ کو اسواسطے بیان کیا ہے کہ عبادت کرتے کرتے تکبر پیدا ہو وے عبادت کے کرنے مین اسی کی مدد مانگر گویا یون عرض کرتا ہو کہ تیری عبادت بغیر تیری مدد کے نہین ہوتی ہو اور دوسری وجہ اس لفظ کی لانے کی یہ ہو کہ جہان مین تین گروہ ہین ایک جبریہ دوسرے قدریہ تیسرے اہل سنت سو مذہب جبریونکا یہ ہو کہ وہ کہتے ہین کہ ہم کچھ اختیار نہین رکھتے اور مانند سنگ اور چوب کے ہین اور بے اختیار حرکت ہمسے ہوتی ہو ہم اپنے اختیار سے کچھ نہین کر سکتے ہین اور قدریہ کہتے ہین کہ ہم اختیار تمام رکھتے ہین اور حرکات وافعال ہماری جو ہوتے ہین سو وہ ہماری ایجاد سے ہوتے ہین سو یہ دونون گروہ مردود ہین اسواسطے جبریہ کے قول سے ابطال شریعت کا لازم آتا ہو کیونکہ تکلیف شریعت کی بے اختیار پر نہین ہوتی ہی اختیار والے پر ہوتی ہو جانورون پر اسیواسطے تکلیف شریعت کی نہین ہو کہ بے اختیار ہین اور قدریہ کے قول سے خالقیت الٰہی مین شرکت لازم آتی ہو یہ کہتے ہین کہ جو افعال ہمسے صادر ہوتے ہین سو وہ ہماری ایجاد

پیدا ہوتے ہین نیک فعل ہو یا بد فعل ہو سبکے موجد ہم ہین اسیواسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ وہ لوگ بیمار ہو وین تو اُنکی عیادت نکرو اور اگر مر جائین تو اُنکے جنازے پہ نہ
حاضر ہو اور اُنکی نماز نہ پڑھو اور نہ اُنسے سلام کرو لیکن جاننا چاہیے کہ ایک اور لوگ ہین سو وہ بھی
اسمین داخل ہین اور ہمارے بیچ مین بہت ملے رہتے ہین سو اُنکا مذہب یہ ہے کہ جو افعال نیک ہین
انکا موجد حق تعالیٰ ہے اور جو بد ہین انکے موجد ہم ہین سو اُنکا حکم اور قدریہ کا حکم برابر ہے یعنے
نہ ابتدا سے سلام اُنسے کیا چاہیے اور نہ اُنکے جنازے کی نماز پڑھا چاہیے اور نہ اُنکی عیادت کیا چاہیے
سو یہ دو لفظ انکا عقیدہ رد کرنیکے واسطے فرمائے ایاک نعبد سے جبریونکا عقیدہ رد ہوتا ہے کیونکہ
جب مانند سنگ اور چوبکے بے اختیار ہوئے تو عبادت کیونکہ ہو سکے اور ایاک نستعین سے عقیدہ
قدریونکا رد ہوتا ہے کیونکہ جب بالکل فعلون کے موجد ہم ہوئے تو مدد طلب کرنا کیا ضرور ہے اور
اہلسنت کہتے ہین کہ عبادت ہم اپنے اختیار سے کر سکتے ہین لیکن توفیق تجھی سے مانگتے ہین اسواسطے
کہ بے توفیق تیری کے عبادت نہین ہو سکتی ہے اور جاننا چاہیے کہ مدد طلب کرنی غیر سے اسطور پہ
کہ اعتماد بالکل اُسپر کرنا اور مظہر عون الٰہی کا اُسکو نہ سمجھنا بلکہ اپنا نافع اور مضر اُسکو جان لینا اور
قادر مختار بالاستقلال سمجھنا اسطرح کی استعانت حرام ہے اور فاعل اُسکا مشرک ہے اور اگر
غیر کو مظہر جود اور قدرت الٰہی کا سمجھے اور بطریق مشروع اُس سے مدد طلب کرے تو جائز ہے
غرض اُسکی ایک مثال ہے کہ اُسکے سمجھنے سے استعانت کے معنی خوب سمجھ مین آجاوینگے مثلاً
نابدان مین سے جو پانی آتا ہے تو چھت پہ ہوتا ہے جبتک آتا ہے اور جس روز چھت پر پانی نہوگا
اُسی روز نابدان مین سے آنا بند ہو جاویگا مگر احمق لوگ جانتے ہین کہ نابدان ہی مین سے
پانی نکلکر پھیر گرتا ہے اور ہوشیار لوگ بوجھتے ہین کہ نابدان تو اُسکے آنیکا راستہ ہے لیکن
آتا ہے چھت پر سے بس اسطور کا فرق مُشرک اور موحّد مین ہے جو کسی کے ہاتھ سے
مسلمانون کو فائدہ ہوتا ہے تو موحّد اُس شخص کو یون جانتا ہے کہ یہ گویا نابدان ہے خزانہ
الٰہی کا اللہ خاوند میرا اپنے خزانے سے اِس نابدان کی راہ پانی میرے اوپر گراتا ہے

اور مشرک جانتا ہی کہ نابدان اپنے پاس سی مجکو دیتا ہی یہ سمجکر طرح طرح کی اُس نابدان کی خوشامد
کرتا ہی اور کھڑا ہوکے اُس نابدان سی مانگتا ہو کہ نابدان مجکو پانی دے سو مسلمان کو چاہیے کہ
تمام مخلوقات کو نابدان الٰہی یقین کرے اور جانے کہ میرے خاوند کے دینے کی یہ راہین ہین جیسا
نابدان کی راہ جاہے مجہپر اپنا فیض گرادے اسطرح سی استعانت کرنی جائز ہی لیکن جو استعانت
درست نہین ہی وہ یہ ہی کہ ہر جا اور ہر وقت کسی بندے کو پکارنا اور یقین کرنا کہ وہ سنتا ہی
اور بیٹھتے اُٹھتے اُسکا نام لینا اور کھانے پینے کے وقت اُسکے نام کو یاد کرنا بدلے بسم اللہ کے
یا حضرت امام جعفر صادقؓ کہنا اور مصیبت کے وقت اسکی دُہائی دینی اور اُسکا نام لیکر
تلوار مارنی اور اُسکے نام کی چُھری بنانی اور لڑکون کے سر پر چوٹی اُسکے نام کی رکھنی اور
پانون مین بیڑی ڈالنی اور اُسکو فقیر بناکر بھیک منگوانا اور اُسکے گلے مین طوق ڈالنا اور
زنجیر پہنانا اور بھوانی کی سواری سمجھ کے گدھے کو اپنے دامن مین دانہ کھلانا اور لولاد کے
جینے کیواسطے تعزیہ بنانا اور رشتدار کھنا اور چبوترہ طیار کرنا یہ سب استعانت حرام ہی اور
بعضے لوگ چوراہ مین چانول پکاکر رکھتے ہین اور چار چشمے کتے کو ڈھونڈھکر کھلاتے ہین اور بعضے
شہید کا طاق جاکر شیرینی چڑھاتے ہین یہ سب نذر شیطان کی ہی غرض وایاک نستعین کواسواسطے
صاف ہوکر کہے کہ اُدھر سے خطاب ہوے کہ سچا ہی بندہ میرا نقل ہی شیخ سفیانؒ ثوری کی کہ
مین ایک روز نماز مغرب کی امامت کرتا تھا جب مین نے ایاک نستعین کہا ڈرا کہ قیامت کیدن
ایسا نہو کہ یون کہین مجکو اے جھوٹے ایاک نستعین کہتا جاتا تھا اور بادشاہون سے روزی
طلب کرتا تھا سو یہ مجکو یاد آیا تو ڈرا مین کہ کیا جواب دونگا پس مسلمان کو چاہیے کہ شرم کرے
کہ پانچ وقت کھڑا ہوکر کہتا ہی وایاک نستعین اور پھر روزی طلب کرتا ہی اور دن اور
معالم التنزیل مین لکھا ہی کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیماری سخت مین گرفتار ہوے اور مدت
بہت ہو گئی تو شیطان نے دیکھا کہ یہ شخص میرے فریب مین نہین آتا ہی تو ایک روز
اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا ایوبؑ نے مجکو تھکا دیا اور میرے کسی فریب مین نہین

آتا ہو انھون نے کہا کہ تو آدم کے پاس جس راستے سے گیا تھا اُسی راستے سے اُس کے پاس بھی جا پھر ابلیس صورت حکیم کی بنا کر ایک صندوقچہ دوا کا لیکر جس راہ سے حضرت ایوبؑ کی بی بی گذر کرتی تھین اُس راہ پر ہو بیٹھا اُس بی بی نے حکیم جانکر پوچھا کہ ای شیخ میرا خاوند بیمار ہی اُسکی بھی دوا تیرے پاس ہی اُسنے کہا کہ ایک دوا بہت مجرب ہی لیکن اُسمین شرط یہ ہی کہ وہ بیمار دوا کھا کر یون کہے کہ مجکو تو نے شفا دی ہی تو وہ دوا جلد اثر کریگی اور اُسکو شفا ہو جاویگی اُنکی بی بی نے جاکر یہ قصہ حضرت ایوبؑ سے کہا اُنھون نے فرمایا کہ وہ ابلیس ہے اور چاہتا ہی کہ کسی طرح ایوبؑ غیر سے مدد چاہی اور جناب حق تعالی سے نکالا جاوے تو اُسکے پاس کیون کھڑی ہوئی تھی قسم خدا کی مین اچھا ہو کر سو لکڑیان تجھکو مارونگا اور بی بی کو اپنے پاس نہ آنے دیا اور بولنا موقوف کیا سو مسلمان کو چاہیے کہ سوا اللہ جل شانہ کے کسی سے مدد نہ چاہے اور زمین اور آسمان مین جتنے لوگ ہین سب کو اُسی کا محتاج جانے اور جاننا چاہیے کہ ہر رکعت مین جو بار بار اس سورۃ کا پڑھنا مقرر ہوا ہی سو اسکی وجہ یہ ہے کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ مین ڈالا تھا تو ہاتھ پاؤن خوب جکڑے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ بھکو ہل نہ سکتے تھے اُسوقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اے ابراہیمؑ اگر کہو تو مین تمھاری مدد کرون حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ تمھاری مدد مین نہین چاہتا ہون سو اس عقیدے کو حق تعالی نے بہت پسند کیا اور اُنکی مدد فرمائی پھر اُمت کو حکم دیا کہ ہر رکعت مین ایاک نعبد وایاک نستعین کہا کرو کیونکہ جب حضرت ابراہیم کے ہاتھ پاؤن بندھے تھے تو وہ بھی کہتے تھے کہ تجھی سے مدد چاہتا ہون مین سو نماز مین تمھارے ہاتھ اور پاؤن بندھے ہوے نہین سو تم بھی یہی کہا کرو کہ تجھی کو عبادت کرتے ہین اور تجھی سے مدد چاہتے ہین ہمنے اُسکی مدد کی تھی ہاتھ اور پاؤن بندھے پر ویسی ہی ہم تمھارے بھی مدد کرینگے گویا یون کہے کہ خداوندا میرے اُسوقت کام نہین کر سکتے پاؤن میرے چل نہین سکتے آنکھ میری دیکھ نہین سکتی ایسے وقت مین تجھی سے مدد مانگتا ہون غرض حضرت ابراہیمؑ کے قصے کو تفسیرون مین

دیکھ لیوین اور جان لیوین کہ ایاک نستعین کے یہ معنی ہین اور جاننا چاہیے کہ جو لوگ سوائے
اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اورون سے مدد مانگتے ہین وہ سب قیامت کو اُنکے دشمن ہو جاوینگے
چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ
ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ
يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ
نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ
صَرْفًا وَلَا نَصْرًا وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا یعنی اور اُس روز جمع
کریگا اللہ اونکو کہ جنکو پوجتے تھے سوا اللہ کے پھر فرماویگا اُنکے معبودون کو کیا تم نے گمراہ
کیا میرے بندون کو یا وہ خود بھول گئے راہ کو بولینگے پاک ہے تو نہین لائق ہے ہمکو کہ پکڑین
سوائے تیرے کوئی حمایتی اور لیکن مراد پوری کی تو نے اونکے باپ دادا کی یہانتک کہ بھولگئے نصیحت کو
اور ہوگئے یہ لوگ ہلاک پھر فرماویگا کہ معبود تمہارے جھٹلاتے ہین جو تم کہتے تھے پس نہین طاقت رکھ سکتے
تم عذاب کے پھیرنے کی اور مدد کرنیکی اور جسنے شرک کیا تم مین سے چکھا دینگے ہم اسکو عذاب بڑا
یعنے جب اللہ پوچھیگا بعضے رسولون اور اولیاؤن سے کہ تمنے میرے بندونکو کہا تھا کہ تم ہم سے
مانگا کرو یا وہ اپنی حماقت سے آپ مانگتے تھے وہ عرض کرینگے کہ تو نادانی اور جہالت سے
پاک ہے ہم سے پوچھنے کی تجھکو کیا حاجت ہے اور ہمارا کیا مقدور ہے کہ ہم سکھا دین کسیکو کہ تم
اللہ کو چھوڑ کر ہم سے مانگا کرو کیونکہ ہم خود محتاج ہین تیری حمایت کے لیکن انکے مانگنے کی ہم
سے یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ مرادین مانگتے تھے ہمسے اور تو اپنی رحمت سے اُن کی
مرادین پوری کرتا تھا یہ اپنی حماقت سے جانتے تھے کہ انھون نے ہماری مرادین پوری
کی ہین یہ جانکر ہماری طرف دوڑتے اور نذر نیاز ہماری کرتے تھے یہانتک ہوا کہ تیری
نصیحت کو بھول گئے اور ہلاکت مین اپنی جان کو ڈالدیا پھر اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ تم جو
اُنکو قاضی الحاجات کہتے تھے سو وہ جھٹلاتے ہین تمکو اور کہتے ہین کہ ہم خود محتاج ہین حمایت کے

سو انکے اب امیدوار نہ رہو اور خود بھی طاقت نہین رکھتے ہو کہ عذاب کو اپنے سے دفع کر دیا اپنی
آپ مدد کرو اور ہمارے دربار مین یہ قاعدہ ہو کہ جس نے تم مین سے شرک کیا چکھا دینگے ہم اسکو
بڑا عذاب اور اہل تفسیر نے لکھا ہو کہ روایت مقبولون کے حق مین ہو جیسے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت
عزیر وغیرہما مین غرض آدمی کو چاہیئے کہ حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نکرے خواہ وہ شخص
مقبولون مین ہو یا مردودون مین ہو کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات پاک دونون سے بری ہو مگر
اُنسے دعا کروانی جائز ہو اسواسطے کہ اُنکی دعا اکثر مقبول ہوتی ہو لیکن یون نجانے کہ کوئی
دعا اُنکی رد نہین ہوتی ہو بلکہ یون سمجھے اگر اللہ چاہی قبول کرے چاہی رد کرے کیونکہ اللہ جل شانہٗ
کسی سے دبکر کام نہین کرتا ہو اور اپنے ارادے کو سبکے ارادے پر غالب رکھتا ہو اور جاننا چاہئے
کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل اور ابو لہب اپنے چچا کے حق مین بہتیری
دعا کی قبول نہین ہوئی اور بزرگ لوگون کو ہر وقت عالم الغیب نہ جاننا چاہیے لیکن اتنا عقیدہ
رکھے کہ حق تعالیٰ جب چاہتا ہو اُنکو کوئی بات معلوم کروا دیتا ہو اور یہی معنی ہین خرق عادت کے
اور اگر ہر وقت اُنسے کرامت ہوا کرتی تو وہ عادت ہو جاتی خرق عادت نام نرہتا اور دلیل اسکی
یہ ہو کہ حضرت یوسف کنعان کے پاس کنوین مین رہی اور حضرت یعقوب کو نہ معلوم ہوا اور جب
اللہ جل شانہ نے چاہا تو مصر سے ہوا کیساتھ خبر پونہچوائی اور پانچ چیزون کی خبر کسی کو نہین ہے
یہانتک کہ اگر کوئی کہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچونکو جانتے تھے تو جان لیجیے کہ یہ
ہذر اکرتا ہو اُنپر وہ پانچون یہ ہین ایک قیامت کا آنا کہ کب آویگی اور دوسری مینہ کا برسنا
اور تیسری شکم کا حال دریافت کرنا کہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو گورا ہو کالا ہو پست قد ہو یا بلند قد ہو
سعید ہو یا شقی ہو اور چوتھی آگے کا حال معلوم کرنا کہ کل مجھ سے کیا فعل ہوویگا اور
پانچوین یہ دریافت کرنا کہ مین کس زمین مین مرون گا اور جاننا چاہیئے کہ فقہا نے لکھا ہو
بحق فلان کرکے یہ دعا کرنی چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہین ہو مگر حق سے
اگر یہ مراد رکھے کہ وہ حق جو تو نے وعدہ کیا ہے اپنی رحمت سے ان بندے کو

اُس حق کے دینے کا تو مضائقہ نہین ہی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ خدا کا حق بندی پر اُسکی عباد
کا کرنا ہی اور بندیکا حق اوپر خدا کے بخش دینا ہی سو اس جگہ حق سے وعدہ مُراد ہی کہ حق تعالی نے
اپنی رحمت سے وعدہ کیا ہی بخشش کا اور بعضے لوگ کہتے ہین کہ یہ لوگ بڑے بے ادب ہین
کہ نبی اور ولی کو اور بُت کو شرک مین برابر ذکر کرتے ہین لیکن نہین جانتے ہین کہ متقدمین نے
بھی اسیطرح کہا ہی جنکے ہم پیرو ہین اور اُنکے کہنے پر چلتے ہین کہ اُنھون نے محمد رسول اللہ
کو اور لات اور عزیٰ کو شرک کے باب مین ایک جگہ بیان کیا ہی کہ فقہ مین ذبیحے کے باب
مین لکھا ہی کہ جو کوئی بسم اللہ واللات والعزیٰ کہکر ذبح کرے یا بسم اللہ محمد رسول اللہ کہکر
کرے تو دونون شکلون مین وہ ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے سو آپ غور کر کے دیکھیے کہ یہ بے ادبی
کہانتک پہنچتی ہی معاذ اللہ منہا اور بعضے لوگ اپنے کھیتون مین اور باغون مین اللہ
کے بندون کے نام کا غلہ مقرر کرتے ہین اور جانتے ہین کہ اُنھون نے مدد کر کے برکت
دی ہی اور یہ نہین جانتے ہین کہ پیدا کرنے مین اختیار کسیکا نہین ہی سوا اللہ کے
اسواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے سورۂ انعام مین کہ وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ یعنی جس روز کاٹو تم کھیتون کو اپنے اُس روز حق نکالو تم اللہ
کا اور بیجا خرچ نکرو یعنی اور کسیکی نیاز اور نذر نہ نکالو اور اللہ دوست نہین رکھتا بیجا خرچ
کرنے والون کو یعنی پیدا کری اللہ اور نیاز کرو تم اورون کی ایسے لوگون کو اللہ دوست
نہین رکھتا ہی بلکہ دشمن رکھتا ہی اور بعضے لوگ بندون کے نام کا جانور مقرر کرتے ہین کوئی
میرن کے نام کا کرتا ہی اور کوئی سید احمد کبیر کے نام کا کرتا ہی اور کوئی چھینالے کا مرغ مقرر کرتا ہی اور
کوئی بزرگون کے نام پر سانڈ بنا کر چھوڑتا ہے اور اللہ تعالی نے اس آیت مین اسکا اشارہ
بھی فرمایا ہی وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یعنی پیدا کیا ہی اللہ نے جانورون مین سے بوجھ اُٹھانے
ہون کو اور ذبح کیواسطے چھوٹی گردن کرنے والون کو کھاؤ تم جو دیا ہی تمکو اللہ نے اور شیطان

قدمون پر شیطان کے مقرر وہ تمہارا دشمن ہی ظاہر یعنی بعضے جانورون کو اللہ نے بوجھ اٹھانے کیواسطے پیدا کیا ہی سو یہ نہ کیا کرو کہ کسی کے نام کا چھوڑ رکھو اور بوجھ لادنے کو منع کرو اور بعضون کو کھانے کیواسطے مقرر کیا ہی اور کسی کی نیاز نکالنے کے واسطے مقرر نہین کیا ہی یہ نیاز کا نکالنا بندون کیواسطے شیطان کے قدمون پر چلنا ہی اور وہ تمہارا ظاہر دشمن ہی کہ ہر وقت یہی چاہتا ہی کہ تم جنت سے محروم رہو اور دوزخ مین ڈالے جاؤ واللہ اعلم

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

یعنی دکھا ہمکو راہ سیدھی

اور راہ سیدھی مراد اسجگہ قرآن شریف اور حدیث ہی کہ جو خالی ہی بدعت سے اور عصیان سے لیکن ہر کوئی اپنی راہ کو سیدھی جانتا ہی اسواسطے آگے فرمایا ہی کہ مطلق راہ سیدھی نہ طلب کرے بلکہ یون کہے

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

یعنی راہ اُن لوگون کی کہ نعمت کی تو نے اُوپر اُنکے

سو وہ راہ چار فرقون کی ہی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین سو نماز مین جس وقت اسجگہ پونہچے تو ان چار فرقون کی راہ کو طلب کرے لیکن جاننا چاہیئے کہ نبی کسکو کہتے ہین اور صدیق کسے کہتے ہین اور شہید کی کیا صفت ہی اور صالح کسکا نام ہی سو جان لے کہ نبی وہ انسان ہی کہ قوت نظریہ اور عملیہ مین مرتبہ کمال کا رکھتا ہو اور خدا تعالی نے اسکو واسطے ہدایت خلائق کے مبعوث کیا ہو اور ہر آدمی کو دو قوتین دی ہین ایک قوت نظریہ دوسر قوت عملیہ قوت نظریہ اُسکو کہتے ہین کہ ہر چیز کو اس قوت سے پہچان لیوے اور قوت عملیہ اُسکو کہتے ہین کہ جو نیک اور بد آدمی سے ہوتا ہی اُسی قوت سے صادر ہوتا ہی سو حق تعالی نبی کو بلا واسطہ تربیت فرماتا ہی اسواسطے کہ تاثیر انوار کی اسکی قوت نظریہ مین ایسی بخشتا ہے کہ غلطی اور شبہہ اُسکی نظر مین ہرگز نہین پڑتا اور اُسکی قوت عملیہ کو ایسا ملکہ دیتا ہے سبب اُسکے ہر نیکی اُس سے رغبت کے ساتھ ہونے لگتی ہی اور ہر بدی سے

محفوظ رہتا ہی یہانتک کہ معدوم ہوجاتا ہی اور بسبب قوت عملیہ کے عقل اُسکی کمال کو پہونچ جاتی ہی اُسکے بعد خلقت کی تعلیم کیواسطے اُٹھایا جاتا ہی اور اُسکی طرف وحی آتی ہے اور عوام کے واسطے معجزے اُسکے ہاتھ سے ظاہر ہونے لگتے ہین اور خواص کے واسطے اُسکو اخلاق کریمہ بخشتے ہین اور علوم صادقہ نصیب کرتے ہین اور بیان شافی اور حجت واضح اُسکو عطا فرماتے ہین اور صحبت مین اُسکی انوار و برکات پیدا کرتے ہین اور صدیق وہ ہی کہ قوت نظریہ اُسکی مثل قوت نظریہ انبیا کے ہوتی ہی خواہ نبی ہو یا نہو اور ابتدا ے عمر سے جھوٹھ نہین بولتا ہی اور عمل اُس سے ایسے خالص ہوتی ہین کہ نفس کا ہرگز لگاو نہین ہوتا ہی اور اُسکی نشانی یہ ہی کہ اپنے قصد مین تردد نہ کرے یعنے اللہ پر توکل کرکے اُس کام کو کرنے لگے اور اسباب پر چندان خیال نہ کری اور اگر نماز مین اُسکو بڑی سی بڑی مصیبت آجاوے تو ادھر اُدھر نہ دیکھے بلکہ سواے خیال حق تعالی کے دوسری طرف خیال نکرے اور ظاہر اور باطن مین یکسان ہووی اور خواب کی تعبیر خوب جانے اور شہید وہ ہی کہ جو حکم نبی نے اُسکو پونہچا دیا ہی اُس حکم کو ایسے یقین کیساتھ قبول کرے کہ گویا آنکھون سے وہ دیکھتا ہی اور اللہ کی راہ مین اپنی جان دینے کو سب چیز سے آسان جانے گو وہ شہید ہو یا نہو اللہ کے نزدیک وہ شہید ہی اور قوت عملیہ اُسکی اپنے کمال مین نزدیک قوت انبیا کے ہوتی ہے اور صالح وہ ہے کہ ظاہر اپنے کو گناہون سے پاک کرے اور باطن اپنے کو بُرے عقیدون سے باز رکھے اور بدخلقی سے دور رہے اور یاد حق مین ایسا محو ہو جائے کہ گنجایش دوسری چیز کی اُسکے دل مین نرہے یہانتک اُن سبکی حمد انجد التعریف ہو چکی پھر جو باتین کہ شامل ہین اُن چارون کو وہ ہین کہ حق تعالے ان کو دوست رکھتا ہی اُنکے رزق کی کفایت کرتا ہی بلکہ عزت سے دیتا ہے کہ امیرون کو اُس عزت سے نہین ملتا اور ظاہر مین اُنکو سب لوگون سے امتیاز دیتا ہی اور اُنکے دشمنون سے اُنکو محفوظ رکھتا ہی اور اُنکے دلون مین اپنی عزت اور عظمت ڈالتا ہی کہ اُسکے سبب سے کسی

بادشاہ اور امیر کی عزت کو خیال مین نہین لاتے اور غُصے کا گھونٹ پی جاتے ہین اور انکی خدمت
کے واسطے کمر نہین باندھتے ہین اور حق تعالیٰ اُنکی ہمت کو بلند کر دیتا ہی کہ ہرگز دولت کا اور دنیا کا
خیال نہین کرتے ہین اور اُنکے دلونکو روشن کر دیتا ہی کہ اُس سے حق تعالیٰ کے اشارہ کو پہچان لیتے ہین
چنانچہ ایک بزرگ کی نقل ہی کہ کہتے ہین کہ جب مجکو رکوع کرنے کو فرماتا ہی جب مین رکوع
کرتا ہون اور جب کہتا ہی کہ سر اوٹھا اسوقت مین سر اوٹھاتا ہون اور اُنکے سینے کو کھولدیتا ہے
اور کوئی مُصیبت دنیا کی اُنکو معلوم نہین ہوتی ہی اور اُس مصیبت مین تنگ نہین ہوتے
ہین چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسا تم ترقی مین خوش ہو ویسا ہم تنگی مین
خوش ہوتے ہین اور اونکی صورتو نپر ہیبت ڈالتا ہی کہ بڑے بڑے بادشاہ جبار اُنسے کانپتے ہین اور
بڑے بڑے سرکش اُنسے دبکر چلتے ہین لیکن جاننا چاہیئے کہ بعضے فرقے دعوی کرتے ہین کہ ہم اُن
بزرگون کے طریقے پر ہین اور اپنی نسبت اُنکی طرف کرتے ہین اور لوگون کو فریب دیتے ہین کہ ہم
اُنکے گروہ کے لوگ ہین اور حال یہ ہی کہ اُنکے طریقے مین محض خلاف ہین جیسے کہ یہود و نصارے
کہ اپنی نسبت انبیا کیطرف کرتے ہین اور اُنکے طریقے پر عمل نہین کرتے اور جیسے شیعہ کہ اپنی نسبت
اماموں کی طرف کرتے ہین اور متابعت اُنکے قول و فعل کی نہین کرتے بلکہ تعزیہ داری اور
نوحہ اور ماتم جو ممنوعات شرعیہ ہین اور کسی امام سے یہ اُمور ثابت نہین عمل مین لاتے ہین
اور اُسکو عین محبت جانتے ہین اور اسیطرح فرقۂ جلالیہ و مداریہ وغیرہا کہ اپنی نسبت
بزرگون کی طرف کرتے ہین اور اُنکے خلاف راہ چلتے ہین جیسے کوئی سر پر چوٹی رکھتا ہی کوئی
چار ابرو کی صفائی کرتا ہی اور کوئی مزامیر کو جو بالاتفاق حرام ہے اُسکو حلال جانتا ہی
سو اُن کے دعوے کے باطل کرنے کے واسطے ایک عبارت اور فرمائی
اسواسطے کہ وہ راہین اُن بزرگون کی طرف نسبت کرنے سے ظاہر مین
مستقیم معلوم ہوتی ہین اور حقیقت مین اُن لوگون نے اُس راہ کو بہت
بگاڑ دیا ہی سو اُسکے واسطے یون کہو

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٥

یعنے نہ راہ اُن لوگون کی کہ غضب کیا گیا اُنپر اور نہ راہ گمراہون کی

گویا یون تعلیم فرمایا کہ مطلق راہ مستقیم بھی جسطرح پر ہو نہ مانگا چاہیئے کیونکہ مغضوب اور گمراہ لوگون نے اس راہ کو خراب کر دیا ہی سو انکے کہنے پر نہ چلو بلکہ ہمسے یون کہو کہ خداوندا وہ راہ ہمکو نصیب کر کہ جو حقیقت مین راہ بزرگون کی ہی اور راہ نہ دکھا کہ جسمین ہمپر تیرا غضب ہووے اور ہم گمراہ ہو جاوین اور جاننا چاہیئے کہ راہ مستقیم جب حاصل ہوتی ہی کہ بدعت کو اور زیادتی اور کمی کو ترک کرے اور سنت رسول اللہ کو اختیار کرے اور بدعتین بہت سی ہین اس مختصر مین بیان نہین ہو سکتی ہین مگر تھوڑا سا بطور نمونے کے بیان سُننا چاہیئے مثلاً غمی کے رسوم مین سیکڑون روپے بیجا صرف کرتے ہین خود بھی مفلس اور قرضدار ہو جاتے ہین اور دوسرونکو بھی فائدہ نہین پونہچتا مُردے کے پیچھے سال بھر تک طرح طرح کے رسوم اور بدعات کرتے ہین کہین سوم کے روز تکلفات رسمیہ کرنا اور اسراف مال کا بیجا کرنا مثلاً مجلس سوم کی منعقد کرنی واسطے قرآن خوانی اور کلمہ خوانی اور اسمین حقہ پینا اور بیہودہ باتین کرنی اور قرآن شریف کی تعظیم نہ کرنی اور سوا اسکے اور فضول کام کرنے اور اُس روز کھانا پکا کر برادری والونکو اور اغنیا کو کھلانا اور اسمین کئی طرح سے قباحت ہی اکثر یہ بات ہی کہ ورثہ یتیم ہوتے ہین وہ مال اُنکا حق ہوتا ہے اُنکے مال کو بے وجہ شرعی کھانا حرام ہی اور کبھی اُس مال مین حق شرکا کا ہوتا ہے تو اُس مال کو بدون تقسیم کے صرف کرنا درست نہین ہی اور اکثر یہ بات بھی ہی کہ میت قرضدار ہوتی ہی تو پہلے اُسکا ادائے قرضہ کرنا چاہیئے بدون ادائے قرضہ کے خواہ مخواہ تکلفات مین صرف کرنا نہ چاہیئے اور اسیطرح ہی حکم دہم اور بستم اور چہلم اور ششماہی اور سالیانہ کا کہ اُن دنونمین واسطے نمود اری کے اور بخوف طعن برادری کے یہ سب تکلیفین اُٹھاتے ہین اور اگر روپیے نہین ہوتے ہین تو سودی روپے قرض نکلواتے ہین اور اگر سودی بھی نہین ملتے ہین تو مکانات گرو کرتے ہین اور رسوم بیجا مین خرچ کرتے ہین اور قبرونکو پختہ کرواتے ہین اور اُنپر روشنی کرتے ہین

او سکے اوپر چادر اور غلاف ڈالتے ہین اور چالیس دن زبردستی روتے ہین اور چہلم تک لحد پر چراغ روشن کرتے ہین اور چالیسوین کو روح نکلواتے ہین اور چار پائی پر چادر بچھاتے ہین اور اسکے تلے خاک بچھاتے ہین جو رات کو کوئی شیطان یا کوئی جانور اُسپر پھر جاتا ہی اُسکو جانتے ہین کہ فلانے کی روح اِس قالب مین آئی غرض آواگون کے قائل ہوتے ہین اور اُس مُردے پر نوحہ کرتے ہین اور ٹاٹ بچھاتے ہین اور اُسپر سوتے ہین اوراسیطرح اپنی شادیون مین بے موجب خرچ کرتے ہین کہین ناچ کرواتے ہین کہین ڈومنیان بلواکر گواتے ہین کہین بی بی کا کھانا کرتے ہین اور اُس کھانے کو مرد و نپر اور لونڈیو نپر اور دوسری نکاحی عورت پر حرام جانتی ہین اور بی بی کے صحنک کی اصل یون معروف ہی کہ جہانگیر بادشاہ کی بی بی نورجہان جو دوسرا نکاح اُسکا بادشاہ کے ساتھ ہوا تھا اور بادشاہ کے نزدیک اُسکی خاطر بڑی تھی اور بیبیان اسی سبب سے اُس سے حسد رکھتی تھین اُسکی ذلت کیواسطے یہ تجویز کی کہ بی بی کے فاتحے کے نام کا کھانا پکایا اور اُسکا نام صحنک رکھا اور ایک محفل قرار دی اور اُس مین سب بیبیان جمع ہوئین اور نورجہان بھی اُن مین تھی جب کھانے کیواسطے بیٹھین تب صحنک کرنیوالی نے کہا کہ اے بیبیو یہ صحنک فاتحہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی اور جو دو خصمی ہو اُسکو کھانا درست نہین ہی پس نورجہان اُٹھ گئی اور سب بیبیون مین ذلیل ہوئی اور وہ بیبیان اُسکی ذلت سے خوش ہوئین اس روز سے صحنک کا رواج جاری ہوا اور شریعت مین کچھ اصل اُسکی نہین ہی اور نہ کچھ ثواب بلکہ حرکت بیجا موجب گناہ کا ہے اور کہین اللہ میان کا رتجگا کرتی ہین اور ایک ٹھلیا کو پھول پہناکر اور سرخ کپڑا اوڑھا کر بیچ مین بت کی طرح رکھتی ہین اور پچھلی رات کو اُس ٹھلیا کو جانتی ہین کہ اللہ صاحب اسمین ہین اور صبح کو اُسکا پانی تبرک کرکے پلاتی ہین اور دولہا کو حرام پوشاک پہناتے ہین اور جیسے کہ ہندو مور سر پر رکھتے ہین یہ لوگ سہرا سونڈ کیطرح لٹکاتے ہین اور کنگنا اُسکے ہاتھ مین باندھتے ہین اور اُسکو حاجت ہو یا نہو مقرر اُس رات کو نہلاتی ہین اور دولھن کو جلوہ دکھلاتی

ف آواگون یعنی تناسخ یعنی روح ایک قالب سے نکلکر دوسرے قالب مین آوے ۱۲ ف بیان رسم اور شادی کا ۱۲

اور ہنود کیطرح گونا مقرر کرتی ہین غرض ایسے ایسے خرافات شادی مین کرتی ہین اور بعضے لوگ
سلام علیک کے بدلے بندگی کرتے ہین اور بعضے لوگ حضرت علیؓ کو شیخین پر یعنے حضرت
ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما پر فضیلت دیتے ہین اور بعضے اپنے پیرون کو معبود کرکے بولتے ہین
اور اونکو انبیا علیہم السلام پر فضیلت دیتے ہین اور بعضے لوگ اماموں کو اُن پر فضیلت
دیتے ہین اور بعضے لوگ جھوٹی قبرین بنا کر پوجتے ہین اور اُن جھوٹی قبرون کے روبرو کھڑے
ہوکر روزی اور رزق مانگتے ہین اور بعضے لوگ کہتے ہین کہ حضرت علی کے دوستدار کو شرک
وکفر اور کوئی گناہ ضرر نکریگا اور جنت مین مقرر جاویگا اور بعضے لوگ بزرگونکی شفاعت کے
بھروسے پر اللہ جلَّ شانہ کے گناہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ ہمکو بخشوا لینگے گو کہ اللہ
راضی ہووے یا نہووے وہ راضی کر لینگے اور یہ نہین جانتے ہین کہ اللہ کے جور کو کوئی
نہین چھپا سکتا ہی بلکہ اگر وہ بزرگ کسی کیطرف سے اللہ کی نظر پھری ہوئی پاوینگے
تو اُسوقت وہ بھی دشمن ہوجاوینگے کیونکہ دنیا مین بھی اُن کی یہی حالت رہی کہ اللہ
کے دوست کو دوست اور اُسکے دشمن کو دشمن رکھتے ہین وہی حال بلکہ اُس سی بھی زیادہ آخرت
مین ظہور کریگا اور تفسیرون مین لکھا ہی کہ مغضوب اور ضالَّ سے مراد فرقہ یہود اور
نصاری کا ہی یہودی بندگونکو بُرا کہتے ہین اور نصاری نبی کو خدا کے درجے تک پہونچا دیتے
ہین سو معنی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے یہ ہوئے کہ نہ تو ہم ایسے ہوجاوین کہ
بزرگونکا انکار کرین اور نہ ایسے ہوجاوین کہ اونکو تیرے برابر سمجھین اور اُنسے مرادین
مانگین اور اُنکو ہر وقت عالم الغیب جانین بلکہ وہ راہ دکھا کہ نبی کو نبی جانین اور ولی
کو ولی جانین اور جاننا چاہیے کہ پل صراط جو بال سے زیادہ باریک ہے وہ راہ مستقیم ہے
شریعت کی کہ پل کی شکل بنکر دھری جاویگی اور لوگ اُسپر سے گذرینگے سو جنکو یہان عادت
تھی اُس راہ پر چلنے کی وہ لوگ وہان بھی دوڑتے ہوے چلے جاوینگے اور جنکا یہان قدم
پھسلتا تھا کہ نہ کوئی حکم شرع کا کرتے تھے اور کوئی موافق خوشی نفس کرکے تو وہان بھی انکا قدم

اور اُنکو ایک لپٹ دوزخ سی نکلکر لیجا دیگی اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم بال سے
بھی زیادہ باریک ہی کیونکہ اسی راہ کی صورت وہان ظاہر ہو دیگی سو اُس راہ پر چلنا بڑے
مردون کا کام ہی اور بعضے لوگ رانڈونکا نکاح نہین کرتے ہین اور ان کو تمام عمر
بند کر رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ شرافت سے بہت بعید ہے کہ عورت دوسرا نکاح کرے اور
یہ نہین جانتے ہین کہ بڑے اشراف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کہ آپکی دو صاحبزادیون کا
دو جگہ نکاح ہوا اور حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی کا چار جگہ نکاح ہوا پھر اُنسے زیادہ شرافت
کا دعویٰ کرنا حماقت ہی اور بعضے لوگ بزرگون کے فاتحے کے واسطے بڑے بڑے تکلف
کرتے ہین خواہ نخواہ کورے برتن مین پکاتے ہین اور کوئی آگ مانگے تو نہین دیتے
اور پانی اچھوتا مقرر کرتے ہین اور جگہ کو لیپتے ہین اور اُس جگہ کو ہنود کی طرح چوکا
مقرر کرتے ہین کہ کوئی پاؤن نرکھے اور منھ نہ جاوے اور اگر کی بتی جلاتے ہین اور
شمع روشن کرتے ہین اور ان سب چیزون کا نام اچھوتا رکھتے ہین اور اس کھانے پر
پان اور پھول رکھوا کر فاتحہ پڑھواتے ہین اور فاتحہ کیوقت ہاتھ باندھے اس کھانے کے
روبرو کھڑے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ اسوقت وہ بزرگ یہان آتے ہین یہ جانکر
روزی و رزق اُنسے مانگتے ہین اور فاتحہ کے بعد اُس چوکے پر بعضے سجدہ کرتے ہین اور بعضے
سلام کرتے ہین اور اُسکا نام نیاز رکھتے ہین یہ سب باتین تراشی ہوئی ہین ان سب باتونکی
شرع شریف مین کچھ اصل نہین ہی البتہ ایصال ثواب کے لئے کھانا حلال پیسے سی پکوا کر بھوکون
محتاجونکو کھانا کھلانا اور اُسکا ثواب بزرگون یا عزیزونکو بخشنا باعث نجات اور ثواب کا ہی اور جائز اور
بعضے لوگ شہادت کی رات حلوا پکاکر تعزیے کے روبرو تمام شب دھر آتے ہین اور صبح کو تبرک
جانکر آپس مین بانٹتے ہین اور شربت کے گھڑے تعزئے پر چڑھاتے ہین اور اُسکو نیاز
حسین کی مشہور کرتی ہین اور یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ نیاز سوائے اللہ کے دوسرے کی نہین درست
اور بعضے چاندی کا پنجہ اور آنکھ اور روٹی بناکر چڑھاتے ہین اور بعضے عرضی لکھکر لگاتے ہین

اور بعضے لوگ محرم کے دنون مین پھیکا کھاتے ہین اور زمین پر سوتے ہین اور پان نہین کھاتے اور عورتین گہنا اتار ڈالتی ہین اور منت مانگر ساری رات چل منبری کرتی ہین اور نامحرمون مین پھرتی ہین اور اُنکے والی منع نہین کرتے ہین یہ سب امور ناجائز اور باعث گناہ ہین اور بعضے لوگ جمعرات کے فاتحے کے واسطے ایک حدیث نقل کرتے ہین کہ جمعرات کو سب ارواحین اپنے اپنے گھرون مین آتی ہین پھر اگر اُنکے واسطے اُن لوگون نے کچھ پکایا ہوتا ہو تو خوش ہوتی ہین اور نہین تو نا اُمید ہو کر چلی جاتی ہین سو یہ حدیث صحیح نہین ہو اور علماے حدیث کے نزدیک اس حدیث کی صحت نہین ہو اور جاننا چاہیئے کہ یہ جو حدیث مین آیا ہو کہ مردے کیطرف سے صدقہ دینا چاہیے سو وہ یہ ہو کہ کوئی غلام خرید کر آزاد کرنا چاہیئے جیسے کہ حضرت عائشہؓ نے کیا ہے اپنے بھائی کی طرف سے یا کوئی کنوان کھدوا دینا چاہیئے اگر یہ نہو سکے تو کسی بھوکے کو کھانا کھلوا دے یا کسی ننگے کو کپڑا پہنا دیوے یا کسی کے قرض کو ادا کر دیوے یا کسی حاجتمند کو نقد دیوے یا قرآن شریف یا درود پڑھکر یا پڑھوا کر اُسکا ثواب بخشے یا قرآن شریف یا کتب دینیہ کو پڑھنے والون کو دیوے اور اُسکا ثواب جسے چاہے بخشے اور نیت کر لیوے کہ اُس مردے کیطرف سے مین نے یہ کیا ہو اسکا ثواب اُسی کو ہووے پس شریعت مین یہ صورت ایصال ثواب کی ہو اور جاننا چاہیئے کہ بعضے مفسرین کے نزدیک مراد راہ مستقیم سے یہ ہے کہ خالی ہووے افراط اور تفریط سے یعنے زیادتی اور کمی سے مثلاً وحدانیت مین افراط یہ ہو کہ ذات الٰہی مین تعطیل کا اعتقاد کرے یعنی ذات الٰہی کو خالی افعال سے اور صفات سے جانے جیساکہ مذہب حکماے یونان کا ہے اور تفریط یہ ہو کہ اُسکی صفات خاصہ کو ممکنات اور مخلوقات مین بھی اعتقاد کرے جیساکہ مشرکین بعض صفات الٰہیہ کو مثل خالقیت اور رزاقیت کے مخلوقات مین اعتقاد کر کے اُنکی پرستش کرتے ہین اور افراط عبادت مین یہ ہے کہ ہر شئے کو مظہر صفت الٰہی جانکر اُسکو پوجنے لگے

فائدہ ۱۰ بعضے لوگ ... (حاشیہ)

فائدہ ۱۱ بیان ... (حاشیہ)

فائدہ ۱۲ بیان ... (حاشیہ)

فائدہ ۱۳ بیان افراط و تفریط ... (حاشیہ)

اور تفریط یہ ہی کہ حق تعالیٰ کو مستغنی سمجھکر اُسکی عبادت کو بیفائدہ اعتقاد کرے اور افراط
سعادت مین یہ ہی کہ ہر کام مین نحوست اور سعادت کا پابند ہونا مثلاً اولاد مین اور لونڈی
غلام مین اور مواشی اور حویلی مین اور کھیتی اور باغ مین نحوست اور سعادت کو لازم
خیال کرنا جسکو سعد خیال کرے اُسکو عمل مین لایا کرے اور جسکو نحس جانے اُس سے احتراز
کیا کرے اور ہر وقت اور ہر کام مین اس خیال کا گرفتار رہے اور کسی مطلب کے لیے
برہمن سے پوچھکر اُس قول کو سچا جانے اور اُسپر عمل کرے اور اپنے اوپر زندگی کو تنگ
کرے اور مثل دیوانے اور وحشی کے ہر چیز سے ڈرے اور تفریط یہ ہی کہ دوا اور غذا اور پرہیز
اور دُعا کو محض بے اثر اور بیفائدہ سمجھنا اور بے قید ہو کر جو چاہنا سو کرنا اور اسی طرح سے
اماموںؑ کو اور اولیا وںؒ کو فضائل اور مراتب مین برابر انبیاؑ کے جاننا اور انبیاؑ کو درجہ
الوہیت تک پہونچانا یعنی اُنکو ہر وقت عالم الغیب سمجھنا اور یقین کرنا کہ ہر جگہ کسی کی
فریاد سنتے ہین اور اُسکے حال سے واقف ہین اور ہر چیز پر قدرت رکھتے ہین اور اُن کی
ہر شفاعت مین اور ہر عرض کو جناب الٰہی مین واجب القبول یقین کرنا گو خدا راضی ہو یا نہو
اور اُنکی صورتون کو اور قبرون کو معبود مقرر کرنا اور اُنکے سامنے کھڑے ہو کر اُنسے روزی
رزق اور اولاد طلب کرنا اور دوزخ اور بہشت اور حساب اور میزان کا اُنکو مالک جاننا اور
کہنا کہ جسکو چاہین وہ دوزخ مین ڈالین اور جسکو چاہے جنت مین لیجائین یہ عقیدہ
بالکل افراط مین داخل ہی اور تفریط اسمین یہ ہی کہ اُنکی بزرگی کا انکار کرنا اور اُنکی نبوت
اور ولادت کو کچھ نہ سمجھنا اور اُنکے معجزات اور کرامات کا انکار کرنا اور اُنکو بعد موت کے مانند سنگ
اور چوب کے بیکار محض جاننا اور ولایت دوازدہ امام پر ختم جانکر اُور ونکی ولایت سے انکار کرنا
یہ سب تفریط مین داخل ہی اور افراط ایمان مین ہی کہ یقین کرے کہ مومن کو کوئی گناہ ضرر
نہین کرتا ہی اور تفریط یہ ہی کہ گنہگار کو کافر سمجھے اور بڑے گناہ والے کو حکم خلود فی النار کا کرے
اور کلام مین افراط یہ ہی کہ ہر وقت بے معنی گفتگو کیا کرے اور تفریط یہ ہی کہ بالکل بولنا چھوڑ دے

اور دینداری کی حرارت مین افراط یہ ہی کہ ہر کسی سے ادنیٰ امور مین جھگڑا کرے اور ترک مستحب کے واسطے غصہ کرے اور اُسکو کافر کہے اور تفریط اسمین یہ ہی کہ بے نمازیون سے بے تکلف صحبت رکھے اور کچھ دل مین کراہیت نہ لاوی اور صاحب بدعت کی تواضع و تعظیم کری اور صرف مین افراط یہ ہی کہ اسراف کرنے لگے اور تفریط یہ ہی کہ بالکل بخیل بنجاوی اور شجاعت مین افراط یہ ہی کہ تہور اختیار کرے اور موجب بے موجب ہر کسی سے لڑا کری اور تفریط یہ ہی کہ نامرد بنجاوی اور جُبن اور بزدلی اختیار کرے غرض توسط ہر جگہ محمود ہی اور افراط و تفریط ہر جگہ مذموم ہے اور جاننا چاہیئے کہ راہ مستقیم راہ انبیا کی ہی سو یہ راہ جب حاصل ہوتی ہی کہ جب اُنکی متابعت کرے مثلاً اگر پروردگار حکم کرے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر اُسیوقت کرنیکو طیار ہوجاوی مانند ابراہیم کے اور اُس لڑکے کو جب حکم کرے کہ اُسیوقت ذبح ہو وہ اُسیوقت مستعد ہوجاوی مانند حضرت اسمعیل کے اور اگر فرماوے کہ دریائے عظیم مین اسیوقت گر پڑ تو مانند حضرت یونس کے اور اسی راہ مستقیم کا ذکر حدیث شریف مین ہی کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبے شریف کے سائے مین بیٹھے تھے کہ صحابہؓ نے آن کر عرض کی کہ یا رسول اللہ کفار کے ہاتھ سے ہمکو بہت تکلیف پہونچتی ہی حضرت نے فرمایا کہ ایمان والون کو ہمیشہ کافرون کے ہاتھ سے تکلیف پہونچتی رہی ہی یہانتک کہ ہوا ہی کہ مسلمانون کو زمین مین گڑھا کھود کر گاڑ دیا ہی اور سر پر آرا رکھکر چیر ڈالا ہی اور انھون نے سوائے کلمۂ توحید کے کچھ اور مُنھ سے ہرگز نہین نکالا ہی اور آہنی شانے سے اُنکے بدن کے گوشت چیرے ہین اور وہ راہ مستقیم سے ہرگز نہین پھرے ہین اور اسی راہ پر قائم رہے اور انھون نے تکلیف کیواسطے دین کو نہین چھوڑا ہی اور جاننا چاہیئے کہ صاحب بیضاوی نے لکھا ہی مغضوب علیہم سے مراد عاصی لوگ ہین اور ضالین سے مراد جاہل لوگ ہین سو پوری نعمت بندی پر جب ہوتی ہی کہ اپنے خاوند کو بھی پہچانے اور عمل نیک کری اور اکثر اوقات بہتیرے لوگ خدا کو پہچانتے ہین لیکن عمل نیک نہین کرتے ہین اور اکثر لوگ عمل نیک کرتے ہین لیکن خدا کو پہچانتے نہین

سو ان دونون فرقون کی راہون سے بچنے کا حکم ہوا کہ انکی راہون سے بہت دور بھاگو اور
جسمے پناہ طلب کرو اور بعضون کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد کافر معاند ہے
کہ دیدہ و دانستہ دین سے انکار کرے اور ضال عاصی متمرد ہی کہ جان بوجھکر گناہ کرے اسواسطے
حدیث شریف مین آیا ہی کہ بڑا سخت عذاب قیامت کو عالم بے عمل پر ہوویگا کیونکہ سمجھ بوجھکر
گناہ کرتے ہین اور لوگونکی خاطر سے حق چھپاتے ہین اور رشوت لیکر فتوی غلط بتاتے ہین اور
کافر و مومن سب کو خوش رکھتے ہین سو ایسے لوگون کی بھی راہ سے پناہ مانگنا چاہیئے کہ جان
بوجھکر شرک اور گناہ مین گرفتار ہوتے ہین اور بعضون کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد
بدعتی ہی اور ضال سے مراد گناہگار ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ایمان دو چیزون کے بیچ مین ہے
ایک خوف دوسرے رجا سو مغضوب علیہم سے مراد وہ لوگ ہین کہ حق تعالی کو صرف قہار جانتے ہین
اور غفور نہین جانتے اور ضال سے مراد وہ لوگ ہین کہ اسکو صرف غفور جان لیتے ہین اور قہار
نہین جانتے سو اسی مضمون کو قرآن شریف مین دوسری جگہ فرمایا ہی کہ نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا
الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ یعنی خبر دے ای محمد میرے بندونکو اسبات کی کہ مین
بڑا بخشنے والا مہربان ہون اور خبر دے اسبات کی کہ عذاب میرا عذاب دردناک ہی سو غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین کے معنے یہ ہی کہ نہ راہ دکھلا ہمکو ان لوگونکی کہ تجھکو صرف قہار جانتے ہین
اور تیری بخشش کی امید نہین رکھتے اور نہ راہ انکی کہ تجکو صرف بخشنے والا جانکر گناہ کرتے ہین
اور تیرے عذاب سے نہین ڈرتے اور جاننا چاہیے کہ اس سورہ کے پڑھنے کو جو ہر رکعت مین
بار بار مقرر کیا ہی سو وجہ اسکی یہ ہی کہ نماز کے ارکانون مین سات رکن بہت بڑے ہین اور
اس سورہ کی آیات بھی سات ہین سو ایک ایک رکن کے مقابل مین گویا ایک ایک آیت مقرر ہی مثلاً بسم اللہ
الرحمن الرحیم مقابل قیام کے ہی اور الحمد للہ رب العالمین مقابل رکوع کے ہی الرحمن الرحیم مقابل قومہ کے
مالک یوم الدین مقابل سجدے کے ہی ایاک نعبد و ایاک نستعین بمقابل جلسے کے ہی اھدنا الصراط المستقیم
مقابل دوسرے سجدے کے ہی صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مقابل قعدہ کے

اگر کوئی کہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو مقابل قیام کے رکھا ہی اور الحمد للہ رب العالمین کو مقابل
رکوع کے رکھا ہی اسیطرح سے ان سات کو ان ہی سات رکنون کے مقابل مین رکھنا کیا ضرور
تھا اور رکنون کے مقابل مین کیون نہ رکھا سو اسکا جواب بہت طویل ہی کہ اس مختصر مین
گنجایش اسکی نہین ہی بڑی تفسیرون مین دیکھ لے اور اگر کوئی کہے کہ تمام نماز مین ایک ایک رکن ہی
سجدے مین دو کیون مقرر ہوئے ہین سو اسکا جواب کئی طرح پر لوگون نے لکھا ہی بعضے کہتے ہین
کہ سجدۂ اولی وہ سجدہ ہی کہ روز ازل مین کیا تھا اور دوسرا سجدہ مقرر ہوا ہی شکر کے واسطے
کیونکہ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو ہرگز ہم سے سجدہ ازل مین نہو سکتا سو سجدۂ اولی کا نام سجدۂ ازلی
ہی اور دوسرے سجدہ کا نام سجدۂ شکریہ ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ہر بات مین دو گواہ مقرر ہوا
کرتے ہین سو قیامت کو یہ دونون سجدے گواہی دینگے اس عبادت پر اور بعضے کہتے ہین کہ یہ مسئلہ مشہور
جو شخص کھڑا ہوکر عبادت کرے اسکو پورا اجر ملیگا اور جو شخص بیٹھکر عبادت کرے اسکو آدھا اجر
ملیگا سو سجدہ حالت جلوس مین سات حرف نہین دو سجدے مقرر کیئے ہین تاکہ پورا اجر پاوے اور
جاننا چاہیے کہ اس صورت مین سات حرف نہین آئے ہین اسواسطے کہ وہ سات حرف سات طرح کے
عذاب پر دلالت کرتے ہین چونکہ اس سورۃ مین بالکل رحمت بھری ہوئی ہے اسواسطے اُن
حرفون کا لانا مناسب نہوا وہ سات حرف یہ ہین تا و جیم و خا و زا و شین و ظا و فا سو تا سے اشارہ
ثبور ہی یعنی ہلاکت اور جیم سے اشارہ جحیم ہی اور خا سے اشارہ خزی ہی اور زا سے اشارہ زفیر ہی کہ آواز
دوزخیون کی ہی یا سے اشارہ زقوم ہی اور زقوم ایک درخت ہی دوزخ مین کہ جڑ اسکی ساتوین دوزخ کی تلی ہی اور
شین سے اشارہ شہیق ہی اور شہیق کہتے ہین دوزخیونکی چیخ کو چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے لھم
فیھا زفیر و شھیق یعنے واسطے اُنکے دوزخ مین آواز سخت ہی اور چلانا اور ظا سے مراد لظی ہی اور
وہ جہنم مین ایک طبقہ ہی کہ اُسکا نام لظی ہی اور فا سے مراد فراق ہی کہ دوزخ مین ہر کسی کو جدائی
رہیگی سو جو شخص اس سورۃ کو پڑھا کریگا ان عذابونسے محفوظ رہیگا فائدہ علماء نے کہا ہی کہ
سورۃ دوبارہ نازل ہوئی ہی ایکبار مکے مین اور ایک بار مدینے مین سو اسواسطے اسکا نام سبع المثانی

اور صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ بعضے عالمون کے نزدیک یہ سورہ پہلے مکے مین نازل ہوئی ہے
اور وقت فرض ہونے نماز کے مدینے مین نازل ہوئی لیکن صحیح یہ ہے کہ مکے مین نازل ہوئی ہے
وقت فرض ہونے نماز کے اور مدینے مین نازل ہوئی جس وقت نماز کا حکم ہوا ہے طرف کعبے کے
اور جاننا چاہیے کہ نام اس سورۂ کے بہت ہین لیکن تھوڑے سے بیان کیے جاتے ہین
کس واسطے کہ اس مختصر مین سمائی سب نامون کی نہین ہو سکتی ہے ایک نام فاتحۃ الکتاب ہے اور وجہ
اس نام کی یہ ہے کہ کتاب الٰہی کو اس سورۃ کے ساتھ شروع کرتے ہین اور دوسرا نام فاتحہ ہے
وجہ اس نام کی یہ ہے کہ نماز مین پہلے اسی کو پڑھتے ہین اور کتاب اللہ کے سرے پہلے اسکو لکھتے ہین
اور تیسرا نام سورۃ الحمد ہے وجہ اس نام کی یہ ہے کہ ابتدا اسکا ساتھ لفظ حمد کے ہے اور چوتھا نام
سورۃ الشکر ہے وجہ اس نام کی یہ ہے کہ حمد بنیاد شکر کی ہے جسنے حمد کی اُسکو شکر گذاری کا طور
خوب آجاتا ہے اور پانچوان نام سورۃ الکنز ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے
کہ نزلت سورۃ الفاتحۃ من کنز تحت العرش یعنے نازل ہوئی ہے سورۂ فاتحہ اس خزانے
سے جو نیچے عرش کے ہے اسواسطے نام اسکا سورۃ الکنز ہے اور چھٹا نام اسکا سورۃ المناجات ہے
وجہ اس نام کی یہ ہے کہ بندہ اس سورۃ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور ساتوان نام سورۃ التفویض ہے
وجہ اس نام کی یہ ہے کہ بندہ ایاک نستعین کہکر اپنے تمام کامونکو حضرت حق کی طرف سپرد
کرتا ہے اور آٹھوان نام سورۃ الوافیہ ہے وجہ اس نام کی یہ ہے کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کو
ثواب بھرپور دلواتی ہے اور نوان نام سورۃ الشافیہ ہے وجہ اس نام کی یہ ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داء یعنی سورۂ فاتحہ شفا ہے
ہر بیماری کی دوسری وجہ اس نام کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا نام ہر ایک ظلمت کو دور کرتا ہے سو بیماری
بھی ظلمت ہے اسکو بھی اس سے شفا ہو جاتی ہے اور دسوان نام سورۂ رقیہ ہے اور رقیہ کہتے ہین
منتر کو سو وجہ اس نام کی یہ ہے کہ جب بیمار پر پڑھکر دم کر دیوے وہ بیمار تندرست ہو جاوے
چنانچہ ایک صحابی نے بچھو کے کاٹے ہوئے پر اس سورۃ کو پڑھکر دم کر دیا تھا وہ اسیوقت تندرست

ہو گیا اور گیارھوان نام سورۃ الاساس ہی وجہ اس نام کی یہ ہو کہ یہ سورۃ نماز کی رکن ہی اور
نماز کی بنیاد اسی سورۃ پر موقوف ہی اور بارھوان نام سورۃ الصلوۃ ہی وجہ اس نام کی یہ ہے کہ
نماز مین اسکا پڑھنا بہت ضرور ہی چنانچہ ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اور حضرتؐ نے روایت کی حق تعالے سے کہ فرمایا حق تعالی نے کہ نماز کو تقسیم کیا ہے
بیچ درمیان اپنے اور درمیان اپنے بندے کے آدھی میرے واسطے ہی اور آدھی بندے کے
واسطے ہی سو جسوقت کہتا ہی بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہی کہ دیکھو
بندہ میرا مجکو یاد کرتا ہی اور جب بندہ کہتا ہی الحمد للہ رب العالمین حق تعالی فرماتا ہی کہ دیکھو بندہ
میرا میری خوبیان بیان کرتا ہی اور جب بندہ کہتا ہی الرحمن الرحیم حق تعالی فرماتا ہے کہ بندہ
میرا بزرگی و تعظیم کے ساتھ مجکو یاد کرتا ہی اور جب بندہ کہتا ہی مالک یوم الدین حق تعالے
فرماتا ہی کہ میری بڑائی بیان کرتا ہی بندہ میرا اور جب بندہ کہتا ہی ایاک نعبد و ایاک نستعین
حق تعالی فرماتا ہی کہ مضمون اس آیت کا مشترک ہی درمیان میرے اور درمیان بندے میرے کی کیونکہ
عبادت حق میرا ہی اور مدد طلب کرنا حق بندے کا ہی سو ایاک نعبد کہنے مین حق میرا ادا کیا اور
وایاک نستعین کے کہنے سو حق اپنا طلب کیا اور جب بندہ کہتا ہی اہدنا الصراط المستقیم صراط
الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین حق تعالی فرماتا ہے کہ یہ مضمون تمام
واسطے بندے میرے کے ہی اور اسکو سوال اسکا دونگا یعنی راہ سیدھی دکھاؤنگا اور
غضب و گمراہی سے پناہ مین رکھونگا اور تیرھوان نام سبع المثانی ہی وجہ اس نام کی یہ ہے
کہ ہر رکعت اور ہر نماز مین یہ سات آیات بار بار پڑھی جاتی ہین اور نماز مین پہلے ان ہی آیات کو
پڑھتے ہین سو اسکی وجہ یہ ہی کہ حق تعالی کی راہ کے سات دروازے ہین اور یہ سات آیات
کنجیان ہین ان ساتون دروازون کی سو بندہ جسوقت ان ساتون کنجیون سے ان ساتون
دروازون کو کشادہ کرتا ہی تو اسوقت اس راہ مین داخل ہوتا ہی اور نماز مین اسکو کیفیت
آتی ہی یہانتک کہ دنیا اور مافیہا سے غافل ہو جاتا ہی اور کلام الہی کو سماعت کرنے لگتا ہی اسی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نماز معراج ہی مسلمانون کی سو وہ ساتوں دروازے یہ ہین ایک تو ذکر ہی دوسرا شکر ہی تیسرا امید ہی چوتھے خوف ہی پانچوین اخلاص ہی چھٹے دعا ہی ساتوین انس کرنا ہی ساتھ راہ انبیا اور صلحا کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کنجی ذکر کی ہی الحمد للہ رب العالمین کنجی شکر کی ہی الرحمن الرحیم کنجی امید کی ہی مالک یوم الدین کنجی خوف کی ہی ایاک نعبد وایاک نستعین کنجی اخلاص کی ہے اہدنا الصراط المستقیم کنجی دعا کی ہے صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کنجی انس کرنے راہ انبیا اور صلحا کی ہے اسیواسطے ہر بار اس سورۃ کو نماز مین پڑھتے ہین کہ ساتون دروازے کھلجاوین اور نماز خوبی کیساتھ ادا ہووے اور چودھوان نام اس سورۃ کا قرآن عظیم ہے وجہ اس نام کی یہ ہے کہ سب سورتون سے یہ افضل ہی ثواب مین اور پندرھوان نام سورۃ تعلیم المسئلۃ ہی وجہ اس نام کی یہ ہے کہ حق تعالی نے اس سورۃ مین اپنے بندونکو مانگنے کا طور سکھایا ہی اور سولھوان نام سورۃ کافیہ ہی وجہ اس نام کی یہ ہی کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ اس سورۃ کا پڑھنا تمام سورتون پر کافی ہی اور تمام سورتون کا پڑھنا اس سورۃ کو کفایت نہین کرتا ہی اور سترھوان نام ام الکتاب ہی اور ام القرآن بھی آیا ہی وجہ اس نام کی یہ ہی کہ تمام علم قرآن کا اسکے بیچ مین موجود ہے اور جاننا چاہیئے کہ آدمی کے اندر تین چیزین ہین کہ شیطان انکے سبب سے اسکو بہت ہلاک کرتا ہی ایک شہوت ہی کہ آدمی اسکے غلبے سے اپنے اوپر ظلم کرتا ہی اور دوسرا غضب ہے کہ اسکی سبب سے غیر پر ظلم کرتا ہی اور تیسرے ہوا ہی کہ اسکی جہت سے اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہی یعنی اسکے ساتھ شرک کرتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی اَلظُّلْمُ ثَلٰثَۃٌ ظُلْمٌ لَا یُغْفَرُ وَظُلْمٌ لَا یُتْرَکُ وَظُلْمٌ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتْرُکَہٗ فَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ لَا یُغْفَرُ ھُوَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالظُّلْمُ الَّذِیْ لَا یُتْرَکُ ھُوَ ظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضُھُمْ بَعْضًا وَالظُّلْمُ الَّذِیْ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتْرُکَ ھُوَ ظُلْمُ الْاِنْسَانِ عَلٰی نَفْسِہٖ یعنے ظلم تین قسم کے ہین ایک ظلم ہے کہ وہ ہرگز نہ بخشا جاویگا اور ایک ظلم ہے کہ ہرگز نہ چھوڑا جاوے گا یعنے بغیر بدلے کے معاف نہ ہو گا

بیان سات دروازے اور ساتون کنجیون کا ۱۴ سورہ قرآن عظیم ۱۵ سورہ تعلیم المسئلۃ ۱۶ سورہ کافیہ ۱۷ سورہ ام الکتاب و ام القرآن ۱۸ تین چیزین ہلاک کرنے والی ۱۹

... ایک ظلم وہ ہی کہ امید ہی کہ اللہ معاف کرے سو وہ ظلم کہ نہ بخشا جاویگا شرک اللہ کے ساتھ ہی اور وہ ظلم کہ نہ چھوڑا جاویگا ظلم بندون کا آپس مین ہی کہ ایک دوسرے پر کرتا ہی اور وہ ظلم کہ امید ہی اللہ بخشدیویگا وہ ظلم بندے کا ہی اپنے نفس پر سو ان چیزون سے چھ چیزین اور پیدا ہوتی ہین شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہی اور غضب سے عجب اور تکبر پیدا ہوتا ہی اور ہوا سے کفر اور بدعت کا ظہور ہوتا ہی اور ان چھ چیزون سے ایک اور چیز پیدا ہوتی ہی کہ جسکا نام حسد ہی اور علامت حسد کی یہ ہی کہ تمام اخلاق آدمی کے بگڑ جاتے ہین اور شیطان اُسپر بالکل اپنا قبضہ کر لیتا ہی اور آدمی خدا کی جناب مین ملعون ہو جاتا ہے سو جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب جاننا چاہیئے کہ ان چیزونکے علاج کے لیئے حق تعالیٰ نے اس سورۂ ام الکتاب کو مقرر کیا ہی مثلاً جسوقت کہا آدمی نے سچے دل سے بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کلمۂ پاک سے غضب اور شہوت اور ہوا زائل ہو جاتی ہی کیونکہ اس کلمے مین تین نام ہین ہر ایک ایک چیز کو زائل کر دیتی ہی اور جب کہا صاف دل سے الحمد للہ رب العالمین اُسوقت حرص اور بخل دونون دور ہو جاتے ہین کیونکہ جب آدمی کو یقین ہوا کہ تمام جہان کا پالنے والا اللہ ہے تو اسکے ساتھ یہ بھی یقین ہوتا ہی کہ جو تمام عالم کو پالتا ہی وہ مجکو بھی پالیگا پھر جب یہ یقین مضبوط ہو جاتا ہی تو اُسوقت حرص بالکل زائل ہو جاتی ہی اور سمجھنے لگتا ہی کہ پرورش اُسکے اختیار مین ہی میرے حرص کرنے سے کچھ نہین ہوتا ہی اور بخل بھی جاتا رہتا ہی اسواسطے کہ اپنے خاوند کی سخاوت دیکھکر آپ بھی سخاوت کرنے لگتا ہی اور جب کہا الرحمن الرحیم مالک یوم الدین اس کلمے سے غضب دور ہو جاتا ہی کیونکہ اپنے مالک کو رحیم جانکر آپ بھی رحم کرنے لگتا ہی اور جبکہا ایاک نعبد و ایاک نستعین اس کلمے سے عجب اور تکبر دور ہو جاتا ہی کیونکہ جب عاجزی کرنے لگا اللہ تعالیٰ کے روبرو تو اُسوقت تکبر نہین باقی رہتا ہی اور جبکہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ان لفظون کے کہنے سے کفر اور بدعت دور ہو جاتے ہین کیونکہ جب راہ سیدھی طلب کریگا تو معلوم ہوا کہ کفر سے اور بدعت سے بیزار ہے

سو اسوقت کفر اور بدعت دونون کم ہوجاتے ہین اور مطابقت اس سورۃ مین ہر حاجت کی
یہ ہوجاتا چاہیئے کہ اس سورۃ مین اللہ تعالیٰ نے اپنے بندونکو مانگنے کا طور سکھایا ہو کہ اُس
شخص سے مانگنا چاہیئے کہ جو صاحب مقدور ہو اور سخی اور کریم اور ہمت والا ہووے اور جو
ان چار صفتون کے ساتھ نہووی اُس سے مانگنا ذلت ہو کیونکہ بہتیرے لوگ ایسے ہوتے ہین
کہ صاحب مقدور ہوتے ہین لیکن سخی نہین ہوتے ہین اور بہت سے ایسے ہوتے ہین کہ سخی
ہوتے ہین لیکن کریم نہیں ہوتے ہین اور جب بہت سے لوگ اُنسے مانگنے لگتے ہین تو
گھبرا کر اور خفا ہو کر اُنکو نکلوا دیتے ہین اور گالیان دینے لگتے ہین اس سبب سے پھر
اُنکے پاس کوئی نہین جاتا ہو اور بعضے سخاوت کیساتھ کریم بھی ہوتے ہین لیکن کم ہمتی کے
سبب سے اپنے موافق سلوک نہین کرتے ہین سو اس سورۃ مین بڑی رغبت دلائی ہو
اپنے بندون کو تا کہ مجھی سے مانگا کرین اور دوسرے سے طلب نہ کیا کرین سو پہلے
اپنا مقدور بیان کیا ہو کہ الحمد للہ یعنے اے لوگو تمام خوبیان واسطے اللہ ہی کے ہین سو تم
اُسی سے مانگو اور کسی سے نہ طلب کرو پھر جب لوگون نے نہ سنا تو اُنکے خیال مین یہ آیا کہ مقدور
والا تو ہو کہین بخیل نہووی کہ ہمارا مانگنا خالی جاوی تو اُسکے آگے فرمایا کہ رب العالمین بخیل نہین ہے
بلکہ پرورش اُسکی عرش سے فرش تک پھیلی ہوئی ہو اور سخاوت اُسکی ہر عالم مین مشہور ہے
پھر اُسکے بعد یہ دھیان مین آیا کہ سخی تو ہو لیکن دینے کیوقت کسی کو بُرا نہ کہتا ہووے
اور جب بہت سے لوگ مانگنے کو جمع ہوجاتے ہون تو اُنکو کہین نکلوا نہ دیتا ہووے سو اس
خوف سے ہم نہین مانگ سکتے ہین سو اُسکے بعد فرمایا الرحمٰن الرحیم یعنے بڑا مہربان
ہے اور بہت پیار کرتا ہے اپنے بندونکو اور جو نہین مانگتا ہے اُسپر بہت خفا ہوتا ہے
مانگنے والون سے بہت خوش ہوتا ہو اسی نہ مانگنے پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہو مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ یعنے جو شخص نہین مانگتا ہو اللہ سے غصہ
ہوتا ہو اُسپر اُسکے پھر بعد اُسکے خیال آیا کہ بہت سے لوگ سخی بھی ہوتے ہین اور کریم بھی

سے رہتی ہین لیکن ہمیشہ نگی سبت ہوتی ہے اس سبب سے مانگنے والونکی حاجت خوب طرح سے
ہین روا کر سکتے ہین سو پھر حاجت روا نہوئی تو ایسے سے مانگنا کیا ضرور ہے اسواسطے آگے
فرمایا ہے کہ مالکِ یوم الدین یعنے مالک ہے روز جزا کا دنیا کی کیا حقیقت ہے ہمت اُسکی ایسی
بلند ہے کہ قیامت کے دن اپنے بندون کو کئی کئی چاندی اور سونے کے محل دیوے گا اور
طرح طرح کے باغون مین رکھیگا سو ہمت اُسکی بڑی بلند ہے تم سے جو مانگا جاوے سو مانگو
پھر اُسکے بعد ایک ادب سکھایا کہ یہ نہ چاہیئے تمکو کہ جب ہم تمہاری حاجت کو روا کرین تو
اُسوقت تم ہماری عبادت کرو اور ہمارے دروازے پر پڑے رہو اور جب ہم تمہاری حاجت کو
اُٹکا رکھین تو اُسوقت دوسرے لوگونکی تعظیم کرنے لگو اور اُنکے دروازے پر جا جا کر مانگنے
لگو سو ایسے غلام نمک حرام ہوا کرتے ہین اسلیے یہ چاہیئے کہ تم یون کہو ایاک نعبد
وایاک نستعین یعنے ہم تجھی کو عبادت کرینگے اور ہم تجھی سے مدد چاہینگے تو چاہے ہماری حاجت
روا کر یا نہ کر ہم دوسرے کے دروازے پر ہرگز نہ جاوینگے اور سوا تیرے کسی کی عبادت
نہ کرینگے پھر اُسکے بعد ایک اور طور مانگنے کا سکھایا کہ تم یہ نہ کیا کرو کہ جو چیز اپنے نزدیک اچھی دیکھو
سو اُسکو مانگنے لگو کیونکہ بہتیری چیزین ایسی ہوتی ہین کہ تم انکو اپنے حق مین اچھا جانتے
ہو اور درحقیقت مین بُری ہوتی ہین سو تم یہ دعا کرو اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین
انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین یعنی دکھا ہمکو راہ سیدھی راہ اُن کی
کہ نعمت دی تو نے انپر نہ راہ انکی کہ جنپر غصہ ہوا تیرا اور نہ راہ انکی کہ جو گمراہ ہوگئے یعنے وہ چیزین ہمکو دے کہ
جسمین راہ مستقیم ہماری قائم رہے اگر دنیا بھی دیوے تو ایسی دیوے کہ جسمین ہمارا دین برباد نہووے اور
ویسی دنیا نصیب کر کہ جسمین تیرا غضب ہووے اور تیری راہ کو ہم بھول جاوین آمین یا رب العالمین
اور جاننا چاہیئے کہ فضائل اس سورۃ کے یہ ہین بخاری شریف مین لکھا ہے کہ ابوسعید نے کہا ہے کہ ایک دن مین
مسجد نبوی مین نماز پڑھتا تھا کہ ناگاہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو پکارا مین نماز مین تھا
اسواسطے مینے جواب نہ دیا پھر نماز پڑھ کر مین آیا اور عذر خواہی کی مینے کہ یا رسول اللہ مین نماز

پڑھتا تھا فرمایا کہ یہ عذر مسموع نہین رسول کے پکارنے کیوقت قبول کیا چاہیئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ یعنے اے مسلمانون قبول کرو حکم اللہ اور رسول کا جسوقت کہ پکارے تمکو بعد اسکے فرمایا کہ میرے ساتھ ہولے مین تجکو پہلے مسجد کے نکلنے سے ایسی سورۃ تعلیم کرونگا جو تمام قرآن شریف کی سورتون سے بڑی سورۃ ہے سو مین حضرت کے ساتھ ہولیا جب مسجد کے دروازے کے پاس پہونچے تب مینے یاد دلوایا فرمانے لگے کہ وہ الحمد للہ رب العالمین ہے اور یہی ہے سبع مثانی اور قرآن عظیم اور حق تعالیٰ اسکے نازل کرنیکا مجھپر احسان رکھتا ہے اور ترمذی اور نسائی مین بھی مثل اس قصے کے سید القرا ابی بن کعب سے آیا ہے اور اسمین یہ بھی واقع ہوا ہے کہ اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ تَنْزِلْ فِی التَّوْرٰىةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ مِثْلُهَا یعنے چاہتا ہے تو کہ سکھاؤن مین تجکو ایک سورۃ کہ نہین نازل ہوئی توریت مین اور نہ انجیل مین اور نہ زبور مین مثل اسکے کہا ابی بن کعب نے کہ ہان سکھا دو مجھکو یا رسول اللہ فرمایا کہ وہ سورۃ ام القران ہے کہ ہر نماز مین تو اسکو پڑھتا ہے اور مسلم مین ابن عباس سے آیا ہے کہ ایک روز جبرئیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی حضرت جبرئیل غور کرکے دیکھنے لگے اور فرمایا کہ جو کھلا ہے دروازہ اس سے پہلے آجتک کبھی نہین کھلا پھر فرمانے لگے ایک فرشتہ آتا ہے آسمان سے کہ آدم کی پیدایش سے اسدم تک کبھی نہین آیا ہے زمین پر پھر اتنے مین وہ فرشتہ حضرت کے پاس آیا اور کہا خوش ہوا ے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حق تعالیٰ نے تمکو دو نور دیئے ہین اور پہلے تمہارے کسی نبی کو نہین دیے ہین ایک سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرے آمن الرسول ہے آخر تک کہ ان دونون کے پڑھنے سے ایک ایک حرف پر ثواب عظیم لکھا جاتا ہے انتہی اور بخاری اور مسلم مین آیا ہے کہ اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سانپ اور بچھو کے کاٹے پر اس سورۃ کو پڑھکر دم کرتے تھے اور دیوانون اور مرگی والون پر بھی پڑھا کرتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے اور دارقطنی مین آیا ہے کہ ابن عساکر نے سنا ہے سائب بن یزید کہ وہ کہتے تھے

[illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی سورۃ کو پڑھا تھا اور بعد پڑھنے کے
لعاب دہن لیکر اُس درد پر لگا دیا تھا اور بیہقیؒ نے بیچ شعب الایمان کے کہا ہی کہ حضرتؐ نے
فرمایا ہی کہ فاتحۃ الکتاب شفا ہی ہر بیماری کو اور بزارؒ نے اپنی مسند مین انسؓ بن مالک سے
روایت کی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سوتے وقت
سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد کو پڑھکر اپنے اوپر دم کریگا تو تمام شب امان مین رہیگا مگر موت سے
بیماری ہی اور عبد حمید نے بھی اپنی مسند مین ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ
فاتحۃ الکتاب برابر دو تہائی قرآن شریف کے ہی ثواب مین اور ابو الشیخ اور طبرانیؒ روایت
کرتے ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ چار چیزین مجھکو گنج عرش مین سے
ملی ہین اور کوئی چیز سوا ان چارونکے اُس گنج مین سے نہین ملی ہی سوا ایک تو ام الکتاب ہے
دوسری آیۃ الکرسی تیسری خاتمہ سورۂ بقر کا چوتھی سورۂ کوثر ہے اور ابو نعیمؒ اور دیلمیؒ نے
روایت کی ہی ابو درداؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ فاتحۃ الکتاب کفایت
کرتی ہی اُس چیز سے کہ کوئی چیز قرآن مین سے کفایت نہین کرتی اور اگر سورۂ فاتحہ
کو ترازو کے ایک پلے مین رکھے اور تمام قرآن کو ایک پلے مین تو مقرر سورۂ فاتحہ
تمام قرآن سے سات حصے زیادہ ہو دیگی اور ابی عبیدہؓ نے فضائل قرآن
مین حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت کی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ جس شخص نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا گویا توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان کو پڑھا
ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء مین اور وکیعؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی کہ ابلیس کو اپنی تمام عمر مین
چار دفعہ نوحہ کرنے کا اور سر پر خاک ڈالنے کا اتفاق ہوا ہی ایک تو اُسوقت کہ جسوقت
اُسکو لعنت ہوئی اور دوسرے جسوقت کہ آسمان سے زمین پر پھینکا گیا اور تیسرے
جسوقت کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوئے اور خلقت کیطرف بھیجے گئے اور چوتھے
جسوقت سورۂ فاتحہ نازل ہوئی اور ابو الشیخ نے کتاب ثواب مین لکھا ہی کہ جس شخص کو

کچھ حاجت ہووے تو چاہیئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھا کرے اور بعد اسکے اپنی حاجت مانگا کرے
قریب ہی کہ اسکی حاجت کو حق تعالیٰ بر لادے اور ثعلبیؒ نے شعبیؒ سے روایت کی ہے
کہ ایک شخص نے شعبیؒ سے شکایت درد گردن کی کی شعبیؒ نے کہا کہ تو
اساس القرآن پڑھا کر اور درد پر دم کر لیا کر اُسنے کہا کہ اساس القرآن کون سی
سورۃ ہے شعبیؒ نے کہا کہ سورۂ فاتحہ ہے اور بعضے بزرگون نے تجربہ کر کے
لکھا ہی کہ سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے اور پڑھنا اسکا ہر مطلب کو مفید ہی اور اسکے
دو طریق ہین اول یہ ہی کہ صبح کو درمیان سُنت اور فرض کے ساتھ ملا دینے میم
بسم اللہ کے ساتھ الحمد للہ کے اکتالیس مرتبہ پڑھے اور چالیس روز تک ناغہ نکرے
پھر جو حاجت ہووے گی حق تعالیٰ اُسکو روا کرے گا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ
مہینے کے اول یکشنبہ کو درمیان سُنت اور فرض فجر کے بغیر ملانے میم کے ساتھ لام
کے ستر مرتبہ پڑھنا شروع کرے اور ہر روز اسیوقت دس دس بار
کم کرتا جاوے یہانتک کہ ہفتہ کو ختم ہو جاوے اور اگر کسی پر جادو ہووے تو یہی سورۃ
پانی پر دم کر کے چالیس روز تک پلایا کرے اور اگر چینی کے پیالے پر اس
سورۃ کو گلاب اور زعفران سے لکھکر چالیس روز تک کسی کو پلایا کرے تو دفع
ہر مرض کو اور ہر جادو کو مجرب ہی اور اگر دانت مین اور سر مین یا شکم مین کسی کے
درد ہووے اور اس سورۃ کو سات بار پڑھکر اُسپر دم کر دیوے تو یہ بھی بہت
مجرب ہی تمام ہوئی تفسیر سورۂ فاتحہ کی حق تعالیٰ ہمکو اور سب بھائی مسلمانون کو اسکا
فائدہ نصیب کرے اور قرآن شریف کے معنے ہم سب کو سمجھاوے اور شرک سے اور بدعت سے
باز رکھے اور اپنے بندون کے گروہ مین ہمکو داخل کرے اور سلف کے طریقے کی
ہمکو راہ دکھاوے آمین آمین یا رب العالمین

فائدہ کچھ حال مؤلف اس تفسیر کا لکھا جاتا ہے کہ مولوی حافظ محمد اکرام الدین صاحب اُنکا نام تھا اور دار الخلافہ شاہجہان آباد اُنکا مقام تھا اور قدوۃ المفسرین زبدۃ المحدثین جناب حضرت شاہ مولانا محمد عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کی خدمت سے ذخیرۂ سعادت دارین حاصل کیا کرتے تھے اور ہمیشہ مجلس وعظ شریف سے فیضیاب معانی اور حقائق ہوا کرتے تھے چنانچہ دو مرتبہ تمام وکمال درس قرآن شریف کا اور لطائف اور نکات اُسکے حضرت ممدوح کی زبان سے سُنے اور جواہر بیشمار دقائق و اسرار اُنکے بیان سے چنے جب حضرت ممدوح نے اس جہان گذران سے فردوس اعلیٰ کو انتقال کیا اُنھون نے آلہ آباد میں بطلب معاش پیشہ عطاری کو اختیار کیا ساکنین وہان کے فصاحت اُنکی پر شیفتہ اور لطیف تقریر پر فریفتہ تھے اُن ہی دنون مین جناب سید السادات منبع الفیوض والبرکات حضرت سید احمد صاحب قدس اللہ سرہ السامی تشریف لائے اور اس شہر مین انوار فیضان کے پھیلائے انکا لطف بیان سُنکر درس گوئی کے لیئے ارشاد فرمایا اور دُعا دیکر دست مبارک سے سینے پر پھیر کر انکو منبر پر بٹھایا اُس روز سے انکی تقریر مین نہایت فصاحت اور بلاغت پیدا ہوئی کہ خلائق آلہ آباد و شاہجہان آباد وغیرہ کی اُنکے وعظ سے شیدا ہوئی اور یہانتک کہ مجلس وعظ مین مردم بیشمار آتے تھے اور اُنکے بیان سے اہل علم و بے علم بھی حظ وافر اُٹھاتے تھے حق تبارک و تعالیٰ اُنکو جزائے حسنیٰ بخشے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ؀

خاتمۃ الطبع فاتحہ الکلام حمد و شکر رب نام ہے جو تمام عالم کو عدم سے وجود مین لایا اور بواسطہ ہدایت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کے ہمکو راہ مستقیم پر چلایا اما بعد یہ رسالہ فیض ملو موسومہ بہ تحفۃ الاسلام معروف بہ تفسیر سورۂ فاتحہ اردو تالیف لطیف مولینا حافظ محمد اکرام الدین صاحب دہلوی مطبع قیومی واقع کانپور مین حسب ایمائے حاجی محمد عبد القیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ ویلسلی اسکوائر نمبر ۱۲ باہتمام کمترین محمد قمر الدین ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ھ کو مطبوع ہوا شائقین وطالبین کو مرغوب ہوا

قلیل البضاعۃ قصیر الاستطاعۃ خادم علمای زمان احقر العباد محمد حسن خان مصطفی آبادی
عرف رامپوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھکر کمر کوشش کی اسکے
سرانجام دینے مین مضبوط باندھی اور حق تعالی کے فضل و کرم سے اور بانی موصوف
کی خوش بینی کے سبب سے تھوڑے ہی دنون مین اختتام کو پہونچا چنانچہ سنہ ۱۲۶۱ ہ مین شہر
ربیع الاول کے عشرۂ متوسط مین ابتدا ترجمے کی تحریر کی اور اسی مہینے مین جناب نواب صاحب
ممدوح کے حکم کے بموجب چھپنا بھی شروع ہوا اور بحمد اللہ ستائیسوین تاریخ رمضان المبارک
سنہ مذکور کو تحریر اور طبع نے حلۂ اختتام کا پہنا فائدہ معلوم کیا چاہیے کہ اس ترجمے
مین کتنی چیزون کی رعایت کی گئی ہے سو اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیکے واسطے ضرور
ہے اول اسکا ترجمہ لفظاً بلفظ نہین کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق کیا ہے تا
بخوبی فہم مین آجاوے دوسرے یہ کہ التزام اس امر کا کیا ہے کہ کچھ زیادتی یا کمی اصل مطلب سے
نہونے پاوے تاکہ اعتبار کے پایہ سے خارج نہو جاوے لیکن تشریح اور توضیح کے طور پر کسی مجمل مطلب
کی تصریح کیلئے ایک دو کلمے بڑھ گئے ہین تیسرے یہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا ہے جسکا
سمجھنا کسی اور علم کی مہارت پر موقوف ہے جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا ہندسہ وغیرہ کا تو اسکا فقط
ترجمہ کر دیا ہے اسواسطے کہ اسکا سمجھنا بغیر اس علم کی مصطلحات کے دریافت کرنیکے ہو نہین سکتا
اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہے اسواسطے کہ یہان پر قرآن شریف کی تفسیر عوام فہم
منظور ہے نہ حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھے یہ کہ یہ ترجمہ کلکتے کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی
عبارت کے موافق ہے اسواسطے کہ وہان کے علما نے اسکو بہت تصحیح سے چھاپا ہے اب صاحبان
ذوی العقل اور تمیز کی خدمت مین عرض یہ ہے کہ انصاف کی نظر سے اس ترجمہ کو ملاحظہ
فرمائین اور اگر کوئی بھول چوک نظر مین آوے تو اپنی والا ہمتی پر نظر فرماکے اصلاح
دینے مین دریغ نہ فرمائین کہ بموجب اس قول کے اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ
وَالنِّسْیَانِ کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہین ہے اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ
تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس سورت کا نام تساؤل ہی اور اسکو سورہ نبا بھی کہتے ہین مکی ہی یعنے قبل ہجرت کے
نازل ہوئی ہی [illegible] اور بکثرت [illegible] اور ربط اس سورت کا
سورۂ مرسلات سے اسوجہ سے واقع ہی کہ ان دونون سورتون مین جزا اور سزا کے معاملے کو
یوم الفصل کے آنے پر وابستہ کیا ہی اور تھوڑا سا احوال یوم الفصل کا بیان فرمایا اور کافرونکا
تعجب کرنا قیامت کے آنے مین اسی مقدمے سے دفع کیا کہ قیامت کا آنا بغیر یوم الفصل کے نہین ہوسکتا
اور یوم الفصل بدون خراب کرنے اس عالم کے اور منقطع کرنے نوع انسانی کے ممکن نہین پھر قبل اسدن
کے طلب جزا اور سزا کی کرنا ایسا ہی جیسا کوئی گرمی کے دنون مین جاڑونکا میوہ طلب کرے یا جاڑونکے
مین میوہ گرمیون کا کہ سوائے محنت بیفائدہ اور حماقت کے کچھ حاصل نہین ہی اسی سبب سے مضمون بھی
ان دونون سورتونکے بہت مشابہت واقع ہی جیسے اس سورت مین وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ
نُسِفَتْ واقع ہی اور اس سورت مین وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا
اور اس سورت مین اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا
اور اس سورت مین اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا اور
اُس سورت مین سوزش دوزخ کی اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اُسکا مذکور ہی اور اس سورت مین حبط
سردپانی کا اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ مین مذکور ہی اور اُس سورت مین هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ
مذکور ہی اور اس سورت مین يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ مذکور ہی اور اُس سورۃ مین اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مذکور ہی اور اس سورت مین حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا متقیون کیواسطے
وعدہ دیا گیا ہی اور اس سورت مین ارشاد فرمایا ہی کہ اگر کافرون کو دنیا مین کہا جاوے کہ خدا کے واسطے

ایک مرتبہ جھکو اور سجدہ مکرر تو کبھی نہ کرین اور تبس سورۃ مین ارشاد ہوا ہی کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہو جاوین اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی پاوین اس تکبر اور غرور کو اس گریہ وزاری اور ذلت وخواری سے کیا نسبت رہی اور اس سورۃ کا سورۃ تساؤل نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ تساؤل عرب کی لغت مین کسی چیز سے آپس مین بہت سوال کرنے کو کہتے ہین اور اس سورۃ مین بیان اس بات کا ہی کہ بہت پوچھ پاچھ آخرت کے کامون کی حقیقت سے اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور توحید وجودی اور شہودی کے مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپس مین کے جھگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمون کی وجہون مین غور کرنا جنکا عوام کی فہم اور بوجھ مین آنا محال ہی اور ان کی عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکھتی ایسی چیزونکی بحث اور تکرار نہایت قبیح اور برا ہی اسواسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزون مین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہو جاتا ہی اور اگر انکار نہ کیا تو اکثر ونکے دلو نمین شبہہ پڑجانے مین تو کچھ شک ہی نہین ہی اور حال یہ ہی کہ ایمان فقط ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی انکی وجہون اور تفصیلون کے دریافت کرنے اور زیادہ تفتیش کرنیکے واسطے حکم نہین کیا گیا تا کہ ان چیزونکی حقیقت حال دریافت کرنا دین کی ضروریات سے ہو سو اب یہی کٹھن اور لاعلاج بیماری اس امت مین عقیدون کے فاسد ہونیکا اور گمراہ فرقون کی برائی کا سبب ہوئی ہے اور ایمان ایک عالم کا بالکل برباد گیا ہی سو اللہ تعالی نے اس سورت مین اسکی برائی بیان فرمائی تا کہ آدمی اس سے ڈرتے رہین اور گمراہی کے بھنور مین ڈوب نہ جاوین اور اس سورۃ کو سورۂ نبا اسواسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبان مین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی اس قدر تبے کی بزرگی اور بڑائی رکھتی ہی کہ گویا سوا اسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچھیے اسی واسطے اس خبر کو نبا عظیم فرمایا ہی کہ یہ اپنی ذات مین بھی عظمت اور بزرگی رکھتی ہی اور اسکے ہونے مین بھی عظمت اور بزرگی ہی اور اس سمجھ بوجھ مین بھی اسکی عظمت ہی اور یہ ظاہر ہی کہ بزرگی خبر کی یا باعتبار اسکی ذات کے ہوتی ہی کہ اسکو معتمد شخص بیان کرتا ہی یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونے کے اعتبار سے ہوتی ہی کہ ایک بڑے حادثہ پر دلالت کرتی ہی یا وہ عظمت اسکی احوال اور حقیقت سمجھنے اور بوجھنے سے ہوتی ہی کہ کسی کی سمجھ مین نہین آتی اور نہایت دقت سے سمجھی جاتی ہی اور یہ تینون صفتین اس خبر مین جمع ہوئی ہین یعنی یہ خبر جسنے دی ہی جو سب سے بڑا ہی وہ اللہ تعالی ہی کہ سوا اسکے

اس خبر کو کوئی کہہ نہیں سکتا اور یہ بھی ہی کہ ایسے بڑے حادثے کے دن واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ کسی کی سمجھ اور خیال میں نہیں آتا اور سمجھنا بھی اسکا نہایت مشکل ہی آدمی کی عقل بغیر اللہ کی مدد کے اسکو بوجھ نہیں سکتی تو ان سببوں سے اس خبر نے نہایت بزرگی پیدا کی ہی پس ایسی چیز مین دعوی کر سکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ خبر اسی خبر کا نام ہی اور سب چیزین ہیچ ہین اور جب آپس مین کہا جاوے کہ خبر کیا چیز ہے تو گویا یہی خبر بوجھی جاتی ہی تو جس سورۃ مین یہ خبر بیان ہووے اسکا نام بھی خبر رکھنا چاہیئے اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا یہ سبب ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوے اور قیامت کا حال بیان فرمایا تو کافرون کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی اور آپس مین تعجب اور ہنسی سے کھوج ان بات کا شروع کیا بعضے کہتے تھے کہ کَیۡفَ یُحۡیِی الۡعِظَامَ وَهِیَ رَمِیۡمٌ یعنے کیونکر زندہ ہونگی ہڈیان جب سڑ گل گئین اور بعضے کہتے تھے کہ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ یعنے کب ہوگا یہ وعدہ اور بعضونکو یہ شبہہ تھا اور کہتے تھے کہ وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً یعنے ہرگز یہ بات ہونیوالی نہین ہی اِنۡ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیٰی وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ ٥ یعنی کچھ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے ہین اور ہم بعد مرنیکے اٹھنے والے نہین ہین غرض کلام ان کی سمجھ اور بوجھ کا یہ تھا کہ اگر یہ بات ہونیوالی ہی تو کسواسطے ایک مرتبہ ہمارے سامنے نہین ہوتی اور بدلا دینے مین اچھے اور برون کے ان کے کامون کے موافق انتظار اسدن کا کسواسطے ہی دنیا مین کیون نہین دیتے کہ آدمیون کو اسکے دیکھنے سے عبرت اور نصیحت ہو جاوے اور بد کام چھوڑ دین اور نیک کام کرنے لگین اللہ تعالے نے یہ سب باتین انکی رد کر کے جزا اور سزا کا دینا قیامت کے دن پر موقوف رکھنے کا سبب بیان فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ٥ یعنے کس چیز سے لوگ آپس مین پوچھتے ہین اور کس چیز کے کھوج مین ہین کیا وہ چیز قابل انکے سوال کرنیکے ہی اور وہ اسکے سمجھنے کی استعداد رکھتے ہین کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے ان کی سمجھ مین آجاویگی یا ایسی چیز ہے کہ لائق جستجو کے نہین اور جسقدر اسمین چھیڑ چھاڑ کرینگے مطلب سے دور پڑینگے اور اس طور کے پوچھنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اس بات کا اشارہ ہی کہ عاقل کو چاہیئے کہ کھوج کسی چیز کا بوجھ بوجھکے کرے اور پہلے یہ سوچ لے کہ یہ بات میری بوجھ مین آنیکے لائق ہی یا نہین اگر ہو تو اس مین ہاتھ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اسکی ضائع ہو جاوے اور کچھ

فائدہ حاصل نہ ہووے اور مطلب برباد ہو جاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گناہ لازم آور عَمَّ کا لفظ اصل
مین عَمَّا تھا الف تخفیف اور کثرت استعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ مائے موصولہ کے الف کو آٹھ
حرفون کے بعد گرا دیتے ہین ان لفظون کی کثرت استعمال کیواسطے اور وہ حرف یہ ہین عَمَّ مِمَّ بِمَ
لِمَ فِیمَ عَلَامَ اِلَامَ حَتَّامَ اور جب بنا کلام کی سوال و جواب پر رکھی اور جواب اس سوال کا ظاہر
اور کھلا تھا تو آپ ہی جواب فرمایا کہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۙ یعنی آپس مین سوال کرتے ہین ایک بڑی
خبر سے کہ باعتبار اپنی ذات کے بھی بزرگی رکھتی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنی مضمون کے بھی بڑی
ہی یعنی جو چیزین کہ اُسمین واقع ہونگی وہ بہت پُرخوف ہین کہ نہ آنکھ اُن کو دیکھ سکے اور نہ کان اُنکو سُن
سکے اور باعتبار سمجھنے اور دریافت کرنے کے بھی بڑی ہی کہ کسی بشر کی عقل کو یہ طاقت نہین کہ اُسکی
حقیقت کماحقہ دریافت کر سکے پس وہ خبر الَّذِیْ ھُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۙ وہ چیز ہی کہ وہ اُسمین کئی طرف
ہو رہے ہین ہر چند کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اسدم تک حقتعالیٰ انبیا اور رسولون کے
واسطے سے یہ خبر پے در پے اپنے بندونکو پہونچاتا رہا اور انبیا اور رسول اس خبر کے ثابت کرنے مین
دلیلون اور مثالون کے ساتھ دل اور جان سے کوشش کرتے رہے ہین اور علامتین اور نشانیان
اسکی مفصل اور مجمل کھلی کھلی بیان کرتے رہی ہین اور اسمین کسیطرح کا دھوکا باقی نہین رہا لیکن باوجود
ان سب باتون کے بنی آدم کا شبہہ ہرگز دفع نہین ہوتا چنانچہ بعضے تو بالکل اسکا انکار ہی کرتے رہے
ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور بس اور بعضے کہتے ہین کہ
خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین کہ حسی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سوائے عقلی
خیالی اور حسی کے ہے بوجھتے ہین اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنی ایک مرتا
ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم دنیا کو جزا اور سزا کی جگہ جانتے ہین اور خراب ہونا
تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آتے ہین آدمی کے بدن کی خرابی کا احوال کہ موت کے وقت
ہوتی ہی سمجھتے ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اس مسئلہ مین ہی اور
کسی مسئلہ مین نہین ہی اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب بڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام
اور نشان ایمان کا یہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اُسکی کنہ اور
حقیقت دریافت نہین کر سکتا پیغمبرون کی زبان سے یقیناً سُنے تو بمجرد سننے کے اُسپر ایمان لاوے اور اُسے

مان نے اتنی کا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ کی نیکبختی کا سبب اور موجب نجات کا ہی اور زیادہ کھوج اور تلاش اسکے احوال درخصوصیات مین کرے والا اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجمل ہی ہاتھ سے دیگا اور خرابی مین پڑیگا اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور جو اس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ مین پوچھ پاچھ بہت اور سوالات بیفائدہ لوگون مین جاری ہین اور یہ سب مضر اور بیفائدہ ہین سو اب اس تفتیش اور تحقیق بے محل پر خفگی فرماتے ہین کہ کَلَّا یعنے ایسا کرنا نہ چاہیے اور زیادہ تجسس ان چیز و نمین کرنا مناسب نہین اسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی مین بڑا خلل پڑتا ہی سَيَعْلَمُونَ ۵ سو قریب ہی کہ کیفیت مجازات اخروی کو اسطرح سے جانینگے کہ کچھ شک اور شبہہ باقی نہ رہیگا ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۵ پھر ہم کہے دیتے ہین کہ ایسا نہ چاہیے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اس کلام کی صرف زجر اور توبیخ کی تاکید کیواسطے ہی گویا بار بار ایسے بُرے کام سے منع فرماتے ہین اور اسکے معلوم کرنے کے زمانہ کو بہت قریب بتلاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ بہت قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اول بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے مجازات یعنی جزا اور سزا وہان پر مانند خیال کرنے کے واقع ہونگی اور دوسری بار کو قیامت کی دریافت ہونے پر کہ وہان جزا اور سزا حقیقی ہوگی اسواسطے کہ وہان روح کو بدن سے تعلق ہوجاویگا اور باوجود اس تعلق کے معنی تجرد کے روح پر غالب ہونگے اور کیفیت تعلق کی باوجود غلبہ تجرد کے اسر ظاہر کیا دیگی اسواسطے کہ دنیا کا تعلق تجرد کی مغلوبیت کا سبب ہے اور عالم برزخ مین اسکے برعکس ہوگا یعنی تجرد غالب اور تعلق مغلوب ہوگا پس مطلع ہونا تعلق کی جامعیت پر اور تجرد کے غلبے پر قیامت کے آنے سے پہلے کسی طرح ممکن نہین اب اسجگہ ایک سوال جواب طلب باقی رہا وہ یہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۵ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۵ واقع ہوا ہی اور اس سورت مین سَيَعْلَمُونَ واقع ہوا اور سوف تاخیر اور مہلت پر دلالت کرتا ہی اور سین شتابی اور جلدی پر اب اگر قیامت کے آنے کو قریب اعتبار کرین تو لفظ سوف کو سورۂ تکاثر مین کیون لائے اور اگر دور اعتبار کرین تو اسجگہ حرف سین کے کیا معنی ہونگے جواب اس سوال کا یہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین کفار مخاطب ہین اور ان کی نزدیک قیامت بہت دور ہے اسواسطے اسجگہ انکے گمان کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سوف کا کہ دوری اور بُعد پر دلالت کرتا ہے لائے اور اس سورہ مین ایمان والے مخاطب ہین کہ قیامت کے آنے پر ایمان لائے ہین اور جو چیز یقیناً آنیوالی ہی وہ بہت نزدیک ہے

اسواسطے یہان اُنکے یقین کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سین کا جو نزدیکی پر دلالت کرتا ہے لائے بموجب اس آیت کے اِنَّھُمْ یَرَوْنَہٗ بَعِیْدًا وَّ نَرٰاہُ قَرِیْبًا گویا کہ مومنون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کافر عنقریب قیامت کے آنیکو سب احوال اور واقعات کیساتھ جان لینگے اور جب ان سوالات بیفائدہ کی توبیخ اور تنبیہ سے فراغت پائی تو اب استفہام تقریری کے طور سے کئی چیزون سے پوچھا جاتا ہے اور اقرار کرایا جاتا ہے اور وہ سب نو چیزین ہین کہ عوام الناس کے ذہنون مین قرار و مدار دنیا کا ان چیزون پر ہے اگر کوئی ان نو چیزون سے محروم رہے تو گویا وہ دنیا مین نہین ہے تو جو کوئی دنیا مین زندہ ہے ضرور ہے کہ ان نو چیزون مین شریک ہوگا اور باوجود اس شرکت کے بالکل جدائی آدمیونکی آپس مین حاصل نہین ہو سکتی پھر جدائی اور فرقت کا چاہنا ان نو چیزون کی شرکت کیساتھ ویسا ہے کہ جیسے ایک گھر کے رہنے والے آدمی چاہین کہ سبکے سب کھانے اور پینے اور لباس اور گھر اور فرش اور سب باتون مین ملے رہین اسطرح پر کہ ایک دوسرے سے لگاؤ اور زمین رکھے کہ یہ بات صریح نعمت ہے اور دعویٰ بلادلیل ہے اور اسکا ہونا محال ہے بلکہ اجتماع ضدین کا اسمین لازم آتا ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا کیا ہم نے زمین کو فرش و بچھونا تمھارے واسطے نہین بنادیا کہ اسمین رہا کرو اور کھیتی اور سوداگری کیا کرو اور جیتے اور مرنے مین تمھارے ٹھہراؤ کی جگہ وہی ہے اور اس بات مین نیک اور بد مسلمان کافر سب شریک ہین کسیطرح جدائی نہین رکھتے اور قیامت کے دن چاہیے کہ نیکون کی جگہ بہشت ہو اور بدونکی جگہ دوزخ ہو تا کہ جدائی اور فرق اچھی طرح سے ثابت ہووے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِھِمْ یَمْھَدُوْنَ اور دوسری جگہ فرمایا لَھُمْ مِّنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور کیا ہمنے پہاڑونکو میخون کے مانند نہین کیا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہوا سے ہلنے نہین دیتے جسطرح میخین خیمون کو ہلنے نہین دیتین سو اس منفعت مین بھی سب آدمی شریک ہین جدائی اور فرق آپس مین نہین رکھتے اور قیامت کے سبب چاہیے کہ بہشتیون کے رہنے کی جگہ بہشت مین محل اور مکان سنہرے جڑاؤ ہون اور دوزخیون کو دوزخمین زنجیرین اور طوق لوہے کے بسبب گرمی کے آگ کے مانند جلتے بھنتے ہین وَخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا اور ہمنے تم کو جوڑے جوڑے نر اور مادہ پیدا کیا کہ آپس مین صحبت کرو اور نسل جاری ہووے اور نسبتین اور ناتے باپ بیٹے اور سسر و داماد کے تمھارے آپس مین ثابت ہون اور بسبب اسکے آپس مین الفت اور جمعیت اور معاونت اور مدد ایک دوسرے کو حاصل ہو اور دنیا کی زندگانی

رونق بکرے اور یوم الفصل کو کہ قیامت کا دن ہی چاہیے کہ یہ علاقے بالکل نہ رہین اسواسطے کہ ایک ناتے
والے کا رنج تمام ناتے والون کے رنج کا باعث ہوتا ہی پھر اگر دنیا مین کسی نیک شخص کی قرابت والے
کو دکھ دیوین تو اُس نیک کو رنج ہو تو گویا یہ دونون اس عذاب مین شریک ہوے اور اگر بدون کے
اقربا پر انعام و بخشش کرین تو وہ نیک بدون کو بھی بسبب قرابت کے اپنے ساتھ شریک کرینگے اور اگر
ایسا نہو تو احسان قرابت کا اُن سے فوت ہو جاوے اور اُنکی نیکی مین قصور پڑجاوے اور اسمین بخشش بیجا ونیز
لازم ہوتی ہی اور اختلاف جزا کا حاصل نہین ہوتا بخلاف یوم الفصل کے کہ اسدن ان ناتون رشتون
کا نام نہ رہیگا اور بالکل یہ علاقے ٹوٹ جاوینگے جیساکہ دوسری جگہ فرمایا ہی فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ
بَیْنَهُمْ اور دوسری جگہ فرمایا ہی وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا اور ہمنے دنیا مین
تمہاری نیند کو آرام وچین کا سبب اور کام سے فراغت کا باعث کیا تا ماندگی اور مشقت دور ہو اور خوشی اور تر و
تازگی حاصل ہووے اور یوم الفصل کو چاہیے کہ نیند نہ ہو اسواسطے کہ اگر آدمی نیک ہے تو اسکو خوشی اور خرمی
کے سوا اور کچھ نہوگا جیساکہ دوسری جگہ بہشتیون کے حق مین فرمایا ہی لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا
یَمَسُّهُمْ فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝ پھر حاجت نیند کی بھی نہوگی بلکہ اگر وہان نیند ہووے تو بڑے فائدے پہونچنے سے
بے نصیب ہونیکا سبب ہووے اور ہمیشہ کے ثواب سے نقصان کا باعث ہووے اور اگر آدمی بد ہے تو اُسکو
ہمیشگی کا رنج اور ملال اور فریاد اور شور لازم ہی رنج اور عذاب سے اسکو فرصت نہوگی کہ ایکدم آرام سے
گزارے اور وہان سوا صراخ اور زفیر اور شہیق اور واویلا کے کچھ نہوگا جیساکہ دوسری جگہ ان ملعونکو
تصریح سے بیان فرمایا ہی وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا اور ہمنے رات کو دنیا والون کیواسطے لباس اور پردہ بنایا کہ
جو چیز چھپانیکے لائق ہی اسمین کیا کرین جیسے صحبت داری عورتون سے اور مشورے پوشیدہ اور بھاگنا دشمنون سے
اور چوری اور خیانت اور عیش و عشرت اور ناچ و رنگ اور تہجد اور مراقبہ اور سواے اسکے فائدے کی
بہت چیزین ہین کہ تعلق پردہ پوشی اور چھپنے سے رکھتی ہین اسیواسطے کہا ہی شاعر نے شعر اَللَّیْلُ
لِلْعَاشِقِیْنَ سِتْرٌ یَا لَیْتَ اَوْقَاتَهَا تَدُوْمُ ؛ یعنے رات عاشقون کیواسطے پردہ پوش ہی کیا
اچھا ہو تا کہ رات ہمیشہ رہتی ۔ اور قیامت کو چاہیے کہ احوال اُسکے ہر کسی خاص و عام پر ظاہر اور کھلے ہون چھپے
اور پوشیدہ نہ ہون ورنہ عظمت اور بزرگی نیکون کی اور فضیحت اور رسوائی بدون کی ثابت نہوے
اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ عقد نکاح کی مجلس

رات کو کرنا چاہیے یا دن کو آپنے فرمایا رات کو اسواسطے کہ اللہ تعالی نے رات کو لباس فرمایا ہے
اور نکاح والی عورتون کو بھی لباس فرمایا ہو هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ اور ایک لباس کو دوسرے لباس
کے ساتھ پوری مناسبت ہو وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۞ اور ہمنے دن کو دنیا کے آدمیون کے واسطے
روزی تلاش کرنیکا وقت کیا اور قیامت کے دن ہرگز تلاش نہ ہوگی اسواسطے کہ نیکو نکو آپ ہی آپ
نعمتین مہیا اور موجود ہونگی کیونکہ اگر انکو وہان بھی تلاش کرنا ضرور پڑے تو عین عذاب مین
ہون اور بدون کو بھی وہان تلاش کرنا نہین ہے اسواسطے کہ انکے پیرونمین زنجیر اور گردن مین طوق
پڑا ہوا ہوگا اور دوزخ کے نگہبانون کے ہاتھ مین گرفتار ہونگے اور بھوک و پیاس کے عذاب مین بیقرار
ہونگے تا پوری جدائی دونون فرقون کے معاش کے درمیان ظاہر ہووے اور دنیا کی طرح یکسان
رنج اور گرفتاری مین نہ ہون وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۞ اور ہمنے تمھارے اوپر سات طبقے سخت اور
مضبوط بنائے کہ ہرگز کبھی پرانے نہین ہوتے اور ان مین سات ستارے پھرنیوالے بنائے کہ انمین حرکتین
ایک دوسرے کے مخالف کرتے ہین اور نئی نئی طرحین ظاہر کرتے ہین اور ہر ہر طرح مین ایک تاثیر ان سے
ظاہر ہوتی ہے اور ہر مومن اور کافر اور نیک اور بد اس تاثیر کے نفع اور نقصان مین شریک ہے قیامت کے
دن کے برخلاف کہ وہان نیکون کو درجے جنت کے مانند چھت کے ہونگے اور وہ عین نورانی نبیون اور
پیشوایون کی درجہ بدرجہ نیچے والون کے حق مین مدد فرماوینگے اور نیچے والے ان کی مدد سے ترقی حاصل
کرینگے اور بدونکو نیچے سے درکات دوزخ کے گھیرے ہوئے ہونگے اور وہ عین خبیث اور ان کی پیشوایون
کی اندھیریون کی کیفیات سے اور نیچے والون کے عذاب کو دونا کرینگی وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۞
بنایا ہمنے دنیا والونکے نفع کے واسطے ایک چراغ چمکتا ہوا تیز روشنی والا کہ آفتاب ہے اور گرمی اور روشنی
اکٹھی اسمین پائی جاتی ہے اور ہر کوئی شخص نیک ہو یا بد اسکی روشنی اور حرارت سے نفع اور نقصان مین
برابر ہے بخلاف قیامت کے دن کے کہ جمال الٰہی کی روشنی بہشت مین نیکونکو منور کریگی اور جلال الٰہی کی
تجلی کہ حدیث مین اس معنی سے قدم کا لفظ آیا ہے دوزخیونکو سخت حرارت اور نہایت گرمی سے جلاویگی وَّأَنْزَلْنَا
مِنَ الْمُعْصِرَاتِ اور ہم نے اتارا ٹپکنے والے بادلون سے مَاءً ثَجَّاجًا ۞ پانی بہت بہنے والا لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا
کہ ہم اس پانی سے اناج نکالین کہ کھانا تمھارا ہووے وَّنَبَاتًا ۞ اور بہت سا سبزہ و گھاس کہ بعضے کو بھاجی بنالتے ہو
اور بعضے کو مصالح کرتے ہو اور بعضے دانہ اور چارا انکے جانورن کا ہوتا ہے تا اس سے دودھ دہی گھی اور پنیر

لیکے اپنے کام مین لاو جَنّٰتٍ اَلْفَافًا اور گنجان درختون کے باغ تاتمکو میوہ کھانے اور لذت اٹھانے کے
کام آوین اور ان باغون کے میوون کو طرح طرح ترتیب دیکے مانند اچار اور مربا اور سرکہ اور رس اور شراب
وغیرہ بناکے کھاؤ اور اس منفعت مین سب نیک اور بد مسلمان اور کافر شریک ہوون کسی طرح کی جدائی نہین
ایسا نہین کہ پانی ایک جگہ برسے اور دوسری جگہ نہ برسے اور کھیتی ایک جگہ پیدا ہووے اور
دوسری جگہ نہو اور باغ ایک جگہ جمے اور دوسری جگہ نہ جمے اور میوہ نہ پکے بخلاف دن قیامت
کے کہ وہان نیکون کے عمل اور اعتقاد اور احوال اور درجے کمائے ہوئے بدلیون کے مانند دودہ اور
شہد اور شراب مزیدار اور پانی صاف برساوینگے اور اس سے نہرین جاری ہونگی اور درخت بہشت
اس پانی کی قوت سے اور پانی کی نہرون کے اطراف سے کہ انکی جڑ و نمین پہونچتی ہے لذت والے مزیدار میوے
خودبخود دینگے اور جسوقت کوئی پھل کسی شاخ سے توڑکے کھایا جاویگا تو اسیوقت دوسرا میوہ ہوا کی
تروتازگی اور کمال نشوونما کے سبب اس جگہ پیدا ہوجاویگا اور تلذذ اور میوہ دنیا وہان کے درختون کا
بھی منقطع نہوگا اور بدون کے عمل اور اعتقاد بدبختی خلق دھوئین کی مانند اٹھینگے اور چنگاریان
برساوینگے اور ان کے جسمون کو جلا دینگے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ظِلٍّ مِّنْ يَحْمُومٍ اِنْطَلِقُوْا
اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ اور زقوم اور دوسرے درخت خاردار اور بدمزہ اور بری شکل سے پیدا ہونیکا
سبب ہونگے اور امتیاز اور جدائی دونون فرقون کی بکور ان مین خوب طرح سے حاصل ہوئے گی سو
معلوم ہوا کہ یوم الفصل دنیا مین نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ جدائی اور ملاپ آپس مین ایک دوسرے
کی ضد ہین ایک جگہ پائے نہین جاسکتے تو قیامت کا دن ہونیکو باوجود ان چیزون کے باقی رہنے کے انکی
شراکت اور اتفاق واقع ہی تصور کر نہین سکتے بلکہ اس عالم کے خراب ہونے اور اس دنیا کی انعامات کے اور
شراکت کے اصول اور ارکان درہم برہم کرنے کے بعد البتہ اسکی امید رکھنا چاہیے اور قیامت کے
آنیکا وقت اس عالم کی خرابی کے شروع سے بوجھا چاہیے جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ یعنے البتہ
جدائی کا اور نیکون کا بدون سے امتیاز اور فرق کردینا اور آپس مین نیکون کے مرتبے علیحدہ کرنا اور بدون کے
مرتبے ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا كَانَ مِيْقَاتًا ہے ایک وقت ٹھہر گیا اور اس سے آگے پیچھے نہین ہوسکتا
اور دنیا مین کافر لوگ جلدی کرتے ہیں اسوقت کے لانے مین جلدی نہین کرتے اسواسطے کہ اسوقت کو کئی چیزین
لازم ہین پہلے یہ کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ کہ اب حاصل ہے بعد جدا ہونیکے پھر ملے اسی واسطے عالم برزخ

مین بھی یہ امر ممکن نہین اسواسطے کہ وہان روح کو بدن سے ہرگز علاقہ نہین اور روح کو پہلے بدن سے تعلق
رکھنے کے سوای اس بدن کے کیے ہوی کامون کی جزا اور سزا دیکھنا ممکن نہین ہی اسواسطے کہ روح کو بے
تعلق بدن کے سیر تمام عالم کی کرنا مثل خیال کرنے کے ہی اور کچھ نہین مثلا ایک لکھنے والے سے اسکے
ہاتھ کاٹ ڈالین اور وہ اپنی انگلیان ہلاوے اور اپنے خیال مین گویا لکھتا ہی لیکن حقیقت مین کچھ لکھنا نہین خیال
محض ہی دوسری یہ کہ روحین اور بدن سب تعلق مین جمع ہووین اسواسطے کہ فرق اور جدائی بدون جمع ہونے
کے ممکن نہین مثلاً ایک گروہ کیساتھ ایک جگہ پر ایک طرح کا معاملہ کیا تو امتیاز اس گروہ کا حاصل نہوگا
جبتک کہ اور جماعتون کیساتھ اسی جگہ اسی وقت دوسری طرح کا معاملہ نکرین ورنہ گمان اس
بات کا ہوتا ہی کہ شاید یہ معاملہ بمقتضای اسوقت کے اس مکان مین ہوا اگر اور جماعتین اسوقت مکان
مین ہوتین تو ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا جیسا کہ دنیا والے عزت اور ذلت اور رزق کی کشادگی و تنگی
کو زمانے کی گردش کی تقاضے سے سمجھتے ہین اور اپنے دل کو سمجھاتے ہین کہ اگر اگلے اسوقت مین ہوتے تو آپ
حالت مین گرفتار ہوتے اور اگر ارزانی کی ملکون کے رہنے والے قحط والے ملکون مین ہوتے تو بھوکھ بھوکھ
پکارتے اسواسطے ضرور ہی کہ قیامت کا دن نوع انسانی کی تمام ارواح اپنے بدن سے جدا ہونیکے
بعد واقع ہووے تا ایک وقت مین ایک جگہ پر سب روحونکا انکی بدنون سے تعلق ہووے تیسرے یہ کہ
مشترک نعمتین جو فقیر اور غنی مومن اور کافر نیک بخت اور بد بخت نعمت والے اور عذاب والے تندرست
اور بیمار کے درمیان دنیا مین برابر ہین کچھ باقی نہ رہین ورنہ برابری اور شراکت لازم آتی ہے
اور مقصود اصلی کہ تفرقہ اور امتیاز ہی حاصل نہ ہو چوتھے یہ کہ اس آسمان اور زمین کے بدلے ایک اور
مکان چاہیے اور جب وہ مقام اور وہ جگہ اعلی تر مین آسمان و زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہی تو اسکے ظاہر
کرنے مین آسمان و زمین کا نیست کرنا بھی ضرور ہوا تا کہ نیکون کو بہشت آسمان پر ظاہر ہووے
بدونکو دوزخ زمین کے نیچے سے بھڑکے اسواسطے وہ روز نہ آویگا مگر کہ ونفخ فی الصور یعنی جسدن
پھونکا جاے صور اور یہان مراد دوسری بار کا صور پھونکنا ہی کہ اسی سے قیامت کے دن کی شروع ہے
اور اس پھونکنے کے سبب روحین ہر ہر فرد انسان کی اپنے اپنے بدن سے ملکر ہر مذہب الاعلی
علحدہ اٹھیگا اور فرشتے ترک کی طرح سب آدمیونکے علحدہ علحدہ جتھے کردینگے جیسے یہود اور نصاری
اور مجوسی اور ہندو اور اسکے سوا سب کی صفین جدا جدا ہونگی اور مسلمانون کی صف علحدہ ہو گی

پھر ہر پیغمبر کی امت علیحدہ اور ہر ایک پیغمبر کی امت میں بھی ہر مذہب والا علیحدہ اور اسی طرح ہر عمل والا
ایک ہو یا بہ علیحدہ ہوگا جیسے نمازی علیحدہ اور روزہ دار علیحدہ حرامکار علیحدہ اور چوٹے علیحدہ اور
شرابی علیحدہ اسی طرح ہر خلق والا علیحدہ ہوگا جیسے متکبر اور بدخلق علیحدہ اور رحمدل اور محبت والے علیحدہ
اسی طرح ہر رتبے والا علیحدہ ہوگا جیسے حمد کرنیوالے علیحدہ اور صبر کرنیوالے علیحدہ اور شکر کرنیوالے علیحدہ اور
متوکل اللہ پر بھروسا کرنیوالے علیحدہ ٹکڑی کیے جاوینگے بڑے لشکر کے رسالوں اور پلٹنوں کی مانند کہ پہلی [illegible]
سبب سے پہچانے جاتے ہیں کہ یہ لشکر فلانے امیر کا ہے پھر رسالہ دارون سے کہ یہ رسالہ فلانے رسالدار کا ہے اور یہ لوگ
فلانے جمعدار کے ساتھ کے ہیں پھر فرشتے ان سب کو اسی انتظام سے حشر کے میدان میں لیجاوینگے فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا
یعنی پھر آؤگے تم سب غول غول اور فوج فوج ہوکر یہ ہرگز ایک گروہ کے لوگ دوسرے گروہ سے نہ ملنے پاوینگے اور
ان معنون کو بہت آیتوں اور حدیثوں میں بیان فرمایا ہے ان میں سے یہ آیت ہے وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ
اللّٰہِ اِلَی النَّارِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ۲۴ ج ۷ ع اور دوسری جگہ فرمایا ہے یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوْجًا
مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ۲۰ ج ۲ ع اور سوا اسکے بہت سی آیتیں ہیں کہ ان سب
کے ذکر کرنیمیں کلام بڑھ جائیگا اور بعضی صحیح حدیثوں میں نشان اور علامت ہر فوج کی بھی بیان فرمائی ہے
جیسے دغابازون اور عہد شکنونکی مقعد پر ایک نشان یعنی جھنڈا ہوگا اس طرح سے کہ بڑے معاملے کے
دغابازون پر بڑا جھنڈا اور چھوٹے مقدمے کے دغابازون پر چھوٹا جھنڈا اس مکان پر رہیگا اور جنھون نے
غنیمت کے مال میں دغابازی کی ہے اور کوئی چیز اپنے سردار کی بیخبری سے لے لی ہے وہ چیز اسکی گردن پر
لدی ہوئی لاوینگے اگر اونٹ یا بکری یا گائے ہے تو وہ آواز کرے گی اور اگر تھان یا کوئی کپڑا ہے تو
پھریرے کے مانند اڑیگا اور شہیدونکو خون بھرا ہوا اٹھاوینگے اور ان کے زخموں سے مشک کی بو آویگی
اور بین کرنیوالی عورت کا کرتا گندھک کا ہوگا اور بدن اسکا خارشتیونکا سا ہوگا اور بے احتیاج سوال
کرنے والے کا منھ زخمی اور چھلا ہوا ہوگا علی ہذا القیاس صحیح حدیثوں میں تلاش کرنے سے اس طرح کی نشانیاں
بہت سی پائی جاتی ہیں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں مع سند بیان کیا ہے اگرچہ سند اسکی بہت معتبر نہیں
ہے اور روایتیں اسکی بہت مضبوط نہیں ہیں وہ یہ ہے کہ ایک روز صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ان فوجونکا حال جو اس سورۃ میں مذکور ہیں پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ دس فرقے اس امت سے دس جدے
ہوکر آوینگے ایک فرقہ بندرونکی شکل ہوگا وہ چغلخور رہوں گے دوسرا فرقہ سور کی شکل ہوگا وہ حرام خور اور

رشوت لینے والے ہونگے تیسرا فرقہ اوندھا ہوگا یعنے سر نیچے اور پاؤن اوپر ہونگے اور فرشتے انکو منہ کے بل کھینچین گے وہ بیاج کھانیوالے ہونگے چوتھا فرقہ اندھا ہوگا وہ قاضی و مفتی ہونگے کہ ناحق حکم کرتے تھے اور جھوٹا فتوی دیتے تھے پانچوان فرقہ گونگا بہرا ہوگا وہ لوگ ہونگے کہ اپنی عبادت اور بندگی پر گھمنڈ کرتے ہین اور اپنے برابر دوسرے کو نہین جانتے چھٹا فرقہ زبانین اپنی چباویگا اور انکی زبانین منہ سے نکل کر انکی چھاتیون پر پڑی ہونگی اور رد زبانی اور پیپ انکے منہ سے بہتا ہوگا کہ سب محشر والے انکے دیکھنے سے کراہت کرینگے یہ لوگ عالم اور مشائخ ہونگے کہ انکے عمل انکی قول کے مخالف ہونگے کہتے کچھ کرینگے کچھ ساتوان فرقہ ہاتھ پیر کٹے ہونگے وہ [illegible] علماء جاہلون کو ایذا دیتے ہین اور ہمسایہ کو رنج دیتے ہین آٹھوان فرقہ آگ کی سولیون پر ایسا ہوگا کہ وہ وہ لوگ ہونگے کہ لوگون کے بعید ظالم حاکمون سے چغلی [illegible] نوان فرقہ ایسا ہوگا کہ جنکی بدبو مردار سڑے ہوے کی بدبو سے زیادہ ہوگی اور سب محشر والون کو اس بدبو سے ایذا پہونچے گی وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی شہوتون اور دنیا کے مزون مین گرفتار رہے ہونگے اور اپنے مال سے اللہ کا حق نہ دیا ہوگا اور وہ مال اپنے جی کی خواہش مین خرچ کیا ہوگا دسوان فرقہ ایسا ہوگا کہ گندھک کے کرتے انکے پیرون تک اور انکے بدنو پر چپکے ہوے ہونگے یہ لوگ تکبر اور غرور کرنے والے ہونگے یہ سب بدبخت اور گنہگار اس مرتبے ہین لیکن ایماندار اور نیک بخت سو بعضے اسکے چودھوین رات کے چاند کے مانند اور بعضے آسمان کے ستارون کی جیسے چمکتے ہونگے اور بعضے نور کے منبر پر بیٹھے ہونگے اور بعضے جوڑا اوڑھے ہونگے اور بعضے مشک و زعفران کے ٹیلون پر وعلی ہذا القیاس وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ اور کھولا جاوے آسمان پھٹنے سے تا فرشتے نامۂ اعمال لیکر اترین اور ان عملون کی صورتین کہ آسمان پر چڑھنے سے کے بعد پیدا ہوئی تھین ظاہر ہووین اور بہشت کہ جائے قرار اسکا ساتوین آسمان کے اوپر ہے ظاہر ہووے گویا کہ آسمان مانند سرپوش کے خوان سے اٹھا لیا ہے فَكَانَتْ اَبْوَابًا یعنے پھر ہو جاوے آسمان دروازے کہ اسی راہ سے بہشت مین داخل ہونا ہوگا اور نعمتین بہشت کی دیکھین گے وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کی میخون کی مانند تھے فَكَانَتْ سَرَابًا پھر ہو جاوینگے وہ پہاڑ جیسے اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور حقیقت مین ریت ہے اسی طرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ ہین اور حقیقت مین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کے مانند ہو چکے ہین جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۹۵ + ۱۳ اور دوسری جگہ فرمایا

وَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۴۲،۲۷ اور جب زمین کی بخون کی یہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولیٰ درہم
برہم ہوگی اور ڈھکنا دوزخ کا کہ اسکے نیچے تھا کھلجاویگا تاکہ آسمان کی جگہ بہشت ٹھہرے اور زمین کی
جگہ دوزخ اور جدائی نیکون اور بدون مین اور تابعدارا اور نافرمانون مین ثابت ہوا اور جب آسمان
اور زمین بیچ سے اٹھ گئے تو سورج اور برسات اور دوسری نعمتین کہ کافر اور مسلمان اسمین شریک ہین
سب فنا ہوجاوینگی اور کسی طرح شرکت اور برابری نیکون اور بدون مین نرہیگی سو اسطے کہ نیکون کی
جگہ اور ٹھہری اور بدون کی جگہ دوسری ٹھہری اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا بیشک دوزخ ہی تاکنے کی
ہین اور مکان دھر پکڑ کا کہ اسکے کنارے پر فرشتے گرز اور زنجیر اور طوق آگ کے لیے
اور [illegible] لِّلطَّاغِينَ مَآبًا شریرون کا ٹھکانا اور مسلمانون اور نیکوکارون کو سوا اس
اسی گزرنے کے اور اسکے دیکھنے کے خوف کے اور کوئی رنج اور اذیت نہ پہونچے گی بعضے انمین بجلی کی طرح تڑپ کے اس
پل سے پار ہوکر بہشت مین پہونچین گے اور بعضے آندھی کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور یہ
علی ہذا القیاس یہانتک کہ ادنی سے ادنی مسلمان کہ بہت گناہون مین آلودہ ہوگا گرتے پڑتے سات ہزار برس مین
اس پل سے پار ہوگا اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہی کہ مسافت پل صراط کی
تین ہزار برس کی راہ ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے ہزار برس
چڑھاؤ اور ہزار برس اُتار اور ہزار برس برابر کی راہ ہی یہ سب ایماندارون کا حال ہے اور کافر
دوزخ کے موکلون کے ہاتھ مین گرفتار ہوکر دوزخ مین ڈالے جاوینگے لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا رہینگے اسی دوزخ
مین بیشمار قرنون اور بلال ہجری سے منقول ہی کہ انھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حقبے کے معنے پوچھے تھے
سو آپ نے فرمایا کہ حقبہ ستر ہزار برس کا ہوتا ہی اور برس بارہ مہینے کا اور مہینہ تیس دن کا اور ایک ایک
دن دنیا کے برس کے برابر اور یہان مراد ہی بیشمار مدتین سے اور بعضے نادان اس آیت مین اپنی فہم کی
غلطی سے کہتے ہین کہ اس آیت سے دوام اور ہمیشگی بوجھی نہین جاتی جیسا کہ اور آیتون سے معلوم ہوتا ہے
اور حال یہ ہی کہ اس آیت مین احقاب کی تعیین نہین فرمائی ہی تاکہ عذاب کا منقطع ہونا معلوم ہووے
بلکہ کثرت سے یہی بوجھا جاتا ہی کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہین اور نادانون کو اسبات کا شبہہ ہوا کہ
جو حقبہ کی مدت معین ہی تو احقاب بھی معین ٹھہرے اور یہ نہین بوجھتے ہین کہ ایک حقبہ کی مدت
کا معلوم ہونا احقاب کی مدت معلوم ہونیکا سبب نہین ہوسکتا ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس

آیت مین دوزخیون کو دوزخ مین ٹھیرنیکی مدت بیان کرنا منظور نہین بلکہ منظور یہ ہے کہ دوزخیون کے ٹھہرنیکی مدت دوزخ مین حقبون سے اندازہ کیا چاہیے نہ قرنون اور برسون اور مہینون اور دنون اور ساعتون سے اسواسطے کہ اگر مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہے تو ساعتون سے گنتے ہین اور اس سے زیادہ ہو تو دنون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو مہینون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو برسون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو قرنون سے گنتے ہین اور جو شمار مین نہ آسکے تو حقبون سے بولتے ہین جسطرح تھوڑے مال کو دمڑیون سے شمار کرتے ہین اور جو کچھ زیادہ ہو تو پیسون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو سیکڑون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو ہزارون سے اور جو شمار مین [illegible] ہے تعبیر کرتے ہین اور فراّ ایک بڑے عالم کا نام ہے اسنے کہا ہے کہ لفظ احقاب کی اس صفت کے ساتھ موصوف ہے جو آگے آتی ہے لا یذوقون فیہا [illegible]

یعنی وہان کچھ مزہ ٹھنڈھک کا نہ چکھین گے اور نہ کچھ پینے کو ملیگا جو کچھ بھی سرد ہو اسے باہر کے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تھوڑی تخفیف اس جلنے کے عذاب سے حاصل ہووے جیسا کہ دنیا مین تپ والے کو ایسی چیزون سے تخفیف ہوتی ہے تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اتنی مدت دراز مین سردی کے نام سے واقف نہ ہونگے بعد اسکے انکو زمہریر کے طبقے مین لیجاوینگے اور سردی کے عذاب مین گرفتار کرینگے یہانتک کہ انکی رگین اور پٹھے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے پھر دوزخ کی آگ مین ڈالینگے اور جتنی مدت کا پہلے ذکر ہو چکا اتنی مدت اسیطرح جلا دینگے اسیطرح ابدالآباد عذاب مین رہینگے کبھی گرمی مین رہینگے کبھی سردی مین اور جو اس آیت مین حکم ہوا کہ اتنی مدت دوزخ مین کچھ پینے کی چیز نہ چکھین گے اور حال یہ کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا [illegible] اسی واسطے اس جگہ بطور استثنا کے فرمایا اِلَّا حَمِيمًا مگر پانی گرم کھولتا ہوا کہ انکی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی چوگنی کر دیگا تخفیف کا تو کیا ذکر ہے وَغَسَّاقًا اور پیپ اور زرد پانی کہ دوزخیون کے ہر ہر جلے ہوئے جوڑون سے نکلکے گڑھون مین جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اسکو پانی سمجھکر پی جاوینگے اور وہ انکے اندر کو ایسی بری طرح سے خراب کر دیگا کہ اسکا زہر تمام بدن مین پھیل جاویگا اور اگر دوزخیونکے دوزخ مین رہنے کی مدت دور و دراز سنکر کسی کے دل مین شبہہ آوے کہ کافرون نے کفر اور گناہ دنیا مین تھوڑے دنون کیا تھا یعنی عمر بھر کی مدت تو پھر انکو اسکی عوض مین ہمیشگی کے عذاب کی سزا دینا ظلم صریح ہے اسکا جواب یہ ہے کہ تمھاری غلط فہمی ہے بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے عذاب کا انکے واسطے عین انصاف ہے اور اس عذاب مین جزاء دیکھو نگی جَزَاءً وِفَاقًا

یعنی بدلا پورا موافق اُنکے عملون کے نہ زیادہ اُس سے اسواسطے کہ بعد تامل اور غور کرینگے معلوم ہوتا ہی کہ عمل اُنکے بھی بری اور غیر متناہی تھے اسواسطے کہ اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا وہ ہرگز حساب کی توقع نرکھتے تھے اور جب اُمید حساب کی نتھی تو اُنکے کامون کا موقوف ہونا جاری سے اور ان باتوں کے گم ہونے سے تھا نہ عذاب الٰہی کے خوف سے اور ثواب ملنے کے سبب سے اسواسطے کہ یہ دونون باتین حساب کے توقع کی صورت میں ہوتی ہین اور اُنکے عمل نکرنے کی یہ مثل ہو کہ عصمت بی بی زبے چادری اور اُنکے دلونمین محبت گناہ کی ایسی کبھی تھی کہ اُنکی رو ونکی رگ و ریشون مین مل گئی تھی اور ایک خاص طبیعت کا حکم پیدا کیا تھا اور رُوح تو ابدی ہی ہمیشہ رہیگی اور یہ خاص طبیعت کا حکم ... اُنکے ساتھ ہین اور ... اُنکے عذاب کا اور جب سبب ہمیشہ رہا تو مسبب کے پائے جانے مین کیا تعجب ہے اور بھی یہ بے اعتقادی حساب آخرت سے عمل جوارح پر کفایت نہ کی تھی بلکہ وہ عمل کہ اُنکی روح کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور ہرگز اسباب اور جوارح کو اس مین دخل نہ تھا اُن سے صادر ہوتے تھے تو وہ فعل ہمیشہ روح کے ساتھ ہین اسواسطے کہ یہ کفر کرتے تھے وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اور جھٹلاتے ہین ہماری آیتین جو جزا اور سزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تھین کذاب بکرا کر سینکے دلون مین اُنکے سچے ہونیکا گمان بھی نہ تھا اور اسطرح کا مر جانا کام روح کا ہی نہ بدن کا تو بعد جدا ہونے روح کے بدن سے برزخ مین اور پھر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین ہمیشہ وہی انکار باقی ہی مانند بدمزاجی سخت کے کہ دم بدم سبب رنج کا ہوتا ہی اسیطرح یہ انکار بھی دمبدم زیادتی عذاب کا سبب ہوگا اور پھر اگر کسی کی خاطر مین شبہہ گزرے کہ گناہ کی محبت اور آیتون کا انکار اور دوسرے روح کے بُرے عمل اسطرح کے تھے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پھر اُسکے بدلے مین اسطرح کا عذاب کرنا ظاہر مین کہان سے درست ہوگا اور جبتک گناہ ظاہر مین ثابت نہو مواخذہ اور پکڑ اسپر درست نہین ہی اور جو ان لوگون کے گناہ آدمیون کے سامنے ظاہر ہوتے تھے ہی عمل بدن کے تھے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے موقوف ہوئے اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہی کسی کو معلوم ہو یا نہو اور اُنکے اعمال وحیۃ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی بلکہ اُسکے خفیہ نویس یعنی کراماً کاتبین ذہن بھی لکھ رکھا ہے اور قول اور فعل اُنکے بھی اُسپر دلالت کرتے ہین وَكُلَّ شَيْءٍ اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وہ قول اور فعل کہ اُنپر دلالت کرتے تھے أَحْصَيْنَاهُ ہم نے انکو گن رکھا ہے اور ہمنے فقط اپنی گنتی پر

شراب کے دِہاقاً یعنی بھرے چھلکتے ہوئے ایک پر ایک پیے گئے ہیں اور دہاق کے لفظ سے عرب کے استعمال کے
موافق دونوں باتیں بوجھی جاتی ہیں بھرا ہونا اور پے در پے دینا اور پرہیزگاروں کو شراب پلانا خوشی
اور مزے کی زیادتی کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ شراب پینے سے ایسی سبک روحی اور خوشی اُن کو
حاصل ہوگی کہ بیباک اور بیحجاب ہو کر حوروں سے مزیداریاں کرینگے اور باغوں کی سیر کا لطف بخوبی اوٹھینگے
اور تمکین اور وقار اُن مزیداریوں کے حاصل کرنے میں کچھ مانع نہوگا جیسا کہ دنیا میں محبت الٰہی کی
شراب سے مست ہو کے احوال و مقامات اور انکار لوامع و طوالع و واردات کے باغوں سے پھل اور
لذتیں حاصل کی جاتی ہیں لیکن وہاں کے شراب میں کہ صحبت الٰہی کے معنوں کی تمثال ہے کوئی فساد کی
بات اور کچھ بُرائی نہ ہوگی جیسے دنیا کی شراب میں ہوتی ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ بہشت کی چیزوں کے نام دنیا کی چیزوں کے مانند ہونگے اور حقیقتیں سب
کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دنیا کی چیزوں کا خاصہ مواد عنصریہ کثیفہ میں صورت نوعیہ کے در آنے
سے ہوتا ہے اور بہشت کی چیزوں کا خاصہ اسماء الٰہیہ اور حقائق قدسیہ کے تجلیات کی تاثیر
سے کہ مادہ لطیفہ مثالیہ میں حاصل ہوگی پایا جائے گا ہر چند دنیا و آخرت میں اسماء الٰہیہ در ظہور
تاثیرات اُن اسماء کے غلبے کے سوا کوئی دوسرا سبب نہیں ہے لیکن کمال ظہور اور طہارت نشاء
اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور ناپاکی کی بُرائیوں سے دور رہنے سے دونوں کے درمیان میں تفاوت
آسمان اور زمین کا ہے وہ آگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی روشنی طور پر دیکھی تھی اسکو جو تھی
کی آگ سے کہ گدھے اور گائے کی لید سے حاصل ہوتی ہے کیا نسبت ولنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات
جو کسی شاعر کی شعر ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد * گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی * شعر ہر مرتبے کو ہستی
کے ایک حکم اور ہیں جدا ہیں جدائی جو نکرے وہ ستور ہے * پس بہشت میں شراب کی مجلس ایسی برائیوں
سے پاک ہوگی کہ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا یعنے اس شراب کے پینے میں نہ بیہودہ باتیں سنیں
گے اور نہ جھوٹ تو لڑائی اور گالی کا اور ہذیان اور بک بک بیفائدہ کا کیا ذکر ہے جسطرح انکی مجلس
دنیا میں بھی ایسی نہ تھی باتوں سے پاک تھی اور جھوٹ اور ٹھٹھے بازی اور مسخرگی اور عیب گیری انکی صحبت میں
دخل نہ رکھتی تھی اسیطرح بہشت میں بھی ہوگی اور یہ نعمتیں اور لذتیں کہ وہاں انکو حاصل ہونگی اس طور
نہیں ہیں کہ اس عالم کے اسباب سے اتفاقیہ ہوئی ہوں جیسا کہ دنیا میں والا عیونکے اختلاف سے [illegible]

بوجھا اور ارزانی ہوا کرتی ہی بلکہ یہ چیزین اُن کو ملین گی جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ بدلہ تیرے پروردگار کی
طرفسے کہ کامل ہو اور کامل جو دیگا تو پورا دیگا اور اگر کسی کو ملین گذری کہ بدلہ مین دو چیز کا لحاظ
ضرور ہوتا ہی ایک مرتبہ دینے والیکا دوسری قدر اُس کام کی جس کی عوض مین دیتا ہی اور یہان ہر چند
کہ جزا دینے والا نہایت اعلیٰ مرتبہ کا ہی لیکن انکے کام سب ملکر اسقدر کمال نہیں رکھتے ہین کہ اسکے جواب مین
نہین کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین جزا نہیں ہین بلکہ عَطَآءً بخشش اور انعام ہی لیکن بخشش
اور انعام ابتدا نہیں بلکہ حِسَابًا موافق اُنکے عملون کے دیا ہی نہ عمل کی اندازے پر شلاً جیسے کسی بادشاہ کو
انعام اور بخشش اپنے نوکرون کو دینا منظور ہو تو حکم کرے کہ جو ہماری جلو مین حاضر رہتے ہین اُنکو اتنا دو اور
جو فلانے قلعہ پر متعین ہے اُسکو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہے اسکو اتنا دو تو ایسی جگہ انعام
کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام دینے والی کے قدر کا نہیں ہوتا ہی بلکہ فقط کامون کی شمار سے نشان
اور پہچان کے واسطے ہو اور بس لیکن جو انعام اور بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہی اسواسطے جزا کے ساتھ بہت
مشابہت پیدا کی اور اسی سببسے اسکا نام جزا رکھا ہی اور یہ بھی جزا دینے والا ایسا شخص ہی جسکی
صفت یہ ہی رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان دونون
کے درمیان مین ہی اور آسمان اور زمین پر اور جو کچھ اُن کے درمیان مین ہی سب پر بخشش اور انعام بلا
بدون تکلیف اور بے وعدہ اور بے مستحق ہونیکے نہایت اعلیٰ مرتبے پر کیا ہی تو یہ انعام اور بخشش
اپنی اُن لوگون کے حق مین جو تھوڑی سی لیاقت بھی رکھتے ہین اور وعدہ بھی ان سے ہوا ہی اور مکلف بھی
ہین کسطرح پوری نکرے اسیواسطے اسکا نام یہ ہی الرَّحْمٰنِ یعنی بخشنے والا مطلق اور جو یہ نام رکھتا
ہی بے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہی توجسسے وعدہ کیا ہو کیونکر نہ پورا کرے گا لیکن باوجود اسکی ایسی
رحمت کے کہ ماں باپسے زیادہ اپنے فرمانبردار بندون پر شفیق اور مہربان ہی بزرگی اور جلال بھی اُسکا
نہایت مرتبہ اعلیٰ پر ہے یہانتک کہ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ قدرت نہ رکھینگے اُس سے باوجود اسقدر توجہ اور عنایت
و نزدیکی اور مرتبے کے خِطَابًا بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسی کی شفاعت
مین قریب ہو یا اپنا آشنا ہو اور یہ عظمت اور بزرگی ہر چند کہ اُسکی ذات کو لازم ہی لیکن ظہور کامل
اُسکا نہ ہوگا مگر يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جسدن کھڑی ہووےگی روح اور روح نام ہی ایک لطیفہ وند کا
متعلقہ کا کہ ہر مخلوق کو دی ہی آسمان ہو یا زمین یہاتھ ہو یا درخت ہوا ہو یا پتھر اور کسی کو دوسری جگہ ملکوت

کل شی کر کے تعبیر فرمایا ہی جیسا کہ سورۂ یٰس کے اخیر مین ہی اور اسی لطیفہ ورا کے سبب ہر مخلوق کو
اپنے پروردگار کی تسبیح اور عبادت میسر ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۱۵ ح ۵ ع کُلٌّ قَدْ عَلِمَ
صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ اور حقیقت مین وہ لطیفہ ایک جوہر ہے نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکھتا
ہی اور اسی جوہر روحانی کے سبب سے قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور روزہ اور کعبہ معظمہ
عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور
رات سب گواہ ہون گے اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ موذنون کیواسطے ہر پتھر اور ڈھیلا اور درخت
اور لکڑی جہانتک اذان کی آواز پہونچتی ہے قیامت کے دن گواہی دینگے اور اسدن وہ جوہر نورانی
اپنی اپنی مناسب شکلین پکڑ کے حشر کے میدان مین کھڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنے
مین مشغول ہونگے اور فرق آدمیون اور جاندارون کی روحون کے تعلق مین اور دوسری مخلوقات
کی روحون کے تعلق مین یہ ہی کہ تعلق پہلا دائمی ہے اور حلول سریانی سے تعلق رکھتا ہی جسنے سب
قواے طبیعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین درآ کے اپنے حکم کا تابع کیا ہی اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہے
اور حلول طریانی سے مشابہ ہی اسواسطے دنیا مین بھی بعضے وقت اثر اس تعلق کا ظاہر ہوتا ہی اور پتھر اور
درخت نبیون سے کلام کرتے ہین اور ان کے حکم پر کلام کرتے ہین اور ان کو سلام کرتے ہین اور قیامت
کے نزدیک یہ تعلق بھی نزدیک ہمیشگی کے اور سریانی کے ہوجاے گا اور یہی سبب ہی کہ جو احادیث مین
آیا ہی کہ قیامت کے نزدیک ایسے ایسے عجائبات بہت پائی جاوینگی اور اسکا بھید یہ ہی کہ اس تعلق کے
اثر کا ظہور ایسے وقت مین ہوتا ہی کہ حکم روحانی غالب ہوجاوین تو قیامت کے قریب کہ احکام وحی
کے غلبے کا وقت ہے زیادہ تر ظاہر ہونگی اور نبیون اور ولیون کی ہمت سے انکے سامنے بھی احکام روحی
غالب ہوتے ہین اور دوسرے مفسرون نے روح کی تفسیر مین باتین مختلف لکھی ہین لیکن حق بات یہ
ہے کہ جو اس جگہ مذکور ہوئی وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا اور کھڑے ہووین فرشتے ساتون آسمان اور زمین کے صفین
باندھکر جو اسدن کے کامون کو جاری کرنے مین جیسے جزا اور سزا دینا اور عملونکو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکھلانا
اور پلصراط سے اتارنا اور سوا اسکے اور کامون مین مستعد اور تیار ہین لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اسوقت مین بات
نکرینگے بلکہ دم نہ مارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہی اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ مگر جسکو پروانگی
دی ہے رحمان نے اور حکم ہووے کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو یا گواہی دو اور یہ حکم رحمت کے تقاضے سے ہوگا۔

اس شخص کے حق مین وَقَالَ صَوَابًا۝ اور کہیگا وہ شخص بات سچی اور خلاف قاعدے کے عرض نکریگا
مثلاً کافر اور بدعقیدون کی واسطے شفاعت نکریگا بلکہ جو شخص ایمان کے سبب لائق بخشش کے ہوگا
اُسکے گناہ کی بخشش طلب کریگا اور اسی طرح شہادت مین احتیاط کریگا کم و زیادہ نکہیگا اسواسطے
ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ وہ دن حق کا دن ہی جھوٹ اور نکمی بات اُسدن پیش نجاویگی اور سرسبز نہوگی
اُس دنیا کے دنون سے برخلاف کہ یہان سچ اور جھوٹ اور اچھائی اور برائی سب ملی ہوئی
ہے کچھ فرق نہین ہی اور ان معنون کا بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ وہ روز وہ ہی کہ جدائی اور تفرقہ نیکون
اور بدون مین اور امتیاز کرنا مسلمان اور کافر مین حق اُسدن کا ہی اور وہ دن اسی کام کے قابل
ہے نہ مانند دنیا کے دنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک بد کی اور شریک ہونا فرمانبردار
اور گنہگار کا یہان سب جاری ہی فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا۝ پھر جو چاہے بنالیوے اپنے
پروردگار کے یہان ٹھکانا تاکہ اُسدن اُسکو امتیاز اور عزت ہمچشمون اور برابری والون مین حاصل
ہووے اور طرح طرح کے عذاب سے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے سبب سے حق تعالیٰ کی طرف سے اُسدن
تیار ہوے ہین خلاصی پاوے اور رجوع الی اللہ کا فائدہ اُس عذاب کی خلاصی مین کہ قیامت کو نافرمانون
کے نصیب ہوگا منحصر نہین ہی بلکہ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ ہم نے بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرونکی زبانی تمکو ڈرایا
ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور کرتے ہو اور اُسکے حکم کی اطاعت سے سرکشی کرتے ہو عَذَابًا قَرِيْبًا۝ ایک
نزدیک کے عذاب سے کہ ہر شخص کو مرنے کے بعد عالم برزخ مین پیش آوے گا اور اُس عذاب مین اصل
اور رکن عالم کے خراب کرنے کی احتیاج نہین ہی بلکہ عالم صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اُسکے رکن اور
بنیاد کو گرا دینا کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ اس عذاب کی حقیقت بدعملون کی بری اور کالی شکلون
کا ظاہر ہونا ہی جو بدعمل مردے کی ذات پر غالب تھے بدصورتون اور ڈراونی شکلون سے اُسکی قوت خیالیہ
مین اسطرح سے کہ وہ قوت اُنکے اثر سے بھر جاویگی بغیر اسباب کے کہ نامۂ اعمال کھولے جاوین اور تھوڑے
بہت پر آگاہ کرین اور گواہ اور شاہدونکو حاضر کرین اور وہ مالک علی الاطلاق بپردہ تجلی غضب فرماوے
اور اپنے اپنے حقون کے دعوی کرنیوالے جمع ہووین اور سب اگلے اور پچھلے لوگ جمع ہو آوین اور ایک
اچھی جگہ نیکون کیواسطے اور دوسری خراب جگہ بدون کیواسطے علیحدہ علیحدہ مقرر کیجاوے اسیواسطے عذاب
قریب واقع ہوگا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ جسدن ہر شخص دیکھیگا جو اُسکے دونون ہاتھون

نے آگے بھیجا ہو یہان دو ہاتھون سے مُراد ہو عمل کرنیوالی دو قوتین یعنی نیک عمل کی قوت اور بد عمل
کی قوت اور تقدیم دلیل ہو اِس بات کی کہ ہیئت نورانی اور ہیئت ظلمانی اُن عملون کی اُسکی ذات مین
پیدا ہوئی اسواسطے کہ تقدیم اور ترجیح عمل کی بدون جمجانے اس عمل کی محبت کے اسکے دلمین متصور نہین ہے
اور وہ ہیئت ایک صورت رکھتی ہو عالم مثال مین اُسکو مناسب تو جب نفس انسانی ادراکات و تصرفات
اس عالم سے فارغ ہوکے بالکل متوجہ ادراکات اُس عالم کا ہوگا اُسوقت اُن صورتونکو دیکھیگا اور یہ
عذاب اِس قسم کا ہو کہ حکما اور فلاسفہ بھی اسکے قائل ہین اور عالم خواب پر قیاس کرکے اسکو واقعی جانتے
ہے مگر اتنا فرق ہو کہ خواب کے عذاب سے بسبب متوجہ ہونے نفس کے ساتھ ادراکات اس عالم کے جاگنے کیوقت
خلاصی اس عذاب سے متصور ہو اور برزخ کے عذاب سے اسطرح سے خلاصی متصور نہین ہے اسواسطے کہ وہ خواب
اپنے پیچھے بیداری نہین رکھتا بخلاف عذاب قیامت کے کہ کسی کی عقل اُسکو دریافت نہین کرسکتی تو یہ عذاب
بھی قریب ہو زمانہ وقوع کے اعتبار سے اور بھی قریب ہے عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے لیکن ایمان
اور اعتقاد کی درستی کے سبب اِس عذاب قریب سے بھی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہرچند اسکے بدعملون
نے شکلین تاریک اُس شخص کی ذات مین پیدا کی تھین لیکن ایمان صحیح اور اعتقاد درست نے بھی بڑی
شکل نورانی اسمین پیدا کی تھی بعد کھینچ کھانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا گناہ کے اندھیرے پر
غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بتہ کے شدت روشنی آفتاب سے پھٹ جائیگی اور کافر کو
سواے اُن شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری پاس نہوگی تا اُسکے نور سے اُس اندھیرے کو دور کرے ناچار حسرت کریگا
وَیَقُولُ الْکَافِرُ اور کہیگا کافر جب وہ صورتین بُری بُری اپنے کفر اور گناہ کی دیکھیگا اور اُسکے مقابل
مین کوئی صورت نورانی ایمان کی اپنے پاس نہ پاویگا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کیا اچھا ہوتا کہ مین مٹی ہوتا اور
کاش کہ انسان کی شکل نہ پیدا ہوتا تو یہ مجھ بُری صورتین ظاہر نہوتین اور مٹی کو خاص اسواسطے یاد کریگا
کہ اصل آدمی کی خاک ہو اسواسطے اگر نطفہ ہو تو غذا سے پیدا ہوتا ہو اور غذا یا زمین کی اُگنے والی چیز سے
پیدا ہوتی ہو یا حیوانات سے اور یہ دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور گوشت اور کھال اور خون
اور خلط بھی غذا اور دوا اور میوے سے پیدا ہوتا ہو اور پھر آخر کو یہ سب خاک ہوجاتا ہو اور جو خاک کے بعد کوئی
مرتبہ دوسرا اسکے خیال مین نہین پہونچا اور وقت بھاگنے کے صورت انسانیہ سے بعد مرتبہ کو کہ خاک ہو آرزو کرتا
ہو جسطرح کسی کو سفر مین رنج پہونچتا ہو تو کہتا ہو کیا اچھی بات ہوتی کہ گھر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہین

کہتا کہ مین راہ سے پھر جاتا یا راہ مین رہجاتا اسواسطے کہ اس کہنے سے کمال ودی اس بلا کی معلوم نہین ہوتی اور یہ بھی جان لیگا کہ یہ سب گرفتاری میری روح کو باقی رہنے کے سبب ہوئی اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہوجاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعًا اور موقوفًا روایت ہی کہ قیامت کے دن جانورون سے حساب کتاب کے بعد جیسے جس جانور نے کسی دوسرے جانور کو سینگ یا کھر مارا ہوگا وہان قصاص اسکا لیکے حکم ہوگا کہ سبکے سب خاک ہوجاؤ اسوقت کافر ان کی حال کو دیکھکر غبطہ کریگا اور کہیگا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مجکو خاک ہونیکا حکم ہوتا اور اس بری آدمیت سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوا ہی دور رہتا اور بعض صوفیہ نے فرمایا ہی کہ مراد خاک ہونے سے یہ ہی کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا مین اور تکبر و غرور اور نافرمانی نکرتا اور بعضو اعظون نے کہا ہی کہ مراد کافر سے ابلیس ہی کہ کافرون مین سب سے بڑھکے ہی سو جب حضرت آدم اور انکی اولاد پر طرح طرح کی بخششین اور نوازشین دیکھیگا آرزو کریگا کہ کیا خوب ہوتا کہ مین بھی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مین نے اور کہا خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ

سورۃ النزعات

یہ سورۃ مکی ہے اسمین چھیالیس آیتین اور ایک سو نواسی کلمے اور سات سو ترپن حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورۃ کا ربط سورۂ مرسلات سے قوی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ ابتدا اس سورۃ کی اس سورۃ کی ابتدا سے بہت مشابہت رکھتی ہی بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہی پہلی صافات دوسری ذاریات تیسری مرسلات چوتھی نازعات پانچوین عادیات اور صافات مین تین صفتین بیان کیگئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین لیکن عادیات کی سورۃ دو سبب سے مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہی اول چھوٹا ہونا اسکا اور بڑا ہونا ان دونونکا دوسرے یہ کہ دو صفتین وہان فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا اور ان دونون سورتون مین پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوا ان دونون سورتونکو شروع کی روش اور انداز مین بہت مناسبت ظاہر ہی لیکن بلیک بین صحابیون نے بہت غور کرکے دریافت کیا ہی کہ مدار سورۂ والمرسلات کا قیامت اور اسکے حکمونکی بیان پر ہی اور سورۂ عم یتساءلون بھی اسی قیامت کے وقائع اور احوال کی شرح ہی تو گویا سورۂ تساءل شرح اور تتمہ مرسلات کی ہی اسیواسطے دونکو

ایک جگہ پر لکھا ہو بعد اُسکے ابتدا کی مناسبت کی رعایت سے اس سورۃ کو لائے اور بعد غور کرنے کے بھی
معلوم ہوتا ہو کہ اس سورۃ کے مضمونون کو سورۂ تساؤل کے مضمونون کے ساتھ اسقدر مناسبت
واقع ہو کر نوبت اتحاد کی پہونچی ہے اور باوجود اس مناسبت کی رعایت مناسبت مطلع کی چندان
ضرور نہین ہو تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ اس سورۃ کے اول مین آپس مین سوال کرنا کافرونکا قیامت سے
مذکور ہو اور اس سورۃ مین سوال کرنا کافرونکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہو جیسا کہ یَسْئَلُوْنَكَ
عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا اور اُس سورۃ مین اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا اور اس سورۃ مین وَالْاَرْضَ
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور اُس سورۃ مین وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور اس سورۃ مین وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور اُس سورۃ مین اَلَّیْلَ
لِبَاسًا وَّالنَّهَارَ مَعَاشًا اور اس سورۃ مین وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور اس سورۃ مین سَبْعًا شِدَادًا
اور اس سورۃ مین ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا اور اُس سورۃ مین بارش کے پانی کا ذکر ہو کہ آسمان
سے نیچے آتا ہو اور سبزے کو اُگاتا ہو اور اس سورۃ مین چشمونکے پانی کا ذکر ہے کہ زمین سے نکلتا ہو اور سبزی کے
اُگانے مین مدد کرتا ہو اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا اور اس سورۃ مین یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ اور اس سورۃ مین
تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ اور اُس سورۃ مین جہنم کے حق مین فرمایا ہو لِلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا اور اس سورۃ مین فَاَمَّا مَنْ
طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى اور اس سورۃ مین دوزخی اور ٹھیراؤ دوزخیونکا دوزخ
مین اس عبارت سے ارشاد ہوئی کہ لّٰبِثِیْنَ فِیْهَاۤ اَحْقَابًا اور اس سورۃ مین کم ٹھیراؤ دوزخیونکا دنیا اور برزخ
مین اس عبارت سے فرمایا کہ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا اور اُس سورۃ مین جنت اور اُسکی نعمتونکے حق مین
یون فرمایا ہو لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا اور اس سورۃ مین وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ
الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى اور سوا اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب غور کرنیکے بعد ظاہر ہوتی ہین
اور اس سورۃ کے نازعات نام رکھنے کی وجہ یہ ہو کہ لفظ نازعات کی اُن ہی پانچون صفتون مین سے ہی
جو اس سورۃ کے اول مین مذکور ہین اور وہ سب کمالون کے حاصل ہونیکا وسیلہ ہین اور صفتین دوسری
فرع اُسکی ہین گویا یہ صفت ابجد کے قاعدہ کا حکم رکھتی ہو تمام علمونکی نسبت سے کہ حاصل کرنا سب علمونکا بدون
سیکھنے اس قاعدہ کے ممکن نہین ہو اس اجمال کی تفصیل یہ ہو کہ نفس انسان کا جب اپنی تکمیل کی طرف متوجہ
ہوتا ہو ہر کام کے حاصل کرنے مین علم ہو یا عمل کاریگری ہو یا پیشہ نیک ہو یا بد فائدے والا ہو یا نقصان
والا ہو ہر طرح سے اُسکو ضرور ہو کہ یہ پانچون مرتبے طے کرے تو اس مطلب کے کمال درجہ کو پہونچے اور مرتبہ تکمیل کا

بیان اون پانچ مرتبون کا جو نفس انسانی کو کسی کمال کے حاصل کرنے مین ضرور ہین

کا اس فن مین حاصل کرے اول یہ کہ اپنے تئین اُن چیزون سے جو اُسکے مطلب کے منافی ہین دور رکھے اور اس
حال مین اُسکو کوشش کرنا ہوگی کہ طبیعت اُسکی اُن ہی منافات کو چاہتی ہو یا شرع اُن ہی منافات
کے بجالانے کو حکم کرتی ہو یا عقل اُن ہی کیطرف کھینچتی ہو اور وہ شخص برخلاف طبیعت کے یا شرع
یا عقل کے اپنے تئین اُس چیز کے حاصل کرنے مین مشغول کرتا ہو اور ممانعت طبیعت اور شرع اور عقل
کی ہرگز خیال مین نہین لاتا اس حالت کو زور سے کھینچنا کرکے تعبیر فرمائی ہو وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ان ہی
معنون پر دلالت کرتا ہو اور جو یہ حالت شہوات نفسانی کو ترک کر سبب سے واقع ہوتی ہو اُسکو اہل سلوک کے عرف
مین توبہ اور مجاہدہ کہتے ہین دوسرے یہ کہ کثرت شغل سے اس چیز کے ساتھ اُسے محبت ہوجاتی ہو اور
اُس محبت کے سبب سے اُسکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہو اور دل اُسکی طرف رغبت کرتا ہو اور اگر اُسے
کسی سبب سے جدائی ہوجاتی ہو بے اختیار اُسیکا مشتاق رہتا ہو اور خطرہ اور تعلق اُسکے دل مین باقی نہین رہتا
ہو اور سب طرف سے منہ پھیر کے اُسکی طرف مشغول رہتا ہو اور اسی حالت کو نشاط کرکے تعبیر فرمایا ہو کہ اُسکو
ہندی مین اُمنگ کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اس حالت کو اگر حق تعالیٰ کی راہ مین ہووے
تو ارادہ اور شوق اور ذوق کہتے ہین اور مشکلکشائی اس راہ کی اسی صفت سے ہو لیکن بدون حاصل ہونے
پہلی صفت کے اُسکی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ یہ حالت بڑی محنت اور رنج سے حاصل
ہوتی ہو تیسرے یہ کہ مہارت بڑی اُس شغل مین حاصل کرے اور بے رنج اور مشقت کے وہ کام اُس سے ہوا
کرے اور بسبب کثرت کے ملکہ اُس کام مین حاصل ہوجاوے اور اس حالت کو ساتھ سباحت کے جو شناوری
کے معنون مین ہو تعبیر کیا ہو اسواسطے کہ تیرنے والا بے تکلف اور بے رنج پانی مین سیر کرتا ہو اور اہل
سلوک کے عرف مین اس حالت کو سیر احوال و مقامات کہتے ہین اور کمال کا اول سرا یہ حالت ہو کہ پہلے
اُسکو سوای طلب اور تلاش کے کچھ حاصل نہ تھا اور حصول مطلب کا اس حالت سے شروع ہوا چوتھا درجہ
سبقت ہو کہ اس کام مین برابر والون سے آگے بڑھ جاوے اور جو اورون سے اس صنعت اور فن مین نہو سکے یہ شخص اُسے سہولت
اور آسانی سے کرلے اور یہ حالت سب سے اعلیٰ ہو اور اسی کو سبقت کہتے ہین اور اصطلاح صوفیہ مین اس حالت
کو طیران اور عروج کہتے ہین اور پانچوان درجہ وہ ہو کہ کمال کی سب حدون کو طے کرکے تکمیل کے درجہ کو پہنچے
اور اس کام کا پیشوا اور استاد ہوجاوے کہ اور لوگ اُس سے اپنی حل مشکل کرین اور اس صنعت مین تدبیر
اور مشورے اُس شخص کے کام نکرسکین اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہو فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا اور صوفیہ

کی اصطلاح میں اس مرتبے کو مرتبہ رجوع اور نزول اور دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبہ تکمیل و ارشاد
کا کہتے ہیں اور یہ پانچوں مرتبے ہر کام میں خیر ہو یا شر اور ہر حال میں احوالوں کے نیک ہوں یا بد
آدمی کو آگے آتے ہیں سو بعضے نفوس کم استعدادی سے یا آگے آنے کسی مانع سے ان پانچوں مرتبے
کے حاصل کرنے میں قاصر اور محروم رہتے ہیں اور کوئی ایک یا دو یا تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے
ہیں اور بعضے توفیق الٰہی سے سب مرتبے طے کر کے مقتدا اور پیشوا ایک عالم کے ہوتے ہیں اور بعضے برائی
میں یکتا ہو کے ابلیس کے بھی اُستاد بنجاتے ہیں اور جو سورۂ عم یتساءلون میں مجمل اشارہ نفس انسانی
کے ان مرتبوں کے واقع ہوا تھا جیسے فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا اس واسطے اس سورۃ میں شروع ہی تفصیل ان
مرتبوں کی منظور ہوئی لیکن قسم کے طور پر اُن ہی مرتبے والوں کی نام سے تاکہ اُنکے نام سے قسم کھانا اُنکی
بزرگی پر دلالت کرے اور بھی اشارہ ہوا اس بات پر کہ قیامت کا آنا ان مرتبوں کے آثار ظاہر ہونیکے
واسطے بہت ضرور ہوا اس واسطے کہ دنیا میں انکی آثار کا ظاہر ہونا ممکن نہ تھا اس واسطے کہ دنیا کا عالم
اسکے ظاہر ہونیکا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے پھر قسم کو ظرف زمان سے کہ دن قیامت کا ہے مقید کیا تا معلوم
ہو جاوے کہ قسم کھانا ان مرتبوں اور ان مرتبے والوں کیساتھ اسی وقت میں ہے اسی قید سے اس واسطے
کہ قبل آنے اس وقت کے اور بے لحاظ کرنے اس قید کے قابل قسم کے نہیں ہیں تو یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ
ظرف ہے اور قسم کے فعل کا متعلق ہے کہ حرف قسم کا اس فعل پر دلالت کرتا ہے اور مجموعہ اس ترکیب کا مانند
وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ اور وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى کی ترکیب کے ہوا تو گویا اس کلام کے معنی یہ
ہوئے کہ قسم کھاتا ہوں میں ان لوگوں کی جنمیں یہ صفت پائی جاتی ہیں کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اور نشان
ان صفتوں کے ظاہر ہونگے تو پہلی صفت والوں کا غول علیحدہ ہوگا اور حکم اُنکے ایک طرح کے ہونگے اور دوسری
صفت والوں کا غول علیحدہ اور حکم ان کو دوسری طرح کی اسی طرح اور صفت والوں کا حال بھی سمجھنا چاہیے
اور جنمیں دو صفتیں یا تین یا چار یا پانچ مل کے اکٹھی پائی جاوینگی اُن کے غول علیحدہ علیحدہ ہونگے اور حکم اسی
طرح جنکی آپس میں مختلف ہونگے کہ دیکھتے ہی ہر ایک کا مرتبہ محشر والوں کو معلوم ہو جاوے اور کارخانہ قیا
اور عدل الٰہی کا اسمیں ہر ایک کا ظاہر ہو جاوے اس مضمون کو یوں سمجھنا چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسی
میر لشکر کی تعریف میں یہی کہے کہ قسم ہے فلانے امیر کے لشکری کی لڑائی کے دن جس وقت نقارہ ہو اور نقیبوں
کی پکار اس وقت ہر ایک سپاہی اپنے شکل جیسے غول باندھ کر سوار ہو جاتے ہیں یا کوئی شخص کسی کی پہری

تعریف مین کہو کہ قسم ہی فلانے سردار کے دربار کی کہ جسدن کچہری ہوتی ہی اور لوگ جمع ہوتے ہین اور
قلمدان اور بستے کھلتے ہین تو ہر ایک اپنے قرینے سے ہوتا ہو مثلاً متصدی خالصہ ورتن کے الا علحدہ اور
بیوتات اور خانسامانی والے علحدہ اور اسیطرح استیفا اور تقسیم اور بازیافت والے ہر ایک علحدہ علحدہ
اپنے اپنے مرتبے اور قرینے سے بیٹھتے ہین اور اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اب جاننا چاہیے کہ جو
پایا جاتا ان پانچون مرتبون کا یا دو یا تین یا چار مرتبون کا ان ہی مرتبون سے آدمیون مین باعتبار استعداد
کے مختلف اور فرق سے ہی جیسے بعضونکو نیک کام مین یادتی حاصل ہوتی ہو جیسے ملتی ہو جانا یا
کمال علم کو حاصل کرنا یا تقوی او طہارت مین کامل ہونا یا اللہ کی راہ مین کافرون سے لڑنا اور جو مانند
ان صفتون کے ہین ان کو حاصل کرتے ہین اور بعضے برے کام جیسے فسق او رفجور اور کفر اور بدعت
اور گمراہی و رالٹی بوجھ اور اسی قسم کی ور برائیان حاصل کرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ہر نیک او ربد کافر او رمسلمان
کسی ایک مرتبے مین ان مرتبون مین سے اٹھائے جاوین او راسی گروہ مین گنے جاوین چنانچہ حدیثین صحیح اسپر
دلالت کرتی ہین جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہو بعثہا اللہ فقیہا اور دوسری جگہ فرمایا فی زمرۃ الشہداء اور جو
لوگ با مین مرتے ہین انکا جھگڑا اور کشاکش اسمین مشہور ہو کہ انکو شہدا اپنی طرف کھینچتے ہیں کہ یہ لوگ شہید ہین
ہمارے غول مین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وہ لوگ اپنی طرف کھینچتے ہین کہ یہ اپنے فرش پر مرے ہین
ہم مین آوین انکو رتبہ شہدا کا کہان سے ملا اور فقہا مین بھی اسیطرح کی کشاکش اپنی اپنی طرف ظاہر اور معلوم ہے
اور سب یہ مرتبے والی کسی قسم سے ہو دین اچھے یا برے رکن یوم الفصل کے ہین اور اس سبب سے کہ ظاہر ہونا
عدل اور جزای الٰہی کا ان ہی مین ہوگا اسواسطے قابل اس قسم کے ہوی اگرچہ بعضے بعضے ان مین سے حقیقت
مین مردود اور ملعون شقی اور بدبخت ہین اسواسطے کہ اسجگہ پر فقط بیان کرنا جزا اور سزا کی تعلق کا ان کے وجود سے
منظور ہے نہ حقیقت حال انکی ذات یا صفات کی کہ انجام کار انکا یہ ہی اس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہیے کہ بہت
باریک بات ہی اور اسکے مان لینے مین تردد اور بہکنا نچاہیے اور قرآن کے لفظ مین کہ دوسری جگہ پر
فرمایا ہو وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ خوب غور کرکے اس بات کو بوجھا چاہیے تاکہ وہ شبہہ جو
اسمطلب مین محتمل ہوا ہو بالکل دفع ہوجاوے جب یہ مقدمہ درست ہوچکا تو اب یہان سے تفسیر شروع ہوتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ قسم ہے اس جماعت کی کہ کھینچتے ہین اپنے تئین کام مین سخت کھینچنا اور

غرق کا لفظ اِس جگہ اغراق کے معنو مین لائے ہین جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہین
جیسے فَاَنْبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتًا اور اغراق عرب کے لغت مین سخت کھینچنے کو کہتے ہین کہ لگایا ہی کمان کھینچنے سے
کہ جب کمان کو خوب کھینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر ہو جاتی ہے گویا غرق ہو جاتی ہی وَالنّٰشِطٰتِ
نَشْطًا ۙ اور قسم ہی اُس جماعت کی کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنی کام ہنسی خوشی سے کرتے
ہین وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ اور قسم اُس جماعت کی جو تیرتے ہین کام کرنے مین تیز نا کر کے اور بے رنج اور
بے مشقت کام مین مشغول ہوتے ہین فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ پھر قسم اُنکی جو اپنے برابر والون کے کام مین بڑھ جاتے
ہین فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ پھر قسم ہے اُنکی جو تدبیر کرنیوالے ہین کام کی کہ جتنے پہلے مذکور ہو چکے سب اپنے
اپنے کامونکی تدبیر پوچھنے مین اور مشورہ لینے مین اُنکی طرف رجوع کرتے ہین اور اپنے اپنے کامونکی
تدبیرین اُن سے پوچھتے ہین اور حرف فا کے لانے کا سبب اِن دو قسمون کے آخر مین یہ ہی کہ ان دونون
فرقون کا مرتبہ بہت بلند ہے پہلے تینون فرقون کی نسبت سے اسواسطے کہ یہ خود بھی کامل ہین اور
دوسرے کو بھی کامل کر دیتے ہین اور آخر والے کا مرتبہ چوتھے سے بھی زیادہ ہی اسواسطے کہ چوتھے
مرتبے والے کی سبقت اپنے ہم جنسون سے انہی کی تدبیر بتلانے سے ہوئی ہی اور گویا کہ عالم دنیا مین قائم
رکھنے والے اس کام کے یہی ہین اور اعلےٰ اور ادنیٰ کی قسم کھانے مین فرق ضرور ہی اسیواسطے فاے
تعقیبی لائے تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ اعلیٰ کی سوگند ادنیٰ کی سوگند کے بعد ہی اور ترقی ادنے
سے اعلیٰ کی طرف کرتے ہین یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ ۙ یعنے قسم اُن جماعتونکی اُسدن کہ کانپے گی کانپنے والی
یعنے زمین اور پہاڑ جنبش مین آوینگے پہلے صور پھونکنے سے اور روحین بدنون سے جدا ہو جاوین گی
اور انتظام دنیا کا درہم برہم ہو جاویگا تَتْبَعُهَا الرَّادِفَۃُ ۗ بعد اُسکے آوی پیچھے آنیوالی مراد پیچھے
آنیوالی سے دوسری مرتبہ کا صور پھونکنا ہی کہ اُسکے سبب سے پھر روحین قالب مین رجوع کرینگی اور نئے
سر سے یہ عالم دوسرے رنگ پر پیدا ہو ویگا اور اِس قسم کے جواب کو مذکور نہین فرمایا ہی اسواسطے
کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہے یعنے ان قسم والون کے دل اُسدن مختلف ہونگے پھر جن لوگون نے
اللہ کی رضامندی مین اِن مرتبون کو حاصل کیا ہی آرام و چین مین ہونگے اور ہنستے خوشیان کرتے
چہرے تازے چمکتے ہوئے اٹھینگے اور جن لوگون نے خلاف مرضی الٰہی کے اِن مرتبونکو حاصل کیا ہو حیران
اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دن کام آوے وہ ہم سے نہوا جیسے کہ ارشاد

فرمایا ہے قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ کتنے دل اُسدن دھڑکتے ہونگے مارے بیقراری و گھبراہٹ کے
اور وہ گھبراہٹ اسطرح کی ہوگی اُسکو تھام نہ سکینگے بلکہ چہروں سے اُنکے ظاہر ہوگی کہ مُنہ پر اُنکے ہوائیاں
اُڑتی ہونگی اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ آنکھیں اُن دلوالونکی تابیک اور حیران ہونگی اور آرام اور چین والونکی
دلونکا حال اسجگہ بیان نہ فرمایا اسواسطے کہ یہان خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرانا اس کی حال سے
منظور ہے اور جب معلوم ہوا کہ کتنے دل اُسدن بیقرار اور بیچین ہونگے دہشت سے تو ڈرنا چاہیے ایسا
نہ ہو کہ ہمارے دل بھی اُن ہی مین سے ہووین اور اپنے دلونکو مطمئنہ اور آرمیدہ سے یقیناً نہ جاننا چاہیے
اسواسطے کہ یہ بات یقینی نہین ہے بلکہ شکی ہے اور شک پر توقع اور امید نہ رکھنا چاہیے اسواسطے
کہ خوف کی جگہ شک بھی کافی ہے اور امید کیواسطے ظن غالب ضرور ہے اور بعضے مفسرون نے راجفہ کے لفظ
سے زمین اور پہاڑ مراد لیے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ اور رادفہ
کے لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لیے ہین اسواسطے کہ زلزلے کے بعد زمین پھٹکے منتشر ہوجاوینگے
اور بعضے کہتے ہین کہ راجفہ پہلے زلزلے کا نام ہے کہ زمین اسکے سبب سے ہلجاویگی اور رادفہ دوسرے زلزلے کا
نام ہے کہ ہر جز زمین کا اسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہوجاویگا اب اسجگہ پر جاننا چاہیے کہ مفسرون نے اختلاف
کیا ہے تعین یا صدق علیہ مین اُن پانچون صفتون کے کہ اس سورہ مین مذکور ہین یعنی اسبات مین اختلاف
ہے کہ مراد اُن پانچون صفتون سے کیا ہے بعضون نے ایک ہی چیز مراد لی اور بعضون نے کئی چیزین مراد
لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کرکے یعنے آپس مین اُن کے تعلق اور ربط ہو اور ایک ہی کام مین
سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہے اور مختلف اور متفرق چیزین
مراد لی ہین اور اسی طرح جس سورہ کا شروع مثل اس سورہ کی ہے جیسے والعادیات اور والمرسلات تو انمین
بھی یہی اختلاف ہے اب اس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہے حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین
کہ وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا سے اہل سلوک کے دل مراد ہین کہ اپنے نفسون امارہ کو جو خواہشون مین غرق ہوگئے
ہین زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی انکے دل مراد ہین جو درگاہ الٰہی مین پہونچنے کے مشتاق ہین
کہ روک اور موانع عبادت کے انکے نفسون سے دور ہوگئے ہین اور نہایت خوشی اور سرور سے عبادت مین
فرض ہو یا نفل اپنے اوقات مشغول رکھتے ہین اور سابحات سے بھی دریای معرفت کے تیرنیوالون کے دل مراد ہین
اسواسطے کہ اس دریای بے پایان مین خوض کرنا اور غوطہ لگانا ثمرہ مجاہدہ کا ہے اور پھل اس کوشش کا انکا حال

اور مقاموں کو پہونچ جانا اور سابقات سے وہ دل مراد ہین جو اپنی مراد کو پہونچے ہین یعنی سلوک کی منزلون کے
قطع کرنے کے بعد قرب اور وصال کی انتہا کے مرتبے کو پہونچ گئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون
مین ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہین اور مدبرات امراً سے کاملون اور مکملون کے دل مراد ہین کہ بعد
پہونچنے کے درگاہ الٰہی مین صفات الٰہی سے موصوف ہو کر خلق کی دعوت خالق کیطرف کرنیکے واسطے
پھر اسطرف رجوع کرتے ہین اور قسم کا جواب سکوت مین یوم ترجف الراجفة کے پہلے مقدر ہے یعنی لترجعن
الی اللہ مؤمنین ان اتصفتم بہذہ الصفات ومطرودین ان اتصفتم باضدادھا یعنے پہونچوگے
اللہ کیطرف ہنسی خوشی سے اگر متصف ہوگے ان صفتون سے اور اگر اسکے خلاف کروگے تو راندے جاؤگے اور علما
ظاہر کے کہتے ہین کہ مراد مراتب کامل کرنا قوت علمیہ کا ہے اور نازعات غرقا سے طالب علم مبتدی مراد
ہین کہ معنی مشکل کو اپنی فکر کے زور سے متنون اور شرحون اور حاشیونکی عبارت سے کھینچ نکالتے ہین اور ناشطات
سے طالب علم متوسط حال کے مراد ہین کہ سخت مطلب کو حل کرتے ہین اور مشکل کو آسان کرتے ہین اور نشطا
کا لفظ نکالا گیا ہے نشط البعیر سے یہ مثل عرب مین مشہور ہے یعنے اونٹ کے پاؤن کھولدیے اور سابحات
سے منتہی طالب العلم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلے کو خوب دریافت کرکے علم کے دریا مین تیرتے ہین اور سابقات
سے بڑے بڑے فاضل باریک بین مراد ہین کہ انکا ذہن مشکل اور باریک بات کی طرف سبقت کرتا ہے اور
مدبرات امراً سے کتابونکی تصنیف کرنیوالے اور قاعدونکے بنانیوالے اور اصل اور فرع کے ٹھیرانیوالے مراد ہین اور
جواب قسم کا یہان بھی مثل اسجگہ کے مقدر ہے یعنے لتبعثن یوم ترجف الراجفة فیکشف لکم عن حسن الاشیاء و
قبحہا وتعرفون الحق عن الباطل والہدی من الضلال یعنے البتہ اٹھائے جاؤگے جسدن کانپنے کی کانپنے
والی پھر کھلجاویگی تم پر نیکی اور بدی سب چیزونکی اور پہچانوگے سچ اور جھوٹ اور ہدایت اور گمراہی اور
مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی اور مجاہدین اور انکے گھوڑے اور ہتھیار پھر نازعات
غرقا سے غازیون کے ہاتھ مراد ہین کہ کمانون کو زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی غازیون کے ہاتھ مراد
ہین کہ تیرونکو کافرون کیطرف چھوڑتے ہین من نشط الدلو اذا نزعہ بسہولة یعنے نشط الدلو یہ مثل ہے
عرب کی جب ڈول کو آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مراد ہین کہ خوشی اور کھیل سے
لڑائی کے میدانونمین آتے ہین اور سابحات سے غازیون کے گھوڑے مراد ہین کہ دشمنونکی صفونمین تیرتے ہین اور
سابقات سے مراد اول سے غول یا انکے گھوڑے مراد ہین اور مدبرات امراً سے بادشاہ اور امیر اور وزیر مراد ہین کہ لڑائی

کے کام انکی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہین اور کوچ اور مقام اور چلنا اور پھیرنا انکی تجویز سے
ہوتا ہو اور نجومی کہتے ہین کہ مراد اس جماعت موصوفہ سے ستارے ہین کہ پہلے مانند تیر کمان سے چھوٹے
ہوے کہ فلک الافلاک کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہین اور دوسرے خاص اپنی
حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج مین نقل کرتے ہین اور اس حرکت کو نشاط کرکے تعبیر کیا ہی
نکالا ہو اس لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب مین بولتے ہین جب بیل بھاگتا ہو ثور ناشط یعنے نکلا بیل
ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف اور سابحات سے حرکت انکے مرکز ذکی مراد ہو کہ مچھلی کے مانند اُس حرکت
مین تیرتے نظر آتے ہین اور جمع ہونے حرکتون سے اور مخالف ہونے ان ہی حرکتون کی آپس مین ایک دوسرے سے
سبقت کرتے ہین اور وضعون کے اختلاف سے کہ اس حالت مین انکو حاصل ہوتا ہو عالم کی تدبیر کرتے
ہین اور ہر ستارہ اُس کام مین کہ اس سے متعلق ہو دخل رکھتا ہو اور ملنا اور جدا ہونا اور بدلنا فصلونکا
اور وقتون کا اور پہچاننا دنیا کی ہونیوالی چیزون کا اور آنیوالے حادثون کا ان سے سمجھا جاتا ہو اور حضرت
ابو النصر الحسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہو اور واعظ اور نصیحت کرنیوالے کہتے ہین کہ ان
مراد وہ فرشتے ہین جو کافرون کی روحون کو نہایت سختی سے کھینچتے ہین تو نازعات غرقًا انپر صادق آتا
ہے اور مسلمانون کی روحون کو آہستگی سے نکالتے ہین تو ناشطات نشطًا ہو جاتے ہین اور بعد قبض کرنے
روحون کی ان روحون کو لیکر عالم برزخ کی سیر کرتے ہین تو سابحات سبحًا ہو جاتے ہین اور آپس مین ایک جگہ
ایک دوسرے کے آگے ہو جاتے ہین اور سوال و جواب اور عذاب اور بہتری قبر کی تدبیر کرتے ہین اور جواب
اس قسم کا دونون صورتون مین اسی طرح محذوف ہو یعنے لتبعثن بدلیل انقلاب الحرب و انقلاب الحوادث
بتدابیر الکواکب و شہادۃ الموت یعنے ہر آئینہ اٹھائے جاؤ گے لڑائی اور حوادثون کے انقلاب کی دلیل سے
بسبب تدبیر ستارون اور گواہی موت کے اور بعضے ان سے کہتے ہین کہ نازعات اور ناشطات وہ فرشتے ہین
جو مسلمان اور کافرونکی روحین قبض کرنے پر مقرر ہین اور سابحات اور سابقات وہ فرشتے ہین جو
رسالت اور کامونکو جاری کرنے پر مقرر ہین اور مدبرات امر از بڑے درجے اور بڑے مرتبے کے فرشتے
ہین جیسے حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل و حضرت اسرافیل و حضرت عزرائیل علیہم السلام مع اپنے
لشکر اور انکے سردارون کے کہ ہر ایک کو انمین سے ہونیوالے کامون کی تدبیرونکے واسطے مقرر فرمایا ہے
جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی آثار نار سو لون پر ان سے متعلق ہے اور حضرت

میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسنا اور زمین سے اگانا اور رزق کا پہونچانا انسے تعلق رکھتا ہی اور حضرت
اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیون اور جانورون مین روح کا ڈالنا اور لوح محفوظ
اور اندازہ کرنا رزق اور عمر اور ہر شے کا متعلق ہی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام سب لوگونکی روحین
قبض کرنے پر اور بیماریون اور آفتون پر مقرر ہین اور بعضے کہتے ہین کہ نازعات سی غازیون کی کمانین مراد
ہین کہ تیر انکو کمانون کے اندر کھینچتے ہین اور ناشطات سی اونٹ اور بیل مراد ہین کہ کنوون سی پانی کو
کھینچتے ہین اور سابحات سے کشتیان مراد ہین کہ دریا مین تیرتی ہین اور سابقات سی گھوڑے دوڑنیوالے مراد ہین
اور مدبرات امراسے عقل والے اور حکمت والے مراد ہین کہ ہر مقدمہ مین اپنی عقل کے زور سے تدبیر نکالتے ہین
اور اسکے کام کیواسطے حیلے بتاتے ہین اور جواب قسم کا وہی ہی جو ذکر ہو چکا اور مناسبت ان قسمونکی
مقسوم علیہ سے یعنی جسپر قسم کھائی گئی کہ قیامت کا دن ہی ادنی تامل سی معلوم ہو سکتی ہی جیسا کہ پہلے بیان
ہی کچھ چھپی نہین ہی اور جب اس کلام سی ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کتنے دل نہایت بے چینی اور بیقراری
مین ہونگے اور آنکھین انکی تاریک اور پتھرا جاوینگی تو گمان اس بات کا ہوا کہ شاید سننے والونکے دلمین یہ
گذرے کہ اس بات کے سننے سے کہ نہایت پر خوف اور مہلک ہی کافرون نے کیا کہا ہوگا آیا دہشت اس واقعہ
یقینی آنیوالے سے کوئی فکر اور تدبیر کرتے ہین یا ابھی تک اسی طرح غافل اور بیخبر ہین اسکے جواب مین ارشاد ہوا کہ
يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ کہتے ہین کافر کیا پھر بنائے جاوینگے ہم اپنی پہلی حالت پر یعنے بعد مرنے
کے کیا پھر زندہ ہونگے ہم اور حافر لغت عرب مین راہ کاٹنے کو کہتے ہین اسواسطے کہ حافر اور حافرہ بیل کے کھر
کو کہتے ہین اور جب راہ مین وہ چلتا ہی اسکے کھر کے نقش بنجاتی ہین تو گویا کھر کے نشان کو کھر نام رکھا پھر راہ
کو کہ اسمین سم کے نشان ہوتے ہین مجاز کے طور پر حافرہ کہا اور غرض اس سے یہ ہی کہ کافر آخرت کے جینے کا
انکار کرتے ہین اس شبہہ سے کہ اگر بعد موت کے پھر زندگی ہوتی تو اسی اپنی پہلی حالت پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع
اس حالت اول پر خلاف واقعہ کے ہی ورنہ سفسطہ لازم آوے اور جوان ہونا بڈھے کا اور لڑکا ہونا جوان
کا اور لڑکے کا مان کے پیٹ مین پھر جانا سب درست ہو جاوے اور پھر اپنے شبہے کے قوت اور مضبوط کرنے
کے واسطے ایک اور استفہام انکاری اور تعجبی سے پوچھتے ہین أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً کیا پھر زندہ ہونگے
ہم جبکہ ہو جاوینگے ہم ہڈیان کھوکھلا یعنی کہ ہوا کے اندر جانے سے ان ہڈیون سے آواز نکلتی ہی اور نخیر لغت عرب
مین ہوا کی آواز کو کہتے ہین جو چیز اندر سے خالی ہی اسمین سے ہوا چلتے وقت آواز نکلتی ہی اور انکے شبہہ کا اس

مقدمے کے بڑھانے سے قوت دینے کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑ گئی اور آسکے اجزا آپس مین جدا جدا ہوگئے اور صورت ترکیبی اسکی باطل ہوگئی تو اگر اسیوقت بڑھیل جاہین کہ پھر پہلی صورت پر کردین تو ہوسکتا ہے اسواسطے کہ اجزای اصلی اسکے ابھی سب موجود ہین کوئی متفرق اور پریشان نہین ہوئے اور کسی طرح کا نقصان اُن اجزا مین پہلی صورت پر جانیکے واسطے پیدا نہین ہوا اور جب زمانہ بہت گذرتا ہے اور اسکے جزء اصلی متفرق اور پریشان ہوجاتی ہین اور انکے جزؤن مین نقصان آجاتا ہے یا بعضے جز بالکل خراب ہوجاتی ہین پھر اس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل بلکہ محال ہوجاتا ہے جیسا کہ انکی بانتہ کی بنائی ہوئی چیزون مین یہ بات دیکھی ہوئی ہے اور یہ بات تجربہ مین آچکی ہے پھر دعوی پھیرنے اور زندہ کرنے مُردون کا کہ مسلمان کرتے ہین اگر اسیوقت بعد موت کے ہوتا تو شاید ہوسکتا اور جب یہ وعدہ بعد گذرجانے قرنون اور زمانون کی کرتے ہین کہ ہڈیان سڑگل جاوینگی اور رطوبت اور تری کہ شرط زندگی کی ہے بالکل خشک ہوجاویگی توکسطرح یقین کیا جاوے اور اگر کافر دنکو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین کہا جاوے کہ البتہ پھرنا پہلی حالت پر ان معنون سے ہوسکتا ہے کہ ایک حالت جو پہلی حالت سے مشابہت رکھتی ہے تعاقب امثال کے طور پر حاصل ہوگی نہ پہلی حالت پر پھرنا بعینہا اور تعاقب امثال مین کچھ جگہ تردد اور انکار کی نہین ہے اسواسطے کہ پے درپے آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور چاند کا بدلنا اپنی شکل پر ہر روز اور مختلف ہونا فصلونکا ہر مہینہ مین بسبب چلنے آفتاب کے نئے برج مین اور بدلنا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہے ہرگز جگہ شبہہ اور تامل کی نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پھر اسکو اسی طرح کا بنا دینا کچھ موجب تعجب کا نہین ہے خصوصاً جسوقت بنانیوالا بڑی قدرت کامل بلکہ اکمل رکھتا ہو تو اسکے نزدیک بگاڑ کر اسیوقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہوگا اور پھر دوسری مرتبہ ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ یہ جینا دوسری مرتبہ کا بعد جدا ہونے ہر عضو کے اور خشک ہوجانے سب رطوبات کے تو بڑا ٹوٹا ہے اسواسطے کہ بعضی چیزون اپنی کو نہ پاوینگے اور بہت سی چیزین ہم سے گم ہوجاینگی اور مال اور اسباب اپنا کمایا ہوا آپ سے جدا ہو جاویگا تو پھرنا ہمارا دوسری مرتبہ اس جہان مین مانند پھرنے اُس مسافر کے ہوا کہ اپنے گھر سے مال اور اسباب بہت سا لیکر صحیح اور سلامتی کے ساتھ مسافرت کو گیا اور سب چیز اسکی لٹ گئی اور آپ

تن تنہا سب میں زخموں سے چور ہو کر بلکہ ہاتھ پاؤں کٹوا کر اپنے گھر کو پھر آیا تو یہ پھرنا بالکل نقصان کا ہے حق تعالی
جل شانہ انکی تعجب کرنے کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تعجب تمھارا اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام اور تاثیر
کو اپنے کام اور تاثیر پر قیاس کرتے ہو اور اس قادر علی الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو
کہ بے آلات اور اسباب کے کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور یہ فہم کی غلطی ہے اسواسطے کہ اس مالک الملک
کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر موقوف نہیں ہے کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہو سکے اور نہ پائی جاوے تو نہ ہو سکے
بلکہ اسکے حکم کن میں سب چیز ہو جاتی ہے اور آلات اور اسباب بھی اسکے حکم سے جمع ہو جاتے ہیں فَاِنَّمَا
هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ پھر نہیں ہے یہ زندگی مگر ایک جھڑکی اور مراد اس جھڑکی سے دوسری مرتبہ کا صور
پھونکنا ہے کہ بعد اس آواز کے سب روحیں اپنے بدنوں سے ملجاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے سب شرطوں
اور اسباب کو جمع کرے گا اور اس تعلق کے سبب سے زندگی کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی اس بچے
کے جو ماں کے پیٹ میں زندہ ہے یا ابھی پیدا ہوا ہے کہ اسکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہے اور بڑی
مشکل سے ہلتا اور جنبش کرتا ہے اسواسطے کہ وہ سب بعد سننے اس آواز کے زور سے جلدی حرکت
کرینگے اور زمین کے نیچے سے نکلیں گے فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ پھر تبھی وہ سب آگئے برابر میدان میں اور
ساہرہ لغت میں سفید اور برابر زمین کو کہتے ہیں اور حشر کے میدان کا نام ہے اسواسطے کہ اسدن اس
زمین کی یہی حالت ہوگی اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ساہرہ اس جگہ جاگنے کے معنوں میں ہو سہر
کے لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنوں میں ہے مانند کاذبہ اور خاطئہ کے اور اس آیت کے معنی اس احتمال پر
یہ ہونگے کہ جو کافر مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں کہ بعد مرنے کے قیامت تک کہ وہی وعدہ پھر جینے کا ہے
ہزاروں سال کا فاصلہ اور دوری ہے اور اس عرصہ میں ہڈیاں سڑ گل جاوینگی اور بدن کے سب اجزا
اور رطوبتیں نیست و نابود ہو جاوینگی پھر دوسری مرتبہ اس شکل کا درست ہونا کہ زندگی اسی پر موقوف ہے
کس طرح سے ہوویگا اور مسلمان کہتے ہیں کہ باوجود ان سب باتوں کے پھر زندہ ہونگے اسواسطے کہ اصلی جزوں کا
باقی رہنا شرط ہے دوسری زندگی کیواسطے سب چیزوں کا باقی رہنا کچھ ضرور نہیں ہے اور اصلی جزوں کو
حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھیگا پھر دوسری مرتبہ کافروں نے کہا کہ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ
یعنی اسطرح کا زندہ ہونا کہ سب جزو باقی نرہینگے ناقص ہے اسواسطے کہ سب جزو زندہ نہوویں تو دوسری زندگی
کہ اصلی جزوں کے سبب سے پائی گئی تھی وہ بھی ناقص ہوگی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوئے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہے اور

تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت زور آور اور کامل ہوگی تو تمہارے مذہب اور دعویٰ کے خلاف ثابت ہوا حق تعالیٰ نے ان کافروں کے جواب میں یہ فرمایا ہے فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ یعنے پھر نہیں ہے وہ جینا دوسری مرتبے کا مگر اثر ایک جھنکار کا پس تب ہی یہ سب خوابی اور بیداری یعنے کچھ غفلت اور کچھ ہوشیاری میں آوینگے حاصل کلام کا یہ ہے کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہے نہ اسکے نقصان اسکے نقصان پر کچھ بدن کے جزون کی کمی زیادتی پر نہیں ہے اور بیٹے کے بچے اور جینے ہوئے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہ ہے کہ قوت روحانی انکی جو اپنے کمال کو نہیں پہونچی ہے بلکہ روز بروز ترقی پر ہے بخلاف ارواح موتیٰ کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہونچکے اس جہان سے مر گئے ہیں اور ان کی روح کا ان کے بدن سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہیں ہوا ہے تا کہ جینے کے وقت ناقص اٹھیں بلکہ ان جینے کو بعد مرنے کے جاگنے پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہیے اسواسطے کہ وقت سونے کے تعلق روح کا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہوجاتا ہے اور حس و حرکت سمجھنا اور بوجھنا باطل ہوجاتا ہے اور ایک آواز سخت کرنے میں وہ تعلق جیسا تھا ویسا ہی پھر ہوجاتا ہے اور اسکی قوت روحانیہ میں کچھ نقصان نہیں پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنے کسی کمال کا نہیں ہوتا کہ مانند چھوٹے لڑکے اور بیٹے بچے کے انتظار بالغ ہونیکا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہونچے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ساہرہ کا لفظ اسم فاعل ہے سہر کے لفظ سے نکلا ہے جو بیخوابی کے معنون میں ہے فَاِذَا هُمْ مُتَلَبِّسُوْنَ بِالْاِبْدَانِ السَّاهِرَةِ یعنے پھر یکا یک انکی روحیں در آوینگی جگے ہوے بدنوں میں کہ صور کے پھونکنے کے پہلے بسبب تعلق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے اور در آنے ان کے قویٰ کے مستعد اور تیار زندگی کے قبول کرنیکے ہو رہے تھے یہانتک کہ قابل خواب کے بھی نہ رہے اسی سبب سے وہان کی زندگی دنیا کی زندگی سے کامل ہوگی اسواسطے کہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا میل موت کا بھی رکھتی ہے جیسے نیند کہ موت کے برابر ہے اور وہان کی زندگی نیند بھی نہیں رکھتی ہے اسقدر موت اور جو مشابہت موت سے رکھتی ہے اس سے دور ہے اسواسطے بہشتیونکو بہشت میں اور دوزخیونکو دوزخ میں نیند نہ آویگی جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہیں ہے اور جب کافر باوجود ایسے بیان واضح اور مثالون کے آخرت کے جینے کو یقین نہیں کرتے اور اپنی ہی ضد پر قائم ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دلیلون اور تمثیلوں سے ہماری تسلی خاطر نہیں ہوتی اسواسطے کہ ایسی ہڈیاں بوسیدہ بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کی قبول کرنے کی لیاقت نہیں رکھتیں ایک ہی دن میں سب بدلا جائینگا

اسطرح کا پے درپے آنا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت دراز کے ہرگز ہماری عقل مین نہین آتا جبتک
اپنی آنکھ سے اسطرح کی کوئی چیز نہ دیکھین ہم اور ایک مرتبہ کسی مُردے کو زندہ ہوتے دیکھ لین مسلمان
عاجز اور رنجیدہ ہوکر اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حق تعالیٰ ایک مردے کو جسپر صدہا
برس گذرے ہوتے اُن کے سامنے زندہ کردیتا تو سب انکا انکار ٹوٹ جاتا اور حجت الزام کھاجاتے
اسواسطے حق تعالیٰ ہر ایک مسلمان سے خطاب کرکے فرماتا ہی اور بطریق استفہام کے پوچھتا ہی هَلْ اَتٰكَ
حَدِیْثُ مُوْسٰی ۞ کیا پہونچی ہی تجکو خبر موسیٰ کے قصے کی کہ فرعون کے سامنے جو بڑا سرکش بادشاہ تھا اور ہزارہا
آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے بارہا اپنے ہاتھ کی لکڑی کو زمین پر ڈالدیا بمجرد زمین پر گرنیکے وہ عصا
ایک بڑا اژدہا ہوجاتا تھا اور اپنے منہ کو پسارتا تھا اور آواز سخت کرتا تھا پھر بعد واقع ہونے ایسی
زندگانی پے درپے کے ایک لکڑی مین کہ کچھ لیاقت زندگی کی نہ رکھتی تھی اور تری بھی نہ تھی کون جگہ تردد یا
اور شک کی باقی رہی تھی لیکن فرعون باوجود دیکھنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی بمجرد زمین مین پہونچنے
کے اژدہا ہوجاتی تھی معتقد روز جزا کا اور قائل عموم قدرت مالک الارض و سما کا نہ ہوا تو یہ کافر بھی اگر ایک
مردے کو زندہ ہوا دیکھین تو بھی راہ پر نہ آوینگے اور اپنے انکار سے باز نہ رہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے
ہوجاوینگے اسواسطے کہ عادت الٰہی یونہی جاری ہی کہ بعد دیکھنے معجزے کے اگر کافر ایمان نہ لاوین اور اسی کفر
اور انکار پر اصرار کیے جاوین تو اُسیوقت عذاب الٰہی مین گرفتار ہوتے ہین اور ایکدم کی بھی فرصت نہ پاوین
اور اگر وہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کسی نے نہ سُنا تو مجمل وہ قصہ تھوڑا یہان بیان ہوتا ہی اِذْ نَادٰىهُ
رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ یعنے ابتدا اِس قصہ کی یون ہے کہ پکارا اُسکو اُسکے رب نے پاک میدان مین جسکا نام
طوی ہی اور کیفیت اس قصہ کی جسطرح سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص اور دوسری سورتون مین مذکور ہوا
یہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے کہ جگہ پیدایش اور سکونت آپ کی تھی ایک قبطی ظالم کے خون
کے سبب سے کہ آپکے ہاتھ سے بیقصد ہوکے ہین ہوگیا تھا اور فرعون آپکے قتل کی فکر مین ہوا تھا بھاگ
کر شہر مدین کیطرف گئے اور اُس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام کا مکان تھا انکا قصہ بھی قرآن شریف
مین کئی جگہ بیان فرمایا ہی وہان جاکر اترے اور حضرت شعیبؑ کی خدمت مین مشغول ہوئے اور حضرت
شعیبؑ نے اپنی بیٹی کو آپکے نکاح مین دیا جب آٹھ برس یا دس برس اسمین اختلاف ہی وہان گذرے تب حضرت
شعیبؑ سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور اپنے قبیلے کو ساتھ لیے جاؤن یا دانی

ماں کی زیارت کروں اور اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون سے ملاقات کروں اسواسطے کہ اتنی مدت گذری ہے فرعون اور اُسکے لوگ قبطی کی خون کو بھول گئے ہونگے حضرت شعیبؑ نے راضی ہو کر آپکو رخصت کیا اور آپکی بی بی کو بھی آپکے ساتھ کر دیا اور اپنے دو غلاموں کو آپکے ساتھ کیا کہ مصر میں پہونچا کر پھر آویں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوے اور آپکے مزاج میں غیرت بہت تھی اپنی بی بی کو لیجلنا قافلے کے ساتھ گوارا نہ کیا کہ شاید سواری پر چڑھتے اترتے یا نکلتے بیٹھتے کسی نامحرم کی نظر انپر نہ پڑ جاوے اسواسطے وہاں سے تنہا اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوے اور شام کے رستے کو چھوڑ کر دریا کی کنارے کی راہ لی اس لحاظ سے کہ ایسا نہ ہو کوئی فرعون کیطرف کا حاکم پہچانے اور خون کی علت میں گرفتار کر کے کچھ ایذا پہونچا دے اور آپکے ہمراہ ایک خچر تھا اُسپر خورجی اپنے اسباب کی لادکر ایک غلام اسپر مقرر کیا اور کچھ بکریاں آپکے ساتھ تھیں دوسرے غلام کو اُنکی نگہبانی اور ہانکنے پر مقرر کیا اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتھ ہو لیے چلتے چلتے ایکدن راہ بھول گئے اور کوہ طور کیطرف جا نکلے کتنی ہی راہ ڈھونڈھی کہیں ٹھکانا نہ ملا اور دن آخر ہوا اور رات نمودار ہوئی وہ رات جمعہ کی تھی ذیقعدہ کی اٹھارہویں تاریخ اور موسم جاڑے کا تھا اتفاقاً بکریاں جنگل میں متفرق ہو گئیں دونوں غلام انکے جمع کرنے میں مشغول ہوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگہ پر بیٹھ گئے کہ یکایک آپکی بی بی کو راہ چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت سے درد زہ شروع ہوا اور حمل کی مدت بھی تمام ہو چکی تھی آپکی بی بی نے آپسے اس حال کو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کہیں آگ ملے تو خوب ہے کہ تاپنے کے کام آوے اور روشنی بھی ہووے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلاموں سے فرمایا کہ دیکھو کہیں اس جنگل میں آگ کا بھی نشان ہے غلاموں نے چاروں طرف دوڑ کے دیکھا کچھ پتا آگ کا اور آبادی کا معلوم نہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اٹھے اور آگ کی تلاش کو تشریف لیگئے آپکو ایک پہاڑ پر کہ آپکے سیدھے ہاتھ کی طرف تھا کچھ روشنی معلوم ہوئی آپنے بی بی اور غلاموں سے فرمایا کہ تم اسی جگہ پر ٹھہرو میں نے پہاڑ پر روشنی دیکھی ہے وہاں جا کر آگ لیے آتا ہوں اور جو وہاں ہوگا اس راستہ کا پتہ بھی پوچھتا آؤنگا تاکہ منزل پر پہونچیں یہ کہکے آپ چلے جوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس مکان کو پہونچے دیکھا وہ آگ نہیں ہے بلکہ تجلی قدرت الٰہی کی ہے کہ دور سے مثل آگ کے معلوم ہوتی تھی اور حقیقت میں وہ ایک نور ہے بہت بڑا کہ عوسج کے درخت کو گھیر لیا ہے عوسج ایک درخت ہے جھاڑی کے درخت کے مشابہ شام کیطرف پہاڑوں میں بہت ہوتا ہے اور وہ درخت جڑ سے چوٹی تک تر و تازہ ہو رہا تھا

اور اُسکی روشنی میں اسقدر چمک اور تابندگی ہو کہ اُسپر آنکھ نہیں ٹھہر سکتی اور گرد اگرد اُسکے آواز فرشتونکی
تسبیح کی آرہی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود دیکھنے اِن سب چیزون کے گھاس پھوس میدان
مین جمع کرکے ایک پولا سا باندہ کے چاہا کہ اُس نور آتشی رنگ سے جلالیوین یہ ارادہ کرکے جونہی اُسکے
نزدیک ہوے کہ یکایک وہ آگ اُنکی طرف لپکی گویا چاہتی تھی کہ اُن کو جلادیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام
یہ حالت دیکھکر خوف کھا کے پیچھے ہٹے آگ بھی درخت پر ہٹ گئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ
کیا جلانیکا پھر وہ آگ اُنکی طرف دوڑی پھر پیچھے ہٹے اسیطرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تب حضرت موسیٰ
اس طرح کی ماجرے کو دیکھکر حیران و متحیر کھڑے ہوگئے اور اُس عجوبہ کارخانہ الٰہی کا تماشا دیکھنے لگے کہ یکایک
ایک نور ٹہرا اُس سے بلند ہوا اور زمین سے آسمان تک سب کو روشن کردیا اور روشنی اس نور کی یہانتک سخت
ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ مین تاریکی آگئی اور آنکھ دیکھنے سے رہگئی اور اُنھون نے ہاتھ اپنی آنکھ پر
رکھ لیا اور آواز فرشتون کی تسبیح کرنے کی بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسوقت اُس آگ
سے ایک آواز سنی کہ یَا مُوسٰی اِنِّی اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ یعنے اے موسیٰ مین ہون پروردگار تیرا آگ کے
مانند تجلی کی ہے مین نے اور دونون جوتیونکو پانون سے اپنے دور کر اسواسطے کہ اس مکان نے تجلی الٰہی اور حاضر
ہونے فرشتون کی سبب سے کہ اس تجلی کی خادم مین حکم کعبۂ و مسجد الحرام کا پیدا کیا ہو پھر کلام یعنی بات کرنا شروع
ہوا اور وہان سے پوچھا کہ تمھارے سیدھے ہاتھ مین کیا ہے اُنھون نے عرض کیا کہ لاٹھی ہے مین نے ہاتھ مین رکھتا ہون
حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈالدے اُنھون نے زمین پر ڈالدیا پھر وہ گرنے کے زمین پر ایک اژدہا ہو کر دوڑنے لگا
حضرت موسیٰ اُس سے ڈر کے بھاگے ارشاد ہوا کہ ڈرو مت اور اژدہے کو اپنے ہاتھ سے پکڑلو وہی لکڑی ہوجائیگی پھر
حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو اپنی بغل مین رکھو اور پھر نکالو اُنھون نے اسی طرح کیا اُنکا ہاتھ مانند آفتاب کے روشن ہوگیا
کہ آنکھ اسکی روشنی پر ٹھیر نہین سکتی تھی حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ مین نے بمجرد سنتے اس آواز کے معلوم کیا کہ یہ آواز
حق تعالیٰ کی ہو اسواسطے کہ چھوون طرفون سے سنتا تھا مین اور سب جسم اپنے سے سنتا تھا مین یہانتک کہ ہر
عضو اور جوڑ بند میرا کان ہوگیا تھا حاصل کلام کا یہ ہو کہ بعد دکھلانے اس کرشمے کے اور تعلیم کرنے توحید کی حقیقتون
اور عبادت کے آداب کے اور بیان قیامت کے آنیکی اور سوا اسکے جو جو ضروری رسالت کے واسطے تھی سب تعلیم
کرکے حکم ہوا اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ جا فرعون کیطرف اور اُسکی بہتری کی تدبیر کر اور وہ مرتبہ سابقین و مقربین کا
کہ تجھکو اسوقت حاصل ہوا ہو اُس سے اور آگے بڑہ کے مدبرات امر کے مقام کو پہونچ اور تجھے واسطے تدبیر

اصلاح فرعون کی اس سبب سے بھیجتے ہین ہم کہ اِنَّهٗ طَغٰی بیشک فرعون حق سے بڑھ چلا ہی فساد کرنے مین
یہانتک کہ دعوی خدائی کا کرتا ہی اور جب تو فرعون کے پاس پہونچے فَقُلْ پھر پہلے اسکو اسیقدر کہہ کہ
هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى کیا ہی تجکو رغبت پاک ہونیکی نفس کی برائیون سے کہ وہ تیری سرکشی اور خرابی کے
سبب پیدی ہوئی ہین اور مین تیری برائیان کھو دینے ہی پر کفایت نکرونگا کیونکہ اتنی بات سب نیکبختون اور
حکمت الٰہی کے واقفون سے ہو سکتی ہی بلکہ مین تجکو بڑے مرتبے پر پہونچاؤنگا اور ولی کامل اور عارف واصل
کرونگا وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ اور راہ دکھلاؤنگا تجکو تیرے پروردگار کیطرف تاکہ پہچان ذات اور صفات
اور افعال پروردگار کی تجکو یقین کی آنکھ سے حاصل ہووے فَتَخْشٰى پھر تو ڈرے اور تیرا نفس مرجاوے اور
ایسی پوری فنا تجکو حاصل ہو کہ پھر کبھی خوف تجکو پھر آنے سرکشی کے مرض کا نہ ہے بموجب اس قول کے کہ اَلْفَانِیْ
لَا يُرَدُّ یعنے فنا ہوئی چیز پھر نہین آتی یہان پھر باقی رہا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوتا ہی
یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون تک پہونچے اور حکم حق تعالیٰ جل شانہ کا پہونچایا فرعون نے انکو جواب
مین پہلے یہ کہا کہ تو وہ شخص نہین ہی کہ بچپنے مین نے تجکو پالا اور پرورش کیا اور مدتون تک ہمارے پاس
رہا پھر وہ کام کرکے تو یہان سے نکل گیا کہ تو ہی اسکو خوب جانتا ہی یعنے قبطی کو مار ڈالا اور ہماری نعمتون کی ناشکری
کی اب تجکو یہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد بنکر آیا حضرت موسیٰ نے اسکے جواب مین فرمایا
کہ سچ ہی مین وہی شخص ہون اور وہ کام کہ مجھ سے ہوا تھا اسوقت مین نادان اور ناسمجھ تھا پھر جب
مین تم سے ڈرکے یہان سے بھاگا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجکو علم اور حکمت مرحمت فرمائی اور مرتبہ ہدایت
اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت اور ایلچی گری کے طور پر تمہارے پاس بھیجا ہی فرعون نے کہا اب تو تونے
دعوی رسالت کا کیا کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے اگر اس دعوی مین تو سچا ہی تو کوئی دلیل اسپر لے آ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ
الْكُبْرٰى پھر دکھائی موسیٰ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسیٰ پاس دو نشانیان تھین ایک
عصا کہ اژدہا ہو جاتا تھا اور دوسرے آپکا ہاتھ کہ مانند آفتاب کے روشن ہو جاتا تھا لیکن ایک ہی
مجلس مین ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تھین اسواسطے دونون کو ایک ہی نشانی اعتبار کیا اور
ایک وجہ اور بھی ہی کہ ید بیضا تابع تھا عصا کے ڈالنے کا یعنے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تھے اور وہ اژدہا
ہو جاتا تھا تب ہاتھ بغل مین ڈالنے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تھا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تھا اور حکمت
اسمین یہ ہی کہ جب نبی اور رسول بھیجے جاتے ہین تو پہلے قہر اور غضب کے نمونے اور منکرونکی حالت مشغول

ہوتے ہین اور اُسکے بعد ہدایت اور رہنمائی طالبون اور مرشدونکی طرف متوجہ ہوتے ہین سو عصا تو مرکی
شکل تھا اور ید بیضا نمونہ تھا ہدایت اور رہنمائی کا اور بھی عصا مین زندگانی غیبیہ خوفناک اور ڈراونی
شکل سے ظاہر ہوتی تھی اور ید بیضا مین نور غیبی تھا پرلے درجے کی روشنی اور حکمت سے جلوہ گر ہوتا تھا اور
قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہی اور نور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہی کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہی
اور فرعون کو کہ کافر ازلی تھا اُسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا غرض تھی تو اُسکے حق مین آیت کبری
عصا تھا نہ ید بیضا اور عصا مین دوسرے اور بھی معجزے تھے ایک یہ کہ پانی کھینچنے کے وقت موافق گہرائی
کنوین کے بڑھجاتا تھا اور اسکی ترین ڈول سے بندہ جاتی تھین اور دوسرے یہ کہ تاریکی مین دو شاخین
اُسکی مانند مشعل کے روشن ہوجاتی تھین اور تیسرے یہ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو جاتے
تھے تو وہ کھڑا ہوا نگہبانی کرتا تھا اور بکریون کے پاس چھوڑ آتے تھے تو کسی درندے کو مثل
بھیڑیے وغیرہ کے آنے نہین دیتا تھا یہانتک کہ بعضون نے کہا ہی کہ عصا مین ہزار معجزے تھے
چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ مین بھی مذکور ہین ایک دریا کا پھٹنا اُسکی ضرب سے دوسرے پتھر مین
سے جاری ہونا پانی کے چشمون کا اُسکی ضرب سے تو آیت کبری وہی عصا ہوا نہ ید بیضا اور بعضون نے کہا
ہی کہ ید بیضا بہت بزرگ تھا اسواسطے کہ حضرت موسیٰ کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور نبی کی
ولایت افضل ہوتی ہی اُسکی نبوت سے اور بھی فرعون کے جادوگر ید بیضا کی نقل نکر سکے اور عصا کی نقل کی
اور حق بات یہ ہی کہ دونون معجزے بڑے تھے اور آیت کبری مین داخل ہین اور یہ دونون حکم ایک نشانی
کا رکھتے ہین اور معجزونکی نسبت سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوے تھے یہ اور سب سے بزرگ معجزے
ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ فرعون باوجود دیکھنے ایسے دو معجزون کے کہ حضرت موسیٰ کے دعوی کے ثابت
کرنے کے واسطے دو گواہ عادل تھے اسواسطے کہ زندہ آنا زندگانی غیبی کا ان کے ہاتھ سے ایسے جسم مین جو
ہرگز قابلیت اور لیاقت زندگی کی نہین رکھتا تھا جیسے لکڑی دلیل صریح ہی اسبات پر کہ اس کے
سبب سے دل مرے ہوے بطریق اولی زندہ ہونگے اور نفس کی خباثت اور برائیون کو دور کرکے پاک
وصاف کردینا ان کے نزدیک بہت آسان کام ہی اور چمکنا نور الٰہی کا ان کے ہاتھ مین دلیل ظاہر ہے
اسبات پر کہ ان کے ہاتھ سے سالکان راہ خدا کو انوار و تجلیات الٰہی تک پہونچا دینا بخوبی ہوسکیگا تسپر
بھی ہرگز فرمانبردار نہ ہوا بلکہ فَكَذَّبَ وَعَصٰى پھر انکار کیا رسالت حضرت موسیٰ کا اور نمانا حق تعالیٰ

کے حکم کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اُسکو پہونچا تھا اور اسقدر نافرمانی پر کفایت نکی بلکہ ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی
پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جھٹلانیکی تدبیر مین جب دیکھا کہ حاضرین
نے دونون مین ان دونون معجزون کے دیکھنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی آجائی گی فَحَشَرَ پھر جمع
کیا جادوگرون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے واسطے اور اپنے ملک کے لوگونکو اکٹھا کیا اُس
مقابلہ کے دیکھنے کے واسطے کہ یہ کام حیلے اور تدبیر سے بھی ہو سکتا ہو اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا نہین ہے
فَنَادٰی پھر پکارا لوگون کو مقابلہ سے پہلے تا کہ اگر جادوگر مقابلہ مین ہار جاوین تو بھی حضرت موسیٰ کا
مطالبہ پورا نہو وے اس حیلہ سے کہ وہ پروردگار جسکی طرف سے ایلچی گری کا دعویٰ حضرت موسیٰ کرتے
ہین ربوبیت مین مجھ سے پست ہے اور کمزور اور تابعداری ادنیٰ کی اعلیٰ کو ہوتے خلاف عقل ہے اور
شان رعیت کی نہین ہے فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی پھر کہا فرعون نے کہ مین ہون تمھارا رب سب سے
اوپر اور اگر بالفرض کوئی رب دوسرا جہان مین ہوگا جیسے وہ شخص جس نے موسیٰ کو بطریق ایلچی گری کے میرے
پاس بھیجا ہے تو مجھ سے مرتبے مین کم ہوگا تو موسیٰ اگر اپنی رسالت ثابت بھی کرے تو قابل متبوع ہونے
کے نہین ہے یعنے اُسکی تابعداری نہ چاہیے اور اپنی ربوبیت باطلہ کو حضرت رب العالمین کی
ربوبیت پر جسطرح سورۂ زخرف وغیرہ مین مذکور ہے اسطور سے فوقیت دیتا تھا کہ ربوبیت اُسکی اللہ
کی اگر مانی جاوے تو عام ہے سب مخلوقات پر اور میری ربوبیت خاص ہے مصر والون پر اور خاص مقدم ہوتا
ہے عام پر خاطرداری اور خدمتگاری مین اور دوسرے یہ بھی ہے کہ ربوبیت حق تعالیٰ کی آنکھ سے
غائب ہے اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت ظاہر ہے کہ تم سب دیکھتے ہو اور یہ بھی کہتا
تھا کہ حضرت موسیٰ ہین میرے ایلچیون کی طرح طمطراق یعنی ظاہر کا اسباب درست نہین رکھتے نہ سونے
کے کنگن ہاتھون مین ہین اور نہ خزانہ اور لشکر ساتھ ہے تو اُسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اُسکے
نقصان سے اُسکے بادشاہ کا نقصان جسکی طرف سے یہ آیا ہے صاف بوجھا گیا حاصل کلام کا یہ ہے کہ فرعون
قبل آنے حضرت موسیٰ کے ان تیج پھیرون اور حیلہ سازیون مین بچا تھا اور مرتبہ سابقات مین داخل ہو کر
گمراہی صریح مین پھنسا تھا اور بعد آنے حضرت موسیٰ کے کہ ان کو جھوٹا کرنے کی تدبیر مین پڑا تو مدبرات امرا
کے درجہ کو پہونچا تو دونون شخص ہدایت اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہونچے یعنی حضرت موسیٰ علیہ
السلام ہدایت کے کمال کو پہونچے اور فرعون گمراہی کی انتہا کو پہونچا لیکن عنایت حضرت پروردگار

برحق نے حضرت موسیٰؑ کی تدبیر کو شامل ہو کے اعلیٰ درجہ کو پہونچایا اور وہ ملعون خسر الدنیا والآخرۃ ہوا فَاَخَذَہُ اللّٰہُ نَکَالَ الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی ﴿ پھر پکڑا اسکو اللہ تعالیٰ نے عذاب پچھلے اور اگلے مین یعنی دنیا مین پانی مین ڈبو کر رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالیگا جسطرح دوسری جگہ فرعون اور اسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہی کہ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور اگرچہ دنیا کا عذاب مقدم ہی آخرت کے عذاب پر لیکن اسواسطے عذاب آخرت کو مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی وہی ہی اور دنیا کا عذاب اسکا وسیلہ ہی اور یہ بھی ہی کہ عذاب آخرت کا جاودانی ہی اور ہزارون مرتبے سخت ہی عذاب دنیا سے اسواسطے مقدم ذکر کرنا اُسکا اَولیٰ ہوا اور ہر چند کہ دنیا دار الجزا نہین ہی لیکن ایسے فرعونونکو اور شریرونکو دنیا مین بھی بعد الزام حجت کے اور اونکی عبرت کے واسطے اُنکے بد کامونکی سزا دیجاتی ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿ بیشک اسمین سوچ کی جگہ ہی اسکو جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہی کئی وجہون سے پہلی وجہ یہ ہی کہ گمراہی کی پیشواؤن کی تدبیر چل نہین سکتی اور ایک نہ ایک وقت اُنکا کیا برباد ہوجاتا ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ حقتعالیٰ اگرچہ اپنی صفت حلیمی سے گمراہونکو ڈھیل دیتا ہی لیکن مہمل نہین چھوڑتا بلکہ ایک نہ ایکدن سزا واقعی دیتا ہی تیسری وجہ یہ ہی کہ معجزونکا دیکھنا اُس شخص کو مفید ہوتا ہی کہ کفر کی جڑ اسکے دلمین نہ جمگئی ہو اور اُس جڑ کے سبب پھیل نہ گئے ہون ورنہ ہر معجزے کو کسی حیلے اور مکر سے دفع کر دیگا اور ہر دلیل اور حجت کو مغالطے سے دور کر دیگا یعنی دھوکا دیکے مقابلہ کریگا چوتھی وجہ یہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے کافر سرکش سے کہ دعویٰ خدائی کا کرتا تھا نہایت نرمی اور بُردباری سے بات کہتے تھی پھر آخر کو اُسپر فتح اور ظفر پائی تو پیغمبرون اور اُنکے فرمانبردارونکو چاہیے کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سُنکر غصے مین نہ آجاوین اور تنگ نہوون تا کہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہو چکا کہ فیضان غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور البتہ زندگانی غیب کا بار بار آنا اور جانا ہو سکتا ہی چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب کافرونکو اس دلیل مین بات کہنے کی گنجایش تھی کہ زندگی جو اُنکی ناقص ہی اگر کوئی پتھر یا لکڑی مین یہ زندگی پائی جاوے تو ہو سکتا ہی اور اسی طرح بار بار آنا اس زندگی کا بھی کچھ بعید نہین ہی اسواسطے کہ ایام بہار اور برشکال مین ہم خود دیکھتے ہین کہ اس قسم کے جانور جیسے سانپ بچھو مینڈھک خود بخود بے جوڑے کے پیدا ہو جاتے ہین اور زمین خشک ہو جا تو ان حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پھر جب وہ موسم گذر جاتا ہی وہ صورت اپنے مادے سے جُدا ہو جاتی ہی اور جب پھر وہی موسم آتا ہی وہی اجزا اُسے مادے کہ اُس مکان مین پڑے رہ گئے تھے پھر اُسی صورت پر جمع ہ

ہین اور اُن مین جان آجاتی ہو لیکن پیدایش آدمی کی اسطور پر ہرگز نہین ہوسکتی اسکی تمثیل بیان کیا چاہیے تاکہ ذہن نشین ہوجاوے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہو کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہو بننے مین اور پیدایش تمھاری زیادہ سخت ہو اَمِ السَّمَآءُ آسمان زیادہ سخت ہو بننے مین اور پیدایش اسکی تمھاری نظرون مین مشکل معلوم ہوتی ہو اور جواب اس سوال کا ظاہر ہو کہ آسمان اندازے مین بھی آدمی سے بہت بڑا ہو اس حد کو کہ اصلاً اسکو اس سے کچھ مناسبت نہین اور تفصیل اجزا کے اعتبار سے بھی جیسے برج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور جدا جدا اسکے آدمی سے بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہو کیونکہ حقتعالی نے بَنٰهَا بنا کیا اسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز باوجود گذرنے قرنون کے اور سدا بھرنے کی پرانا بھی نہین ہوتا اور ٹوٹتا پھوٹتا بھی نہین اور قوت روحانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت غالب ہو اسواسطے کہ حق تعالی نے رَفَعَ سَمْكَهَا اونچی کی ہو بلندی اسکی بغیر ٹیکیون اور دیوارون کے اور سمک لغت مین اُس امتداد کو کہتے ہین کہ طول اور عرض پر اُس امتداد کو قائم اعتبار کرتے ہین اگر نیچے سے اوپر کو نظر کرین تو اُس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بھی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہو کہ ارتفاع یعنی بلندی اُس دیوار یا چھت کی اس قدر ہو اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکھین تو اس امتداد کو عمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ عمق یعنی گہراپن اس دریا کا یا اُس کنوین کا اسقدر ہو اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہو کہ دنیا کے آسمان کی بلندی روی زمین سے پانچسو برس کی راہ ہو اور اسی طرح سے ساتون آسمانون کے درمیان فاصلہ ہو اور مثایا اور دَل بھی ہر آسمان کا اسیقدر ہو اسی بابت بلندی اور چوڑائی ساتون آسمانون کی قیاس کیا چاہیے کہ کیا کچھ ہوگی اور اہل ہیئت کا علم ابعاد اور اجرام مین اور آسمانونکی مثانی دریافت کرنے کے واسطے ایک اور ہی طریقہ ہو کہ علم ہندسہ کی دلیلین اسپر قائم کی ہین اور جو راہ پانچسو برس کی کہ روایتون مین وارد ہو کچھ مقرر نہین ہو کہ کون سے چلنے والے کی راہ ہو اور کونسی چال مراد ہو اور یہ بھی ہو کہ قطع کرنا چڑھائی کی مسافت کا ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہو اور چلنے دیر کہ اسکی مسافت قطع کرنے مین لگتی ہو اُس سے دونی اسمین ہوتی ہو چنانچہ ہموار زمین کے چلنے مین اور پہاڑ کی چڑھائی مین تجربہ ہوچکا ہو اور اہل ہیئت نے کوسون سے اندازہ اُن کی بُعد کا کیا ہو اور اس صورت مین ہوسکتا ہو کہ روایات شرعیہ اور براہین ہندسیہ دونون مطابق ہوجاوین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک

افلاک کے سطوح آپس مین ملے ہین اور اُن کے درمیان مین مفاصلہ نہین اور روایات شرعیہ کے موافق مفاصلہ بھی ثابت ہوتا ہی لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایک دوسرے آسمان کا چسپیدہ ہونا آپس مین حشو فی الفلکیات کے قاعدے پر مبنی ہی اور قاعدہ ظنی ہی کوئی دلیل قطعی اُسکے واسطے نہین اور اس بات کے ساتھ یہ بھی ہی کہ اہل ہیئت کی نظر مین حاجت مفاصلے کی آسمانون مین متحقق نہین ہوئی اس جہت سے مفاصلے کو ثابت نہین کیا اور شرع والونکو در اور سیر فرشتونکی دونون آسمانون کے درمیان مین معلوم ہوئی تو مفاصلے کو ثابت کیا ہی پس کسیطرح کی مخالفت نہین رہی مگر یہ کہ براہین ہندسیہ کے بیان مین ابعاد فلکیات کے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر سے کہ معلوم کیا ہے اُس سے بیشتر ہے کہ روایات شرعیہ سے ثابت ہے لیکن یہ مخالفت لفظی ہے کیونکہ جس مقدار کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مسافے مین داخل کیا ہی شاید کہ بعض کو اُسمین سے اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہو اور باقی کو مٹایا فیرتفع النزاع یعنی جھگڑا اُٹھ گیا اب حاصل کلام یہ ہی کہ آسمان کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے ظاہر من الشمس ہی اور اگر آدمی کو اس بات کا فخر ہی کہ میرا مزاج کمال اعتدال پر واقع ہوا ہی کہ نفس ناطقہ مجردہ کی تعلق کے قابل ہوا ہون تو جواب اسکا یہ ہی کہ آسمان بھی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہوا ہی چنانچہ فرمائی ہین فَسَوّٰهَا یعنی معتدل المزاج کیا ہی اس آسمان کو اور نفوس کاملہ کو اُسکے اجرام سے متعلق کیا ہی کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہی اور باوجود ان سب باتون کے آسمانون کو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہی کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارونکی شعاع کے ایک حرارت قوی عالم مین ظاہر کرتے ہین اور اُن کی روشنی چھپ جانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا کرتے ہین اور یہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہی وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا اور اندھیری کی رات اُسکی تا کہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چمکے اور سردی پیدا ہو اور ہر چند کہ سبب تمام مخروط ظلی زمین کا ہی لیکن چونکہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہی اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اُس مخروط کے طلوع کا سبب ہوتا ہی اُس کنارے والون پر اور طلوع آفتاب کا اس مخروط کے غروب کا موجب ہوتا ہی اور یہ آفتاب کی حرکت آسمان کی حرکت کے تابع ہی تو اسلئے رات کو آسمان کی طرف نسبت فرمایا ہی اور بعضون نے ارباب ہیئت سے آسمان کے تسویے کو اُسکی کرویت پر حمل کیا ہی اور

کہتے ہین کہ شکل کُرَوی آفتاب کو قبول نہین کرتی برخلاف اور شکلون کے پس اس جہت سے بھی خلقت
آسمان کی زیادہ تر محکم ہوئی آدمی کی خلقت سے اور بعضون نے تسویے کو آسمان کے شقون اور شگاف
نہونے پر حمل کیا ہی برخلاف آدمی کے کہ مسام اور شقوق بہت رکھتا ہی اسی واسطے بہت سی آفتون مین بجہ
کہ مناسب اور نامناسب ہوا اُسکے بدنمین داخل ہوتی ہی اور کھانا اور پینا اور گرم و سرد ہوا اور موذی
جانور اُسکے بدن کے سوراخون کی راہ سے گھُس سکتے ہین برخلاف آسمان کہ ان سب آفتون سے بالکل محفوظ
ہی وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا اور نکالی روشنی اُسکی کہ عبارت اُسکے آفتاب سے ہی اور ضحی کے وقت کا ذکر اسواسطے
اختیار فرمایا ہی کہ وہ وقت کامل تر ہی سب اجزا اُن سے دن کے نور اور روشنی ہین اور آفتاب کی شعاع کو ایک تاثیر ہی
نہایت محسوس گرم کرنے مین عالم کے اور تمام عناصر اس کی شعاع کے سبب سے گرم ہو جاتے ہین خصوصًا
زمین کہ بسبب کثافت اور یُبس کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ کو محفوظ رکھتی ہے اور جو رات و
دن آسمان کو تبرید اور تسخین یعنی سردی اور گرمی بہم پہونچی اور آسمان قابل ان کیفیتون کے نتھا تو
ناچار ان دونوکو زمین نے قبول کیا اور قابل جوتنے بونے اور چشمے اور نہرین جاری ہونیکے ہوئی وَالْاَرْضَ
بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اور زمین کو رات و دن کی تدبیر کے بعد ہموار کیا اور اُسکی چمن بندی کی کیونکہ جمع ہونے
سے گرمی و سردی کے زمین مین اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا نکالا اُس زمین سے پانی اُسکا تا کہ زمین کے ٹھہرے ہوئے
پانیونکو سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے کے مستعد ہوئے تھے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے
بھکر زمین سے باہر نکل آوین اور جب پانی اور خاک ملگئے اور حرارت نے اُبھارا اور گرمی نے اسمین اثر کیا
تو بس گھاس اور سبزہ اُگا چنانچہ فرماتے ہین وَمَرْعٰىهَا اور نکالا چارا اُس زمین کا گویا زمین اُس تدبیر سے
پہلے اوجڑ پڑی تھی اب اُسکو باغ بنادیا کہ پانی بھی اُس مین جاری ہی اور طرح طرح کا سبزہ بھی اُگا ہی اور اسواسطے
کہ مادہ پانی کا زمین مین محفوظ ہو ایک تدبیر دوسری فرمائی وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا اور پہاڑونکو لنگر کی طرح سے زمین پر مقرر
کیا کہ جو بخارات کہ زمین مین ٹھہری ہین اگر چاہین کہ باہر نکلین تو پہاڑونکے دباؤ کے سبب سے نہین نکل سکتے ناچار ٹکرا کر
پانی ہو جاتی ہین اور سوراخون کی راہ سے جو اُن پہاڑو زمین پاتے ہین نہرون اور چشمون کے طور سے جاری
ہوتے ہین اور یہ بھی ہی کہ جو پانی کہ آسمان سے نازل ہوتا ہی تو پہاڑونکے دباؤ کے سبب سے زمین اسکو جذب
نہین کر سکتی اور پہاڑونکی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہی پھر آہستہ آہستہ نشیب کی طرف جاری ہو جاتا
ہی اسواسطے نہرین اور چشمے پہاڑون سے جاری ہوتے ہین اور قرآن مجید مین جا بجا چشمون اور نہرون

ذکر کے ساتھ پہاڑون کا ذکر بھی آیا ہی اور یہ سب تدبیرین اسواسطے فرمائی ہین مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
کام چلانے کو تمھارے اور تمھارے چارپایون کی پس بقا اور معاش تمھاری سب آسمان سے مربوط ہی اور حیات
تمھاری مدد چاہنے والی اُسکی حیات سے ہی پھر اپنے کو خلقت مین اس سے زیادہ محکم کسطور سی گمان کرسکوگے
اور یہان پر سمجھنا چاہیے کہ دوسری روایتون مین کہ سورہ بقرہ اور سورہ فُصّلت مین واقع ہوئی ہین
زمین کی خلقت کو آسمان کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہی بلکہ پہاڑونکی قائم کرنے کو زمین پر اور القا
کرنا برکت کا ساتھ پیدا کرنے قوتون کی زمین مین بھی سورہ فُصّلت مین آسمان کی خلقت پر مقدم ہو اور
جو کشاف والے اور دوسرے مفسرون نے کہا ہی کہ خلقت زمین کی جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہے اور
بچھانا اور پھیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے بعد ہی سو یہ تقریر پیش نہین جاتی کیونکہ سورہ فصلت مین زمین
کی تمام خلقت کو اور جو کچھ اسمین ہی آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہی اور سورہ بقرہ مین بھی خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ زمین کی تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان کی تسویے پر دلالت
کرتی ہی اسیواسطے ایک جماعت علما کی اسبات کیطرف گئی ہی کہ خلقت آسمان کی زمین سے مقدم ہی مگر تسویہ آسمان کا
زمین کے بعد ہی سو اس جماعت کو اس سورہ سے غفلت واقع ہوئی ہی کیونکہ اسجگہ پر فَسَوَّاهَا وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا
وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا مین فرمایا ہی اور بعد اسکے ارشاد کیا ہی وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا پس تحقیق یہ بات
ہی کہ مراد جو زمین سے کہ آسمان کی تسویے کے بعد ہو مرتبہ قضا اور ایجاد ما فی الارض کا ہی اور زمین کو بطور باغ
کے مرتب کیا اور مراد خلقت سے مَا فِي الْأَرْضِ مِنَ الْجِبَالِ وَالنَّبَاتِ وَالْأَقْوَاتِ کہ سورہ فصلت اور سورہ بقرہ
مین ہی آسمان کی تسویے پر مقدم ہی سو ان چیزون کا اندازہ اور تقدیر کا مرتبہ ہی نہ بالفعل کے ایجاد کا کیونکہ
ظاہر ہے کہ تکون معادن اور نباتات کا بلکہ کائنات الجو بھی اشعۂ آسمانی پر اور اوضاع مختلفہ پر اس شعاع
کے موقوف ہین کہ حرکت سے آسمان کی مربوط ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ ثُمَّ اور بَعْدَ ذَٰلِكَ ان
آیتون مین ترتیب کے واسطے نہین ہین بلکہ نعمتون کی گنتی کے واسطے ہین کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت
پس و پیش کی ذکر مین نہین کرتے ہین جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھکو فلانی فلانی چیزین دین
پھر تیری پرورش نہین کی پھر تجھکو اگلے مالک کے ہاتھ سے کہ تجھپر ظلم کرتا تھا نہین چھڑایا بلکہ بعضون نے نہین سے
کہا ہو تو بھی یہانپر مرتبے کی تراخی کیواسطے ہی جیسے ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا مین ہی کہ بعد فک رقبہ کے
اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہی اور زمین کا بچھانا آدمیون کے حق مین بہت بڑی نعمت ہی

نعمتون سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہی کہ بعد ذلک یہان پر مع ذلک کے معنو نمین
ہی جیسے آیت بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ مین ۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حق تعالی
نے پہلے زمین کو بہت چھوٹا پیدا کیا اور زمین پہاڑ و ٹیلی رگین پیدا کین اور ان رگونمین حرکت دی
کہ ان کے سبب پانی کو اپنے اندر کھینچے اور چشمے جاری ہون اور اندازہ کہانیکی چیزون کا مقرر کر دیا
پھر آسمان کیطرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دھوین کی مانند تھا اسکے سات آسمان بنائے پھر زمین
کو پھیلایا جسقدر کہ اب ہی اور اول پیدائش زمین کی کعبہ معظمہ کے مقام پر تھی وہین سے پھیلائی گئی ہے
اسیواسطے اس خانۂ مکرم کے حق مین دوسری جگہ پر فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اور مکے کے شہر کو
ام القری کہتے ہین واللہ اعلم اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ ان نعمتونکی تعداد مین بعضے مکانون پر حرف
عطف کا لائے ہین اور بعضے مکانپر حذف کیا ہی سو اس نکتے کے دریافت کرنیکا قاعدہ یہ ہی کہ جس مقام
پر کہ پہلی نعمت مجمل ہی اور اسکی تفصیل منظور ہی تو عطف کے حرف کو وہان سے حذف فرمایا ہی اسواسطے کہ مجمل
اور مفصل آپس مین ایک ہین حرف عطف کی گنجائش نہین ممکن نہین جیسے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ
دَحٰىهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا اور جیسے بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا اور جسجگہ پر کہ پہلی نعمت کے بیان
سے فارغ ہوکر دوسری نعمت کا بیان کرنا مقصود ہی وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ اور
سب آیتون مین مذکور ہی اور جو دفع کرنیسے کافرون کے شبہون کے کہ حیات اخروی مین بیان کرتے
تھے فارغ ہوے اور وہ بات کہ مقصود تھی یعنے تفصیل نیکون اور بدکارون کے حال کی درمیان
ہر ایک کا ان دو طائفون مین اپنے حال کے اندر ادھورا رہ گیا تھا پھر تمام کرنیکو اس مقصد کی رجوع
فرماتے ہین کہ جتنے دلائل زندگی دوبارہ زندگی کے سبب سے اور نفخہ صور کی آواز سننے سے مضطرب اور بیقرار
ہو جائینگے اور ثمرہ بھی ان کے اس اضطراب کا ظہور کرے گا اور جس بلا سے کہ ڈرتے تھے وہی واقع ہونیکی صورت
پکڑے گی فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى پس آئیسے راوفہ کی لوگ مضطرب اور بیقرار ہو جائینگے
اور ہر شخص پر اپنے حال کا اندیشہ غلبہ کریگا دیکھا چاہیے مجھ سے آج کے دن انتقام پر اس زندگی مین
کسطرح کے معاملے سے پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین اور جب دوسرا حادثہ آویگا اور وہ نہایت بڑا اور
سب حادثون پر غالب ہے کہ مراد تجلی قہر الہی سے ہی مجازات کیواسطے اور حاضر کرنی کو عملونکی صحیفونکی اور شاہدونکے
اور ملائکہ کے اور نزدیک لانیکو دوزخ کے اسکے موقف پر یعنی کھڑی ہونیکی جگہ پر اور ادھر پکڑ

گناہگارون کی اور سوال اور مجرمون کی سزا کے واسطے اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہی طم سے کہ غلبے اور علو کے
معنون مین ہی یقال فی المثل جری الوادی فطم علی القری یعنی جب نالہ بہ زیادہ ہوتا ہی تو گرانسے پر پانی غالب
ہوجاتا ہی اور کبری تاکید پر تاکید اس حادثے کے غلبے اور علو پر ہی اور جزا اس شرط کی کہ حرف اذا کا مدلول ہے
لفظ فاما من طغی کا اپنے معطوف کیساتھ ہی اور جو یہ حادثہ بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کے واسطے
واقع ہوگا اور آسمان کا پھٹنا اور زمین کا تزلزل اور دوسرے حادثے محض اسکی تمہید اور توطیہ ہین
پس واقع ہونا اس حادثے کا نہ ہوسکے گا مگر یوم یتذکر الانسان ما سعی جسدن یاد کریگا آدمی
ان سب چیزون کو جو دنیا مین سعی اور تلاش سے کی تھین گویا کام کرنیکے بعد کہ جزا اسکی نہین دیکھی اور ثمرہ اسکا
نہین چکھا تو بھولگیا تھا اب جو اسکا بدلہ آنکھون سے دیکھیگا تو ان سب کامونکو یاد کریگا اور اپنے اعمالونکو
اکٹھا کیے ہوے اور صحیفونمین بھی لکھے ہوے دیکھیگا اور جو چیزین کہ اسکے ذہن سے جاتی رہی تھین پھر
اسکے ذہن مین بس جاوینگی اور قوای فلکیہ کے سرایت کرنیسے اسکے مدرکہ اور خیال مین ان عملونکی
صورتون سے دریافت کریگا اور آسمان کے چرنے اور زمین کے پھٹنے سی عالم مثال علوی اور سفلی کو
دیکھیگا وبرزت الجحیم اور کھول دکھائی جائیگی دوزخ لمن یری جو چاہی دیکھے اور سب آدمی اسوقت دوزخ کے
دیکھنے مین برابر ہونگے جیسے دنیا مین اولیا انبیا دوزخ کو دیکھتے ہین اور عوام دوزخ کو نہین دیکھتے ابھی جہان مین
یہ تفرقہ نرہیگا بس زیادہ کرنا لمن یری کا اسکے ظہور کی تعمیم کے واسطے ہی جیسے قد تبین الصبح لذی عینین
یعنی ظاہر ہوئی صبح اس شخص کے واسطے کہ دو آنکھین رکھتا ہی ہر چند کہ یہ حادثہ عظیم تمام محشر والون کو
بے حواس کر دیگا اور دیکھنے مین قہر الہی کی نشانیونکے کہ دوزخ کی صورت سے نمودار ہونگی سب
شریک ہونگے لیکن اثر اس غضب کا ہر کسیکو نہ پہونچیگا بلکہ لوگ اسوقت مین دو فریق ہوجاوینگے فاما من
طغی پھر جس شخص نے کہ دنیا مین سرکشی اور شرارت کی تھی اور اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی حدون
سے تجاوز کیا تھا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا سبب دنیا کی محبت ہی اسیواسطے حدیث شریف مین
وارد ہوا ہی کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہی سب خطاؤنکی اور یہ طاغی دنیا
کی محبت کے مرتبے سے بھی بڑھگیا تھا وآثر الحیوۃ الدنیا اور بہتر سمجھا تھا دنیا کا جینا اور اسکی لذتون
کو اللہ تعالی کی رضامندی پر اور اسکے ثواب پر ترجیح دی تھی فان الجحیم ہی الماوی تو تحقیق
دوزخ وہی ہی اسکا ٹھکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الہی کا اور دوری اور مہجوری کی صورت ہے اسکی جاے

اور جو اُس شخص نے غیر اللہ کو کہ دنیا تھی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ سے نہایت دور جا پڑا اور اسکا ٹھکانا
دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور کا ٹھکانا جلاد کو یا سولی کو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ اور جو شخص کہ دنیا مین ڈرا اپنے
پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونیسے اور سمجھا کہ مجھے اسکے حضور مین کھڑا ہونا ہے پس اُسکی مقرر
کی ہوئی حدون سے تجاوز اور سرکشی نہ چاہیے کرنا نہین تو وہان پر روسیاہی حاصل ہوگی اور دنیا
کی زندگانی کو کہ ایک سفر سے زیادہ نہین حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضیات پر اور آخرت کے ثواب پر
ترجیح دینا نہ چاہیے کہ آخر کو کام اسی سے ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور روکا جی کو چاؤ سے یعنی
خواہش ناشروع سے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث وہی نفس کی خواہش ہوتی ہے فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ
الْمَاْوٰى ہ پس تحقیق بہشت وہی مکان اسکے لائق ہے اور شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ
نے دنیا اور آخرت مین کوئی چیز زیادہ بُری ہوا سے کہ مخالف حق کے ہو نہین پیدا کی ہے اور اسیواسطے
اہل طریقت کے نزدیک آدمی اُسوقت بالغ ہوتا ہے کہ ہوائے نفس سے خلاص ہو جاے چنانچہ عام لوگونکے
عرف مین اُسوقت بالغ ہوتا ہے کہ محبت کھیل کود کی خلاص ہو جاوے بیت خلق اطفال اند جز مست
خدا ۔ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا ۔ پس دیکھنا اُسکا دوزخکو اسطرح سے ہوگا جیسے تماشہ مین جلاد کے
کو یا سولی کو دیکھین اور موجب فرحت اور خوشی کا ہو ہرچند اس مقام پر حال بیان کرنا آدمیون
دو فرقون کا منظور ہے کہ محشر کے دن انجام ہر ایک کا ان مین سے ایک اور ہی رنگ رکھتا ہے لیکن
مفسرون نے کہا ہے کہ ان دونون وصفون مین اشارہ ہے دو حقیقی بھائیون کے حال کی طرف
قریش مین سے کہ دونونکو اُنکے باپ کا مال بہت سا ہاتھ لگا تھا اور اُنکی ماں اُنکو نہایت چاہتی تھی خوش
خوراکی اور خوش پوشاکی مین اُنکی شب و روز بسر ہوتی تھی ایک اُن مین سے کہ مصعب بن عمیر نام رکھتے
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین حاضر ہوا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے دنیا کی لذتین
چھوڑ دی تھین اور راتون کو تہجد گزاری مین بیدار رہتے اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور اچھا کھانا
نہ کھاتے تھے کہ عورتونکی خواہش زیادہ ہوگی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے وہ مال و متاع
اور دولت و حشمت چھوڑ کر اور سارے گھر بار سے جدا ہو کر غربت و کربت سے مدینہ منورہ کیطرف ہجرت کی اور
قرآن پڑھانے مین وہان کے لوگون کے مشغول ہوے اور جنگ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اٹھا
کر کمال استقلال و جوانمردی و آزادگی کیساتھ دنیا سے گئے اور شہید ہوے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یہانتک

کہ اُنکے کفن کیواسطے سوا ایک لنگی کے کچھ میسر نہوا اور وہ بھی اُنکے قد کے برابر نہ تھی اگر پانون چھپاتے
تھے تو سر کھلا جاتا تھا اور اگر سر چھپاتے تھے تو پانون کھلے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس
لنگی سے اُنکے سر کو چھپا دو اور اُن کے پانون کو خوشبو اور گھاس سے کہ اسکو اذخر کہتے ہین چھپا دو پھر لوگون نے
ویسا ہی کیا اور دوسرا بھائی کہ جسکا نام عامر بن عمیر تھا شب و روز عشرت مین مصروف تھا اور محرمات
شرعیہ مین مستغرق اور ترک دنیا کیواسطے ہمیشہ اپنے بھائی سے لڑتا جھگڑتا تھا اور دنیا کی محبت کے واسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بھاگتا تھا اور حاضر نہ ہوتا تھا اور ایمان اور ایمان کی حکمونکو قبول نہین
کرتا تھا یہانتک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتھ مارا گیا اور کندۂ دوزخ ہوا عاذنا اللہ من سوء
الخاتمۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرونکے سامنے قیامت کا احوال بیان فرماتے اور کہتے کہ دوزخ
طاغیون اور سرکشون اور دنیا طلبونکی جا ہے اور بہشت متقیون اور ڈرنے والون کا مقام ہے تو کافر پوچھنے لگے
کہ یہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پھر تم ہمکو بتاؤ کہ قیامت کب ہوگی اور اُسکے آنیکا کونسا وقت ہے اللہ تعالی نے
اُنکے اس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ یَسْئَلُونَکَ عَنِ السَّاعَۃِ پوچھتے ہین تجھ سے قیامت کے آنیکا
وقت اَیَّانَ مُرْسٰهَا کب ہوگا برپا کرنا اُس قیامت کا اور کون سے وقت ہوگی حالانکہ یہ سوال اُنکا محض بیجا
ہے کیونکہ آیندہ کی باتین بتانا کچھ تیرا کام نہین ہے کہ تجھ سے اس قسم کی باتین پوچھتے ہین یہ نجومیون اور رملون
اور جفر والون اور فال دیکھنے والون کا اور کاہنون کا کام ہے تیرا کام تو احکام الٰہی پہونچا دینے کا ہے اور
ڈرا دینا اللہ کے عذابون سے بغیر تعیین وقت کے فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا تو کس بات مین ہے اس قیامت کا وقت
بیان کرنے مین کیونکہ انبیا اولیا گاہی گاہی آگے ہونیوالی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین تو محض اسواسطے کہ جب
وہ بات اُسیوقت ہوجاتی ہے تو لوگونکو انکی نبوت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہے اور اُن سے اللہ کی راہ سیکھتے ہین
اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفۃ کے مریض کے تغیرات مزاجی آیندہ کو بتا دیتے
ہین اسواسطے کہ لوگونکو اس بات کے ظہور مین آنیکے بعد اُنکی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق اُنکی معالجے سے نفع اٹھاوے
والا بیان کرنا آیندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہے چنانچہ بیان تقدمۃ
المعرفۃ کا یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھ طبابت کی شرطون سے نہین ہے اور ایک بات ہوتی ہے کہ
اسمین تو فی الجملہ کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے اور قیامت کے وقت کی بیان کرنے مین کچھ فائدہ بھی نہین کیونکہ اگر
کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت

تو فوت ہوگیا اور قیامت کے واقع ہونیکے قبل موافقت اُسوقت بیان کیے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی
پس قیامت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے موافقت نہین رکھتا اور ان سب باتونکے ساتھ خود یہ علم بھی ایسا نہین
کہ کسی بشر کا مُدرکہ اُسکا احاطہ کرسکے کیونکہ تمام حادثے کہ عالم مین واقع ہوتے ہین سو اسباب بھی اُن حادثون کے
عالم مین موجود ہین تو اُن حادثون کے واقع ہونیکا وقت مقرر کرسکتے ہین اور یہ کہہ سکتے ہین کہ جب
یہ اسباب جمع ہو وینگے اور یہ موانع دور ہو جاوینگے جسوقت مین ہون تب خواہ مخواہ یہ حادثہ واقع
ہوگا برخلاف اس حادثۂ عامہ کے کہ تمام رکنون پر اس عالم کے صدمہ پہونچاویگا اور اسباب مانند مسببات
کے درہم برہم ہو جاوینگے پس اسکے واسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب سے ماسوا کہ بشر کی فکر کی حد
وہان نہین پہونچتی ہے اسی واسطے جو شخص کہ اس عالم مین سے سوال کیا جاتا ہی باواسطہ یا بے واسطہ اسکو
علم الٰہی کے حوالے کر دیتے ہین اور اسیواسطے فرمایا ہی اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا تیرے رب ہی کیطرف ہے
انتہا اُس قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادۂ قہری اُسی ذات پاک کا ہی کہ عوض لینے
کے واسطے بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہوگا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا کہ کب ہی اور
بنی آدم کی برائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون برائی قابل سزا دینے کے ہی یہ سب خاصہ
اُسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا نہین ہی کہ اس علم کو جان سکین مگر ایک طور سے
کہ اللہ تعالی کی طرف سے اُنکو یہ علم عنایت ہوا اور وہ جو نبیوا لا نہین کیونکہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا
نہین ہی تو مگر ڈرانیوالا اُس شخص کا جو قیامت سے ڈرتا ہی اور یہان پر ایک شبہہ بیان کرتے ہین
کہ ڈرنے کو ڈرانا کیا معنی جواب اسکا یہ ہی کہ علم اجمالی کے سبب سے کہ ہر عاقل کو مجازات پر حاصل ہی
یہ جانتا ہی کہ دنیا مین مجازات واقع نہین ہوسکتے سو ایک اور عالم اُسکے واسطے چاہیے پس خوف
قیامت کا اُسے پیدا ہوتا ہی اور انبیا اور مرسلین کا ڈرانا بیان کرنے سے مجازات کی تفصیل اور مضرات
اور نافعات سے اُس جہان کی ہی پس جو شخص کہ علم اجمالی مجازات پر نہین رکھتا انبیا اور مرسلین کے ڈرانے
سے بے بہرہ ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد مَنْ يَّخْشٰى سے یہ ہے کہ خوف آخرت کی استعداد کا
بالقوہ اُس مین موجود ہی نہ یہ کہ بالفعل ڈرتا ہے اور ڈرانے سے انبیا کے سوائے اُن لوگون کے
کہ استعداد خوف کی رکھتے ہین فائدہ مند نہین ہوتے اور گویا انبیا کو دوسرون کے ڈرانیکا منصب
نہین ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ ڈرنے والے اور ڈرانے والے کو سوال اُس چیز کے وقت کا اصلا درکار

نہین ہی جیسے کسی مسافر کو چورون کا ڈر ہویا کوئی دوسرا اُسکو قزاقون سے ڈراوے اور وہ پوچھے
کہ مجھپر کس وقت آپڑین گے جبتک تو اُسکا وقت بیان نہ کریگا تب تک مین ہرگز یقین نہ کرونگا اور ظاہر
ہے کہ اگر کافرون کا سوال قیامت کے وقت کا اسواسطے تھا کہ اگر وقت کا بیان کرین گے تو ہم ایمان لاوینگے
بس یہ صاف بیجا ہی کیونکہ بیان کا وقت اس صورت مین موجب ایمان کا ہوتا ہی کہ وقوع واقعے
کا موافق اسوقت کے ہووے اور اُس سے پہلے بیان کرنا اور نہ کرنا وقت کا برابر ہی اور بعد واقع ہونے
قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہی اور اگر اسواسطے کہ اُسکا بعد اور قرب معلوم کرلین اگر دور ہو تو
خاطر جمع سے بیٹھ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اسکی فکر کرین تو یہ بھی بے حاصل ہی کیونکہ قیامت قائم ہونیکے
وقت یہ مدت دراز جو گذری ہی اُنکو بہت تھوڑی معلوم ہوگی کانھم یوم یرونھا گویا کہ وہ لوگ
جس روز کہ دیکھین گے نشانیان اُس قیامت کی تو جانین گے کہ اُن کے ٹھہرنے کی مدت دنیا مین نہایت
تھوڑی تھی اور ایک روز کامل کو بھی نہین پہونچی تھی بلکہ ایسا گمان کرینگے کہ لم یلبثوا دیر نہین کی تھی دنیا اور
برزخ مین الا عشیۃ مگر ایک عشا کہ آفتاب کے زوال سے غروب تک ہوتی ہی او ضحٰھا یا برابر اُسکے ضحی کے
کہ طلوع آفتاب سے زوال کے قریب تک اُسکا وقت ہوتا ہی اور تردد اُنکا عشا اور ضحی مین اسواسطے ہوگا کہ
اگر عمر اُنکی مشقت اور رنج مین گزری تھی اور برزخ مین بھی عذاب مین گرفتار تھے اسواسطے اپنی بقا
کی مدت کو آدھی عشا یعنی پچھلے آدھے دن کے برابر جانین گے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت یہی ہی اور اگر
اُنکی عمر راحت مین گزری تھی اور برزخ مین بھی چندان معذب نہین ہوئے تو اپنی بقا کی مدت کو ضحی سمجھین گے
اور بعضے علما نے کہا ہی کہ شروع رات دن کے دورِیکا اکثر لوگون کی نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ
مین دوپہر دن سے ہی اور شریعت مین اول فجر سے اور جو اہل محشر منظور رکھین گے کہ اپنی بقا کی مدت کو آدھے
دن سے بھی کمتر بیان کرین تو کہین گے کہ اگر شروع دن کا نصف النہار سے ہے تو ہمنے دیر نہین کی
مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا اول فجر سے ہی تو ہمنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر یہ ہی مقدم ہونے عشا
کے ضحی پر یہی ہی لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہے تاکہ آگاہی ہو اس بات کی طرف
کہ بالکل دنیا کی مدت اُنکے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جاے پر اُنکی زبان سے
فرمایا ہی کہ ان لبثتم الا یوما اور اپنی نوع کے بقا کا زمانہ دنیا مین اس روز کی ایک ساعت
کے برابر جانین گے نہ یہ کہ عشا ایک دن کی اور ضحی دوسرے دن کی ورا اگر عشیۃ و اضحی فرماتے اور

اضافت ضحیٰ کی عشیۃ کی طرف نہ کرتے تو اتحاد ایک روز کا بوجھا نہ جاتا اور احتمال ہی کہ معنی اس آیت کے اسطور سے ہون اِلَّا عَشِيَّةً وَضُحٰهَا اَيْضًا مَعَ الْعَشِيَّةِ اور حاصل یہ کہ اپنے دنیا کے باقی رہنے کی مدت مین تردد کرینگے کہ آدھا روز تھا یا سارا روز چنانچہ دوسری جاے پر اُن ہی کی زبان سے نقل فرمائی ہی لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَادِّيْنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

سُوْرَۃُ عَبَسَ ۴۲

یہ سورۃ مکی ہی اسمین بیالیس آیتین اور ایک سو تیس کلمے اور پانسو تینتیس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط سورۂ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہے اوّل تو یہ کہ آخر مین سورۂ والنازعات کے اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا فرمایا ہے اور اس سورت مین عتاب اور خطاب ہے ترک کرنے پر اس منصب کے لوازمات کے کہ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى دوسرے یہ کہ اس سورۃ کا قصہ اُس سورۃ کے قصے سے تقابل رکھتا ہی وہان ایک پیغمبر جلیل القدر کو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بھیجا اور اسکی خوشامد کا حکم فرمایا فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى اور یہان پر ایک فقیر اندھے خاکسار کو آگے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے اور اسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اعتبار اور ثروت والون سے توجہ کرنے پر عتاب فرمایا وہان حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور آرزو کے کہتے تھے هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى اور یہان حق جل وعلا امیدوار کرتا ہی کہ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى اور اس بادشاہ کو طغیان اور سرکشی سے وصف فرمایا اور اس فقیر کا خوف وخشیت سے اور وہ بادشاہ جبار اپنے مکان پر تھا اور پیغمبر کو اسکے پاس جانے کا حکم ہوا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اور یہان پر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہی کہا اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى تا معلوم ہو کہ کاروبار انبیا کا تمام تابعداری اور فرمانبرداری ہی جسطرح سے ارشاد ہوتا ہی اسیطرح سے بجا لاتے ہین اگر اغنیا اور سرکشون کی ملاقات کا حکم ہوتا ہی تو بسر وچشم اور اگر فقیرون اور خاکسارونکی تعظیم اور توقیر کو ارشاد ہوتا ہی تو علی الراس والعین نہ تابعداری اور فرمانبرداری سے فقیرونکی خوشدل ہوتے ہین اور نہ سرکشی اور جباری سے متکبرونکی تنگدل فرعون کو دیکھا چاہیے کہ کس صفت سے موصوف ہوا کہ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى یعنی پیٹھ پھیر کر راہ حق سے بھاگتا تھا اور اس مسکین اندھے کو غور کیجیے کہ کسطرح آتا ہی جَآءَكَ يَسْعٰى یعنی حق کی طرف منہ کر کے دوڑتا ہی تیسرے یہ کہ ان دونون سورتون مین ذکر کے قیامت کے اور تکلیفین اُس روز کی ایک ہی طور سے مذکور ہین جیسے اس سورۃ مین

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى الی آخرہ فرمایا ہی اور اس سورۃ
مین فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الی آخرہ ارشاد ہوا جو تھے یہ کہ تعداد اللہ
تعالی کی نعمتون کی درست کرنے مین آدمی کی معاش اور خلقت کی اور اسکے اصول کے بھی ان دونون
سورتون مین مناسبت قریب اتحاد کی رکھتے ہین گویا دونون ایک ہین اور اس سورۃ مین اَخْرَجَ مِنْهَا
مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ مذکور ہی اور اس سورۃ مین فَاَنْبَتْنَا مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ
اور اس سورۃ مین خلقت آسمان کی اور رات و دن اور زمین اور پہاڑونکی یاد فرمائی ہی اور اس سورۃ مین
خلقت آدمی کی نطفے کی حالت کی وقت سے تا دم مرگ ارشاد ہوئی اور پہلے اسبات کے کہ سبب اس سورۃ
کے نازل ہونیکا مذکور ہو تمہید ایک مقدمہ کی ضرورت ہے اول سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالی کی محبوبونمین
کہ ان کو ہدایت اور ارشاد کے کام کیواسطے چن لیا ہی اور درمیان مین سب لوگون کی جنسیت مین اوصاف
بشریت کے اور صفات نفس کی کچھ فرق نہین ہوتا بلکہ فرق اس جہت سے ہی کہ محبوبونکو خود تربیت فرماتے ہین اور
جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتون مین سے ان سے موافق مقتضای جبلت بشری کچھ ظاہر ہوتی ہی اور اپنی
خودی سے کوئی حرکت کر بیٹھتے ہین کہ موجب نور حق کی احتجاب کا ہو تو جلد تادیب و عتاب سے آگاہ کر دیتے ہین
اور اسکا تدارک فرماتی ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہی کہ ادبنی
ربی فاحسن تادیبی وعلمنی فاحسن تعلیمی تو یہانتک کہ اول تخلق باخلاق الہیہ ان کو حاصل ہو کہ مرتبہ وصول
کا اور بقای نفس کو لازم ہی اور بعد اسکے تحقیق ساتھ ان اخلاق کی میسر ہو کہ مرتبہ بقا کی تابع ہی اور اسکو حالت
استقلال اور تمکین کی کہتے ہین پس صادر ہونا اس قسم کی حرکتون کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس جناب
کے مرتبے اور منصب کی منافی نہین بلکہ تادیب اور عتاب الہی ان حرکات پر عین دلیل ہی اس منصب اور
اس مرتبۂ عظیم کی اور جو یہ مقدمہ تمہید کیا گیا ہی سمجھ مین آگیا تو سمجھ لیا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکروز مسجد الحرام
مین تشریف رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ اور سردار قریش کے جیسے عتبہ و ربیعہ جو بیٹے
ربیعہ کے اور ابوجہل ہشام کا بیٹا اور حضرت عباسؓ عبد المطلب کی بیٹے اور دوسرے رئیس بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ان کو دین اسلام کی خوبی اور بت پرستی کی برائی سمجھاتے تھے اور کمال توجہ سے انکے ساتھ باتونمین
مشغول تھے کہ اتنے مین ایک اندھا یعنے عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری کہ انکو ابن ام مکتوم بھی کہتے
تھے اسواسطے کہ مکتوم اندھے کو کہتے ہین اور انکی ماں کو ام مکتوم کہا کرتے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

اور آنحضرت صلعم اسوقت کے آنے سے اُن کے ناخوش ہوئے اور جانا کہ یہ شخص نابینا ہی مجلس کے رنگ ڈھنگ
تو جانیگا نہین مجمل اور بیموقع کلام کریگا اور بات مین بات کر بیٹھے گا اور یہ جو مین ان سرداروں سے باتین کر رہا
ہون اور دعوت اسلام کی کرتا ہون ناتمام رہجاویگی اُس نابینا نے کچھ مجلس کے پس و پیش کا خیال نہ کیا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آ کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجکو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورۃ سکھا دو
اور میری طرف کو توجہ فرماؤ کہ مین بغیر رہبر کے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہون آنحضرت
نے اُن سردارون کی خاطرداری کیواسطے کچھ جواب نہ دیا اور فرمایا کہ ٹھہر وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹھہرا پھر اسیطرح
سے کہنے لگا یہانتک کہ کئی بار یہ مقدمہ اسی طور سے ہوا آخر اسکی اس حرکت بیجا کے سبب سے کہ اُن سردارون
کی تنگدلی ور رنجش کی باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبین ہوے اور چہرہ مبارک پر آثار خفگی کی نظر
آنے لگے اور اپنا منہہ اُس نابینا کی طرف سے پھرا کر اُن سردارون کی طرف متوجہ ہوے پس اسی حال مین یہ سورۃ
نازل ہوئی اور اس معاملے پر سخت خفگی اتری اور روایت کیا گیا ہی کہ جون جون آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ان آیتون کو جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے دون دون رنگ مبارک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہوتا جاتا تھا یہانتک کے جب كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ کو زبان سے حضرت جبرئیل
علیہ وسلم کی سنا تو خوش ہوے اور وہ خوف دل سے کم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھے کہ یہ خفگی
فقط نصیحت کے واسطے ہے مہربانی اور عنایت کی راہ سے کچھ غضب کی راہ سے نہین ہی بعد اسکے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہو کر چلا گیا تھا تشریف فرما ہوے اور عذر کیا اور اسکو ہمراہ
لیکر دولتخانے کو تشریف لاے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُسکو اسپر بٹھایا پھر جب کبھی وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ارشاد
فرماتے تھے کہ مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی یعنی خوش آیا تو وہ شخص ہی جسکے واسطے میرے پروردگار
نے مجکو عتاب فرمایا اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے تھے کہ اگر تیری
کچھ حاجت یا کام ہو تو کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا کو دو بار مدینہ منورہ مین اپنے قائم
مقام امام نماز کا مقرر کر کے سفر کو تشریف فرما ہوے ہین اور انس رض بن مالک نے ایک عجیب
احوال اس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مین نے اُسکو قادسیہ کی لڑائی مین دیکھا زرہ پہنے اور تازی گھوڑے
پر سوار اور آگے آگے اُسکے ایک سیاہ نشان تھا اور باوجود اس نابینائی کے کافرونکی صفونپر حملے کرتا تھا

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قصّے کے بعد کسی فقیر سے چین بجبین
نہین ہوسے اور کسی دولتمند سے تملّق اور ملاوٹ نہین کی اور اس مقام پر مفسّرین کو اس خفگی
اور عتاب ہونے کے مقدمہ مین بڑا اشکال ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے مین کوئی
ایسی بات کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو عمل مین نہین آئی پھر اسقدر خفگی پیر کسواسطے فرمائی کیونکہ شرع
کا قاعدہ ہے کہ عام نفع مقدم ہی خاص نفع پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جو اُن
سردارون کو کرتے تھے قرآن سکھانے پر اس نابینا کے اسواسطے مقدم رکھا کہ اُن کی اسلام لانے
مین سارے شہر مکہ کے اسلام لانے کی توقع تھی کہ الناس علی دین ملوکھم اور تعلیم کرنی مین قرآن
کی سورتون کے اُس نابینا کو خاص اُسی نابینا ہی کیواسطے فائدہ تھا اور پس دوسری یہ کہ اسلام کی دعوت
مقدم ہی قرآن سکھانے سے کیونکہ وہ اصل ہی اور یہ فرع اور فقہا کے نزدیک بات ٹھہر چکی ہی کہ اگر کوئی
شخص کسی کے پاس آوے اور کہے کہ مجھکو اسلام کی تعلیم کر اور دوسرا شخص اسی وقت کہے کہ مجھکو قرآن پڑھا
یا کچھ ارشاد اور نصیحت کی خواہش کرے تو اُسوقت اسلام کی تلقین کو مقدم کرنا چاہیئے کہ اُسکے دیر کرنے
مین بڑا نقصان ہی اور باتون مین دیر کرنے کی نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنے مرض روحانی کی مبتلا
ہونے مین کہ کفر ہی سرسام کے ایسے مانند ہی کہ ذرہ سی غفلت اور سستی مین علاج کی درجے سے گذر جاتا ہی اس
شخص کی حالت اور جو مسائل شرعیہ اور قرآن پڑھنا نہین جانتا مانند اس مریض کی ہی کہ مرض اسکا چندان سخت
نہین آہستہ آہستہ تدارک اُسکا ہو سکتا ہی اور ترشروئی آنحضرت کی اُس نابینا کی حرکات نا ملائم کی سبب سے ظاہر
ہوئی تھی دو وجہ سے خفگی کے قابل نہین تھی اول تو یہ کہ تغیر بلا اختیاری ہی اختیاری نہین پس اس
قسم کے کامون کی تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق کے قسم سے ہی دوسرے یہ کہ نابینا کے سامنے ترشرو ہونا اور
مُنھ پھیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اُسکی طرف رخ کرنا برابر ہی کیونکہ وہ کچھ دیکھتا نہین ہی کہ اسکو ترشروئی کا
رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہ ہی کہ آنحضرت کو اُسوقت تک جناب الٰہی مین اس فعل کا ناپسند ہونا بھی
معلوم نہ تھا اسواسطے کہ ممانعت اس فعل کی نازل نہین ہوئی تھی پس ابتداے نہی مین اسقدر خفگی کا کیا
محل تھا جواب اس اشکال کا یہ ہی کہ شعر کار پاکان را قیاس از خود مگیر　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
ہر چند کہ وہ نابینا چہرۂ مبارک کے تغیر کو نہ دیکھتا تھا لیکن دوسرے لوگ تو دیکھتے تھے اور اغنیا کی خاطرداری
اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے تھے حقتعالی نے اپنے محبوب کے حق مین اتنے توہم کو بھی پسند نہ رکھا

اور چاہا کہ ظاہر اور باطن میرے محبوب کا میری رضامندی ڈھونڈھنے مین مصروف ہی اور ہرگز کسی کو میرے
محبوب کی طرف ریا کی تہمت کا گمان بھی نرہے آور یہ بھی ہی کہ نفوس قدسیہ کو چاہیے کہ سیکھنے والے کی استعداد
کے موافق فیض اور فائدہ پہونچانا منظور رکھین اور کام کے انجام پر نظر کرین کہ بہت سے فقیر خاکسار اپنی استعداد عالی
کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوئے ہین پس قوت استعداد سے شاگردی کی امیدوار عام نفع کا چاہیے رہنا اور
کثرت پر تابعدارونکی کہ بالفعل اغنیا کو حاصل ہی فریب کھانا ظاہر بینون اور نادانون کا کام ہی جو استعداد
نفوس کے مراتب کو نہین جانتے ہین آور یہ بھی ہی کہ اُس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے
یقینی امر تھا اور اُن سردارونکا فائدہ اُٹھانا دعوت اسلام سے پھر فائدہ اٹھانا شہر والون کا اُن کی پیروی سے
ایک خیالی بات تھی اور موہوم بات کو معلوم بات پر ترجیح دینا خوب نہین آور کُنہ کی بات یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی یہ حرکت گناہ اور خلاف شرع ہونیکا لگاؤ بھی نہین رکھتی تھی لیکن محبوبین فقط گناہ سے بچنے پر کفایت
نہین کرتے ہین بلکہ اُن سے تملق باخلاق الٰہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات اپنے فرزندون سے خلاف اپنی
وضع اور آئین کے دیکھتا ہی گو کہ وہ مشروع اور اچھی ہو غصہ کرتا ہی چنانچہ بادشاہ اپنے فرزندونکی واسطے نہین
چاہتے کہ صلحا اور مشایخون کی طرح سے مسجدون مین معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشایخ اور
صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہیون اور نوکری پیشون کی مانند تلاش معاش مین مشغول ہو گو کہ وجہ
حلال سے ہو وعلی ہذا القیاس پس یہ عتاب اور خطاب کچھ گناہ اور تقصیر پر نہین ہی کہ وجہ اسکی بیگناہی
اسصورت مین مشکل ہو جاوے بلکہ یہ تو اس قسم سے ہی جیسے کہ والدین کی تربیت اپنی فرزندون کے واسطے ہوتی ہی
سو وجہ اسکی ظاہر ہی اور وجہ اسکے نام ہونیکی ساتھ عبس کے یہ ہی کہ خفا ہونیکا اُس ذات پاک کے ایسے نبی عظیم القدر
پر اس بات پر کہ ادنیٰ سے ادنیٰ شاگرد سے مُنہ پھرایا اور امیرونکی طرف متوجہ ہوے نام اس سورۃ کا قرآن مجید کی
سورتون سے ہوا اور مدتون اور قرنون تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالی کی شاگردون اور طالب علمون پر
رہی اور یہی تعلیم پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصًا مرشدون اور معلمون کی ہوا اور فقط اس سورۃ کا نام سنتے ہی وہ قصہ
انکو یاد آوے اور عبرت پکڑین آور یہ بھی ہی کہ کمال محبوبیت اُس پیغمبر کی حضور خداوندی مین ثابت ہو کہ اسقدر
تغیر چہرہ کو انکو اتنا شاق جانا کہ باربار قاریون اور پڑھنے والون کی زبان سے یاد فرماتے ہین اور اسکی خبر دیتے
ہین اور اس کلام کو کہ اسمین یہ قصہ مذکور ہی اسی طور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے
معاملہ نامرغوب کو شاق جان کر اس معاملے کے وقت کو اور مکان کا بھی پتا اس معاملے کے ساتھ بتاتا ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَبَسَ تیوری چڑھائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسقدر پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ وَتَوَلّٰی اور
منھ موڑا اَنْ جَاۤءَہُ الْاَعْمٰی اس سے کہ آیا اُس پاس ندھا اور مفسرین کا اختلاف ہے اسبات
مین کہ نابینا کا آنا کسواسطے اس جائے پر مذکور فرمایا بعضے کہتے ہین کہ محض بیان واقعے کا ہی اور بعضے کہتے ہین
کہ کثرت عتاب کے واسطے ہی کہ ہم نے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور مخلوق کی ہدایت کیواسطے بھیجا اور
زیادہ تر لائق رحمت کے ضعیف اور فقیر اور اندھے ہین اور مستحق رہنمائی کے اندھے خاکر دہین پس اس قسم کے
لوگون سے منہ پھرانا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہی مثال اسکی ایسی ہی جیسے ایک شخص اپنے خادم کو فرماوے
کہ جو راہ بھولے اسکو بتادیا کر اور وہ خادم دیکھنے بھالنے والون کو راہ بتاوے اور اندھے دھندے کیطرف
التفات نہ کرے اور بعضون نے کہا ہی کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کلام مین
مخاطب بھی نہ فرمایا کیونکہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی مرضی سے غائب ہو گئے تھے
اگرچہ اسکے بندونکو اسکی طرف بلاتے تھے لیکن حضور حق سے غائب کے حکم مین قرار دیا ہی اسواسطے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حضور حق کے طالبون کے مطلب سے غفلت کی تھی اور غائب کو خطاب
لائق نہین ہی پھر جو گلہ شکوہ کرنا شروع ہو گیا تو اچھی طرح سے دھمکانے کے واسطے خطاب فرمایا جیسے کوئی
شخص کہ اول اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگون کے سامنے کرتا ہی اور اسکو کمال خفگی کے سبب سے مخاطب نہین
کرتا پھر جب شکایت کے وقت جوش مین آجاتا ہی تو خطاب اس بندے کیطرف شروع کرتا ہی اور جو یہانپر دوسرا
کوئی مخاطب نہ تھا کہ ان کی شکایت اسکے سامنے بیان فرماتے تو اول شکایت ان کی ان ہی کے سامنے
بطور غیبت کے بیان فرما کر پھر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ اشارہ اسطور کیطرف ہو اور شدت خفگی کی
معلوم ہو اور محققین نے کہا ہی کہ اس قصے کا لانا تمہید عذر کیواسطے ہی آنحضرت کیطرف سے اس معاملے مین کہ اس
نابینا کیساتھ کیا اور یہ نہایت رحمت اور محبت کا مقتضا ہی کہ عین عتاب مین ان کا عذر بھی بیان فرماتے
ہین جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگونکے سامنے کرتا ہی اور عین شکایت مین اپنے بیٹے
کا عذر بھی بیان کیے جاتا ہے تاکہ لوگ جانین کہ یہ لڑکا قابل خفگی کے نہین ہی اور ان کامونکے کرنے
مین معذور ہی لیکن یہ شفقت پدری کا کمال ہی کہ اسکے حق مین اسقدر بھی راضی نہین ہی اور چاہتا ہی کہ
تربیت اسکی کمال کے درجے کو پہونچ جاوے اور وجہ عذر کی یہ ہی کہ گویا یون ارشاد ہوتا ہی کہ حسن خلق اس پیغمبر کا اصلا

اس بات کو نہین چاہتا تھا کہ فقیرون محتاجون سے کہ طلب حق کی کرتے ہین اور دین کی راہ ڈھونڈھتے ہین
اسطور سے پیش آوے لیکن اس پیغمبر نے جانا کہ یہ شخص نابینا ہی منھ پھرانے مین اور توجہ کرنے مین کہ
ترش روئی اور خندہ روئی مین امتیاز نہین کرسکتا تو اسکی بیجا حرکتون کے سبب سے تیوری چڑھائی
اور منھ موڑا اور بہی بجان کو زور سے اس عمل سے نزدیکا اور بسبب کمال رحمت اور عنایت کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس مقام مین حذف کرکے فعل غائب کو فاعل سے خالی لائے ہین
تاکہ صریح نسبت اس فعل کی اس محبوب کیطرف نہ کرین گویا اسطور سے ارشاد ہوتا ہی کہ تیوری چڑھائی
اور منھ موڑا ایک تیوری چڑھانیوالے اور منھ موڑنیوالے نے اور اگر خطاب کا لفظ فرماتے تو اس فعل کی
نسبت صریح اس محبوب کیطرف سمجھی جاتی اور وہ کمال رحمت اور شفقت کے خلاف ہی پس عین حکایت
اور عتاب مین لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت کیے چلے جاتے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ اندھے
کی تعلیم مشکل ہی کیونکہ وہ فقط یاد کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہی مراجعت طرف مکتوب کے اس سے ممکن نہین پس بعذر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نوع سے ارشاد ہوا کہ تونے اس نابینا کو کم استعداد جانکر اسکی تعلیم
سے منھ پھرایا حالانکہ آنکھونکا اندھاپن موجب اس منھ پھرانے کا نہین بلکہ دلکا اندھاپن موجب اس
منھ پھرانے کا ہی اور وہ امیر اور سردار سب دل کے اندھے تھے پس تمکو یہ لائق تھا کہ ان سے منھ پھراتے
نہ اس آنکھون کے اندھے سے کیونکہ شاید یہ اندھا بینا دل ہو وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ اور کیا جانتا
ہی تو شاید کہ وہ اندھا پاک ہوجاوے اور آئینہ اسکے دل کا ایسا صاف ہوجاوے کہ جو کچھ یہ آنکھون والے
امور غیبیہ اور کشفیہ سے نہین دیکھ سکتے ہین وہ دیکھے اور مقتدا ایک عالم کا بنجاوے اور وہ ایک اندھا ہزارون
انکھیارون سے بہتر ہوجائے اسیواسطے کہا گیا ہے **بیت** خدای کوری خفاش چشم بینائی ؛ کہ بیخبر ز رخ آفتاب
نیم شبی است أَوْ يَذَّكَّرُ یا وہ نابینا نصیحت قبول کرے اور اگرچہ صیقل قلب کے مرتبے کو نہ پہونچے لیکن
قرآن کے معنی اور امر و نہی اسکی اسکے دلمین ایسی قائم ہوجائیگی کہ وہم اور خیال اسمین آمیزش نکریگا
فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ پس نفع دے اسکو یہ نصیحت پکڑنا کہ اسکے سبب سے عمدہ عمدہ منفعتین
دین کی حاصل کرے اور ضرر پہونچانیوالی چیزون کو دفع کرے اور لطیفہ اسکی عقل کا روشن
ہوجاوے اور ہزارون انکھیارون سے بہتر ہوجاوے اور عالم ربانی بنجاوے جیسا کہ اول
شق مین لطیفہ قلب اسکا صاف ہوکر مرتبہ ولی صاحب کشف اور عرفان کا حاصل ہوا اور جب

حاصل ہونا ایک شق کا بالخصوص اُس اندھے کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے
احوال دیکھنے والون کو اُسکے یقینی معلوم نہ تھا تو اس مضمون کو کلمے لعلّ سے کہ دلالت شک اور
منع خلو پر کرتا ہی ارشاد فرمایا لیکن اس نابینا کے کمال شوق اور کثرت حرص سے فیض حاصل
کرنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے انسیت اور تلاوت پر قرآن کے اور تامل
کرنے سے اُسکے معنون مین اسقدر یقین تھا کہ آخر کچھ ہو رہے گا اور ان دونون مرتبون سے محروم
مطلق نہ رہے گا اور کشاف والا بھی کلمۂ اَو کے مدلول سے متنبہ ہوکر اپنی تفسیر مین بطور سوال کے لایا
ہے کہ پاک ہونیسے زیادہ کونسا نفع پند کا متوقع ہی اور جواب لکھا ہی کہ پاک ہونا عبارت ہے
پرہیزگاری اور گناہون کے بچنے سے اور نفع کرنا نصیحت کا عبارت طاعت اور بندگی کے
کامون سے ہی کہ ان کے سبب سے ثواب حاصل ہونے کی امید ہی اور ثواب منفعت دائمی ہی لیکن اس بات
پر اسکی ایک ایراد کی ہی کہ حاصل ہونیسے علم کے دونون چیزین حاصل ہوتی ہین گناہون سے بچنا بھی
اور عمل طاعت کا بھی پس مقام تھا واو کے حرف لانیکا نہ اَو کے حرف لانیکا جواب مین اس ایراد کے کہا گیا ہے کہ
طالب علم کو یقینی معلوم نہین کہ کیا سنے گا اگر نہی سنیگا تو گناہ سے باز رہیگا اور اگر امر سنیگا تو
بندگی مین زیادہ ہوگا اور اگر دونون سنیگا تو دونون کام کرے گا پس استعمال کو حرف اَو کے
کہ منع خلو کے واسطے ہی نہ منع جمع کیواسطے ایک وجہ وجیہ پیدا ہوئی اور حق وہی بات ہے جو پہلے
مذکور ہوئی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی مقرر جو شخص کہ بے پروائی کرتا ہی تیری ارشاد سے بلکہ تیری راہ سے
اور اپنے مال و جاہ پر رنجھ رہا ہی فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی پس تو اُسکی ہدایت کیواسطے تصدیع کرتا ہی
اور شوقین شاگردون سے منہ پھراتا ہی اس خیال پر کہ بے پروا کو طالب و شوقین اس راہ کا چاہیئے
کرنا اور اُسکے حال پر متوجہ ہونا چاہیے اور شوقین طالب کو اُسکا شوق ہی راہ پر بس ہی آخر مطلب
کو پہونچ رہے گا وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی اور تجھپر الزام نہین اس بات کا کہ وہ بے پروا پاک نہو کیونکہ
تیرا کام تو احکام الٰہی پہونچانیکا ہی اور تربیت مستعدون شوقین کی کرنا اور وہ مستغنیون کی یعنے
بے پرواؤن کے قبول ورنا قبول کرنیکی صورت مین تجکو حاصل ہی وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی اور
مقرر جو شخص کہ تیرے پاس دوڑتا آتا ہی محنت اُٹھا کر جیسے وہ نابینا کہ ہاتھ پکڑنیوالا بھی نہین رکھتا
تھا اور جا بجا ٹھوکرین کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین پہونچا تھا وَھُوَ یَخْشٰی

اور وہ ڈرتا ہو اوّل تو خدا تعالیٰ سے کہ مرضیات سے اُسکی دور نہ جا پڑے اور منہیات مین مبتلا ہو جاوے
اور یہ خوف طلب کرنے مین علم کے اور حاضر ہونے مین تیری صحبت کے موجب ہے کہ شوق کا ہوتا ہے پھر
راہ مین کافرونکی ایذا سے ڈرتا ہے کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے اُسکے
مطلع ہو جاوین اور ایذا دین پھر گرنے اور ٹھوکرین کھانے سے ڈرتا ہو اور جب تیری حضور مین
آتا ہے تو اپنے سبق کا وقت ہونے سے ڈرتا ہو کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شغل
درپیش ہو جاوے اور مین محروم رہون فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ پھر تو اُس سے مُنہ پھیر کر دوسرونکی طرف
مشغول ہوتا ہے اور اُسکے حال کی طرف مشغول نہین ہوتا گویا کہ فائدہ تجلی اسی بات مین دیکھتا ہے تو کم
بے پرواؤن اور بھاگنے والونکو تابعدار کرے اور راہ پر لاوے اور مشتاقون اور سچے طالبونکو
تاخیر اور درنگی سے کمال شوق مین مضطرب کیئے کَلَّا بعد اسکے ایسا نہ کر کیونکہ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ تحقیق
یہ آیات قرآنی خدا کی اور اُسکے نامونکے اور اُسکی صفتون اور افعال اور احکام اور اُسکے جزا اونکی یاد کرنے
کے واسطے ہین تا کہ لوگون کو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف و رجا کی کھلجاوے اور اللہ
کی راہ پر چلنا اختیار کرین اور اس بات مین چاپلوسی و التجا اور زاری مفید نہین بلکہ اختیار دل کا
اور رغبت طبیعت کی درکار ہو فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ پھر جو شخص کہ خواہش صادق رکھتا ہو پڑھے
اس قرآن مین ذکر اللہ کا اور ذکر الٰہی بغیر دل کی رغبت کے اور صدق ارادت کے مفید نہین
اور وجہ ضمیر کے تانیث ہونیکی اِنَّهَا مین اور تذکیر کی ذَكَرَهٗ مین باوجود اسبات کے کہ مرجع واحد ہی
یعنے قرآن یہ ہو کہ تذکرہ ہونا قرآن کا باعتبار اُسکی آیتون اور سورتون کے ہو کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ
مضمون رکھتی ہین بعضیون مین بیان اسما اور صفات کا ہے اور بعضیون مین بیان احکام
اور شریعتون کا اور بعضیون مین وعدہ وعید اور ذکرہ ہونا قرآن کا باعتبار اُسکی
وحدانیت کے ہے کہ تمام قرآن اُسمین برابر ہے اور مضامین کے اختلاف کو ذکرہ ہونے
مین اُسکے کچھ دخل نہین اس واسطے کہ کس مضمون کا کلام الٰہی ہے اور متصل ہونا کلام کا
متکلم سے اقوے اور اشد متصل ہونے سے نام کے نام والے سے اور جو التفات کسی کا نام
لینے کے وقت اُسکی طرف حاصل ہوتا ہو اُس سے بہت کم ہوتا ہو جو اُسکے کلام پڑھنے کیوقت
اُس سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ یہ بات تجربہ کارون کو خوب معلوم ہے اور یہ بھی ہے

کہ کلام شخص کا ایک عمدہ نشان ہو اُسکی ذات کے نشانون سے کہ اِس کلام کی پڑھنے کیوقت
پڑھنے والے کے دل پر روشن ہوتی ہو اسیواسطے بزرگون کا کلام دلونمین زیادہ تاثیر کرتا ہو انکے
کلام سے اور اسی سبب حدیث شریف مین وارد ہو کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہو کہ ھو حبل اللہ
المتین اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہو کہ تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ
ولکنھم لا یبصرون اور اگر کسی کے اس بات سے یہ خطرہ خاطر مین گذرے کہ عمدہ اور سردار
اور غنی اور دولتمند شوق کسی کتاب کا یا کلام یا شعر کا کرتے ہین تو قدر اور عزت اُس کلام اور
کتاب کی بڑھجاتی ہو اور اُسکو خوشنویسون زرین رقم کے ہاتھ سے حریری طلاکاری کاغذون
پر لکھاتے ہین اور مطلا اور مذہب اور مجلد کر کے زرین غلافون مین رکھتے ہین اور جزدانون
رحلون پر دھرے ہوتے ہین اور مکلف صندوقون مین احتیاط سے دھرے ہوتے ہین اسکے
سبب عزت اور مرتبہ اُس کلام کو زیادہ ہوتا ہو اور لوگون کے دلون مین عظمت اور بڑائی اُسکی
سماتی ہو جیسے کوئی دلچسپ شعر جو خوش آوازی سے پڑھا جاتا ہو تو اُس سی زیادہ تاثیر کرتا ہو
کہ سرسری پڑھا جاوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اس باب مین کا میر وان سرداروں
کی دعوت مین مشغول تھے اور فقیرون اور محتاجون سے منھ پھراتے تھے یہی غرض ہوگی ہم کہتے ہین
کہ یہ قرآن اس قسم کا نہین ہے کہ ان چیزون سے عزت اور بڑائی اُسکی زیادہ ہو بلکہ عزت اور
قدر اُسکی اُس عالم مین کہ وہان سے زمین والون کے پاس آتا ہو دیکھا چاہیے فی صحف مکرمۃ یعنی
آیتین قرآن کی لکھی گئی ہین عزت کے ورقون مین کہ حق تعالی نے خود اُنکی عزت بڑی کی مرفوعۃ
یعنے وہ صحیفے اونچے دھرے ہین بیت العزۃ مین کہ ایک عمدہ جلسہ ہو آسمان دنیا مین اور قرآن مجید
کو اوّل لوح محفوظ سے نقل کرا کے اِس مقام مین پہونچایا وہان سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا
تھا مطھرۃ وہ صحیفے پاک کیے گئے ہین تمام آلودگیون اور پلیدیون سے اور اگر دنیا کے سردار
اور امیر اس قرآن کی آیتون کو حریری طلائی کاغذون پر لکھاوین ہرگز اس کرامت اور بزرگی
کو نہ پہونچیگا اور اگر رحلون پر اور صندوقچون مین رکھین لیکن ہرگز اس بلندی اور اس مرتبہ کو
نہ پاسکیگا اور اگر عطر لین تے اور نجاستون سے پاک رکھین گی تو بھی اس پاکیزگی کو نہ پہونچیگا کہ
ہرگز ہاتھ کسی گنہگار کا اُسکو نہین پہونچتا بلکہ وہ ورق بایدی سفرۃ یہ لاسونپے گئے ہین ہاتھون ایسے

لکھنے والون کے کِرَامٍ بَرَرَةٍ کہ بڑی قدر والے اور نیکوکار ہین کہ کبھی سوائی کرم اور نیکی کے
اُن سے ظہور مین نہین آتا اور دنیا کے لکھنے والے گناہون اور خباثت ذاتی مین آلودہ ہین اگرچہ
ظاہر اپنا آراستہ کرین اس سے کیا حاصل پس قرآن کے حق مین دنیا دارون کی عزت اور اہل دول
کی عزت اور قدر کی توقع رکھنا محض بیجا ہی بلکہ اہل دول قدر کو اسکی جانین تو غنیمت ہے کیونکہ آدمی
بالطبع کفران نعمت پر مجبول ہو قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مارا جائیو آدمی کیسا ناشکرا ہے
کہ جسنے اس کلام عظیم القدر سے اس کو نوازا ہی اور طرح طرح کے ارشاد اور ہدایتین اسمین
فرمائی ہین اُسکو نہین جانتا اور اُسکے حقوق ادا نہین کرتا اور مال وجاہ پر اپنے مستغنی اور بے پروا
ہو جاتا ہے بلکہ اپنی اصل کی خبر نہین رکھتا کہ کیا تھا مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہی
اسکو اور اگر انسان حیا کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ
نطفے کی بوند سے پیدا کیا ہی اسکو کہ ایک پیشاب کی راہ سے نکلا اور دوسرے پیشاب کی راہ مین
گیا اور لہو اور نجاستون کے ساتھ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو گیا فَقَدَّرَهٗ پھر انداز کیا اسکو اعضا
مین بھی یعنے ہاتھ اور پاؤن اور آنکھ اور کان اور قد و قامت اور روزی اور رزق اور موت
اور زیست اور نیک اور بد عمل اُسکے معین کیے اور مان کے پیٹ مین رہنے کی مدت اسکی نو مہینے
یا کم و زیادہ معین فرمائی ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ پھر نکلنے کی راہ آسان کر دی اُسکو کیونکہ لڑکا جب
مانکے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسکا سر مان کے سر کیطرف ہوتا ہے اور پاؤن مان کے پاؤنکی طرف
پھر جب پیدا ہونیکا وقت قریب آتا ہی تو اُسکو الہام ہوتا ہی پس وہ بچہ خودبخود پھر جاتا ہے
سر نیچے اور پاؤن اوپر کیطرف کر لیتا ہے کہ نکلنا اُسکو آسان ہو جاوے پھر جب مان کے پیٹ سے
باہر آتا ہے تو معاش کی تلاش کی راہ اُسکو آسان کر دی جاتی ہی اور بھوک کے وقت پستان
اُسکے ہاتھ مین آجاتی ہی تو ایک ہاتھ سے پستان مضبوط پکڑ کے پینا شروع کرتا ہی اور رونے دھونے
سے اپنے بھوکے پن کو ظاہر کرتا ہے اور اسی طرح سال بسال طرح طرح کی راہین اُسکو آسان
کر دیتا ہی یہانتک کہ کمال کے درجے کو پہونچ جاتا ہی اور راہ بری بھلی حق و باطل کی بھیجنے سے
پیغمبرون کے اور نازل ہونے سے کتابون کے اور مرشدون محقق کی صحبت سے اور علماے
یا تحقیق کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہے۔ پھر بعضون کو بہشت اور نجات کی

راہ آسان ہوجاتی ہی اور اُس راہ پر چلنے کی توفیق پاتے ہین اور بعضونکو ہلاکت اور دوزخ کی
راہ سہل اور آسان نظر آتی ہے اور اُس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ حاصل
کرنا کمالات کا آخر عمر تک آسان ہوتا چلا جاتا ہی ثُمَّ اَمَاتَہٗ پھر مار ڈالتا ہے اسکو تاکہ اپنی
محنتون کا کہ کمالات حاصل کرنے کو اس دار دنیا مین کی تھین پھل پاوے اور عالم برزخ مین
نشانیان اپنے اعمالون کی دیکھے پس موت بھی ایک بڑی نعمت ہے کہ تجارت کا فائدہ اسی سفر کے
سبب حاصل ہوتا ہے اگر موت نہ ہوتی تو آدمی ہمیشہ کشمکش مین اعمال شاقہ کے گرفتار رہتا
اور پھل اُس مشقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب سے مرنیکو بھی نعمتون کی گنتی کے مقام پر یاد فرمایا
ہے اور بزرگون سے منقول ہی کہ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ اور بعضے ظاہر بین
مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونیکی وجہ سے غافل ہوکر بطور سوال کے لائے ہین کہ نعمتون کی
گنتی مین موت کو کس واسطے گنا ہے جواب اس سوال کا اسطور سے دیا گیا ہی کہ بلغا کے نزدیک
مدار کلام کا اور فائدہ حاصل ہونیکی جگہ انجام اُس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنے کا
جو فرمایا ہے یہ بھی ایک بڑی نعمت ہے کہ آدمی کو ساتھ اسکے معزز و مکرم کیا ہی گو فی نفسہ موت
نعمت نہ ہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنیکے وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے
تجھ سے اسطرح کا سلوک کیا پھر تو بیمار ہوا تو تیری دوا دارو کی پس حقیقت مین نعمت مقصود
علاج ہے لیکن جو نعمت ہونا علاج کا لاحق ہونے پر مرض کے موقوف ہے تو کلام مین مرض کا
ذکر کرنا بھی ضرور ہوا اور اسی بات کے اشارے کے واسطے امانت اور اقبار کے درمیان مین
ثُمَّ کے لفظ کو نہ لائے اور فی کے حرف کو ارشاد فرمایا فَاَقْبَرَہٗ پھر گور کرایا اسکو پس گویا اشارہ
فرماتے ہین کہ مجموع امانت اور اقبار کا نعمتون مین داخل ہی نہ فرد فرد اور یہانپر جاننا چاہیے
کہ گڑوانے کو اقبار کہتے ہین اور گاڑنیکو قبر یقال اقبر الرجل عبدہ اذا حکم بان یقبر و قبر
الرجل عبدہ اذا دخلہ فی القبر یعنے کہا جاتا ہی اقبر الرجل عبدہ جب نے غلام مرے ہوے کو
گاڑنے کا حکم کرتا ہے اور بولا جاتا ہی قبر الرجل عبدہ جب گاڑ دیتا ہی اسکو اور اللہ تعالی
کے حکم کرنے کی صورت مُردون کے گڑوانے کے واسطے اوّل بار اسطور سے واقع ہوئی ہی
کہ جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا مین پہلی بار وہی ہوا تھا تو قابیل کو

کچھ معلوم نہ تھا کہ اُس مردے کو کیا کرے تو ناچار اُس لاش کو ایک چادر مین باندھ کے
اپنے ساتھ لیے پھرتا تھا آخر کو جب اُس لاش کے لیے پھرنے سے تھک گیا تو ایک
جنگل مین غمگین ہو کر بیٹھ گیا کہ ناگاہ دو کوے آموجود ہوے اور آپس مین لڑنے لگے یہانتک
کہ ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اپنے پنجون اور چونچ سے ریت کو ادھر اُدھر ہٹا کر
اُس مرے کوے کی لاش کو اُس گڑھے مین ڈالدیا پھر وہ ریت اُسپر ڈالکر خوب ایک تودہ بنا دیا
قابیل نے معلوم کیا کہ مردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہیے پس اپنے بھائی کی لاش کو بھی اسیطور
سے دفن کر دیا اور قبر بنا دی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے
نازل ہوے اور اُنکی اولاد کے سامنے اُن کی تجہیز و تکفین کر کے اُنکو قبر مین دفن کیا اُس روز سے
یہی طریقہ معمول ہو گیا اور یہ تعلیم الٰہی پہلی بار قابیل کو اُسکی استعداد کے قصور کے سبب سے کوے
کے واسطے سے واقع ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتون کیواسطے سے تعلیم فرمائی
پس یہ ایک نہایت بڑی نعمت ہے کہ اپنے بندون پر مرحمت کی ہے ورنہ مردے کی لاش کو دوسرے
جانورون کی طرح ہے دستور کے پھینکا کرتے اور وہ لاش ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی
اور جب سڑتی گلتی تو لوگ اُسکی بدبو سے تنگ آتے اور بدگوئیان کرتے پھر درندے
اور پرندے اُسکے اعضا اور بند بند کو گلی کوچے مین لیے پھرتے اور ناپاک جانور مردار خوار
کی خوراک ہو جاتے اور ہر خاص و عام کے سامنے اُسکے عیب ظاہر ہوتے اور عزت اور توقیر
اُسکی لوگون کی نظرون مین کم ہو جاتی پس اُسکی عزت اور تکریم کیواسطے یہ بات غیب سے تعلیم فرمائی اب
آئے ہم اسبات پر کہ ہندو مُردے کو جلاتے ہین گاڑتے نہین اور کہتے ہین کہ آگ ہر ناپاک کو پاک
کرنے والی اور ہر بدبو کو مٹانیوالی ہے سو جن لوگون کو سڑانا بدبو کرنا منظور رہے وہ دفن کرتے ہین اور
آگ مین جلا دینا بہتر ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اُسکو سونپو وہ کھا جاتی ہے اور زمین
امانتدار ہے جو چیز اُس مین دفن کرو وہ باقی رہجاتی ہے پس مردے کو زمین مین رکھنا بہتر ہے
اسبات سے کہ خائن کو سونپین اسیواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے جانورونکی بھی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہین
کہ محفوظ رکھین جیسے مال خزانے تو زمین مین دفن کرتے ہین اور جب چاہتے ہین کہ اُسکو نیست و نابود
کر ڈالین تو آگ مین جھونکدیتے ہین اور آدمی کو اُٹھنے کا انتظار اور دارو احمینکو داخل ہونیکا اپنے چھوٹے

ہوے جسمون مین دریپیش ہے پس مُردے کو آگ مین جلا دینا اُس انتظار کے خلاف ہی اور دوسرے
یہ کہ مُردے کی کمال بیقدری ہی کہ اُسکو اپنے ہاتھون سے آگ مین جلاوین اور اُسکی خاک کو ہوا
مین اُڑاوین کیونکہ ایسا معاملہ کاری ناپاک چیزون سے کرتے ہین اور جب کسی عمدہ پاکیزہ
چیزون کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہی تو زمین مین دفن کرنیکے سوا معمول نہین ہین اور جو کہتے ہین کہ
آگ بدبو کو دفع کرتی ہی اور زمین اُسکے برخلاف سڑاتی ہی اور بدبو کرتی ہی یہ بات اُسوقت
ہو کہ اُس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اُسکو زمین ہی مین چھوڑنا مقصود ہو تو پھر سڑنے گلنے
سے کیا علاقہ کیونکہ اُسکا کچھ اثر زمین کے لوگون پر ظاہر نہین ہوتا اور باوجود اسکے بھی نہ کہتی
رطوبتین بدن کی گل سڑ کر خشک ہو جاتی ہین اور ہاتھ پیر جوڑ بند سب اپنی شکل وصورت پر رہتے
ہین بس ایسا ہوتا ہی جیسے آدمی اپنی زندگانی مین سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے برخلاف
جلانے کے کہ آگ اُسکے اندام اور شکل وصورت اور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہین رکھتی اور یہ
بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہی تو موافق کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے اُسکو اپنی اصل کی طرف پہونچا
دینا چاہیے برخلاف آگ کے کہ جن وشیاطین کی خلقت کا مادہ ہی پھر جب آدمی کے بدنکو موت
کے بعد اُسمین جلاتے ہین تو روح لطیف آگ کے دھوئین سے ملکر شیاطین اور جنات کیساتھ
کمال مشابہت پیدا کرتی ہی اور اسی سبب سے اکثر روحین اُن لوگونکی کہ جلاے جاتے ہین بعد
موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہین اور آدمیون سے چمٹتی اور ایذا دیتی ہین پس دفن کردینے
مین اُس شئے کا رجوع کردینا ہے اُسکی حقیقت کیطرف اور جلانے مین اُسکے برخلاف نقل کرتے
ہین کہ اسلام کے زمانیکی ابتدا مین ایک لشکر اسلام کے لشکرون مین سے سیستان کے ضلع مین وارد ہوا
تھا تو ایک عاقل ہند کے عاقلون مین سے اسلام کی چال ڈھال دیکھنے کو کہ اُسوقت مین وہ مذہب
نیا تھا وہان گیا پھر اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنے کے بعد کہنے لگا کہ تمھاری سب
چیزین اچھی ہین مگر ایک بات کہ مُردے کو دفن کرتے ہو اور آگ مین نہین جلاتے حالانکہ دفن کرنا
بدبوئی اور ناپاکی کا موجب ہے اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہی اتفاقاً ایک فقیہ فقہاے اسلام
سے اُسوقت حاضر تھا اُسنے ہندو سے کہا کہ مین تجھسے ایک بات پوچھتا ہون تو اُسبات کا جواب دے
پھر مین تیرے اعتراض کا جواب دونگا اُس ہندو نے کہا پوچھ تب فقیہ نے کہا بھلا اگر کوئی شخص کسی

ملک مین وارد ہو اور وہان کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک عورت کو بکانیکے واسطے رکھے اور اُس
منکوحہ سے اُسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر اُس شخص کو سفر کا اتفاق پڑے تو اُس لڑکے کو کس کے سپرد
کرے اُس پکانیوالی کے یا اُس لڑکے کی مان کے ہندو نے کہا کہ مان کے ہوتے پکانیوالی کو ہرگز
نہ سونپنا چاہیے کیونکہ وہ لڑکا اپنی مان کا بیٹا ہے کچھ پکانی والی کا بیٹا نہین ہے فقیہ نے کہا تونے خوب
بات کہی اب اپنے اعتراض کا جواب سن کہ روح آسمانی جب دنیا کے گھر مین آئی تو ایک بدن
زمین سے بنا کر اُسکو عنایت کیا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور لباس اور رہنے سہنے کی جائے اور طرح طرح
کے فائدے اُسکو زمین سے پہونچائے اور آگ سوائے پخت و پز کے آدمی کی اور کچھ کام نہین آتی کمال
فائدہ آگ کا یہ ہے کہ جو کچی چیزین کہ زمین سے اُگی ہین اُن کو پکادیتی ہے پس آدمی کی مان زمین ہے اور بدن
اسکی آگ ہے جسوقت روح نے کہ بدن کے باپ کے مانند ہے چاہا کہ عالم برزخ کو جاوے ناچار اپنے
بیٹے کو کہ بدن ہے اسکی مان کے حوالے کیا چاہیے نہ اُس پکانیوالی کے ہندو نے سنا اور قبول کیا اور قائل ہوا
اور یہ بھی ہے کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کردیتا ہے کہ اُسکے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے
بالکل چھوٹ جاتا ہے اور آثار اس عالم کے اُس روح کو کم پہونچتے ہین اور کیفیتین اُس روح کی بھی
اس عالم مین بہت کم سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرنے مین اجزا بدن کے اس اپنے مقام پر
سب کے سب اپنے حال پر برقرار رہتے ہین تو روح کا علاقہ بدن سے از راہ نظر و عنایت کے
بحال رہتا ہے اور زیارت کرنے والون اور دوستون اور فائدہ لینے والون کیطرف توجہ
روح کی آسانی سے ہوتی ہے کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہے اور
آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید کی جو اُس مقام پر کہ اُسکے بدن کا
مدفن ہے واقع ہوتی ہے تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہے پس جلادینا گویا روح کو بے مکان کردینا ہے
اور دفن کرنا گویا روح کا ٹھکانا بنا دینا ہے اور اسیواسطے اُن اولیا اللہ اور صلحا مومنین سے کہ
دفن کیے گئے ہین نفع اور فائدہ لینا جاری ہے اور مدد اور فائدہ بھی اُن سے متصور ہے برخلاف جلائے
ہوے مُردون کے کہ یہ چیزین اُن کے مذہب والون کے نزدیک بھی اصلاً اُن سے وقوع مین
نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہ ہے کہ دفن کرنے کا طریقہ آدمی کے حق مین ایک بڑی نعمت ہے
پھر اگر بعضے ان مین سے اس نعمت کا بھی کفران کرین جیسے اور نعمتون کا کرتے ہین تو اُن سے کچھ شکوہ نہین

کیونکہ آدمی کی جبلت مین کفران نعمت ہے اور فقط اسی نعمت پر اُسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ
ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ پھر جب چاہیگا زندہ کرکے اُسکو قبر سے باہر نکالیگا کہ بدلہ اپنے
کامون کا آخرت کے عالم مین ابدالآباد تک چکھے اور ہمیشہ کی زندگی پاوے ہرچند کہ یہ نعمت
ابتک وقوع مین نہین آئی ہی کہ ان نعمتون معلومہ مذکورہ کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل
کو تھوڑے سے خیال کرنے مین معلوم ہو جاتا ہی کہ جو اس حالت مین کسی چیز نے اللہ تعالی کی مشیت
کی مخالفت نہین کی ہی تو اس حالت مین اُٹھنا اور جینا اُسکی مشیت سے مخالفت نہ کریگا اسواسطے اس نعمت
کو مشیت کے وقت پر معلق فرمایا ہی اور آدمی کی ابتدائی خلقت دلیل صریح اور برہان واضح ہے
اُسکے دوسری بار کی خلقت پر اور اس نعمت کا بھی اگر آدمی نادانی اور جہل سے انکار کرے تو اُسکی حماقت
اور نادانی سے خالی نہین ہی اور جو یہانپر گمان شبہہ کا تھا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے کہ جو مجکو
پیدائش کے شروع سے بزرگی اور کرامت کیساتھ سرافراز فرمایا ہی اور جینے اور مرنے مین دوسری مخلوقات
سے معزز و ممتاز کیا ہی تو آخرت مین بھی میرے ساتھ اسیطرح سے بخوبی پیش آوینگے کہ نواختہ را نباید انداخت
و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت اور یہ بھی ہے کہ مین دوسری بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی
انسان ہی ہونگا اور انسانیت البتہ موجب اکرام و تعظیم کا ہی تو اس گمان کے دفع کرنیکے واسطے
فرماتے ہین کَلَّا یعنے نہین نہین ایسا گمان کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اوّل کا اکرام اس جہت سے
تھا کہ ابھی وہ مصدر گناہون کا نہین ہوا تھا اور بعد گناہ کرنے کے پھیر لانے کے وقت ہرچند
کہ اُسکو پھر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان کہ مصدر گناہون کا ہوا ہی اس حال کے اعادے
کی حالت کو پہلی حالت پر قیاس کرنا نچاہیے اور کرم سابق کے پانے سے کرم لاحق کا امیدوار
ہونا نچاہیے اور کسطرح سے آدمی کرم لاحق کی امید سے اپنی خاطر جمع کریگا اور کرم پر بھولیگا اُسکا
یہ حال ہی لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہونچایا ہی اُس چیز
کہ اُسکو فرمائی ہے اُسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اور اگر اُس کے فرمان کو سرانجام کو پہونچاتا اور
عہدے سے بندگی کے بر آتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام کی اُسکو بجا تھی اور اب تقصیر اور
نافرمانبرداری کی صورت مین خوف کرنا اور ڈرنا چاہیئے اور امیدوار ذلت و خواری کا رہنا
چاہیے اور جو وہ کہتے ہین نواختہ را نباید انداخت و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت

واقع کے خلاف ہو بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد اکرام کے سزاوار تذلیل اور تحقیر کی ہوجاتی ہین
اور اگر اسبات مین کچھ شک ہو تو فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖٓ ۙ پھر چاہیے کہ آدمی اپنی
خوراک کیطرف دیکھے کہ کسطرح ناپاک فضلہ ہوجاتی ہو بعد اسبات کے کہ نہایت عزت اور
ستھرائی اور احتیاط سے پائی جاتی ہو اور وہی عنایتین اللہ تعالی کی اسکے پیدا کرنےمین مصروف
ہوتی ہین جو آدمی کے پیدا کرنے مین مصروف ہوئی تھین چنانچہ اسبات مین بخوبی غور کرے کہ
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ تحقیق ہم نے بہایا پانی آسمان سے جیسا کہ حق بہنے کا ہے کہ آدمی کے
نطفے کے بہنے سے کہین زیادہ اور بہت ہو ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ پھر پھاڑا ہم نے زمین
کو جیسا کہ پھاڑنے کا حق ہو کہ کھولنے سے بچہ دان کے کہ آدمی کے تولد کیواسطے کھولا جاتا ہے بہت
زیادہ ہو اور یہ عنایتین تھین ایک ضعیف گھاس کے حال پر کہ زمین سے باہر نکلنے کی قدرت
نہین رکھتی فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ پھر اگائے ہم نے اس زمین مین دانے کہ قوت کے قابل ہین جیسے
گیہون اور چنے وَّعِنَبًا اور انگور کہ قوت بھی ہے اور میوہ بھی اور دوا بھی اور شراب
بھی وَّقَضْبًا ۙ اور جڑین جو قابل کھانے کے ہین جیسے شلجم اور گاجر اور چقندر اور شکر قند
کہ کھانے مین نہایت قوت بخشتی ہین پھر اگر ان کو کچی کھاؤ تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتی
ہین اور اگر پکاؤ تو معقول سالن ہو اور اگر مربا اچار بنا دین تو میوے کا حکم پیدا کرتی ہین
وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون کو کہ تیل بھی ہو سکتا ہو اور سالن بھی ہو سکتا ہو وَّنَخْلًا ۙ اور کھجور کہ
قوت بھی ہو اور میوہ بھی اور سالن بھی اور اس سے نبیذ اور دوشاب بناتے ہین اور پینے
کے خرچ مین لاتے ہین اور سرکہ بھی بناتے ہین وَّحَدَآئِقَ اور باغ چاردیواری کہ ان مین
طرح طرح کے میوؤنکے اور دواؤن کے درخت بوتے ہین اور جتنے ہین غُلْبًا ۙ گھنے درختون والے
کہ انکی ٹہنیان موٹی موٹی ہین اور عرب کے لغت مین اس ڈھٹی کو کہ جس کی گردن بہت بال ہون
اغلب کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر بہت بال ہوتے ہین تو اسکو اسلیے غلب کہتے ہین
اور یہان پر اس باغ کو کہ جس کے درخت گنجان اور ڈالے موٹے ہون بطور استعارہ کے
اسکو غلبا فرمایا ہے وَّفَاكِهَةً اور دوسری قسم کے میوے کہ باغون مین نہین ہوتے بلکہ
صحرائی اور کوہستانی ہوتے ہین وَّاَبًّا ۙ اور سب طرح کی گھاس کہ خود بخود اگتی ہو اور کوئی

اُسکو ہوتا نہین مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ط کام چلانے کو تمھارا اور تمھارے چارپایون کا
کہ بعضی قسمین اُن چیزون مین سے جو مذکور ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گھاس
بھوسا اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورون مین جیسے اناج کے دانے اور بعضی اُس
قسم کی ہین کہ اچھی اچھی اُن مین سے آدمی کھاتے ہین اور بھوسی اور چھلکے اور گٹھلیان اور
پتے اُن کے جانور کھاتے ہین پھر کھانے کے بعد کسقدر ذلیل و حقیر ہو جاتی ہین کہ نجاست
اور گوبر ہو جاتا ہی اور اُسکو گھرون سے دور پھینکدیتے اور اُسکی بدبو کے سبب اُس سے
نفرت کرتے ہین اب اُس پہلے کرم کو اور پچھلی ذلت کو قیاس کر لے اور معترض نہووے بڑا فرق
ہے اِس بات مین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دے کے جھٹ پٹ ذلیل و خوار کر ڈالتے
ہین کہ غلیظ ناپاک ہو کے باہر نکلتا ہی اور آدمی خوب اُسکو جانتا ہی اور بزرگی آدمی کی بعد مدت
دراز کے ذلت سے بدلی جائے گی اور اُس مدت کی حد معین ہی وہ یہ ہی فَاِذَا جَآءَتِ
الصَّآخَّةُ ط پھر جب آوے وہ غل کہ بہرے کر دے جہان والون کے کان اور یہ اشارہ صور پھونکنے
کیطرف ہی یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ط جسدن کہ بھاگیگا آدمی اپنے بھائی سے باوجود اِس بات کے
کہ اُسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکھتا تھا اور بچپن سے اُسکے ساتھ انسیت رکھتا تھا اور
تائید اور مشورت ایک دوسرے کی آپس مین تھی وَاُمِّهٖ اور اپنی مان سے کہ اُسکو بھائی سے
بھی زیادہ دوست رکھتا ہی اور اُسکے دودھ پر اُسکے حق بھی بہت ہین وَاَبِيْهِ ط اور اپنے باپ سے
کہ اُسکی تعظیم مان سے بھی زیادہ ہی اور حق بھی اُسکا بڑا ہی بلکہ گویا بیٹا اُسی کا ہی وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی
جورو سے کہ آدمی کو مان باپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ دم مرگ تک صحبت
منظور ہوتی ہی اور مان باپ کے حق کو جانتا ہی کہ خواب و خیال تھا کہ گذر گیا اب اُن سے
کچھ واسطہ نہ رہا وَبَنِيْهِ ط اور اپنے بیٹون سے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بھی زیادہ پیارے ہین
اسواسطے کہ اُن کو اپنے مرنے کے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہی اور ذکر کرنے مین اِن قرابتون کے
ترقی ادنی سے اعلی کیطرف ہی چنانچہ ظاہر ہے کہ جو آدمی باوجود اِن قرابتون کے اپنے اقربا سے
بھاگیگا تو غیرون سے بطریق اولی بھاگے گا اور کہتے ہین کہ اول جو شخص کہ اپنے بھائی سے بھاگیگا
وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بھاگے گا کہ دنیا کے خون کی عوض مین اُسکو پکڑے نہین اور

اوّل جو شخص کہ اپنی ماں اور باپ سے بھاگیگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے کہ مبادا
شفاعت کیواسطے الحاح و زاری کریں اور کافروں کے حق میں شفاعت مقبول نہیں ہے اور
اوّل جو شخص کہ اپنی عورت سے بھاگیگا حضرت نوح اور لوط علیہما السلام ہونگے کہ ان دونوں
کی عورتیں منافق تھیں اور منافق کے حق میں بھی شفاعت قبول نہیں اور اوّل جو شخص
کہ اپنے بیٹے سے بھاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ اُن کا بیٹا کنعان کافر مرا اور علمانے
اختلاف کیا ہے اس بات میں کہ اُسدن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کیا وجہ ہوگی بعضے کہتے ہیں
کہ حق کے طلب کرنیکے خوف سے کہ مجھ سے جو کچھ اُسکی حق تلفی ہوئی ہے مبادا کہ مجھے پکڑ کر طلب
کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے بھاگتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے
کہ قیامت کے دن آدمی اپنے آشناؤں دوستوں سے زیادہ بھاگیگا غیر دن نا آشناؤں کی
بہ نسبت کیونکہ دنیا میں اُن سے کچھ معاملہ نہ رکھتا تھا کہ مطالبے کا خوف ہو اور بعضوں نے
کہا ہے کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگیگا کہ ایسا نہو کہ ان ناتے والے کو یا آشنا کو دوزخ
کو لیجلیں اور مجکو اُسکے چھڑانیکے واسطے اپنی نیکیوں میں سے کچھ دینا پڑے یا اُسکے کچھ گناہ اپنے ذمے
پر لینا پڑیں چنانچہ قحط سالی کے دنوں میں بھی اسی قسم کے خوف سے اپنے اقربا سے کم التفاتی کرتا ہے
اور بعضے کہتے ہیں کہ اس سبب سے کہ تکلیف اور عذاب اُنکا دیکھا نہ جاویگا اور قدرت شفاعت
اور طاقت نیکیاں دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا ناچار اُن کی نگاہوں سے چھپ جاویگا اور صحیح یہ بات
ہے کہ ان سب جہتوں کے سبب سے بھاگیگا کوئی تو ایک جہت سے اور کوئی دو جہت سے اور کوئی تین
جہتوں سے بلکہ اُس دارو گیر کے دن ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا اور دوسرے کیطرف
کچھ التفات نہ کرے گا چنانچہ فرماتے ہیں لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ اور
ہر شخص کے واسطے نزدیکوں سے کہ مذکور ہوئے ایک حالت ہوگی کہ کفایت کرے گی اُسکو غم اور
تشویش کھینچنے میں اور اتنی فرصت نہ پاوے گا کہ دوسرے کے حال کیطرف متوجہ ہو اور خبر
لے پھر جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ عزت اور ذلت میں مختلف ہوجاوینگے وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ کتنے
مُنہ اُسدن مُّسْفِرَةٌ روشن ہونگے اسواسطے کہ ایمان کا نور اُن کے باطن سے ظاہر کیطرف جلوہ
فرمائیگا اور اُن کے چہرونکو روشن کریگا ضَاحِكَةٌ ہنستے ہوں گے انعام و اکرام کی توقع پر کہ آثار

اُسکے اسپنے مین دیکھین گے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیان کرتے اسواسطے کہ دمبدم انعام واکرام مین یاد نیا
یاد دینگے اور اسباب خوشی اور خرمی کے روز بروز بڑھتے جاوینگے وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ اور کتنے منہ اسدن
عَلَيْهَا غَبَرَةٌ اُنپر سیاہی اور گرد وغبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہونکی تاریکی کے کہ باطن مین
اُنکے گھر کر گئے تھے اور تہ نشین ہوگئے تھے اُسوقت ظہور کریگی تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چڑھی آتی ہیگی اُنپر
سیاہی اور یہ سیاہی ہر چند کہ کفر کا اثر ہے اور کفر دل کی تہ مین ہوتا ہی کہ گناہونکی سیاہی سے بھی
زیادہ پوشیدہ ہے لیکن کفر کے غلبے کے سبب سے غالب ہوکر ظہور مین گناہونکی تاریکی کی اوپر آجاویگی
جیسے تیل کہ ہر چند اُسکو پانی کے نیچے کرینگے اوپر آجاتا ہی اُولٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یہ لوگ
مُنہ کالے یہی ہین کافر بدکار کہ کفر بھی کرتے تھے اور گناہ بھی کہ کمال ذلت اور خواری کے سزاوار
ہوے اور اُن کی انسانیت کچھ کام نہ آئی اور اکرام کے لائق نہ ہوی باوجود اسبات کے کہ پہلی بار
دنیا کی پیدایش مین وہ لوگ معزز اور مکرم تھے اور عنایت الٰہی اُنکی پرورش کے واسطے مصروف
ہوئی تھی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ اُن لوگونکا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے
تھے اور جو لوگ کہ فقط کفر یا فقط گناہ کرتے تھے اُن کے واسطے ایک ہی رنگ پر اکتفا کیجاویگی اور
گناہون کا رنگ سیاہ میٹلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بھونرا اب باقی رہا یہان پر ایک سوال وہ
یہ ہی کہ اوّل مین اس سورۃ کے جناب باری کا عتاب ایسے پیغمبر جلیل القدر پر مذکور ہی بیس نازل
کرنے مین اس قصّہ کے قرآن مجید مین کیا حکمت ہے ظاہر تو عقل سے یون مناسب معلوم ہوتا ہی
کہ اس عتاب وخطاب کو پوشیدہ حضرت جبرئیلؑ کی زبانی ارشاد فرماتے اور وہ پیغمبر علیہ الصلوۃ
والسلام کو خبردار کردیتے اور حال یہ ہی کہ یہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اور مدتون قرنون
تک زبانون پر تلاوت کرنے والون اور قاریون کے جاری رہیگا اور بار بار یہ قصہ لوگونکو یاد
آویگا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اِس قصّے اور خفگی مین بہت سے فائدے آداب اور تعلیم اور ارشاد کے
اور قاعدے حسن اخلاق کے تھے تو چاہا کہ اس قصہ کو تمام فائدون کے ساتھ قرآن مجید کا جز کرین
تاکہ لوگ دمبدم اُس سے فیضیاب ہون اور محروم نہ رہین اور ان سب فائدون مین سے کہ اِس
قصّے مین ہین کتنے اُنمین سے بیان کیے جاتے ہین اور باقی کو سننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب کو
سونپتے ہین۔ اوّل فائدہ یہ کہ کبھی کبھی پیغمبر بھی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے زور سے

شرع کے قواعد سے ایک حکم دریافت کرتے ہین اور وہ حکم خطا ہوتا ہی تو حضور خداوندی
سے پیغمبرون کو اُس خطا پر جلد آگاہ کردیتے ہین چنانچہ اِس قصے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یون سمجھے کہ عام کے نفع کو خاص کے نفع پر مقدم رکھنا چاہیے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی
تعلیم پر ترجیح دینا چاہیے اور اس راہ سے بدلے ہوے لوگون کو تابعدار کرنا چاہیے اور جو شخص کہ
خود بخود طالب اور شوقین ہو فی الفور اُسکی طرف التفات نہ چاہیے کرنا کیونکہ ارادت اور شوق
اُسکا ٹھکانے لگا دیگا اور اس بوجہ سے یہی خطا واقع ہوئی کہ اس صورت مین عام کا نفع موہوم تھا
اور خاص کا نفع ظاہر اور عام کے نفع کو خاص کی نفع پر اُسوقت مقدم کرتے ہین کہ دونون معلوم ہون
یا دونون موہوم پس موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدہ کے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت
کو قرآن کی تعلیم پر اُسوقت ترجیح دینا چاہیے جسوقت کہ دعوت اسلام کا قبول ہونا یقینی ہو اور جو
یقین قبول ہونیکا نہ ہو تو الزام حجت کا ایکبار سے بھی ہو جاتا ہی حاجت خوشامد اور چاپلوسی کرنے
کی نہین دوسرے امورات دین کو اُسوقت چھوڑ دینا کچھ ضرور نہین اور اسیطرح تابعدار کرنا بدلوگونکا
اُسوقت ضرور ہی کہ اُنکی تابعداری کی توقع ہو اور ناامیدی کی صورت مین گویا ٹھنڈی لوہی کو
پیٹنا ہی اور اُسپر جو غرض صالح ظاہر مین غرض فاسد سے مشتبہ ہو جاوے تو اُس غرض صالح کو بھی موافق
حکم شرع کے چھوڑ دینا چاہیے اور اُس جائے پر خاطرداری کرنا اغنیائی اور اندھے ضعیف محتاج
فقیرون مینواؤن سی مُنہ پھرانا محل ریا کی تہمت کا اور دنیادار ونکی پاس خاطر کا ہوا جاتا تھا تو ایسے
وقت مین اس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہیے تھا کہ اِتَّقُوا مِنْ مَوَاضِعِ التُّهَمِ یعنی بچو تم تہمت
کے مکانون سے دوسرا فائدہ یہ ہی کہ کبھی ایسی چیز پر کہ گناہ ہونا اُسکا ابھی معلوم نہین ہوا ہی لیکن باعتبار
اس گناہ کرنے والے کے حال کے اور اُسکی استعداد کی قوت اور عالی منصبی کی سبب سے گو کہ نامعلوم ہو
تو بھی خفگی اور شکوہ متوجہ ہو سکتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اِس فعل کا
معلوم نہ تھا اُسپر بھی خفگی ہوئی تیسرا فائدہ یہ ہی کہ واجب التعظیم کیواسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہی
گو کہ وہ اُس تعظیم پر مطلع نہ ہو کیونکہ وہ اندھا اندھاپنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
چہرۂ مبارک کی کیفیت سے کہ ترش ہی یا خندان ہی اور دوسری طرف متوجہ ہین یا مُنہ پھیرے ہین
کچھ خبر نہ رکھتا تھا کہ رنجیدہ ہو لیکن از بسکہ ایماندار اور خدا کی راہ کا طالب تھا تو تعظیم اُسکی

ضرور تھی پس اسکی تعظیم ترک کرنے پر خفگی ہوئی اسی واسطے حدیث مین وارد ہو کہ ترک السلام علی الضریر خیانۃ یعنے سلام علیک ترک کرنا اندھے سے اسلام کے حق مین خیانت ہے کیونکہ اگرچہ وہ سلام علیک ترک کرنے سے رنجیدہ نہ ہوا لیکن اسلام کا حق تو تلف ہوا چوتھا فائدہ یہ کہ کفار کی طرف میل کرنا اگرچہ باعتبار ایک غرض شرعی نیک کے رخصت ہو لیکن ضرر سے خالی نہین ہے پانچوان فائدہ یہ ہو کہ اہانت اور منہ پھرانا مسلمان سے اگرچہ بقصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہین چھٹا فائدہ یہ کہ دوستونکو خفگی اور تنبیہ انکی تقصیرات پر کرنا چاہیے کہ دوستی کی باقی رہنے کی نشانی ہو ویبقے الود ما بقی العتاب یعنی جبتک غصہ اور شکوہ باقی ہو دوستی بھی باقی ہو غصہ کرنا اسوقت موقوف کرتے ہین کہ دوستی موقوف کرنا منظور ہوتا ہے ساتوان فائدہ یہ کہ کہ اگر کسی کو ایک عہدے پر مقرر فرماوین ہرچند کہ وہ سرکار کا مقرب ہو اور عالی مرتبت ہرگز باز پرس سے احوال کے اور پوچھنے سے اسکے کامونکے غافل نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ پوچھ پاچھ بادشاہی کی شرط ہی اور ملک داری کو لازم ہے مطلق العنان کرنا عہدہ دارونکا اور کار پردازونکا مملکت مین خلل ڈالتا ہی آٹھوان فائدہ یہ کہ کسی کو اگرچہ ظاہر مین کوئی حقیر نظر آتا ہو لیکن اسکو حقیر نہ جاننا چاہیے کیا معلوم ہو کہ اسکا اللہ تعالی کے نزدیک کیا مرتبہ ہی بیت خاکساران جہان را بحقارت منگر توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد + وہ نابینا ظاہر مین فقیر حقیر معلوم ہوتا تھا اور اسکے سبب سے مخلوقات کے سردار پر عتاب ہوا نوان فائدہ یہ ہو کہ طالبعلم کو اگرچہ موانع پیش آوین لیکن علم کی طلب کو نہ چھوڑے کیونکہ وہ اندھا فقیر بھی تھا اور اسکا ہاتھ پکڑنیوالا بھی کوئی نہ تھا اسپر بھی علم کی طلب کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور اگر علم کی طلب مین اور خدا تعالی کی راہ ڈھونڈھنے مین موافقات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب کو نہ پہونچیگا کیونکہ کوئی شخص اپنے حال کے موافق موانع سے خالی نہین دسوان فائدہ یہ کہ استاد اور مرشد کو لازم ہی کہ طالبعلم کو اور اللہ کی راہ کے طالب پر جسقدر ہو سکے شفقت اور عنایت کرے اور جو مطلب کہ اس کا مطلوب ہے اسکو پہونچادے گیارھوان فائدہ یہ کہ معلم اور مرشد کو چاہیے کہ طالبعلمون اور مریدون مین دنیا کے مال وجاہ کے شرف کے سبب سے فرق نکرے بلکہ شوق کی کثرت اور استعداد کی قوت پر امتیاز کرے بارھوان فائدہ یہ کہ اگر کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کسی سبب سے کچھ رنج پہونچ جاوے

تو اُس بزرگ کو لازم ہی کہ اس وقت اسکا تدارک کرے کہ یہ بات تیری اسکے مرتبے کو مضر نہین بلکہ اُسکے علو مرتبے کی زیادتی کا موجب ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن آیتون کے نازل ہونیکے ساتھ ہی اُس نابینا کے پیچھے دوڑے گئے اور اُن امیرون اور سردارون سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین بیٹھے تھے کچھ حیا نہ کی اور کیا خوب کہا ہی بیت۔ تواضع ز گردن فرازان نکوست * گدا گر تواضع کند خوے اوست * تیرھوان فائدہ یہ کہ جب روٹھے کو منا دین تو چاہیے کہ اُسکے مرتبے کو زیادہ کرین اور قدیم معمول سے اُسکی تعظیم اور تکریم بڑھا دین تا کہ اُسکے زخم کا مرہم ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نابینا کو راستے سے پھیر لا کر اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا کہ اَنْتَ فِیْ عِیَالِ مُحَمَّدٍ مَا بَقِیْتَ یعنی تو میری عیال کے حکم مین آیا جبتک کہ تو زندہ ہے تیرا بوجھ مین اُٹھاونگا۔ چودھوان فائدہ یہ کہ اِن آیتون کے باقی رہنے سے قرآن مجید مین معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی وحی پہونچانے مین نہایت امانتدار تھے والا اس عتاب و شکایت کو کہ آپ کی ذات مبارک پر نہایت گران تھا اور آپکی کسرشان کا موجب ہرگز عوام الناس کے کان مین نہ ڈالتے چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی قسم کی بات مین فرمایا ہی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ وحی مین سے پوشیدہ رکھتے تو حضرت زینب ہی کے قصے کو پوشیدہ رکھتے کہ موجب کمال حیا تھا۔ پندرھوان فائدہ یہ کہ طالب العلم کو چاہیے کہ خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالی نے اُس طالب علم کے حق مین مدح کیطور سے فرمایا ہی اَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی۔ سولھوان فائدہ یہ کہ اس مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور دوسرے نزدیک کے ناتے والے جیسے ابو جہل وغیرہ حاضر تھے اختلاط اور صحبت اُنکی سے باوجود قرب قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے اقربا اللہ تعالی سے روگردان ہو جاوین تو اُن سے اختلاط اور صحبت کرنا نچاہیے اور غیرون سے کہ حق کے طالب ہون صحبت و اختلاط کرنا چاہیے کہ دوست کے دشمنون کو دوست رکھنا خطا ہی اور دوست کے دوست سے منہ پھرانا بخشش کا مقام ہی اسی واسطے قرآن مجید مین دوسری جاہ پر فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ

آور یہین سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد مین بھی استعداد اور شوق والون کو قرابت والون پر مقدم رکھنا چاہیے اور ستر ھوان فائدہ یہ کہ اُس شخص کو کہ اُسکے سبب سے جناب الٰہی سے یا پیغمبر کے حضور سے یا استاد و مرشد کی طرف سے اُس شخص پر خفگی کی جاوے تو اُس شخص سے بغض کرنا نہ چاہیے بلکہ اُس سے زیادہ دوستی کرنا چاہیے کہ اُسکے سبب سے ایک عمدہ غرض کا ادب ہم حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دوست رکھتے تھے اور تعظیم کرتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اور اُنکی حاجتین روا کیا کرتے تھے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین

سورۂ اذا الشمس کوّرت

یہ سورۃ مکی ہے اس مین انتیس آیتین اور ایک سو چار کلمے اور پانچسو تینتیس حرف ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہے عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن کو دنیا مین آنکھون سے دیکھے تو اُسکو چاہیے کہ سورۂ اذا الشمس کوّرت کو پڑھے اور یہ بھی حدیث مین ہے کہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک روز جناب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عرض کی کہ یا رسول اللہ بڑھاپے نے آپ پر شتابی کی یعنی آپکے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر مین کہ قریب ساٹھ کے ہے آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہون گے لیکن یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع مین آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ان پانچ سورتون نے بوڑھا کر دیا سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ اور سورۂ مرسلات اور سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کوّرت نے بس ان سورتون مین عذاب الٰہی دنیا اور آخرت مین گنہگارون پر بسبب مخالفت کرنے پیغمبرون کے جو گذر رہا ہے اور گذریگا مذکور ہے مجھکو اُسکے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے چنانچہ نقل کرتے ہین **قطعہ** سالت من الاطباء ذات یوم ❊ اخبرنی بما الشیب قال بلغم ❊ فقلت له على غير اختتام ❊ لقد اخطأت فيما قلت بل غم لیکن مراد بوڑھے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوی کا اور بدن کی سستی مراد ہے نہ سفید ہونا بالون کا کیونکہ موے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سفید نہین ہوے تھے کہ دیکھنے والے پر ظاہر ہون چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خادم ہین

فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مبارک وریش مبارک
مین سفید بال بیس تک نہین پہونچے تھے اور ظاہر ہی کہ اسقدر بال دیکھنے والے کو بھی معلوم نہین
ہوتے اور عرف مین بھی اسقدر سفیدی کو بڑھاپا نہین کہتے ہین اور اس سورۃ کی ربط کی وجہ
سورہ عبس سے یہ ہی کہ اول مین اسکے وصف قرآن مجید کے اسطور سے مذکور ہین کہ کَلَّآ اِنَّهَا
تَذْكِرَةٌ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُ فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِى سَفَرَةٍ كِرَامٍ
بَرَرَةٍ اور آخر مین اس سورۃ کے بھی یہی مضمون ساتھ ترتیب معکوس کے مذکور ہے
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ اور اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور آخر مین اس سورۃ کی حال قیامت
کا اور اسکے اوصاف اور ہول اور سختیون کا مذکور ہی يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ اور اس سورت مین اول اسی مضمون کو خوب شرح و بسط کیساتھ بیان فرمایا
اور اسکے نام کی وجہ ساتھ تکویر کے یہ ہی کہ اس سورت مین اول اسی حادثی کو مذکور کیا ہی کہ آفتاب کا نور
زائل ہو جاوے گا اور اس سورۃ مین قیامت کے بارہ حادثی یاد فرمائے ہین لیکن اُن سب حادثون سے
یہ حادثہ نہایت سخت ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہوتا ہی اور
وہ بہت سخت ہوتا ہی اُس حادثے سے کہ مقصود بالذات کے غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا جان کا
کہ آدمی کا مقصود بالذات ہی زیادہ سخت ہے ضائع ہونیسے مال کے کیونکہ مال جان کی نفع کے واسطے مطلوب
ہی نہ بالذات اور دوسرے یہ کہ جس حادثے کو دوسرا حادثہ معارض نہو تو بہت سخت ہو جاتا ہی اُس
حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے کیونکہ معارضہ کی صورت مین شدت حادثی کی کمی ہو جاتی
ہی مثلاً ایکطرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو اور دوسری طرف توقع مال و جاہ کی دامنگیر ہو تو اسوقت
مین جانی حادثے کو بھی چندان سخت نہین جانتا بلکہ اس حادثے سے بھی نہین ڈراتا اور ہر حادثہ
ان بارہ حادثون مین سے قیامت کے کہ اس سورۃ مین یاد فرمایا ہی یا تو غیر مقصود بالذات
کو صدمہ پہونچاتا ہے جیسے پوست اتارنا آسمان کا کہ آسمان کو خراب کر ڈالیگا اور آسمان
بہ نسبت اہل دنیا کے مطلوب بالذات نہین ہی کیونکہ فائدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون
سے ہی اور آسمان کی مثال مانند ایک صندوق کے ہی کہ اسمین جواہر اور عمدہ لباس رکھے ہین
اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر اور اسباب سلامت رہا تو کچھ ٹوٹنا اسکا چندان گران نہین

گذرتا ہی اور یا معارض دوسرے کے ساتھ ہو کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہی جیسے تسعیر جحیم کی کہ مقابلہ مین اسکے ازلاف یعنے پاس لانا جنت کا بھی ہوگا سوا اس حادثے کی کہ ایک تو مطلوب بالذات کو کہ آفتاب کی شعاع ہی صدمہ پہونچاویگا دوسرے یہ کہ مقابلہ مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا بھی موجود نہ ہوگا اور بے نور کرنا آفتاب کا کہ نہایت عمدہ اسباب سے حالات وجدانی نفس انسانی کے کھولنے کا کہ چمک سے آفتاب کے شعاع کی آنکھون کے دیکھنے کی چیزین تو نظر آتی ہین مگر معقولات و وجدانیات کے ادراک کے واسطے حجاب ہوتی ہین اور اسی سبب سے یہ بات ہے کہ عقلی چیزون مین فکر کرنے کے واسطے رات کا وقت مقرر کیا ہی اور خواب دیکھنے کا بھی وہی وقت ہے اور زیادہ کیفیات نفسانیہ کا ان چیزون سے کہ عاشقون کو یا مریضون کو اور دردمندون کو یا مصیبت زدون کو جو پیش آتی ہین تو وہ بھی وہی وقت ہے اور اہل مراقبہ اور توجہ بھی اسیوقت نسبت باطنیہ کو اپنی بڑھاتے ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والے بھی اسیوقت کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ ہو جانا ستارون کا بھڑکانے سے دریای شور کی اور جنبش سے پہاڑونکے بھی مقابلے مین اس حادثے کے کچھ بزرگی نہین رکھتا کیونکہ ستارے اکثر تیرہ اور بے نور ہو جاتے ہین اور دریای شور چندان حوائج مین بنی آدم کے نافع نہین ہی کہ اسکو مقصود بالذات تصور کیجیے اور علی ہذا القیاس پہاڑ اور سنگینی دوسرے حادثون کی خود اظہر ہی اب بیان کرتے ہین ہم اسباب کو کہ ان بارہ حادثون کو کس واسطے اس مقام پر خاص کر کے مذکور فرمایا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ منظور بیان کرنا انقطاع نفس انسانی کا توجہ سے طرف مالوفات اور مضرات کی ہی اور کشادہ ہونا اسکے شعور اور فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالونکی صورت مثالیہ کا اور کھلنا مقدار ہر نیک اور بد کام کی جزا کا کہ مضمون عَلِمَتْ نَفْسٌ تا اُحْضِرَتْ کا ہی اور ہر حادثہ ان بارہ [١٢] حادثون سے اس امر مین دخل رکھتا ہی پس بسبب آفتاب کی تکویر کے اور سیاہ ہونے ستارونکے تعلق نفس انسانی کا کہ اپنے حوائج مین آسمان کے ساتھ منقطع ہو جائیگا کیونکہ نفع لینا اسکا دیکھنے کی چیزون مین اور بدلنے مین فصلون اور موسمون کے اور نئے ہونے مین مہینون اور چاندون کے اور پہلے سے معلوم کر لینا آنیوالے حادثون کا محض چمک اور حرکتون سے ان اجرام کے تھا اور سقف اسکے عالم مالوف کی اس انقلاب سے خراب ہو جائیگی اور بسبب تسییر جبال اور تزلزل مین

یعنے بسبب چلنے پہاڑون اور تھرتھرانے زمین کے اوپر اسکی سلوٹین زمین کی اور استخراج معادن
اور اُگنے سے کھیتی اور میوون کے ... پھٹنے چشمون اور نہرون کے ٹوٹ جاوینگی اور صحن اُسکے گھر کا
خراب ہونا شروع ہوگا اور بسبب تعطیل عشار کے توجہ اُسکی خبرگیری سے گھر کے جانورونکی اور
حاصل کرنے سے دودہ اور گھی اور صوف اور ریشم اور نسل کے سست ہوجاوینگی اور اس انقلاب
سے گویا مطبخ اور خزانہ اُسکا خراب ہوجاویگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے ہمت اُسکی
شکار اور تسخیر سے جنگل کے جانورون کے اور جو نفع کہ پوست اور ریشم اور مشک نافہ یا اور اجزا سے
ان کے حاصل کرتا تھا بالکل منقطع ہوجاوے گی اور بسبب جوش پر ہونے دریاؤن کے سفر کشتی کا
اور تجارتین بحری اور صید کرنے سے جانورون بحری کے اور نکالنے سے موتی اور مونگے اور عقیق
اور عنبر کے مایوس ہون گے اور یہ چھ حادثے متعلق عالم دنیا سے اور انسان کے جسم سے ہین اور
بعد اسکے ملنے سے نیک نفسونکے اپنے ہم جنسون سے اور شریر نفسون کے اپنے ہم جنسون سے اور ایک
کی کیفیات نفسانیہ کے منعکس ہونے سے دوسرے کے قلب پر ہر شخص کو وجدانیات اپنے کماحقہ
ظاہر ہوجاوینگے اور اپنے کو بالاجمال اہل خیر و شر سے معلوم کریگا اور سوال کرنے سے موؤدہ کی
کہ نفس اسکا اس جہان سے نہایت سادہ ہوگیا تھا معلوم کریگا کہ فہم اور شعور انسانی نے ایک
وسعت عظیم پیدا کی ہے اس قسم کے اطراح سادہ بھی نفس پر یہ سوال و جواب ... مین اور یہ
بھی معلوم کرنے گا کہ اس عالم مین پھر پانے حقوق کی ہر ادنے اعلے چھوٹا بڑا باوجود اسبات کے
کہ تلف کرنے والے کو حقوق کے اشد عذاب درمیان مین ہین جیسے پدری اور مادری ہرگز
نہ چھوڑین گے اور بسبب کھولے جانے صحیفون اعمال کے تفصیل اپنے افعال و اقوال کی دریافت
کریگا اور بسبب پوست اُترنے آسمان کے کہ کنایت ہے عالم مثال کی تجلی سے کہ عدن اور
اصل اسکی افلاک کی قوت خیالیہ ہے اپنے اعمال کے صور مثالیہ کو دیکھ لے گا اور حقیقت کو
حال کی معلوم کر جاے گا ع کہ با کہ باختہ ام عشق در شب دیجور + اور بھڑکانے سے دوزخ
کی آگ کے اور نزدیک لانے سے بہشت کے اور آرایش اور سجاوٹ سے موافق اجزا اون
عملون کے کہ خواہش اُن کی صور مثالیہ کی ہے نہایت روشن پیدا کرے گا اور اسوقت مضمون
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ کا جلوہ گر ہوگا اور یہ چھ انقلاب تعلق آخرت کے عالم سے

... سے عقلی کمی باجتہاد مین خطا واقع ہو تو

اور قوای عقلیہ اور خیالیہ سے انسان کی رکھتی ہین اور اسی تقریر سے وجہ اس ترتیب کی عایت
کی بھی ظاہر ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم برزخ مین نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت کے یہ اطلاع
احوال پر اپنے اعمالون کے ممکن نہین ہی کیونکہ ہنوز آسمان و زمین قائم ہین اور تعلق اسکا مکانات
اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ حال پر اقربا اور اپنے بنی نوع کے اور یاد کرنا اپنے گذرے
حالات کا ہنوز منقضی نہین ہوا اور ملنا عالم غیب سے بطور خلوص اور کمال کے اسکو حاصل نہین ہوا
اسی واسطے اس عالم کو برزخ کہتے ہین کہ من وجہ احکام دنیا کی رکھتا ہی اور من وجہ احکام آخرت کے
جیسے کسی شخص نے ایک شہر مین یا ملک مین بہت مدت گذران کی پھر کسی اور شہر یا اور ملک کو
چلا گیا اور ہنوز گھر اسکا پہلے شہر مین موجود ہے اور اقارب بھی اسکے وہان رہتے ہین اور خط وکتابت
کی بھی آمد ورفت ابھی جاری ہے ایسی حالت مین انقطاع کلی اسکو اس شہر سے ممکن نہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ جس وقت کہ آفتاب لپیٹا جاوے گا اور معنی تکویر کے عرب کی لغت
مین کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہین جیسے رسی یا پگڑی کہ اسکو حلقہ کرکے لپیٹتے ہین و کور العمامۃ
معنے مین پگڑی کے پیچ کے اسی لفظ سے ہی اور جو آفتاب کہ شعاعین دراز رکھتا ہی موقوف کرنے
کو اس شعاع کے ذکر مین تشبیہ لپیٹنے سے پگڑی کی دی ہی اور اس لفظ کو بطور استعارے کے
استعمال فرمایا ہی یہ کہ جب تک کہ شعاع اس کی پھیلی ہوئی ہی تو مانند اس تھان یا پارچے کے
ہے کہ اسکو کھولکر پھیلا دیا ہو اور جب وہ شعاع زائل ہو گئی اور جرم اسکا پنیر کی ٹکی کے مانند بے نور
رہگیا تو گویا اس تھان کو تہ کر دیا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ الشمس والقمر ثوران مکوران
یوم القیمۃ یعنی آفتاب اور ماہتاب پنیر کی دو ٹکیون کی مانند بے نور زرد ہونگے قیامت کے دن اور بعضی
روایتون مین ثوران کی جگہ عقیران بھی واقع ہوا ہی یعنی مانند دو بیلون کونچین کٹی ہوؤن کے پڑے
ہونگے اور وہ سیر ان کا منقطع ہو جائیگا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو کہتے ہین اور پنیر کی
ٹکی کو بھی اور جب تعلق ستارون کی ارواح کا جرمون سے ان کے منقطع ہو جاویگا تو شعاع اور نور
بھی زائل ہو جائیگا اور دورہ سیر بھی موقوف تو کبھی زوال نور پر خیال کرکے پنیر کی ٹکی سے نسبت دی
ہی اور کبھی حرکت کے موقوف ہونے پر نظر کرکے کونچین کٹے بیل سے تشبیہ دی ہی اور ہر چند کہ آفتاب و مہتاب

موافق حدیث کے اس جا دے مین شریک ہونگے لیکن یہان پر اکتفا فقط آفتاب ہی کی تکویر کے ذکر پر فرمائی
کیونکہ شعاع آفتاب کی جرم سیاہ کو ماہتاب کی نور اور روشنی بخشتی ہو پس تکویر آفتاب کی مستلزم ہو ماہتاب
کی تکویر کو حاجت علیحدہ بیان کی نہین وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ؕ اور جس وقت کہ ستارے میلے
ہوجاوینگے اور نور بھی ان کا زائل ہوجاویگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہو کہ
انھون نے فرمایا ہو کہ ستارے قندیلونمین نور کی زنجیرون سے لٹکتے ہین اور وہ زنجیرین فرشتونکے ہاتھون
مین ہین جب فرشتے مرجاوینگے تو وہ قندیلین انکے ہاتھون سے گرجاوینگی اور ستارے گر کے بکھر جاوینگے اور نور انکا
زائل ہوجاویگا بس اس صورت مین بیان اس انقلاب کی انتہا کا ہو کہ ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی آیت
مین بیان ہو اس انقلاب کی ابتدا کا اور اختلاف لفظ مین نجوم اور کواکب تعین کلام کے اسلوب کے
واسطے ہو اور اسواسطے بھی ہو کہ نجم کے لفظ سے ظہور اشراق کا سمجھا جاتا ہو تو انکدار اسکو مناسب ہے اور
کوکب کے لفظ مین استقرار اور استحکام کو سمجھا جاتا ہو تو انتشار اسکے ساتھ مناسب ہے وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ؕ
اور جب پہاڑ چلائے جائینگے اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اڑتے جاوینگے اور پہاڑ زمین کے
لنگر اور سنگ فرش کے مانند تھے جب انکی یہ حالت ہوگی تو زمین کی حالت کو بھی اسی پر قیاس
کرلینا چاہیے کہ کیا کچھ اسکی خرابی ہوگی وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۙ اور جب گابھن اونٹنیان جن کا
حمل دس مہینے کا ہو چھٹی پھرین اور ان کے مالک انکی طرف کچھ التفات نکرینگے اور وجہ ایسی
اونٹنی کی تخصیص کرنے کی یہ ہو کہ منظور تعلق انسانی کے انقطاع کا بیان ہو اپنے مالونسے اور سب
مال مین سے جو زیادہ محتاج خبرداری کا ہو سو جانور ہین کیونکہ زر و جواہر اور دوسرے اسباب دمبدم
محتاج حفاظت کے نہین ہوتے اور زراعت اور درخت اور عمارت اور مکانات بھی محتاج محافظت
اور خبرگیری کی ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور ہر ساعت برخلاف جانورونکے کہ ہمیشہ دھوپ چھانو مین
اور چھانون سے دھوپ مین باندھنے کی محتاج ہوتے ہین اور ہر دم دانہ پانی گھاس کی خبرگیری چاہتے
ہین اسی واسطے تجربہ والون نے کہا ہو کہ غم نداری بز بخر اور ان سب جانورون مین اعلیٰ اور عمدہ عرب کے
نزدیک جننے کے قریب والی اونٹنی ہو کہ اسمین دو طرح کی خوشی ہو ایک تو بچہ کی اور دوسرے دودھ کی
اور بسبب بڑی تن کی دودھ اسکا اور جانورونکے دودھ سے دوچند سہ چند زیادہ ہوتا ہو اور جو مخاطب اس کلام
ہدایت فرجام مین اوّل فرقہ عرب کا ہو تو رعایت اس چیز کی کہ انکی ذہن مین جلد آجاوے یا وہ چیز انکی خیال مین

بسی ہو ضرور پڑی کیونکہ مقتضا بلاغت کا یہی ہو اور یہان پر ایک اشکال ہو کہ بعضے اذکیا اسکو
مشکل جانتے ہین حاصل اُسکا یہ ہو کہ بعد اُسکے کہ حضرت اسرافیل نفخ صور فرماوینگے تو سب جانور مرجاوینگے
اونٹنیان کہان ہون گی جو چھٹی پھرین گی اور صور پھونکنے سے پہلے قیامت کہان ہو کہ اونٹنیان معطل
پھرین پھر یہ بات کونسی دقت کی ہو اکثر دانشمندون نے کہا ہو کہ یہ کلام فرضی اور خیالی ہو یعنی بالفرض اگر
اوسوقت اونٹنیان اس صفت کے ساتھ موجود ہون تو شدت ہول سے اُس روز کی کوئی اُنکی طرف متوجہ
نہ ہوگا جیسے یَوْماً یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْباً مین فرمایا ہو لیکن بعد تامل کے معلوم ہوتا ہو کہ یہان پر حاجت
اس تکلف کی نہین ہو اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل صور پھونکین گے تو آدمی اور حاملہ
اونٹنیان اکٹھی مرجائینگی اور جب دوسری بار پھونکین گے تو سب اکٹھی جی اُٹھین گی تو وہ اونٹنیان کہ جنکے
حمل پر دس مہینے گذر گئے تھے وہ بھی اُسی طور سے زندہ ہونگی چنانچہ حدیث صحیح مین ہو یُحْشَرُ النَّاسُ
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ اور مالک اُنکے اُسوقت اُنکی طرف متوجہ نہ ہونگے اور معطل چھوڑ دینگے
اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہو کہ مراد عشار سے ابر ہین کیونکہ عرب ابر کو حمل والی جانور سے نسبت دیتے ہین
اور اُنکے خیال مین ابر کی صورت مادہ کی سی ہو اور ہوا کی صورت نر کی بس جیسے نر مادہ سے مل کے حاملہ
کر دیتا ہو اسی طرح ہوا سے ابر مین پانی بھر جاتا ہو پس غرض یہ ہو کہ اُسوقت ابر پانی سے خالی ہونگے
اور کچھ کام نہ آوینگے اور اس تفسیر مین جو کچھ کہ بُعد ہی سو ظاہر ہو اور عشار جمع عشرا کی ہو جیسے
نفاس جمع نفسا کی اور عشرا دس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہین تمام سال تک اگر تمام ہونا سال کا
اونٹنی کے حمل کی تمام ہونے کی پوری مدت ہو تو اس نام سے اسکو مذکور فرمایا وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ
اور جسوقت کہ وحشی جانور کو بھی اور بیابانی جمع کیے جاوین اور وجہ اُن کے جمع کرنیکی یہ ہو کہ بہنے کی
جگہ اُنکی کہ پہاڑ اور جنگل تھے خراب ہو جاوینگے اور آگ اور دھوان ہر طرف اُن کے پیچھے پڑیگا
ناچار آدمیونکے مجمع مین مکان امن کا سمجھ کے بھاگ آوینگے جیسے سردی کے ملک مین برف پڑنیکے
وقت وحشی جانور طبیعت اصلی کو اپنی نفرت اور وحشت کو چھوڑ کر بستیون اور گھرون مین گھستے ہین اور اس
واقعہ مین دلیل صریح ہو اس بات پر کہ ہول اُس روز کا اس مرتبہ کو پہونچیگا کہ وحشیونکو انسان سے نفرت
نہ رہے گی اور بعضے جو بعضے سے عداوت طبعی رکھتے تھے اُس روز کچھ خوف و ڈر ایک دوسرے کا باقی نہ
رہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہو کہ مراد حشر سے وحوش کی انکا زندہ کرنا ہو بعد مرنیکے قصاص

کے واسطے پھر زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہی کہ جانورونمین بھی قصاص جاری ہوگا یہانتک کہ منڈی
بکری سینگون والی بکری سے اپنا بدلہ لے گی لیکن قصاص ہو چکنے کے بعد سبکو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح
ہوی ہین وہ بہشت کی خاک ہونگی اگر وہ جانور جو بہشتیون کی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب انکی لذت
کا سو وہ جانور بہشت مین باقی رہین گے جیسے طاؤس یا گھوڑا اور کوئی جانور خوبصورت خوش آواز
یا وہ جانور کہ جن کا گوشت بہشتیونکو مرغوب ہوگا وہ انکی غذا کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے چنانچہ
قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہی وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ اور وہ چیزین باقی رہین گی جو
دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونیکا سبب ہون سو دوزخمین جاوینگی جیسے سانپ اور بچھو اور مکھی انکی جلنے پر
بیٹھین گی اور انکو رنج و دکھ دین گی بغیر اسباب کے ان جانورون کو اس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج و
کلفت ہو اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اَلذُّبَابُ كُلُّهٗ فِي النَّارِ اور یہ بھی حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ طَيْرًا نَاعِمَةً وَاَكْلُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور
اور جب وقت کہ دریا بھڑکائے جاوینگے اور پانی انکا دھوان اور آگ ہو جاویگا اور ہوا اس آگ اور
دھوئین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کرے گی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی
لیکن باایمان لوگ شر سے اس دھوئین کے محفوظ رہین گے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اس روز کے دھوئین
سے باایمان لوگون کو اسقدر تکلیف پہونچیگی کہ زکام ہو جاویگا وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور
جب وقت نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جائین گے تاکہ قوت خیر و شر کی
اور آگ کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزا ہر عمل کی نہایت کے درجے مین پہنچے اور بعضون نے
کہا ہی کہ مراد تزویج نفوس سے روحونکا ملنا ہی جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد یہ ہی کہ
لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دین گے کہ تفصیل اسکی سورۂ واقعہ کی آیت وَكُنْتُمْ
اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے
ساتھ جمع کر کے جدا جدا غول بنا دینگے اور خیر و شر کے طبقونکو اس ترتیب مین رعایت رکھین گے
اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر شخص کا اس شخص کے ساتھ حشر کرینگے جس کے ساتھ دنیا مین نہایت
محبت رکھتا تھا پھر وہ خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے پیر اور استاد اور بادشاہ اور امیر اور ابن عباس
رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا ہی کہ نفوس کو مومنین کے حور عین کیساتھ جوڑ لگا دینگے اور کافرونکی نفوس کو

شیطانون کے ساتھ ملا دینگے اور زجاج نے کہا ہی کہ ہر نفس کو اُسکے عملونکی صورت مثالی سے خواہ
نیکی ہو خواہ بدی جوڑ لگا دینگے وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جب موودہ پوچھی جاویگی اور
موودہ عرب کے لغت مین جیتی گاڑدی ہوئی لڑکی کو کہتے ہین مشتق ہوئی وَأَدَ یَئِدُ سے اور عرب مین رسم تھا کہ
لڑکیونکو پیدا ہوتے ہی گاڑ دیتے تھے بعضے تو تنگدستی اور شادی بیاہ کی اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے
تھے اور بعضونکو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دینگے اور وہ ہمارا داماد کہلاویگا اس خیال فاسد
مین گرفتار ہوکر اس امر شنیع مین مبتلا تھے اور اس امر قبیح نے اُس زمانہ مین اس ملک مین ایسا رواج
پایا تھا کہ اسکو فخر اور غیرت جانتے تھے اور ہرگز اس گناہ کے عذاب کا خوف نہین رکھتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے
کہ ہماری اولاد ہماری ملک ہے اسمین ہمکو اختیار ہے جو چاہین سو کرین حق تعالی نے انکے اس فعل
شنیع پر جابجا قرآن مجید مین مذمت فرمائی اور وجہین اسکی برائی کی کھول کر بیان کردین کہ اسکے
ضمن مین اس فعل قبیح کے سوای قطع رحم اقرب کے کہ ولد ہے اور بہت سی قباحتین موجود ہین انمین
ایک تو ظلم و ستم ہے بیگناہ معصوم پر کہ وبال اسکا معلوم ہے اور مکروہ جاننا اللہ تعالی کی پیدائش کو بلا وجہ اور
ناخوش ہونا اللہ تعالی کی خواہش سے اور مقابلہ کرنا اسکے فعل کا ضد کیساتھ کہ اُس خالق نے نو مہینے مین
اسکو بنا کر تیار کیا اور اُسنے پیدا ہونے کیساتھ ہی ارادہ اسکی ہلاکت کا کیا اور دوسرے بے اعتمادی
ہے اللہ تعالی کی رزاقی اور کارسازی پر اور یہ کہ مال کا بخل اس درجہ کو ہے کہ اپنی اولاد پر مال خرچ کرنا
روا نہین رکھتا بس اسیطرح کی اور بہت سی باتین ہین اور اسی واسطے جو عرب مین سمجھدار لوگ تھے
اُسکی قباحت کو دریافت کرکے اپنے کو اس کام سے روکتے تھے لیکن قوم کی رسم سے ناچار تھے یہانتک کہ زید
بن عمرو بن نفیل چچازادے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی کہ مین پیدا ہو
اور جہان سنتے کہ فلانے کے گھر مین لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ جیتی گاڑی جاویگی تو جھٹ سے وہان
جاتے اور کہتے کہ اسکو مین نے اپنی بیٹی کیا اور جو کچھ کہ اسکے کھانے پہننے کا اور بیاہ شادی کا خرچ ہے
وہ سب میرے سر تمکو کچھ سروکار نہین اسی طور سے بہت سی لڑکیان بچالین اسیواسطے انکو محی الموءودات
کہتے تھے اور ان کی اس رسم صالح کی اور قبیلونکے بھی بعضے بعضے عرب اتباع کرتے تھے چنانچہ صعصعہ
فرزدق شاعر کا دادا بھی یہی کام کرتا تھا اسی واسطے فرزدق نے اپنے دادا کی اس فعل کی برائی اکثر جگہ
شعرون مین کی ہے اور اب اس امت مین اس فعل شنیع نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہے اور شیطان کا قاعدہ

جو کسی بُرے کام کو لوگ ممانعت شرعیہ یا دلائل عقلیہ کے سبب سے قبیح جان کر چھوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورت مین اُنکی نظرون مین بھلا دکھاتا ہی تاکہ اُسکا اصل مطلب فوت نہ ہو اور وہ صورت جو اس امت مین رکھتی ہی یہ ہی کہ اگر لونڈی باندی یا کسی ورکم اصل عورت کو کسی سے حمل رہگیا تو مارے غیرت کے کہ مُبادا لڑکی پیدا ہو تو کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑیگا پس اس بات کو ننگ و غیرت شرافت کی جان کر بعد جان پڑنیکے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنیکے بعد ہی گروا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے ہین اور بطور فخر اور بڑائی کے اُسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق مین یا دوسری قباحتون مین سر مو موؤدہ سے یہ فعل کم نہین ہی لیکن اگر روح پڑنے سے پہلے ہو تو صحابہؓ کو گرانے مین عذر شرعی سے جیسے جننے کی سختی یا کثرت عیال سمجھا قلت مال کر یا سفر کے سبب یا جانے کہ اگر یہ لونڈی جنے گی تو خدمت نہ کر سکے گی اختلاف واقع ہوا تھا اور حضور مین حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہانتک کہ حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ لا تکون موؤدۃ حتے تأتی علیہ التارات السبع اس کلام کو حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے پسند فرمایا ہی اور یہی بات ٹھیر گئی اور بعضے صحابہؓ اسکو بھی احتیاط کے واسطے حرام جانتے تھے اور اسکو موؤدہ صغری کہتے تھے کیونکہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہی لیکن اسکی رزاقیت پر عدم توکل اور معارضہ اسکے فعل کا ساتھ ضد کے بلا وجہ اور سوا اسکے دوسری قباحتین بھی موجود ہین لیکن صحیح یہ بات ہے کہ جائز ہی عزل کے قیاس کے اعتبار سے اور وہ جو حدیث شریف مین عزل کے حق مین وارد کہ ذلک الوأد الخفی وہ عزل کی حرمت پر دلالت نہین کرتا بلکہ کراہت اور اولاد کے ترک ہونے پر دلالت کرتا ہی کیونکہ خفی ہر امر کا اُسکے جلی کا حکم نہین رکھتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہی حکم شرک جلی کا نہین رکھتی اور جائز ہونا عزل کا روایات صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہی لا شبھۃ فیہ استعمال کرنا دواؤن کا قبل جماع کے یا بعد جماع کے کہ حمل نہ رہنے پاوے مانند عزل کے جائز اور روا ہی اور یہان پر ایک شبہہ ہی کہ اکثر خیال مین گذرتا ہی وہ یہ ہی کہ موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہی اس سے سوال کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا چاہیے تھا کہ سوال اُسکے قاتل سے کیا جاتا تاکہ اسکو سرزنش ہوتی پس جواب اس شبہہ کا یہ ہی کہ سوال موؤدہ سے اس وضع پر ہوگا کہ تو کیون ماری گئی تاکہ خلاف قاعدے

کے ہو بلکہ اس غرض سے ہوگا کہ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ کس گناہ پر ماری گئی ہو وہ موؤدہ اور لائق اس
سوال کے مظلوم ہی نہ ظالم کیونکہ غرض اس سوال سے تلقین دعوی کی اور ظاہر ہونا ظلم کی وجہ کا
منظور ہوتا ہی کہ مظلوم کہدے کہ مجھپر فلانے نے بوجہ یہ ظلم کیا ہی اور موؤدہ سے سوال کرنے مین اسطور
سے یہ بھید ہی کہ نفس صغیر ہر چند کہ اس جہان مین شعور اور فہم اور ادراک پیدا کریگا لیکن تو بھی
ادراک اُسکا ادراک سے دار القضا کے مشاقون کے اور دنیا کی جھگڑنے والون سے کم ہی کا مون مین تمام
عمر اپنی صرف کی البتہ کم ہوا چاہیے اور جو کچھ کہ دکھ درد اسکو جان جانے کا گذرا تھا سو چندان اسکو
گران نہین گذرا تھا کیونکہ وہ زندگی اُسکی ایک خواب خیال تھی کہ دیکھا اور گذر گئی اور یہ بھی ہی کہ
پہلے ہی دعوی ماں باپ پر کرنے مین حیا کے سبب پیشقدمی نہ کرسکے گی تو ضرور ہوا کہ اسطرح سے
منظور ہے اسکو تلقین اور یاد دلانا دعوی کا ہوگا جیسے کوئی مظلوم بے سمجھ کو بیان کرنے مین اپنی حجت کے
اور پورا کرنے مین اپنے دعوے کے قصور کرتا ہی تو حکام با انصاف اسکو اس قسم کی تلقین و تذکیر کرتے ہین
کہ حقوق اُسکے برباد نہ جاوین اور اسیطور سے اگر کوئی مظلوم بسبب کسی علاقے کے ظالم سے رکھتا
ہی صاف صاف بیان کرنے سے اُسکے ظلم کے شرماتا ہی یا خوف کھاتا ہی اُسکے حق مین بھی ارباب
عدالت کا یہی وتیرہ معمول ہی اور فقہا نے بھی لکھا ہی کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی
صورتون مین درست ہے کیونکہ مظلوم کو حق پہونچنا بدون اسکے ہو نہین سکتا اور باوجود اسباب کے
اس سوال مین بھی مراتب اسکے ادب کے والدین کیساتھ موجود ہین کیونکہ اُنکو گر اسکے قاتل کا نہ فرمایا
گویا قاتل سے سوال منظور ہی نہین ہی تا کہ فضیحت نہ ہو اسی واسطے مجہول کے صیغے سے لائے ہین کہ
قُتِلَتْ یا سوال اُس گناہ کا فرمایا کہ موجب اسکے قتل کا ہوا گویا کہ ارشاد فرماتے ہین کہ والدین کو تو اپنی اولاد
سے کمال شفقت اور محبت ہوتی ہی بغیر کسی گناہ عظیم کے تجھ سے یہ معاملہ نہ کیا ہوگا اسواسطے تجھ سے
پوچھتے ہین کہ وہ کیا گناہ تھا لیکن رعایت اس ادب کی ماں باپ کے حق مین موؤدہ کی طرف سے موجب
ماں باپ کی کمال رسوائی اور فضیحتی کا ہوگا خصوصًا موؤدہ کی گناہ کے سوال کرنے مین کہ وہ ہرگز محل گناہ
کا نہین ہو سکتی تھی تعریض الزام صریح سے اُنکے ہوگی اور اگر پہلے ہی سوال الدین سے واقع ہوتا
کہ تم نے بیگناہ اپنی بیٹی کو کیون مار ڈالا تو یہ فضیحتی اور رسوائی اور اتنی زیادتی خوف اور دہشت
کی حاصل نہ ہوتی اور یہ بھی ہی کہ ترک کرنے مین سوال کے اُن سے اور متوجہ کرنا سوال و خطاب کا موؤدہ سے

انکی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہی کہ ان سے بسبب کمال قہر وغضب کے اس حرکت بد پر
سے سوال خفگی اور عتاب کا بھی نہین فرماتے ہین کیونکہ کلفت عذاب اور عتاب کی لذت سے
کلام خطاب کے سبب معلوم ہوگی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ چنانچہ کسی کا قول ہی شعر پرسش
اگر نیست بگو نا سزا ٭ گر درہست یک سخنم آرزوست ۔ اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین
وارد ہے کہ اَلْوَائِدَةُ وَالْمَوْؤُدَةُ فِي النَّارِ یعنی جس عورت نے کہ اپنی بیٹی جیتی گاڑ دی ہو وہ اور
اسکی بیٹی دونون دوزخ مین جاوینگے معتزلہ اس حدیث کے سننے سے متحیر ہوئے ہین اور مقابل حدیث
اس حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے ہین اور کہتے ہین کہ جو حق تعالی بسبب موؤدہ کی کافرونکو
زجر وتوبیخ فرماے گا تو ممکن نہین کہ موؤدہ عذاب کی جاوے اور اس دلیل پکڑنے سے انکا کمال
جہل اور نادانی ثابت ہوتی ہی کیونکہ ماں باپ پر عذاب اسواسطے ہے کہ خون ناحق کیا ہی اور
موؤدہ پر عذاب اس جہت سے ہی کہ کفر مین ماں باپ کے تابع ہی جیسے ظالم اور مظلوم کہ دونون کافر
ہون تو ایک پر دوسرے کے واسطے عذاب کرینگے اور اصل عذاب مین دونون شریک ہین بسبب
کفر کے اسیواسطے اہلسنت کے نزدیک کافرونکی لڑکون کو معذب ہونا باعتبار شریعت کے قاعدے کے
ظاہر ہی کیونکہ نفس طفل کا خصوصا وہ طفل کہ ایسی چھوٹی عمر مین اس جہان سے گیا ہووے تو گویا
ماں باپ کے وجود کا ایک ٹکڑا ہی ابھی استقلال وتکمیل حاصل نہین کی ہی جب والدین عذاب
کیے جاوینگے تو نفس سادہ بھی انکی تبعیت سے عذاب مین ہوگا جیسے توامین کہ ساتھ ہی
ہنستے ہین اور ساتھ ہی روتے ہین اور بھوکے پیاسے بھی ایک ہی وقت مین ہوتے ہین کیونکہ
اتصال نفسانی انکا مفارقت استقلال سے ہنوز مبدل نہین ہوا واللہ اعلم اور یہان ایک نکتہ
ہی کہ قابل بیان کے ہی وہ یہ ہی کہ قُتِلَتْ کو غائب کے صیغے سے کسواسطے لائے خطاب تو اسبات
کو چاہتا تھا کہ قُتِلْتِ مؤنث مجہول مخاطب کے صیغے سے فرماتے جواب اسکا یہ ہی کہ منظور تو واقعات
قیامت کا بیان ہی اور موؤدہ کا حال غیب کے صیغے سے بیان فرماتے ہین یعنی یہ خبر دیتا ہی موؤدہ
کے سوال سے کہ واقع نہ ہوگا نہ حکایت خطابی کہ اسکے ساتھ درمیان مین آوے گی اور حکم فقہ کا
یہ ہی کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے اسکی اولاد خطا سے تلف ہوجاوے جیسے چار مہینے کا حمل گرا دینا یا اندازے
سے زیادہ افیون کھلا دینا یا محافظت سے قصور واقع ہونا مثلاً کوئی عورت بچے پر بیٹھی اپنے لڑکے کو

کھلاتی تھی اور وہ لڑکا اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور مر گیا اور علی ہذا القیاس تو اُسپر کفارہ
لازم ہوتا ہی اور قتادہؓ سے روایت ہی کہ قیس عاصم تمیمیؓ کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے ایک بڑا سخت گناہ ہوا ہی کہ کفر کی حالت مین آٹھ بیٹیان مین نے
جیتی گاڑ دی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک غلام آزاد کر
اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹون والا ہون غلام تو میرے پاس نہین ارشاد ہوا ہر
لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ اور جسوقت صیغے
اعمال کے کہ لپیٹے ہوے سجین اور علیین مین رکھے ہین کھولیجا دینگے اور ہر شخص جو کچھ کہ اُسکے صیفو نمین
ہی معلوم کر لیگا اور قتادہؓ سے مروی ہی کہ آدمی کے اعمال کی صحیفونکو اُسکے مرنیکے بعد لپیٹ کر کی دفتر
مین نگاہ رکھتے ہین اور بعضے مفسرون نے نشر کو پراگندہ کی معنون مین لیا ہی یعنے اعمالنامونکو
بکھیر دینگے اور جیسے فرد مین کہ اکٹھے جمع تھے وہان سے نکالکر بانٹ دینگے کسی کو بائین ہاتھ مین پیٹھ
کے پیچھے سے اور کسی کو داہنے ہاتھ مین مُنہ کے سامنے سے دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہی
کہ قیامت کے دن صحیفون کو عرش کے نیچے سے اُڑا دینگے پس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتھ مین
آویگا اُسمین یہ لکھا ہوگا کہ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ اور جو کافر کے ہاتھ مین آویگا اُسمین یہ لکھا ہوگا فِیْ
سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ اور یہ صیغے فال کے قرعون کے مانند ہونگے اعمال کے صحیفے نہ ہونگے چنانچہ کشاف
مین مذکور ہی وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ ۝ اور جب آسمان کا پوست اتارا جائیگا جیسے جانور کا کہ بعد
ذبح کے پوست اتار لیتے ہین اور تمام اجزا اور اعضا اور رگ اور ریشے اُسکے ظاہر ہو جاتے ہین
پس اسی طرح سے حالات فلک کے مکنونات کی اشیا کی صور مثالیہ مین ظاہر اور منکشف ہو جاوینگی اور
فرشتے حاملان صحف اور دوسری قسمونکے فرشتے نازل ہونگے وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ اور جسوقت کہ
دوزخ بھڑکائی جائیگی اور شدت اُسکی سوزش کی زیادتی پکڑیگی وَاِذَا الْجَنَّۃُ اُزْلِفَتْ ۝ اور جسوقت
کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جائیگی پس مسلمانونکو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور کافرونکو حسرت
پر حسرت اور جو بارہ حادثے متحقق ہونگے کہ چھ اُن مین سے دنیا مین قبل صور پھونکنے کی ہونگے اور چھ اُنمین
سے بعد صور پھونکنے کے ہونگے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ جان لیگا ہر جی جو لیکر آیا ہی نیکی سے اور بدی سے
اور بعضے اہل تاویل نے کہا ہی کہ ان بارہ حالتونکو موت کے وقت کہ قیامت کا نمونہ ہی معلوم کر لیں گے

قیامت صغری کہتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ مَن مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ یہی
اعتبار کرنا پس آفتاب آدمی کی روح کے مانند ہی کہ شعاع سے اُسکی بدن زندہ ہوتا ہی اور
جو علاقہ اُسکا تدبیر سے بدن کی منقطع ہو گیا تو گویا انسان کے بدنکا آفتاب مکدر اور بے نور ہو گیا
اور انکدار النجوم کا نمونہ ہی حواس و قوای انسانی کی بیکاری کا موت کے وقت نمودار ہوتا ہی اور جنبش
پہاڑونکی باطل ہو جانا اعضای رئیسہ کا اور اسکے بدنکی ہڈیون کا ہی کہ اپنی کام سے معزول ہو کر برباد
ہو جاتے ہین اور تعطیل عشار کا نمونہ ہی دودہ اور چربی کے خشک ہو جانیکا اور افعال طبیعی کی باطل
ہونیکا کہ کار پرداز اُسکا جگر اور دوسرے آلات غذا کے ہین اور حشر وحوش ظہور افعال بہیمیہ اور سبعیہ
کے نتائج کا ہی اور بھڑکانا دریاؤنکا خشک ہو جانا خون کا اور بدنکی دوسری رطوبتونکا یا باطل ہونا
اوہام اور خیالات اور امیدون اور آرزوٗن کا کہ ہر ایک ایک دریای بے پایان ہی کہ بغیر موت
اختیاری یا اضطراری کے انقطاع اُن کا متصور نہین اور تزویج نفوس جمع ہونا ملکات مکسوبہ
کا ہی آپس مین نورانی کا نورانی سے اور ظلمانی کا ظلمانی سے اور موؤدہ ایک قوت ہی کہ آدمی نے اُسکو
اُسکے غیر مقرر مصرف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندون سے منقول ہی کہ جو کوئی نکتہ لطیف یا
مقدمات علمیہ کا خاطر اُسکی مین گذرے اور اُسکو قید کتابت مین مقید نہ کردین یہانتک کہ وہ بھولجای
تو وہ بھی موؤدہ مین داخل ہی اور آسمان کا کشط کنایت ہی روح کے احکام ظاہر ہونیسے اور
تسعیر جحیم دیکھنا ہی سختیون اور دہشتون کا کہ بعد موت کے ظاہر ہونگی اور نزدیک لانا بہشت کا عبارت
فرحت اور خوشی سے ہی کہ نیکون کی ارواح کو اُسوقت پہونچاوینگے اور بدونکو اُس سے محروم رکھینگے
اور بعضے اہل تصوف نے ان سب حالتون کو طے ہونے پر سلوک کے مرتبون کے انتہای فنا تک
کہ اُنکے نزدیک اوّل منزل وصول کی ہی تطبیق دی ہی اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت تطویل چاہتی
ہی کہ اس تفسیر کی وضع سے خارج ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جو اسباب کھلنے کے خیر و شر کی حقیقت نفس
انسانی پر بیان کیے گئے اور تحقیق ان اسباب کی خبر مخبر صادق سے کہ اصدق الصادقین ہی یعنی
حق تعالیٰ کی ذات پاک متیقن ہوئی تو حاجت قسم کی نہین رہی اسیواسطے یون فرمایا ہی فَلَآ اُقْسِمُ
پھر قسم نہین کھاتا ہون مین کیونکہ باوجود میرے خبر دینے کے حاجت قسم کی نہین ہے اور اگر
ان سب باتون کے ساتھ بھی تم قسم کے محتاج ہو تو بِالْخُنَّسِ ۙ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ

قسم کھاتا ہون مین کئی ستارون پیچھے ہٹ جانے سیدھے چلنے دبک جانیوالون کی اور حضرت امیر
المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر مفسرین صحابہؓ سے منقول ہی کہ وہ ستارے خمسہ متحیرہ مین
یعنے زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ انکو اپنی حرکت مین ایک حیرت نمودار
ہوتی ہی اوّل تو مغرب سے مشرق کو ترتیب بروج کی حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین جاتی ہین اور
بعد اسکے تھوڑے دنون حرکت اُن کی نمودار نہین ہوتی ایک جائے پر کھڑی رہتی ہین پھر رجعت
قہقری کرتے ہین یعنے اُلٹے پھرتے ہین اور مشرق سے مغرب کو آتے ہین پہلی حالت کو علم ہیئت
کی اصطلاح مین استقامت کہتے ہین اور دوسری حالت کو وقوف اور اقامت کہتی ہین اور
تیسری حالت کو رجعت اور رجوع یہ تین حالتین اور کسی ستارے مین نہین ہین یعنی ماہتاب تھوڑا وقوف
رکھتا ہی لیکن رجعت نہین رکھتا اور دوسرے ستارے نہ وقوف رکھتے ہین نہ رجعت پس حیرت ان پانچ
ستارونکی صریح دلیل ہی اسبات پر کہ آسمانی چیزونکا بدلنا ایک حال سے دوسرے حال پر ممکن
ہی تو پس انقلاب جائز ہونے مین آسمان کے تمام اجزا مین اور زائل ہونے مین ستارون کے کچھ
تعجب نہ رہا اور خاص ہونا ان پانچ ستارونکا رجعت اور استقامت اور وقوف کیساتھ ہر چند کہ
نزدیک تلاش کرنیوالون ہیئت آسمانی کے ایک وجہ رکھتا ہی کہ وہ اختلاف حاملونکی حرکت اور انکے
دائرون کی حرکت سے اسواسطے اُن کے حوامل یعنی اٹھانیوالے مغرب سے مشرق کو جاتے ہین اور
دائرے انکی زمین کے شامل نہین ہین لہذا اوپر والے اُن کی مغرب سے طرف مشرق کی جاتے
ہین اور نیچے والے اُن کی مشرق سے طرف مغرب کے اور جو یہ ستارے دائرون مین گڑے ہوئے
ہین اور دائرے حوامل کی گداز گی مین گڑے ہوئے ہین تو بالضرور ان ستارونکو دونون حرکتین
بالتبع ہوتی ہین تو جب تک کہ حوامل کی حرکت اور دائرونکی حرکت موافق ہوتی ہے سریع
السیر استقامت سے معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین مخالف ہوتی ہین تو بطیٔ
السیر معلوم ہوتے ہین اور جب دونون حرکتین آپس مین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسرے
کی معارض ہوتی ہین یعنے جسقدر ستارہ ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑھا اسیقدر دوسری
حرکت کے سبب سے پیچھے ہٹا تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب
دوسری حرکت غلبہ کرتی ہی تو انکی حرکت الٹی معلوم ہوتی ہی اور ستارہ راجع یعنی الٹا پھرا

معلوم ہوتا ہی لیکن مطلب اِس سبب کے معلوم کرنیسے زیادہ تر کھلجاتا ہی اور ظاہر ہوجاتا ہی اسواسطے
کہ جب آسمان کے ستارے تغیر اور انقلاب کے قبول کرنیوالے ہوے اور اُنکی حرکتوں اور وضعوں
کے اسباب مختلف ہوے اور تخالف اور تجاذب طبعی ورا رادی انہین ثابت ہوا تو البتہ صدموں کے
قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوے یعنے خراب ہوسکتے ہین اور جو چیز کہ اختلاف اور تغیر سے بچی ہوا اُسکے
خراب ہونیمین اور صدمے کے قبول کرنیمین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ کچھ جگہ تعجب کی نہین ہی اسواسطے
کہ کبھی اُسمین صدمے نے راہ نہین پائی تھی اور ان پانچ ستارونکا ذکر اس مقام پر لانا اسواسطے
ہی کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک قسم کو سیّارہ کہتے ہین یعنی چلنے والی وہ سات ہین اور
دوسرے قسم کو ثوابت کہتے ہین یعنی ایک جگہ پر ثابت رہنے والے قسم اوّل کو یعنی سیارونکو تعدد
افلاک کے سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور قسم دوم یعنے ثوابت کو حرکت مختلف نہین
ہی بلکہ اُن کے آسمان کی حرکت بھی بہت سست ہی اور کم دکھلائی دیتی ہی اور ثوابت کو رجوع اور
استقامت اور وقوف اور انتقال سرعت سے بطوء کی طرف اور بطوء سے سرعت کی طرف لاحق
نہین ہوتا اور سیارون کو یہ سب لاحق ہوتا ہی اور سب سیارون مین سے آفتاب اور ماہتاب
کو بارہا قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر فرمایا ہی اور اکثر دونون کی تغیرات سب
خاص و عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہ ہر مہینے مین گھٹنا بڑھنا اُسکا سب دیکھتے ہین
اور سورج گہن اور چند رگہن بھی سب پر ظاہر ہی تو اس مقام پر اجرام آسمانی کی تغیر کا بیان کرنا منظور ہی ان
پانچون ستارون کا ذکر کرنا کہ یہ بھی تغیرات اور انقلاب رکھتے ہین ضرور ہوا اور تامل کرنے سے معلوم
ہوتا ہی کہ ثوابت کو آپس مین ربط اور میل نہین ہی اسیواسطے ہر ایک کا انمین سے ایک ہی حال ہی اور
ان پانچون ستارونکو سورج اور چاند سے اور آپس مین بھی اُنکی ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا
ہی اور متعدد قوتین متعدد لے ہوتے ہین اور ارتباطات عجیبہ آفتاب سے رکھتے ہین اور ہر ارتباط مین
ایک نئی تاثیر ظاہر ہوتی ہی تو یہ پانچ ستارے عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کی مانند مین جیسے
معادن اور نباتات اور حیوانات اور انسان اور ان چارونکی برزخین اور سورج اور چاند مرکبات
ناقصہ کی مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دھوان اور ثوابت عنصریہ بساط کے مانند ہین اور
تاثیرین اور فعل ان پانچون ستارون کے بہت مشابہت رکھتے ہین ارادے اور اختیار

داون کے فصل سے اور حرکتین اُن کی گویا حرکت اختیاری ہین کہ مرکب ہین صعود اور ہبوط
اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے پس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب و تغیر کا قریب
ہی مطلب سے کیونکہ انکا انقلاب ارادی ہو نہ طبیعی حاصل کلام کا یہ کہ احوال ان پانچ ستارون کا
اوّل دلیل ہی اجرام آسمانی کے حالات بدلنے پر اور جب اجرام آسمانی قابل تغیر اور انقلاب کے
ہوے تو انقلاب مین اجرام سفلی کے کونسا اشکال باقی رہا کہ رات دن انقلاب اور تغیر انکا آنکھون سے
دیکھتے ہین اور اگر اس انقلاب کذائی مین کہ موجب تغیر عظیم کا ہوگا کسی کو تردد اور شک ہو تو
دوسری قسم کھائی جاتی ہی وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب سکی اٹھان ہوتی
ہی اور جہان کو اندھیر اکر دیتی ہو اور ایک بڑا انقلاب نمودار ہوتا ہی بازار اجڑ جاتے ہین چورونکا
ڈر اور درندون کا خوف ہوتا ہی راستے بند ہو جاتے ہین اور تلاش روزی کی ایکقلم موقوف ہو
جاتی ہو اور تمام لوگ جیسے جاپ مردونکے مانند بحس و حرکت پڑے رہتے ہین اور جن و شیاطین
پھیل پڑتے ہین پس یہ ایک انقلاب ہے کہ ہر رات دن کے دورہ مین زمین اور زمین والون کو
الٹ پلٹ کر ڈالتا ہی اگر بالفرض کوئی شخص دن ہی مین ہوشیار ہوا ہو اور آسنے رات نہ
دیکھی ہو اگر اُسکے سامنے یہ انقلاب بیان کیا جاوے تو ویسا تعجب کرے کہ کافر قیامت کا احوال
سنکر عشر عشیر بھی اُسکا نہین کرتے اور رات کی عجائبات سے ایک بات ہی کہ جو چیزین کہ دن مین
جیسے آسمان کے تارے اور ماہتاب آسمین ظاہر ہوتے ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین جیسے
زمین و آسمان کے درمیان مین پار مین بین چھپ جاتی ہین اور دن کو اسکی برخلاف معلوم ہوتا
ہی پس تفاوت دنیا اور آخرت کا ظاہر ہونے مین پوشیدہ چیزونکے اور چھپ جانے مین ظاہر
چیزون کے اسی نمونے سے ظاہر ہوتا ہی اسی واسطے بطور پورا بیان کرنیکے فرماتی ہین وَالصُّبْحِ
إِذَا تَنَفَّسَ ۂ اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جس وقت کہ دم بھرے کہ اُسوقت بھی ایک انقلاب
عظیم ظاہر ہوتا ہی اور لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور مجالس آباد ہو جاتے ہین
اور مسافر بھی چل نکلتے ہین اور ہر مخلوق تلاش معاش کے درپے ہوتی ہی اور قوای حیوانیہ
مین ایک فرحت عظیم پیدا ہوتی ہی اور ہر چیز روشن اور ظاہر ہو جاتی ہی اور روشن
ستارے بے نور اور پوشیدہ اور ہر طرف سے لشکر اور قافلے پہاڑون کے مانند چلنا

شروع ہوتے ہین آور دم صبح کنایت اُسکے ظاہر کرنے سے ہی آفتاب کو کہ صبح اُسکی علامت ہے
مچھلی سے کہ دریا مین تیرتی ہی ذہن مین تشبیہ دی ہی اور اُسکے انتشار نور کو قبل طلوع کے
دم ماہی سے نسبت کی ہی جیسے مچھلی دریا مین آنکھون سے پوشیدہ گذرتی ہی اور اُسکی سانس
لینے سے پانی اُڑتا ہی اور منتشر ہو جاتا ہی اسی طرح سے آفتاب کی حالت ہی قبل طلوع کی اور
قبل روشنی پھیلنے کے آور بعضون نے کہا ہی کہ دم صبح کنایت نسیم سے ہی کہ طلوع صبح کی قریب
بہار کے دنون مین چلتی ہی اور اس نسیم کو تشبیہ دم سے دی ہی کہ لوگونکی فرحت اور راحت کا سبب
ہوتی ہے گویا کہ صبح مانند ایک مریض یا دردمند کے تھی کہ اب فرصت دم لینے کی پائی اور راحت
حاصل کی غرضکہ ثابت ہونا دم صبح کیواسطے فارسی اور عربی شعرونمین رائج اور مشہور ہی اور عسعس
کا لفظ مشترک بین الضدین ہی آنیکو بھی کہتے ہین اور جانیکو بھی پھر اگر صبح کی مقابلے اور نفس کی رعایت
کرین تو آنے پر قیاس کیا چاہیے اور اگر مناسبت اور تلازم اُسکا منظور رکھین تو قیاس جانے
پر چاہیے کرنا اور یہ کمال اعجاز ہی کلام اللہ کا کہ اس مقام ذی وجہین مین لفظ بھی مشترک بین
الضدین ارشاد ہوا لیکن تقدیر ثانی پر محض ایک انقلاب مذکور ہوگا کیونکہ جانا رات کا ابتدا
ہی اس انقلاب کی اور دم لینا صبح کا اُسکی انتہا اور جو یہ انقلاب آخرت کے انقلاب سے کمال مشابہت
رکھتا ہی کہ نمونہ حیات کا ہی بعد موت کے اور جو ظہور چھپی چیزون کا اسمین بہت ہوتا ہی تو اکتفا اسپر
کمال مناسب ہی پس غرض یہان پر یہ ہی کہ حقیقت کھلنے مین خیر و شر کی نفس انسانی پر بعد واقع
ہونے بارہ انقلابون کے ہی کہ ان انقلابون کے مانند دنیا مین بھی واقع ہوتی ہین تو حاجت
قسم کی اور تاکید کلام کی نہ رہی کیونکہ امکان ان انقلابون کا دلیل عقلی سے ثابت ہوا ہی اور ہونا
ان انقلابون کا سبب خیر و شر کے حقیقت کھلنے کا نفس انسانی پر نظر مین عقل کی بعد تامل کی ظاہر ہے
آور جو مخبر صادق ساتھ واقع ہونے ایک شے ممکن کی سبب ایک خبر کا ہو خبر دیوی تو واقع ہونے پر
اُس خبر کے یقین حاصل ہوتا ہی اور یہین سے ہی کہ قسم کی حاجت نہ ہونیکے واسطے بطور تعلیل کے فرماتی
ہین انہ تحقیق یہ قرآن کہ متضمن قیامت کی خبرون کا ہی لَقَوْلُ رَسُولٍ البتہ یہ بات لائی ہوئی
اللہ کے ایلچی کی ہی کہ اللہ کیطرف سے پہونچائی ہی پس کذب یا فترا کی احتمال کو یہان گنجائش نہین کیونکہ
کلام آلہی قطعی الصدق ہی یعنی بیشک سچا ہی اور اگر کسی کو یہ شبہہ دلمین کھٹکے کہ یہ کلام بواسطہ حضر

حق سے ہمکو نہین پہونچا تاہم کو اُسکے مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان
مین واسطے واقع ہوے ہین اور سند ثابت نہین ہم کہتے ہین کہ تم جو بے واسطہ یہ کلام اپنے
پیغمبر سے سنتے ہو تو درمیان مین دو ہی واسطون سے زیادہ نہین اول تو وہ شخص کہ بطور ایلچی گری
کے اللہ کیطرف سے اسکے پیغمبر پاس کلام لاتا ہی دوسرا پیغمبر اب ان دونون واسطون کی نقصان
اور عدل مین خود فکر کر تو اول واسطہ جو ایلچی ہی وہ تو ان صفتون سے موصوف ہی کریم یعنی بڑے
مرتبے والا اور عالی قدر ہی کہ عدالت اور تقویٰ اُسکا نہایت کو پہونچا ہی کیونکہ بزرگی سکے مرتبے کی بغیر
تقویٰ کے ہو نہین سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اَلْکَرَمُ اَلتَّقْوٰی وَالْحَسَبُ الْمَالُ اور قرآن
مجید مین بھی اشارہ ہی اسی بات کی طرف کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ پس عدالت اور
تقویٰ تو اُس ایلچی مین موجود ہی اب اُسکے حافظہ کی قوت کو معلوم کیا چاہئے تو دوسری صفت
اُسکی یہ ہی کہ ذِیْ قُوَّۃٍ بڑی قوت والا کہ اُسکے حفظ مین ہرگز خلل کو دخل نہین جو کچھ کہ سنتا ہی بے
گھٹتی بڑھتی کے یاد رکھتا ہی اور بسبب کامل ہونے ہر وقت کے وہ یاد رکھی ہوئی کو اپنی بے کم و زیادہ
کے ادا کرتا ہی اور ہرچند کہ منظور اس مقام پر بیان اُس ایلچی کی قوت حافظہ اور قوت بیانیہ کا ہی لیکن
کمال ان دونون قوتون کا علی الاطلاق قوت نہین ہوتا اسی واسطے مطلق قوت کیساتھ اسکو موصوف
فرمایا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جبرئیل علیہ السلام
کہ مراد وہی ایلچی ہین کہ ذات عالی صفات اُنکی موصوف ان صفتون کی ساتھ ہی فرمایا کہ حق تعالیٰ
نے تمھاری قوت اور امانت کا وصف فرمایا ہی اور ثنا اور صفت کی ہی کچھ اپنی قوت اور امانت
کا حال ہمارے سامنے بیان کرو اُنھون نے فرمایا کہ قوت تو مجھ مین اتنی ہی کہ حق تعالیٰ نے
مجکو خراب کرنے کو قوم لوط کے شہرونکے کہ چار شہر تھے بھیجا اور سب سے بڑا شہر اُن شہرون مین سے کہ
اُسکا نام سدوم تھا اُسمین عورتون اور بچون کے سوائے چار لاکھ آدمی مسلح پوش تھے مین اُن
شہرون کو ساتوین زمین کی تہ سے ایک پر کے اوپر اُٹھا کر اسقدر آسمان کے نزدیک لیگیا
کہ آسمان کے رہنے والے اُن شہرون کے مرغون اور کتون کی آواز سنتے تھے پھر اُن سب
شہرون کو اُسی کے غار مین اوندھا ڈالدیا اور مجکو کچھ تکلیف اور بوجھ معلوم نہ ہوا امانتداری
میری اسدرجہ کو ہی کہ مجکو کبھی کسی کام کو اللہ تعالیٰ نے نہین فرمایا کہ بے گھٹتی بڑھتی کے اسکو بجا نہین لایا

ف نقل قصہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا

اور کوئی بھید مجھ سے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اُسکو پوشیدہ نہین رکھا پس فرکر کرنے
سے اِن دو صفتون کے دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہی ثابت ہو چکین اب بطور
علاوہ کی کئی صفتین دوسری بھی ذکر فرماتے ہین کہ پرکھنے والے سند اور روایت کے علم کے ان
صفتون کو بھی مقام مین ترجیح اور کمال صحیح کے اعتبار کرتے ہین اُن مین سے ایک یہ بھی ہی
عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ط یعنی وہ ایلچی تخت والے کے نزدیک کہ وہ دار عالی مکان ہی اور
ظاہر ہی کہ جو روشناسون کو حضور کے کہ ہمیشہ دربار مین حاضر رہی ہین ایلچی گیری پر رہتے ہین
تو اعتماد اُس چیز پر زیادہ تر متحقق ہوتا ہی اُس سے کہ زبانی سرکاری کسی یا کسی عہدہ دار کی
معرفت وہ پیغام بھیجا جاوے دو جہت سے اوّل تو یہ کہ وہ رو دار بلا واسطہ بادشاہ کا کلام سنتا ہی
اور احتمال اس بات کا کہ اس کلام مین کسی نے کمی زیادتی کی ہو گی نہین رہتا دوسرے یہ
کہ وہ رودار عالی مرتبہ اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کے واسطے سرکاری پیغام
پہونچانے مین کمال احتیاط کرتا ہی اسی واسطے بخاری اور مسلم شاگردون سے امام مالک اور
دوسرے حدیث کے امامون کے اُن لوگون کو کہ استاد کی پاس بیٹھتے تھے اور صحبت دائمی سے
اُن استادونکی مشہور و معروف تھے اور استادون کے نزدیک قدر اور منزلت پیدا کی
تھی روایت مین مرجح اور مقدم کرتے ہین اور روایت کے حفظ اور اختلاف کے وقت
اُن کی روایتون کو سند پکڑتے ہین اور دنیادارون کے عرف مین بھی جو پیغام حضور بادشاہی
سے امیر یا وزیر کے واسطے سے پہونچتا ہی وہ زیادہ معتبر ہوتا ہی اُس سے کہ کسی خواص یا دربان
باری دار کے واسطے سے پہونچے اور اُن ہی مین سے ایک یہ بھی ہی مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ط
وہ ایلچی سب کا مانا ہوا اُس عالم مین کہ مملکت آلہی کے دربار کی کسوٹی ہی اور امانتدار
بوجھا گیا ہی اس دربار کے ارکانون مین کہ بے پوچھے اور دریافت کیے فقط اُسکے کہنے پر عمل کرتے
ہین اور رسالت اُسکی اسقدر ذہنون مین اُس دربار والون کے اور اُس سرکار کے متوسلون
کے جم گئی ہی کہ اُسکے حکم کو بے پوچھے اور تحقیق کیے حکم آلہی جان کر فرمانبرداری مین اُسکی
دوڑتے ہین چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے ساتھ لیکر گئے تو
آسمان کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کی خازنون نے اُسکے حکم سے دروازے کھول دیے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان چاہتے تھے سیر کرتے تھے چنانچہ معراج کی حدیثون مین اسکا مفصل
بیان ہی اور ہمیشہ احکام الٰہی ساتون آسمان والونکو پہونچانا اُن ہی کا کام ہی اور حضرت جبرئیل
علیہ السلام سب فرشتون سے اس صفت مین کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچاتے ہین ممتاز اور مشہور
ہین اور تمام قسمون مین فرشتون کے اُن کا آنا علامت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانیکی پھر جبوقت
کہ راوی اس درجہ کا ثقہ ہو کہ تمام ثقات پیغام کو اُسکے قبول کرتے ہین اور اُس سلسلہ سند مین نا محض
پھر احتمال کذب اور افترا کا اُسکی خبر مین کرنا سوائے مالیخولیا کے کچھ اور نہین اور دوسرا واسطہ کہ تمہارا
پیغمبر ہی وہ بھی ایک شخص ہی کہ چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ تمہارا ہمصحبت ہی اور کبھی دروغ
اور کذب پر اُسکے کیا خلوت کیا جلوت کیا غرض کیا بغرض مطلع نہین ہوئے ہو پھر ایسے شخص کو
مخبر اور روایت مین معتبر نہ جاننا خلاف عقل کی ہی مگر یہ کہ وہ شخص خفقانی یا سودائی ہو کہ بسبب فاسد
ہونے حواس درونی کی صورتین عجیب بے اصل اُسکے خیال مین گذرتی ہین اور آواز عجیب غریب سنتا
ہی اور جو اُسکے خیال مین آتا ہی اُسکو ہونیوالا سمجھتا ہی وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ؕ اور نہین ہی یہ ہمنشین
تمہارا سودائی اور خیالی کہ اس احتمال کو اُسکی خبر مین روا رکھو کیونکہ اتنی صحبت دراز مین کمال اُسکی
عقل اور دانائی کا دم بدم اور ساعت بساعت تجربہ کر چکے ہو اور صحت اُسکی خیال اور مدرکہ کی
معلوم کر چکے ہو کہ تمام عقلاء سے بالاتر ہی اور اگر باوجود ان سب باتونکی تمہارے دلمین شبہہ گذرے کہ یہ
پیغمبر ایک صورت کو دیکھتا ہی اور اس صورت کی زبان سے کلام الٰہی سنتا ہی مگر ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ
یہ صورت حضرت جبرئیل کی ہی شاید کہ اُنکو کسی جن یا شیطان نے یہ صورت بناکر فریب دیا ہو
یا آواز کی ہو کہ پیغمبر نے اسکو جبرئیل کی آواز سمجھا ہو ہم کہتے ہین کہ یہ سب شبہے تمہارے اسوقت
پیش جاتی کہ اس پیغمبر نے کبھی حضرت جبرئیل کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکھا ہوتا وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ
الْمُبِينِ ۚ اور تحقیق دیکھا ہی اس پیغمبر نے اُس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کھلی کنارے آسمان کے یعنی
افق شرقی مین اور سبب ہو نے آفتاب کے اسطرف اصلا احتمال شک شبہہ کا نہین رہا تھا اور جو حقیقت چیز
کی ایکبار دیکھلے اور پہچان لے پھر پہچاننا اُس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین آسان ہوتا ہی جیسے
کوئی لڑکا باپ کو دریا مین دیکھے پھر اگر اُس باپ نیکو پیالی یا کجوزہ مین اُسکی سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا
کہ یہ وہی ہی اور اسیطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھنا حضرت جبرئیل علیہ السلام

کو صورت اصلیہ پر موجب کھلنے حقیقت جبرئیلیہ کا ہوا تھا کہ بعد اُسکے ہر صورت اور لباس مین اُنکو
پہچان لیتے تھے شعر تو خواہی جامہ وخواہی قبا پوش * بہر رنگے کہ آمی من شناسم مگر الا ایک بار کہ اعرابی کی صورت
پر سوال کرنیکو دین کے مسائل کی آئے تھے اور بھید اسبار کے نہ پہچاننے مین یہ تھا کہ اُسوقت وہ اپنی حقیقت
سے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی لازم ہی اُس حقیقت کو تنزل فرما کے اپنے کو سائل کی صورت سے نمودار کیا تھا
اور مقدمہ وحی ورد احکام الٰہی کا نہ تھا کہ پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ
مین نے جبرئیل کو کبھی اصلی صورت پر نہین دیکھا مگر دو بار زمانہ مین شروع وحی کی کہ بیتابی سے چاہتا تھا
مین کہ اپنے کو پہاڑ پر سے گرا دون اس ارادے سے موضع اجیاد مین کہ ایک مکان ہی مکہ معظمہ مین گذرا
مین اُسوقت جبرئیل کو دیکھا مین نے کہ ایک سونیکی جھلکتی ہوئی کرسی پر زمین و آسمانکے درمیان مین مشرق
کیطرف بیٹھے ہین اور جسم نے اُنکے تمام کنارونکو آسمان کے گھیر لیا ہی اور اُنکے چھسو پر ہین اور اُنکی پر
سب یاقوت اور موتیون سے جڑے ہوئے ہین پس ایک عجیب نورانی شکل دیکھی مین نے اور دوسری
بار شب معراج مین سدرۃ المنتہی کے پاس بھی اسی صورت سے دیکھا اور قرآن مجید مین اول مین سورۂ
والنجم کے ان دونون بار کا مذکور فرمایا ہی مگر یہ کہ وہان ذکر مین پہلی بار کے دیکھنے کو بالافق الاعلیٰ مذکور
فرمایا ہی اور یہان پر بالافق المبین اور نکتہ تفسیر مین اس عبارت کے اسلوب کا یہ ہی کہ اس سورۃ مین
بیان صدق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کا اور واضح ہونا اسکے مضمون کا منظور ہی پس مبین کا لفظ
مناسب پڑا اور اُس سورۃ مین بیان پیغمبر کے علو قربت کا اور چڑھنا اُن کا آسمانونکے طبقون پر
منظور ہی تو اعلیٰ کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور یہ بات بھی ہی کہ ابتدا اُنکی ستوا کا کہ کنایت حقیقت جبرئیلی
کی تجلی سے ایک صورت مین ہی کہ مقتضا اُس حقیقت کا افق اعلیٰ مین تھا اور انتہا اس صورت کی قریب
اور نزدیکی کا افق مبین مین سی اور بعضے ارباب شہود نے کہا ہی کہ عالم مثال کے دو کنارے ہین افق اعلیٰ
اسکا متصل عالم تجرد اور تقدس سے ہی اور افق ادنیٰ اُسکا ملا ہوا عالم شہادت سے پس حقیقت جبرئیلی
نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب کمال اس حقیقت کے جلوہ دے تو اول افق اعلیٰ مین لباس شکل و جسم
مثالی کا پہنا اور آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہانتک کہ اتصال تام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرمایا اور مراد افق مبین سے کہ ظاہر کرنیوالا اس حقیقت اور معنی کی تھی وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی تھی
نہ افق آسمان کا پس فقط واسطے تشبیہ کے اسکو افق سے تعبیر فرمائی ہی کیونکہ غیب کے عالم اکثر نظر مین ہی نہین

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اصلی صورت مین دیکھا۔

نمودار ہوتے ہین اور نظم قرآنی بھی سورۂ نجم مین مدد گار اسی تقریر کا ہی پھر جب تمام وجہین قرآن
نازل ہونے کے اشتباہ کی سب صورت سے زائل ہو گئین تو بس انکی خبر دینے مین احتمال کذب کا نہ رہا مگر
یہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے اس کلام کو بطور کاہنونکی باتونکی جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
کاہن کہتے تھے اور حقیقت کاہن کی یہ ہی کہ بعضے انسانون کو بعضے شیطانون سے مناسبت حاصل ہو جاتی
ہی اور وہ نفوس شیطانی مجلسون سے ملائکہ کی کہ تدبیرین آیندہ کے کامونکی ان مجلسونمین مذکور ہوتی ہین
چوری سے کچھ انمین سے سنکر اس اپنے دوست سے بیان کر دیتے ہین پھر وہ شخص اس بات کو لوگونمین کہتا ہی اور کبھی
کبھی وہ برابر بھی پڑ جاتی ہی اور یہ معاملہ شیطانی انسانون کے ساتھ قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم کے بہت مروج تھا اور کئی آدمی اس بات مین بہت مشہور گذرے ہین جیسے شق اور سطیح کہ
عجائب عجائب قصے انکے اخبار الغیب مین مشہور و مذکور ہین اور دوسری دو آیتونمین بھی اسی شبہہ
کو دفع فرمایا ہی اور تقریر اس شبہہ کے دفع ہونے کی یہ ہی کہ علم کاہن کا کافی اور گھیر نیوالا غیب کے اقسامونکو
نہین ہوتا یہانتک کہ اگر اس سے نام اور صفتین اللہ تعالی کی یا احکام شرعیہ کو کہ عالم غیب مین مقرر
ہین یا حقیقت اور بطلان اہل مذاہب یا ملتون کا یا احوال بہشت اور دوزخ کا یا وہ جو ارواح کو بعد
موت کے پیش آتا ہی اور مانند ان علومکے پوچھین تو گونگے اور لاجواب ہو جاوین بلکہ تواریخ بادشاہون اور
اگلے لوگون کی بھی نہین جانتے کیونکہ ان کے علم کی جڑ تو ملائکہ کی باتونمین سے کچھ چوری سے سن آنا
تدبیرین آگے ہونیوالے کامونکی کرتے ہین اور بس سو علم اسکا فقط بیان کرنا قریب ہونیوالی
باتونکا کہ ملائکہ کو اسپر اطلاع دی ہی اور اسکی تدبیر اور جاری کرنیکا حکم فرمایا ہی اور جو حاصل کرنا اس علم کا
چوری سے ہی اسیواسطے انکی خبرین پورا پورا بیان اس واقعہ کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز و اشارہ کے
ایک دو کلمے کہ دلالت اصل پر اس واقعے کی کرین بطور اجمال کے کچھ انکے ہاتھ لگ جاتی ہین پھر اپنی طرف
سے بھی کچھ کچھ اس بات مین مشاقی اور قیاس عقلی سے بڑھا دیتے ہین تو کبھی وہ بات خارج مین موافق انکے
قیاس کے ہو جاتی ہی اور کبھی دوسری طرح ظہور مین آتی ہی پس کاہن کا علم غیب کی باتون مین
رمز و اشارے سے زیادہ نہین ہوتا سو وہ بھی مخصوص جزئیات عالم کے احوال مین ہی جو قریب
ہونے والے ہوتے ہین اور یہ قرآن گھیر لینے والا ہی تمام فنون کو غیب کے اور بیان بھی وسیع رکھتا
ہی کہ ہدایت اور ارشاد مین کافی ہی وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور نہین ہی یہ قرآن علم غیب

بیان کرنے مین تخییل اور تصور کرنے والا جو کچھ کے آدمی کو واسطے معاش و معاد کے علم و عمل
سے چاہیے اسمین موجود ہے پس حق مین ایسے کلام کے کہ سراسر ارشاد ہو گمان کہانت کا ایسا ہی ناداہی
نسرباف اور بوریاباف کا قصہ ہی آور یہ بھی ہے کہ جو کچھ کاہن کی زبان سے نکلتا ہے وہ سخن شیطان
کا ہوتا ہے کہ فرشتون کی مجلس سے چرا لاتا ہے وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ اور نہین ہے یہ قرآن
بات شیطان کھدیڑے گئے کی کیونکہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اسکو
آدم علیہ السلام سے کمال عداوت پیدا ہوئی اور جناب الٰہی سے بھی بغض اور دشمنی پیدا کی بس ہر بات
مین اسکی ایک تہ آدمیون کی دشمنی کی پوشیدہ ہوتی ہے اسکو ہدایت اور ارشاد اور امر و نہی سے
انکی کیا مناسبت ہے اسکا کام تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہے اسکو توحید سے اور ذکر کرنے ناموں اور صفتوں سے
باری تعالی کی اور ذکر سے بہشت اور دوزخ کی اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی
سے جھوٹون اور کفار کی اور قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غضب کے کامونکی اور خوبی بیان کرنے سے
ریاضت اور مشقت کے عملونکی اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے فرعون اور بدکارونکی کیا
غرض کہ یہ کام تو اس ملعون کی خاشاک چشم اور جگر کا کانٹا ہین اور اسکے مکر و فریب بازار کو درہم و برہم
کرنیوالے ہین خصوصاً ڈرانا شیطان کے مکر کے فریب کھانے سے اور اسکی دشمنی کا بیان آدم کی اولاد
سے اور ہجو اور مذمت اسکے تابعدارونکی اور برائی ان کامونکی جو اسکو پسند ہین کیا امکان کہ
اسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانونمین انگلیان دیکے بھاگتا ہے مصرع دیو بگریزد
ازان قوم کہ قرآن خوانند ٭ اب ایسے کلام ہدایت فرجام کو شیطان کا کلام سمجھنا کمال حماقت اور بیوقوفی
ہے چنانچہ کافرونکو ان کے اس گمان فاسد پر بطور خفگی اور گھڑکی کے فرماتے ہین فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ؕ
پھر کدھر کو جاتے ہو اور کن خیالونمین سرگردان ہوتے ہو امر واقعی کو چھوڑکر ایسے احتمالونپر کہ جن کا ہونا
ہرگز ممکن نہین اور لڑکے بھی اس پر ہنستے ہین فریب کھاتے ہو گویا کہ گھر کی راہ بھول کر کنوئین مین
گرتے ہو اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ اکثر قرار معتبر نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کو بمعنی ضاد
نقطہ دار کے کہ ہم شکل صاد کا ہے ظا نقطہ دار سے کہ ہم صورت طا کے ہے پڑھا ہے اور معنی ظنین کے جو
ظا کے ساتھ ہے متہم کے ہین اور اس صورت مین ضمیر ہُوَ کی صاحب کی طرف راجع ہوگی کہ مراد
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے یعنے نہین ہے تمہارا پیغمبر غیب کی بات پر متہم کہین دیکھی ہوئی کہ

[illegible] جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اصلی صورت مین دیکھا۔

کرین نے دیکھی ہی کیونکہ چھوٹی چھوٹی اور آسان آسان باتون مین تو اسکو جھوٹا نہین جانتے ہو پھر
ایسے امر عظیم مین کیسے اسکو جھوٹا جانتے ہو اور تہمت لگاتے ہو پس شبہہ بھی زائل ہوا کہ یہ پیغمبر
جبرئیل کی صورت اصلی پر دیکھنے کے دعوی مین دروغ گو ہو اور فرق مخرج مین ضاد اور ظا کے
بہت مشکل ہی اکثر اس ملک کے پڑھنے والے دونون کو یکسان نکالتے ہین نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا
نہ مقام پر ظا کے ظا ان دونون کا مخرج پہچاننا قرآن پڑھنے والی کو بہت ضرور ہی پس مخرج ضاد کا
زبان کی کنارے کی جڑ ہی مع دوسے دانتون کی کہ اسکو اضراس کہتی ہین خواہ سیدھی طرف سے لین خواہ الٹی
طرف سے اور نکالنا اس حرف کا اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہی اسیواسطے اکثر اسیطرف
سے نکالتے ہین اور مخرج ظا کا کنارہ ہی زبان کی ہی مع دوسے اگلے دانتون کی جڑون کی اور پہنچا سے کہ
اکو ثنایای علیا کہتی ہین مانند دال و تا کی اور یہ بھی سمجھ لیا چاہی کہ اکثر مفسرین نے ان قسمون کو مضمون پر
انہ لقول کریم کے قرار دیا ہی اور مقسم علیہ اسی مضمون کو ٹھیرایا ہی لیکن تعقیب مین ان قسمون
کے کہ مدلول حرف فا کی ہین فلا اقسم مین ایک پوشیدگی ہی اپنے ماسبق پر اور کہنا کہ جو انکشاف
جزائے اعمال کا قیامت کے دن بارہ اسباب پر معلق رکھا ہی تو معلوم ہوا کہ قبل واقع ہونے واقعے
کے تدبیر اسکی کیا چاہیے اور یہ تدبیر بغیر ظاہر کرنے جناب الہی کے ممکن نہین کہ دریافت ہو
اور ظاہر کرنا حق تعالی کا نہین ہی مگر وحی سے اور قرآن بھیجنے سے پس صحت پر قرآن کے
مضامین کی قسم کھانا ضرور ہوا تا کہ مکلفین موافق اسکے عمل کرین اور قیامت کے دن ندامت اور
حسرت نہ کھینچین آجا آگے ہم اثبات پر کہ ان قسمون کو اس مضمون سے کیا مناسبت اور کونسی دلالت
ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ رجوع اور استقامت اور اقامت ان پانچون ستارون کی نمونہ ہی وحی کے
بار بار آنیکا اگلے انبیاؤن پر اور باقی رہنا اس وحی کی نشانیون کا ان کی امتون پر ایک مدت
دراز تک پھر منقطع ہو جانا ان نشانیون کا بعد ایک مدت کے اور رجوع ہونا اس علم کا طرف
پوشیدگی کے اور امارات کا نمونہ اسوقت کا ہی کہ قبل پیدا ہونے خاتم المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کے
جہان مین تھا کہ کسی شخص کو تمیز حق و باطل کی نہ رہی تھی اور نشانیان وحی کی بالکل مٹ گئی تھین
اور دم بھرنا صبح کا مانند نزول قرآن کے اور پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی کہ ہر چیز کو دن کی مانند
روشن کر دیا کہ کسی طرح کا شک و شبہہ باقی نہ رہا گویا کہ اگلے انبیاؤن کا نور ستارون کا سا تھا اور یہ گویا جیسے آفتاب

درخشان ولنعم ما قیل اشعار فی ان شمس فضلھم کواکبھا یظھرن انوارھا للناس اظلم حتّٰی اذا طلعت فی الکون عمّ ھدٰی لھا العالمین واحییت سائر الامم ۔ اور جو بیان سے اس کلام معجز نظام کی صدق کی اور باطل کرنے سے مخالفون کی بہتانون کی فارغ ہوے تو اب بطور حصر کے تھوڑی سی خوبیان اس کلام کی بیان فرماتی ہین کہ اسکے حق مین اس قسم کی احتمالون کی گنجائش نہین اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ نہین ہی یہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب شامل ہونے انکے اسما اور صفات الٰہی کو حکم ذکر اور پند کا پیدا کیا ہی اور وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہو سکتا ہی لِّلْعٰلَمِیْنَ مراد انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ پند و ذکر کو سوای ان تینون فرقون کی کوئی نہین جانتا آدمی اور جن اس کلام سے نصیحت بھی پکڑتے ہین اور گناہ سے بھی بچتے ہین اور طاعت پر رغبت کرتے ہین اور اسکی تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے پیدا کرتے ہین اور فرشتے بھی اسکی تلاوت سے انس رکھتے ہین اور دور دور سے اسکے سننے کو آتے ہین اور اسکے حروف و کلمون کی خدمت کرتے ہین اور آسمان پر لیجاتے ہین اور مقبولیت کے مقام پر پہونچاتے ہین اور یہ باتین عند اللہ موجب انکے قرب کی زیادتی کا ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا ان فائدون کا قرآن سے خاص ہی لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ؁ اس شخص کیواسطے کہ تم مین سے سیدھا چلنا ہی کیونکہ کجروی قرآن کے معنی سمجھنے مین زیادہ تر موجب سخت ہونے دل کا اور دور ہونے کا نصیحت سے اور بعد اور حجاب اور سرکشی کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہی پس قرآن کی مثال غذاے لطیف کے مانند ہی کہ بدن صالح مین موجب زیادہ ہونے قوت کا اور کمال صحت کا ہوتا ہی اور نقصان والے بدن مین بسبب مرض بڑھنے اور ضعف کا ہوتا ہی چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا اور یہ بھی فرمایا ہی وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ اور اسی واسطے محققون نے کہا ہی کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ و نصیحت علما کی یہ سب مانند غذا کے ہی حفظ مذاہب کی تکمیل کے واسطے اور وہ جو جہل و گمراہی کے مرض کی دوا کے مانند ہی وہ اور چیز ہی ان چیزون کی سوا اور اگر یہ چیزین دوا کے مانند ہوتین تو کوئی شخص عالم مین گمراہی کے مرض مین گرفتار نہ رہتا اور سب اچھے ہو جاتے اب ارشاد اس چیز کیطرف فرماتے ہین کہ وہ چیز اللہ تعالی کی ہاتھ مین ہی کسی کو اسمین دخل نہین

[illegible] جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اصلی صورت مین دیکھا ۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اور نہین چاہتے تم سیدھے چلنے کو علم اور عمل مین۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر جب اللہ چاہے کیونکہ تم اُسکے قبضۂ قدرت مین مجبور ہو اور تمھارا ارادہ اُسکے ارادے کے تابع ہو جیسے بازیگر کی پتلیان کہ بازیگر کے ہاتھ مین ہوتی ہین لیکن اتنا فرق ہو کہ اللہ تعالے اپنے ارادے سے تمھارے اندر ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہو اور تم موافق اُس ارادے اور اختیار کے نیک و بد کام عمل مین لاتے ہو اور مستحق ثواب و عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے اور اختیار کی پتلیون مین ممکن نہین فقط حرکت دے سکتا ہو اسیواسطے پتلیون کی کام بازیگر کیطرف منسوب ہوتے ہین اور خوبی اور برائی کی نسبت پتلیونکو کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کیطرف کرتے ہین برخلاف آدمیون کی کہ جو اپنے اختیار اور ارادے سے کام کرتے ہین تو مورد برائی اور تعریف اور ثواب و عقاب کے ہوتے ہین اسیواسطے عقلا نے کہا ہو کہ واسطہ ہونا مختار کا درمیان مین فعل و سبب کے علاقے کو اُس فعل کو اُس سبب سے قطع کر دیتا ہو چنانچہ تدبیرات دنیوی مین خطا اور صواب کو مشورت کرنیوالونکی طرف منسوب نہین کرتے بلکہ خطا اور صواب کرنیوالی کی طرف بھلائی اور برائی کی نسبت کرتے ہین اور اسی طرح سو سب کامو نمین یہ قاعدہ جاری ہو اور باوجود تخصیص مشیت کے ہدایت ساتھ بعض افراد کے اور عام ربوبیت اُس ذات پاک کی سب جہان والون سے بحال اور برقرار ہو کیونکہ وصف اُسکا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہو یعنے پالنے والا سارے عالمون کا پس رضامندی اُسکی تابعداری مین اور غضب اُسکا اُس کی نافرمانی مین ہو تاکہ ربط عالمون کا آپس مین برہم نہ ہو جاوے اور اگر گنہگارون سے بھی عابدونکی طرح سے راضی ہوتا اور اُنپر غصہ نہ فرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا کہ دوزخ اور اُسکے طبقہ کی نشانیان اُسی قہر و سیاست کی ہین بیکار رہ جاتا اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نکرتا اور نعمتین بہشت کی اُنکو عنایت نہ فرماتا تو عالم اُسکے لطف و قدردانی کا کہ بہشت اور اُسکے درجات اور حور و غلمان کہ آثار سو اُس عالم کی ہین بیکار او معطل ہو جاتا

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ

یہ سورۃ مکی ہو اسمین انیس آیتین اور تین سو اکتیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۂ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ سے اسقدر ظاہر اور کھلا ہو کہ بیان کی کچھ حاجت نہین پہلا تشبیہ اس سورۃ کو

دوسرا مصرع اُس سورۃ کا کہنا چاہیے اور ایک جان دو قالب بلکہ ان دونون سورتونمین جدائی
کی وجہ کا بیان کرنا ضرور ہی کہ باوجود ایک ہونے مضمون ان دونون سورتون کی علیحدہ علیحدہ
کیون نازل کیا سو اِسکی وجہ یہ ہی کہ اِن دونون سورتون مین قیامت کے شروع حادثون کا
بیان کرنا منظور ہے کہ کس طرح سے یہ دنیا کا عالم خراب ہو کر دوسرا عالم بنے گا اور اس عالم
مین سمجھ بوجھ انسان کی مرتبۂ کمال کو پہونچے گی اور قوت علمیہ اسکی قوت خیالیہ اور اجتماع اسباب
کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کرے گی کہ ایک آن کُنْ فَیَکُوْنُ مین دستی تمام
کامون کی کر دیتا ہی اور خلافتِ انسان کے معنی اُسدن بالکل کھلجاوینگے لیکن اتنا فرق ہی
کہ اِس سورۃ مین مجمل اصول عالم کی خرابی کا بیان فرمایا ہی اور اس سورۃ مین تفصیل سے خرابی
اصول اور فروع اِس عالم کی اور بنانا اس عالم کے دونون مکانون کا کہ بہشت اور دوزخ
ہین ارشاد فرمایا ہی اور اس سورۃ مین انسان کے احاطہ علمی کی بیان پر کفایت کی ہی کہ کیا کیا کام
دنیا مین اس سی ہوا ہی اور کیا کیا کام نہین ہوا اور اس سورۃ مین اُس چیز کی احاطۂ علمی کا بیان ہی
جو اُسکے وقت پر کام آوے جیسے زندگانی جو وحدانیت ملی ہوئی ہی اور کرنا کام کا اور چھوڑنا
اسکا کہ اسکے جوہر نفس کو لازم ہوگا منظور رکھا ہی اور اس سورۃ مین بھی اس بیان سے مجازات
ثابت کرنے کیطرف اور اُسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہی اور
اُس سورۃ مین اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کی اور اسکے
منکرون کے رد کرنے کی طرف انتقال فرمایا ہی ان ہی اختلافون کی سبب ان دونون
سورتونکو جدا جدا نازل فرمایا اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب
کرین اور اُسکے اسباب سے اسی قسم کا دوسرا عالم بناوین تو بالضرور پہلے اس عالم کی جڑ بنیاد
کو کھودتے ہین اور اُسکے اسباب کو کمی زیادتی کر کے دوسری جگہ بدلے جاتے ہین اور
اُسکی شکل و صورت مین بھی تصرف کرتے ہین تا کہ وہ اسباب اوّل جس شکل پر تھا دوسرے
اسباب سے ملکر ایک خصل دوسری جو اس عالم کے مناسب ہو پیدا کرے اور جو جو کام کہ اِس
عالم مین کرنا منظور ہین اس نئی صورت سے سرانجام پاوین جیسے کہ جب کسی حویلی کو باغ بناتے ہین
یا باغ کو مقبرہ یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کھیتی کیا چاہتے ہین تو اسی قسم کا معاملہ

کرتے ہین اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنے کی جگہ نہین ہے بلکہ صرف
اُسکے کمال کے حاصل کرنے کو اِس جگہ مین اُسکو لاے ہین تا کہ اپنے تئین کامل کر کے حقتعالی
کی خلافت کی لیاقت پیدا کرے اور دوسرے عالم کو نہایت کشادگی علم و عمل سے آباد کرے
اور وہان ہمیشہ رہا کرے تو دنیا مین آدمی کو پہلے دو چیز سے ملا ہوا پیدا کیا ایک تو روح کہ
آسمانی ہے اور دوسرے جسم کہ زمینی ہی اسیواسطے اُسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہونچتی ہی
اور اُسکی روح کی غذا آسمان سے اُترتی ہی اور واسطے خوگر ہونے کاروبار خلافت کے دونون
آسمان و زمین کی چیزون مین اُسکو تصرف دیا ہی تا کہ جمع اور تالیف کا سلیقہ پیدا کرے اور لائق
خلافت کبرے کے ہو اور یہی وجہ ہی کہ آدمی تمام مخلوقات کو کان کی چیز ہو یا پتھر یا گھاس کی قسم
کی ہو یا درخت یا چشمہ ہو یا نہر یا جانور چلنے والا ہو یا اُڑنے والا سب کو اپنے کام مین لاتا ہی اور ہمیشہ انکی
جمع و تالیف مین مشغول رہتا ہی اور عجیب و غریب صنعتین اور کاریگریان نئے نئے قسم کی کھانے اور
پوشاک اور سواری اور گھر مین ایجاد کیا کرتا ہی اور جنانچہ علم الاصول و الفروع کے ساتھ بنانے مین
صورت کے مادے سے اور ایجاد کرنے مین نئی نئی طرح کی چیزون کہ جو کسی کسی طرح کے حکم اور خواص
رکھتی ہین مشابہت پیدا کرتا ہی اور اسی طرح آسمانی مخلوقات سے کہ ستارے ہین ثوابت ہون
یا سیارے اور فرشتے جو بڑے بڑے مرتبے رکھتے ہین اکثر کو اُنمین سے اپنے کام مین لاتا ہی اور سب
عالم آسمانی کی تسخیر کے طریقے کو باوجود اس بلندی اور دوری کے جانتا ہی لیکن بعضے آدمی کو
اس کام مین بڑا نقصان لاحق ہوتا ہی کہ باوجود اس تصرف بیجا کے خلافت کے مرتبے سے بلکہ بندگی
کے رتبے سے بھی گر پڑتا ہی اور جو کرنا چاہیے نہین کرتا ہی اور جو نہ چاہیے وہ کرتا ہی اور مستحق
سزا اور عذاب کا ہوتا ہی اسی واسطے دار الجزا آخرت کو مقرر فرمایا ہی کہ وہان فرق اور امتیاز
دونون فرقون نیک اور بد مین کیا جاوے اور خلافت کبری کی لیاقت جو نیکون نے حاصل
کی ہی کشادگی اور ہمیشگی سے ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات خاوند حقیقی
سے جو بدون کو نصیب ہوئی وہ بھی موافق اپنے عملون کے رنج و عذاب مین ہمیشگی کے گرفتار
ہو وین پس اِس کام کیواسطے دار الآخرۃ مین ضرور ہوا کہ تمام جسمون اور روحون اس مخلوق کا یعنے
انسان کا خادم اور تابعدار کر دین اسواسطے کہ بنیاد اس مخلوق کی نہایت ضعیف ہی طاقت و ہمیشگی

کی نہین رکھتی اور روح بھی اسکی ضعیف ہی بڑا کام ہمیشگی کا اس سے ہونا ممکن نہین سواسطے ایسا
قرار پایا ہی کہ آسمانی ارواحین سب اسکی روحون کی مددگاری کرین اور عقلی و خیالی قوتین دکہا
عقلی اور خیالی اس مخلوق کے فرقون مین اور آکے ملجاوین اور تمام اسباب مین کہ اس مخلوق
کے جسم مین اور اسکے متعلقات مین کہ اسکی صنعت کے موضوع اور موقوف علیہ مین کہانون سے
ہو یا پہننے سے گھرون سے ہو یا اَئی کی چیزون سے بلکہ زنجیرین اور طوق اور سانپ اور بچھو اور
آگ اور شعلے سب کے سب اس مخلوق کی مدد کرین اور اسی کام مین مصروف ہون تاکہ نیکون
کی خلافت کی معنے اور بدونکی سرکشی اور بھاگنا اچھی طرح سے ظاہر ہوجاوے پس اس سورۃ مین
چار انقلاب بیان فرمائے ہین کہ وہ چارون اس عالم کی اصول سے تعلق ہین اول آسمان کا پھٹنا
کہ اس سبب سے عقلون اور نفسون سماوی کا تعلق انکے اجرام سے باطل ہوجائیگا اور انکی عقلون
اور نفسون کا تعلق انسان کی نفوس سے ظاہر ہوگا اور اہل شرع نے اس مطلب کو اس مضمون سے
بیان کیا ہی کہ ساتون آسمانون کے فرشتے اسدن اترینگے اور آدمیونکی گرد ہونگے اور آدمیونکی
روحون سے نزدیکی پیدا کرینگے اور انکی نزدیکی کے سبب سے بوجھ اور فکر ہر ایک آدمی کی زیادہ
ہوگی کلیات اور جزئیات اچھائی اور برائی کے جو ان سے دنیا مین ہوئی ہونگی خوب طرح سے
ان پر کھلجاوینگے دوسرے یہ کہ سب آسمان کے ستارے بے نور ہوکر گر پڑینگے اور نورانی روحین کہ
ان ستارون سے علاقہ رکھتی تھین انسان کے بدن سے متعلق ہوجائینگی لیکن اس اندازہ کی مناسبت سے
جو ہر ایک روح انسانی کو دنیا مین حاصل ہوا تھا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تھا اور اس ملنے
ارواح کوکبیہ سے روحین انسان کی بڑی قوت پکڑینگی اور اس مطلب کو قرآن مجید مین نزول
روح اور قیام روح سے اس عالم مین بیان فرمایا ہی اور یہ دونون انقلاب آسمانی ہین کہ روح
انسانی کو انکے سبب سے خوشی اور خرمی حاصل ہوگی تیسرا انقلاب دریای شور کا ہی کہ مع کہاریون
کے جوش کھاکے اور اوڑکے دھوان ہوجائیگا اسمین سے کچھ پانی زمین مین خشک اور جذب
ہوجائیگا تاکہ اس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووی اور منقش ہونا صورتون کا
اور شکلون کا اسپر آسان ہوجاوے اور باقی پانی آگ ہوکر بھڑک اٹھیگا اور دوزخ کی آگ
بھڑکانیکا سبب پڑیگا اسی مطلب کو کبھی تفجیر بحار سے اور کبھی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہی

اور حدیث شریف مین بھی آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریاے شور
کے حق مین فرمایا ہی کہ اِنَّ تَحْتَهُ نَارًا یعنے مقرر اُسکے نیچے آگ ہے اور بعضون نے
روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جب دریاے شور کو دیکھتے
تھے تو فرماتے تھے یا بحر متی تعود نارًا یعنے لے دریا کب ہووے گا تو آگ جو تھا انقلاب
ہلنا زمین کا ہی کہ جابجا قرآن مجید مین اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ کر کے اُسی سے تعبیر فرمایا ہی اور اُسکی
نشانیون سے بہت سی چیزین ارشاد فرمائی ہین اُن ہی مین سے بعثرۃ القبور یعنی جمع ہونا
اجزاے بدنیہ کا جیسے گوشت ہڈیان چمڑے وغیرہ اور ظاہر ہونا اُن کا یعنے زمین کے نیچے
سے اوپر آنا کہ اس سورۃ مین بھی مذکور ہے اور اُن ہی مین تسییر جبال یعنی پہاڑونکا چلنا
اور اپنے اندر سے چھپی چیزون کا نکالنا جیسا مُردہ اور خزانہ اور جواہر وغیرہ اور زمین کا
برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی نہ رہنا اور قوت نامیہ کا زمین سے باطل
ہوجانا اور اِن ہی نشانیون مین سے ہی جو صحیح حدیث مین آیا ہی کہ اُسدن زمین سفید میدے
کی روٹی کے مانند ہوجاے گی کہ محشر والون کی اُس میدان مین غذا ہوگی اور اِسکے سوا بہت
نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اس مقام پر بیان کی جاوین تو کلام بڑھجاوے اور یہ دونون
زمین کے انقلاب ہین کہ جسم انسانی کے مواد کی وسعت اور کشادگی کے سبب حاصل ہونگے
تاکہ اُس نفس وسیعہ اور روح کاملہ کی صنعت کا موضوع ہوسکے اور ان چارون انقلاب
کے بعد نئے عالم کی بنیاد رکھی جاوے گی جسکا نام آخرت ہے اور اس عالم کی بنیاد اصل الاصول
نیک و بد کے عملون کا کھلجانا ہے کہ انسان کے نفس پر ظاہر کرینگے اسیواسطے اس سورۃ مین
اِن چارون انقلابون کے ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہی اور اِن ہی چارون انقلابون کی
کفایت کرنے کی وجہ یہ ہی کہ تحقیق کرنے سے عالم کے اصول یہی چار چیزین معلوم ہوتی ہین آسمان
اور ستارے پانی اور زمین اور جتنی چیزین پائی جاتی ہین سب اِن ہی چار چیزون کی اجزا جمع ہونے
کے سبب پیدا ہوئی ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑھنے والی اور جاندار اور آسمان اور زمین
کے بیچ کی مخلوقات یہ سب عاقلون کی نزدیک بیشک اِن ہی چارون سے پیدا ہوتی ہین لیکن
ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانہ عقل کے ظاہر بینون نے ارکان مستقلہ گمان کیا ہی مگر تحقیق

بات یہ ہو کہ ہوا ایک جسم ہو کہ پانی کی لطافت سے یا بعضے ستارونکی تاثیر سے کم اور زیادہ پیدا ہوتی ہو
کوئی جگہ پیدائش کی بالاستقلال اُسکے واسطے نہین رکھتی ہو اور کوئی صورت بھی قبول نہین
کرتی اُسکا کام صرف سیر کرنا اور پھرنا ہو اور عالم کی مخلوقات کی کیفیت کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہونچا دینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور سردی اور گرمی اور خشکی اور تری کو
قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی جلد تک پہونچا دینا ہو اور اسی پر اور چیزون کو قیاس کرنا چاہیے
اور آگ تو وہی ہوا ہو کہ سخت حرکت تک کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے سلگ گئی ہو اور یہ
صورت اُسکی ہو گئی ہو اور اس کا کام کچی چیزون کا پکا دینا اور بیکار چیزون کا جلا دینا ہو جیسے
کھانے کا مصلح کہ آپ ہی ذات سے کسی کام کا نہین بلکہ غذا یا پانی جاوے تو یہ بھی کام آوے اور نہین تو
بیکار محض ہو اسی واسطے کوئی جگہ معین آگ کے واسطے نہین ہو جیسا کہ حکمائی خیال کیا ہو کہ آگ اور
ہوا کے کُرے پانی اور زمین کے کُرون کو گھیرے ہوے ہین یہ اُنکی ایک بات ہے بے دلیل جسکی کچھ اصل
نہین جیسا کہ خرق اور التیام آسمان اور ستارونکا اُن کے خیال مین محال ہو سو یہ بھی اُن کا
خیال خام ہو اور دعوے بے دلیل ہو اور اس سورۃ کا نام اسواسطے انفطار رکھا ہو کہ اسمین آسمان
کے پھٹنے کا بیان ہو جو نفوس اور عقول آسمانی کے نفوس اور عقول انسانی سے ملجانیکے واسطے
بڑے عمدہ اسبابون سے ہے اور حقیقت مین یہی علاقہ علم مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کے ملجانیکے واسطے
ہونے کا سبب ہے کہ اس سورۃ مین اسی کا بیان کرنا منظور ہو واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ لا جب آسمان چرجاوے اور آسمان کے چرنے کی کیفیت دوسری
جگہ اسطرح پر بیان فرمائی ہو کہ ایک چیز بدلی کے مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اور سب
آسمان اُسکے صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہو قہر الٰہی کی کہ
اس عالم کے خراب کرنیکو اس شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن ایک
سوال کرتے ہین اُسکا جواب دینا ضرور ہو اور وہ سوال یہ ہو کہ اس عالم کی پیدائش پہلے زمین
سے شروع ہوئی خرابی اُسکی آسمان سے کسواسطے شروع ہوگی اُسکا جواب یہ ہو کہ جب کسی عمارت
کا بنانا منظور ہوتا ہو تو پہلے نیچے سے بناتے ہین اور جب کھودنا اور ڈھانا منظور ہوتا ہے

تو اوپر سے شروع کرتے ہین وَاِذَا الْکَوَاکِبُ انْتَثَرَتْ ؕ اور جب تارے جھڑ پڑین چھٹک کر
اور آسمانی نفسون کا تعلق جو تارون اور آسمانون سے ہے ان دور انقلاب کے سبب باطل ہو جاوے
اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب عقلون کا تعلق جو نفوس آسمانی کے ساتھ ہے وہ بھی بیکار
ہو جاوے گا اور نفسون کی پیروی سے افلاک کی خیالی تو تین اُن کے جرمون سے جدا ہو جائین گی
اور وہ نفوس وہان سے جدا ہو کے نفس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرینگے اور عقلون کے
فیضان اور آسمان کے خیال کی کارپردازیان سب نفس انسانی سے متعلق ہو جائینگی پس
انسان کے نفس کو ان سببون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہوگی اور مَاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ
کے معنو پر کلیہ اور جزئیہ جیسا چاہیے قرار واقعی اطلاع حاصل ہوگی وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ؕ اور
جب دریا بہاے جاوین اور ٹھیراؤ اور رکاؤ پانی کا جو اسوقت مین ہے وہ نہ رہے شیخ ابو المنصور
ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پہلے سب دریا ایک جگہ اکٹھا کیے جاوینگے اور اس جمع ہونیکے
سبب انمین ایک جوش ہوگا اور انمین سے شعلہ اٹھیگا کہ سب دریا جل کے کچھ پانی انمین سے دہوان
ہو کر قیامت کے میدان کو پر کردے گا اور کچھ پانی دوزخ کی آگ ہو جاویگا سو اس سورۃ مین پہلے
دریا کے انقلاب کا ذکر ہے کہ اپنے ٹھیراؤ اور رکاؤ سے متغیر ہو کے بہ نکلین گے اور سب کے سب
مل کے ایک دریا ہو جاویگا اور سورۃ تکویر مین اس انقلاب کے پیچھے جلانا اور دہکانا بیان کیا ہو اور
اس سورۃ مین بعثرۃ القبور کی مناسبت سے بہانے کو اختیار فرمایا ہو اسواسطے کہ جب پانی مکان
کی جڑ مین پہونچتا ہو تو اسکو خراب کردیتا ہو اور اُس سورۃ مین تسعیر جحیم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور
دہکانیکو اختیار فرمایا ہو اور عرب کی لغت مین بحر خاص نام ہو دریای شور کا اور جتنی ندیان میٹھی ہین کتنی ہی
لمبی چوڑی گہری ہووین انکو نہر کہتے ہین بحر نہین کہتے اور دریای شور جسکو سمندر کہتے ہین وہ ایک
ہی لیکن اُسکے ٹکڑون اور کھاڑیون کی رعایت سے جمع لاے ہین جیسا کہ تاریخ والون نے لکھا ہو کہ
سمندر کے ایک ٹکڑے کا نام بحر چین ہی اور ایک ٹکڑے کا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑے کا نام بحر
فارس اور ایک ٹکڑے کا نام بحر قلزم جو درمیان مین حبش اور عرب کے جاری ہو اور ایک ٹکڑے کا نام
بحر روم ہی جسمین فرنگیون کے جزیرے واقع ہین اور ایک ٹکڑے کا نام بحر خزر والان ہی اسیطرح
اور بھی نام ہین اور دریاؤن کو بہنے کے سبب انسان کی بد توکی ماوی اور انکی بد توکی عذاب اور عقوبت کے اسباب

زیادتی قبول کرینگے اور ساوی نفسون کا تعلق اُن بدنون سے صحیح ہوجائیگا وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ
اور جب قبرین اُٹھائی جاوین یعنے قبر والے اور جو کچھ زمین کی تہ مین ہے سب زمین کے اوپر
آجاوین اور بدنون کے اجزا آپس مین ملجاوین اُسوقت ایک پانی عرش کے نیچے سے برسیگا
اُسمین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکھیگا اُسکے بعد حضرت اسرافیلؑ
صور پھونکین گے اور انسان کی روحین اپنے بدنون سے ملجاوین گی ور آسمانی روحین اُنکی خادم
اور مددگار ہووین گی اور حشر قائم ہوگا اُسوقت عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ جان لیویگا ہر جی جو
آگے بھیجا ہے حق تعالیٰ کی طرف نیکی اور بدی سے اور آگے بھیجنے سے مراد اُسکا کرنا ہی اسواسطے
کہ جو کچھ نیکی اور بدی کی گئی ہے سب نامۂ اعمال مین لکھی ہو اور وہ نامہ لکھنے والون کے ہاتھ سے
حق تعالیٰ کے دربار مین پہونچا ہو وَاَخَّرَتْ اور پیچھے چھوڑا ہو نیکی ور بدی سے آور پیچھے چھوڑنے
سے مراد نکرنا ہی یعنے اُس نے کام نہ کیا اسواسطے جو نہین کیا وہ نامۂ اعمال مین لکھا بھی نہین گیا اور جو
حق تعالیٰ کے دربار مین بھی نہین پہونچا اور بعضے مفسرون نے کہا ہو کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال ور اسباب
کا مراد ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مین کہ وہ سب آخرت کا ذخیرہ ہو اور تاخیر سے چھوڑ جانا
مال ور اسباب کا مراد ہے وارثون کیواسطے اور بعضون نے کہا ہو کہ مَا قَدَّمَتْ سے وہ اولاد
مراد ہے جو ماں باپ کے سامنے مرگئی ہو اور مَآ اَخَّرَتْ سے پیچھے چھوڑی اولاد مراد ہو اور
بعضون نے تقدیم سے اوّل عمر کے کام اچھے ہون یا بُرے مراد لیے ہین اور تاخیر سے آخر عمر کے
کام آور بعضون نے کہا ہو کہ نیکی اور بدی کرنا کسی چیز کا ہو یا چھوڑنا سب مَا قَدَّمَتْ مین داخل ہو
اور رسم نیک ہو یا بد اور مذہب یا طریقہ جو کسی شخص نے نیا نکالا اور اُسکے بعد لوگون نے اُسکو اختیار
کیا اور اُسی راہ پر چلے یہ سب مَآ اَخَّرَتْ مین داخل ہو آور حدیث شریف مین حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہو کہ ماقدمت من خیر او شر وما اخرت من سنۃ حسنۃ
استنت بہا بعدہ فلہ اجرہ واجور من اتبعہ من غیر ان ینقص من اجورہم شئی او سنۃ سیئۃ
عمل بہا بعدہ فعلیہ وزرہ ووزر من عمل بہا بعدہ لا ینقص من اوزارہم شئی یعنے جو آگے
بھیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے چھوڑا طریقہ نیک سے جس کو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اُسکے لیس
اُسکو اجر ہے اپنے کیے کا اور اجر ہو اُن لوگون کا جنھون نے پیروی کی اُسکی بغیر اسکے کہ کم ہون اُنکے اجر سے

کچھ اور جسنے رسم بری ڈالی اور اسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اسکے تو اس شخص پر بھی گناہ اسکے کیے کا
اور گناہ ان لوگون کا جو اس رسم بد پر چلین اسکے بعد بدون اسکے کہ کم کیا جاوے گناہ ان لوگون سے
کچھ اور دوسری حدیث مین آیا ہی کہ ایک سوال کرنیوالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
آکر کھڑا ہوا اور سوال کیا جتنے شخص آپ کی خدمت مین اسوقت حاضر تھے سب چپ رہے
ایک شخص حاضران مجلس سے اٹھا اور اس کو کچھ دیا پھر اورون نے بھی اسکو دیکھ کے اس سائل
کو دینا شروع کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہی اور آدمی اس
رسم پر عمل کرتے ہین تو اس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہی اور ثواب دوسرے عمل
کرنے والون کا بھی بے اسکے کہ ان کے ثوابون مین کچھ کمی ہو اور اسی طرح جو شخص بد رسم نکالتا ہی اور
لوگ اسپر عمل کرتے ہین تو اسکا وبال اس رسم کے نکالنے والے پر ہی اور ان لوگون کا وبال بھی اسکی
گردن پر ہی جو اسپر عمل کرتے ہین بے اسکے کہ انکے وبال سے کچھ کمی ہو جاوے راوی اسکا کہتا ہی کہ اس قصے کے
نقل کرنے کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان نے یہ آیت پڑھی کہ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ حاصل
کلام کا یہ ہی کہ نفس انسانی کو اپنی نیکی اور بدی پر آگاہی بخوبی حاصل ہو گی اور جب دیکھے گا کہ جو
مین نے کیا وہ سب برا تھا اور جو چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہ ہی اور برائی کی سزا
یہ ہے تب اسکو بڑی ندامت ہو گی اور اپنی الٹی بوجھ پر شرمندہ ہو گا اسوقت اسکو کہا جاویگا
يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے آدمی تیرا نام تو انسیت سے نکالا گیا تھا کس واسطے تو نے حق کی یاد
سے انسیت نہ پکڑی اور نیکیان نہ کین تو نے اور حق کے سوائے کہ سب تیرے حق مین سانپ
اور بچھو تھے انکو جواہر اور سونے کے نگینے خیال کر کے ان سے مانوس ہوا اور محبت کی تو نے
مَا غَرَّكَ کس چیز نے فریب دیا تجکو نفس نے یا شیطان نے خلق نے یا دنیا نے بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ اپنے
پروردگار پر جسنے طرح طرح سے تجکو پرورش اور تربیت فرمایا اور تیرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو اسکے
کرم کی صفت کا مقتضا تھا پھر تو نے اس کے عوض مین معصیت اور مخالفت کا داغ اپنے پر لگایا
اور اپنی فضیلت اور بزرگی جو سب مخلوقات پر تجکو ملی تھی سب برباد کی تو نے اور کریم کے معنون
مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہی کہ جس کے ہر کام مین انعام اور احسان ہووے
اور اسکی ہر حرکت اور سکون مین بھی خیر منظور رہو اور بعضون نے کہا ہی کہ جو احسان اور انعام

کریم کے معنون کا بیان

کرنے مین اپنا نفع یا اپنے نقصان کا دفع منظور نہ رکھے وہ کریم ہی اور بعضون نے کہا ہے
کہ کریم وہ ہے کہ دوسرے کا حق اپنے اوپر نہ رکھے بلکہ جو اُن کو چاہی دے اور جو اسکا حق دوسرون
پر ہو اُس کو طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ کریم وہ ہی کہ جو دوسرے سے تھوڑی چیز قبول کرے
اور اُسپر عوض بہت دیوے اور یہ اللہ تعالی کی کرم کا مقتضا ہی کہ گنہگارون کی گناہونکو بھی بخشتا
ہی اور اسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود اس تمام نافرمانی بندونکے دمبدم احسان اور تربیت اور
پردہ پوشی اپنے بندے گنہگارو تیر کیے جاتا ہی اور یہان ایک سوال ہی جواب طلب جسکا حاصل
یہ ہی کہ مغرور ہونے پر منکر کے سرزنش کرنے پر اس غرور کی قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب
تھا اسواسطے کہ قہارسے مغرور ہونا البتہ انکار اور توبیخ کی جگہ ہی بخلاف اسکے کہ کوئی اللہ کے
کرم پر مغرور ہووے کہ وہ غصے اور انکار کی جگہ نہین ہی اسواسطے کہ کریم کا کرم خود غرور کا سبب
پڑتا ہی جیسا کہ تاریخ کی کتابون مین مذکور ہی کہ ایک دن نوشیروان بادشاہ کی سامنے اسکی خدمتگار
اور خواص آپس مین ہنس پڑے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ ان خدمتگارون کو
آپ کا کچھ خوف و رعب نہین ہی کہ آپکے سامنے ایسی حرکتین کرتے مین نوشیروان نے کہا کہ ہمکو
چاہیے دشمنونکو خوف دلاوین نہ اپنے خدمتگارونکو اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالی
عنہ سے روایت کی گئی ہی کہ ایکدن آپنے غلام کو کسی کام کیواسطے دو تین باریکارا اُسنے باوجود
سننے کے جواب نہ دیا آپ باہر تشریف لاے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکھا تو غلام حجرے کے
دروازے پر کھڑا ہے آپنے فرمایا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ جواب مجکو نہ دیا غلام نے عرض کی کہ آپکے کرم
کے اعتماد پر علاوہ اسکے یہ بھی مجھے خاطر جمع ہی کہ آپ مجکو مارینگے بھی نہین حضرت علیؓ نے اسکی جواب
کو پسند کیا اور اُسکو اُسی وقت آزاد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اُس چیز کا ذکر جو آپ ہی غرور کا سبب
ہووے غرور کے انکار کی جگہ پر مناسب نہین ہی جواب اس سوال کا یہ ہی کہ کرم کی صفت کا
ذکر اسجگہ پر غرور کی وجہ کے بیان کرنے کے واسطے ہی یعنے اسکے کریم ہونیکے سبب تو مغرور ہوگیا
جیسا کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ فرماتے تھے اِلٰھِی غَرَّنِی حِلْمُکَ
لَوْ اَخَذْتَنِی بِالْاُوْلٰی مَا جَتَرَءْتُ بِالثَّانِیَۃِ یعنے اے اللہ مغرور کیا مجکو تیرے حلم نے اگر
پہلے گناہ پر تو مجکو پکڑتا تو دوسرے گناہ پر جرأت نہ کرتا اور حضرت فضیل بن عیاض

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہی کہ اُنسے پوچھا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالیٰ قیامت کے دن اپنے
سامنے کھڑا کرکے پوچھے کہ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ تو کیا جواب دوگے اُنھون نے کہا کہ
مین کہونگا غَرَّنِي سُتُورُكَ الْمُرْخَاتُ فریب دیا مجکو تیرے چھوٹے ہوے پردون نے
یعنے کتنا ہی مین نے گناہ کیا مگر تونے مجکو فضیحت اور رسوا نہ کیا تو جان لیا مین نے کہ کبھی تو
فضیحت نہ کریگا اور اسی قسم کا مطلب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہی کہ
کَمْ مِنْ مَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ وَكَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ یعنے بہتسے مغرور
ہو رہے ہین بسبب تیری پردہ پوشی کے اُنپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے
احسان کے اُنپر اور جب استفہام انکاری مجموع کلام پر وارد ہوا تو موافق قاعدہ عربی کی اسکلام
کے معنی توبیخ اور سرزنش کے ہوی اُس غرور پر جو کریم کے ملاحظہ سے پیدا ہوتا ہی اور جب غرور
کا انکار کرم پر کہ غرور کے بڑے عمدہ اسباب سے ہی متوجہ ہوا غرور کی نفی مین بہت مفید پڑا اسواسطے
کہ جب کرم پر غرور کرنا نہ چاہیے تو قہر پر غرور کرنا کس طرح چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جسطرح
کرم ہی اُسی طرح قہر بھی تو وہ کریم بھی ہے اور قہار بھی اور منتقم بھی اور باوجود ان سب صفتون
کے علیم بھی ہے اور جب اُسکی حکمت قہر اور انتقام کی خواہش کرنے والی ہوتی ہی اُسوقت کرم
کے آثار ظاہر نہین ہوتے اسواسطے کہ احسان اور کرم بدکارون کے حق مین خلاف قاعدہ
حکمت کے ہی اسی جگہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنیکے وقت
فرمایا غَرَّهُ بِاللّٰهِ جَهْلُهُ یعنے آدمی کو مغرور کیا ہی اُسکی نادانی نے اسواسطے کہ وہ ایک صفت
پر اپنے پروردگار کی تکیہ کرکے بیٹھا ہی اور دوسری صفتین اُسکی کہ حکمت اور عدالت ہین بھولگیا
دوسرا جواب اور بھی ہی وہ یہ ہی کہ توبیخ کسی کام پر اُس جگہ کرتے ہین کہ اُس کام کے ہونیکا
گمان ہووے اور کریم کے کرم پر غرور کا مظنہ ہوسکتا ہی اسوسطے کہ یہ ہوسکتا ہی کہ کسی کے
کرم پر کوئی مغرور ہووے لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہوسکتا اس پر انکار
اور توبیخ کیا نسبت رکھتی ہی مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کرو اسواسطے
کہ محل اعتماد کا حلم ہوسکتا ہے اور یہ ہرگز نہین کہتے ہین کہ فلانے کے غصے پر مغرور مت ہو
اور اعتماد مت کرو اِس واسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین ہوتا

بلکہ پرہیز اور بچنے کا محل ہے آور بعضے بزرگون نے کہا ہی کہ اس صفت کا لانا جواب کی تلقین کے واسطے ہی تاکہ بندہ خود کہے کہ غَرَّنِیْ کَرَمُکَ لیکن یہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اسکا کرم بھی حکمت سے خالی نہین اور اُسکی حکمت ہرگز اسبات کو نہین چاہتی ہی کہ اپنے بندونکو بے جزا اور سزا مہمل چھوڑ دے اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہ لے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے اور نیک کو بد سے اور پرہیزگار کو بدکار سے جدا نہ کرے تو معلوم ہوا کہ اس جواب مین فی الفور الزام کھاتا ہی کہ کرم کے ثابت کرنے مین میری حکمت کا انکار کیون کیا تو نے آور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کرم آدمی کی خواہش سے پہلے ہی بے عوض و بے غرض کہ اُسکو پہلے پیدا کیا اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا اور بھلا کرم پچھلے کرم کا سبب نہین ہوسکتا کہ اُسکے گناہونکو بالکل چھوڑ دین اور اُسکی بدی پر تنبیہ نکرین بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہے اسواسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت کرے جس کا حق اور احسان کچھ اُسپر نہ ہو تو ہوسکتا ہی کچھ تعجب کی جگہ نہین ہی لیکن اپنے محسن اور منعم کی مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران ہے اور بڑے خوف کی جگہ اور اُسکا بھلا کرم اسبات کو نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر کرے بلکہ عرف مین ایسی جگہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت کہتے ہین علی الخصوص اُسوقت مین کہ خود اپنے ولی نعمت کو نہ مانے اور اُسکی نعمتین دی ہوئی دوسرون کی طرف نسبت کرے یا اُسکی غیر مرضی مین خرچ کرے اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ اب جاننا چاہیے کہ اس جگہ پر تین چیزین ہین غرور اور تمنا اور رجا سو جابجا قرآن شریف مین غرور اور تمنا کو بُرا فرمایا ہی جیسا کہ ان آیتون مین ہے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَا اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتَابِ وَتِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ سواے اِسکے اور بھی آیتین ہین آور رجا جو امید کے معنون مین ہی وہ قرآن اور حدیث دونون مین پسند ہی جیسا کہ جابجا مؤمنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہے جیسے یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ اور سواے اِسکے بھی تو اِن تینون چیزونین تفرقہ اور جدائی کھلی کھلی بیان کرنا چاہیے تاکہ کام ممدوح اور مذموم آپس مین ملتبس نہ ہووین اور بیجا نجاوین اب جاننا چاہیے کہ امید کی حقیقت یہ ہی کہ کسی چیز کے انتظار مین آدمی کا دل خوش رہے اور ہر مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک سبب درکار ہی والا انتظار ثابت نہوسکے

پھر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع ہوئے ہون اور اُسکا انتظار کھینچے اور اس انتظار مین خوش رہے جیسا کہ ایک کسان نے اچھا بیج اچھی زمین مین بویا اور پانی بھی وقت پر دیا ہی اور غلے کا منتظر ہے اُسکو رجا اور امید کہتے ہین اور اگر ایک چیز کے بہت سے اسباب جاتے رہین اور اُسکا انتظار کھینچے تو وہ غرور اور حماقت مین گرفتار ہی جیسا کہ ایک کسان نے اوسر زمین مین بیج بویا اور وقت پر سینچا بھی نہین پھر اُس غلے کی انتظاری کرے اُسکو غرور اور حماقت کہتے ہین اور اگر اسباب کے حاصل ہونے مین شک واقع ہو پھر اُس چیز کا انتظار کرے جیسا کہ ایک کسان نے اچھی زمین مین بیج بویا لیکن سینچا نہین یا اوسر زمین مین بیج بویا اور سینچا پھر اُس سے غلے کا منتظر ہے اُسکو تمنا اور آرزو کہتے ہین پھر جب یہ مثالین خوب سمجھ مین آگئین تو ایماندار کو چاہیے کہ اپنی نجات اور فلاح کی حتی المقدور فکر کرے اور اُسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیسا کہ فرمانبرداری امر کی اور احتراز نہی سے پھر رحمت الٰہی کا امیدوار رہی اور اس انتظاری مین خوشی اور خرمی سے گزران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات اور فلاح کے اسباب کو کھو دیا اور اپنی عمر کو نامرضیات الٰہی مین صرف کیا پھر منتظر نجات اور فلاح کا ہی وہ احمق ہی اور غرور مین گرفتار ہی اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن اُسکی شرطونکو خوب بجا نہ لایا تو وہ آرزومند ہے یعنی شاید کہ اُسکو نجات ہو لیکن یہ دونون اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری) اور نامقبول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک حج کے واسطے ملک شام سے آتا تھا مدینۂ منورہ مین حضرت ابو حازمؓ سے ملاقات ہوئی اُن سے پوچھا کہ قیامت کے دن بندونکی ملاقات پروردگار سے کسطرح پر ہوگی تو حازمؒ نے کہا کہ اگر بندہ نیک ہی کہ دنیا مین نیکی کرکے گیا ہی اُسکی ملاقات اسطرح پر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص بہت دنون مین سفر سے پھر کر اپنے گھر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کے اپنے ساتھ لاوے اُسوقت خیال کیا چاہیے کہ اُسکے گھر والے اُس سے کسطرح سے خوش ہونگے اور کس کس طرح سے خاطرداری کرینگے اور اگر بندہ بدکار ہے کہ دنیا مین بہت بُرائیان کرکے گیا ہی اُسکا سامنا ویسا ہوگا جیسا کہ کسی کا غلام چوری کرکے چھپ بھاگا ہو اور اُسکے خاوندنے اُسکے پیچھے پیادے اُسکے پکڑنے کو دوڑائے ہون اور وہ پیادے اُسکو پکڑکے ہاتھون مین ہتکڑیان اور پیرون مین بیڑیان اور گلے مین طوق ڈال کے اُسکے خاوند کے حضور مین لاوین اُسوقت کی حالت کو خیال کیا چاہیے کہ کیسا وہ اسبنے

دل مین شرمندہ ہوگا اور اپنے خاوند کے نزدیک کس طرح سے لائق لعنت اور نفرین کے ہوگا سلیمان کو اس بات کے سننے سے رقت غالب ہوئی بہت رویا اور کہا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجکو ان دونون صورتون مین سے کون سی طرح پر اُس مالک مطلق کے سامنے لے جائینگے ابو حازمؒ نے کہا کہ اس بات کا معلوم کرنا بہت آسان ہی اور قرآن شریف مین خوب کھول کے بیان فرمایا ہی سلیمان نے پوچھا کس آیت مین ابو حازمؒ نے کہا حق تعالے فرماتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ اب اپنے عملون کا جائزہ دیکھو کہ ابرار مین ہو یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عمل پر انجام کام کا ٹھیرا تو رحمت الٰہی کہان ہی ابو حازمؒ نے کہا کہ اسکا بھی پتا قرآن مجید مین بتا دیا سلیمان نے کہا کس آیت مین ابو حازمؒ نے کہا اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ مین سلیمان کو اس بات کے سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روتے روتے حالت متغیر ہوگئی اُن کے پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم کی تمھاری باتین سننے کی مجکو طاقت نہین ہی کہ ہیبت بیٹھا جاتا ہی اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ اور سرزنش متوجہ فرمائی اس پر کہ نری اللہ تعالی کے کرم پر مغرور نہ ہونا چاہیے تو اب کئی نعمتین جو اُس پر انعام کی ہین اور وہ غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین ان مین سے ایک یہ ہی کہ اَلَّذِیْ خَلَقَكَ وہ کریم کہ اپنے محض کرم سے اُسنے تجکو پیدا کیا اور ہر گز خواہش اور سوال اور دعا اس نیستی کی حالت مین تجھ سے متصور نہ تھی اور کسی منفعت کی تجھ سے توقع نہ تھی فَسَوّٰكَ پھر تیری بدن کو ٹھیک بنایا اور جوڑ بند برابر پیدا کیے اندازسے ہاتھ برابر ہاتھ کے اور پاؤن برابر پاؤن کے اور کان برابر کان کے آنکھ برابر آنکھ کے کسی کو ان مین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے اگر ایک پاؤن چھوٹا ہوتا اور دوسرا بڑا تو چلنے مین بھی رنج ہوتا اور دیکھنے مین بھی عیب دار اور ناقص ہوتا یہ اُسی کا کرم ہی کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجکو ایسا خوبصورت اور سڈول پیدا کیا فَعَدَلَكَ پھر معتدل مزاج بنایا تجکو اور تیرے بدن کے مزاج کے خلط کے رکنون کو یعنی گرمی اور سردی اور تری اور خشکی کو طبیعت مین یکسان اور برابر کیا تاکہ جو احوال کہ اعتدال سے خارج ہین اُن کو پہچانے اور بوجھے کہ ظاہری اعتدال سے خارج ہونا کسقدر رنج اور الم دیتا ہے پھر معنوی اعتدال سے خارج ہونے کو اسی پر قیاس کیا چاہیے فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ جس صورت مین چاہا تیرے

پروردگار نے تجکو بنایا اُسوقت مین تو حاضر نہ تھا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچھی ہے
اور فلانی صورت بُری مجکو اچھی صورت چاہیے بُری نہ چاہیے یہ اُسی کا کرم ہی کہ احسن اور اچھی
صورت پر تجکو بنایا ہاتھ دیے تکبیر مین اُٹھانے اور مصحف کے پکڑنے کو اور ہتھیار کے اُٹھانے
کو جہاد مین اور سوائے اِنکے بہت چیزین بندگی کی ہین کہ ہاتھ سے تعلق رکھتی ہین اور زبان
دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنے کو اور اچھی بات کے حکم کرنے کو اور بُری
بات سے منع کرنے کو اور ذات اور صفات الٰہی کی حقیقتین بیان کرنے کو اور پاؤن دیے
نماز مین کھڑے ہونے کو جہاد مین دوڑنے کو بیت اللہ کے طواف کرنیکو مریضونکی عیادت کو
اولیاء اللہ کی زیارت کو اور سواے اِسکے جو اچھی چیزین اس سے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک
عضو کو طاعت اور بندگی کیواسطے پیدا کر دیا اور تو نے اِن نعمتون کو اُسکے عکس مین خرچ کیا اور
گناہ کا واسطہ بنایا سو جسنے ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز صفت کریمی کے سزاوار
نہین ہوتا اور ایسے شخص کو فریب کھانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پر زیب نہین دیتا ہی اور اِس
مقام پر کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا بیان اور شمار کرنا منظور ہی خاص پیدائش کی نعمت کو بیان کرنے
کی وجہ یہ ہی کہ اِس نعمت مین کسی طرح کی خواہش اور سوال بندے کیطرف سے پایا نہین گیا تھا
اور اُسکی پیدائش مین اللہ تعالیٰ کی بھی کسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہ تھا بخلاف
اور نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونیکے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوئی ہین کہ وہ نعمتین چندان
کرم پر دلالت نہین کرتی ہین اور یہ بھی ہی کہ انسان کی پیدائش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول
طبیعت کے اعتدال اور اعضائے تناسب کیساتھ صریح دلیل ہی اِس بات کی کہ ایسی مخلوق کو
مہمل اور بیفائدہ نہین پیدا کیا بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدھی راہ پہچاننے کو اور بُری راہ
اعتقاد اور عمل سے احتراز کرنے کو پیدا کیا ہی اسواسطے کہ غیر معتدل کو سوای معتدل کے کوئی
پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین قاعدہ ٹھیرا ہوا ہی کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال
سے خارج ہی چندان تاثیر قبول نہین کرتا ہی اسواسطے کہ وہ کیفیت ہمجنس اُس غیر معتدل
کی نہین ہی جو بخلاف اپنے ہمجنس کے کہ اُس سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہی اور تھوڑی کو بہت جانتا
ہی پس انسان سے جو اِس کام مین قصور کیا اور اپنے مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لائق غصے اور غضب کے

ہوا پھر اسکو پہلے کرم پر فریفتہ اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہی اور اس مقام پر ایک سوال ہی
جواب طلب اسکا حاصل یہ ہی کہ ان نعمتون کے بیان کرنے مین حرف عطف کا کہ فٓ ہے ہر جگہ
پر مذکور فرمایا ہی فِیٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ مین حرف عطف کو نہین لائی ہین اسکی وجہ کیا
ہے اسکا جواب یہ ہی کہ پیدائش اور اعضا کا برابر ہونا اور کیفیت کا معتدل ہونا یہ تینون فعل
ترتیب سے بیان ہوے ہین انکے درمیان مین مدلول فٓ کلمے کا کہ تعقیب ہے گنجائش رکھتا ہی اور
بعد ان تینون فعل کے صورت کی ترکیب لازم ہی اسواسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے
فراغت پائی تو تصویر حاصل بلکہ وہی تسویہ اور تعدیل عین تصویر ہی پس گنجائش حرف عطف
کی نہ رہی اور جب یہ نعمت یعنی پیدائش کی تسویہ اور تعدیل دونون سے ملکر پیدا ہوئی تو اسواسطے
اسکو بطور ان دونون نعمتون کے بیان کے بے حرف عطف کے بیان فرمایا اور مفسرونکی ایک
جماعت نے فِیٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہان مراد یہ ہی کہ لڑکا کبھی باپ
کے مشابہ ہوتا ہی اور کبھی مان کے اور کبھی چچا کے اور کبھی ماموں کے اور کبھی انمین سے کسی کے مشابہ نہین
ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک شخص سے آپنے پوچھا کہ مَا وُلِدَ لَکَ
یعنے کیا ہی اولاد تیری اسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ و ما عسی ان یولد اما غلام او جاریۃ
یعنے ابھی تک تو کچھ بھی نہین ہی مگر قریب ہے کہ پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے پوچھا کہ مِمَّا تَشْبَہُ یعنے کسکے مشابہ ہوتا ہی اسنے عرض کیا کہ اُمَّہٗ وَ اَبَاہُ یعنے
مشابہ ہوگا مان کے یا باپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا لَا تَقُلْ ہٰکَذَا اِنَّ النُّطْفَۃَ
اِذَا اسْتَقَرَّتْ فِی الرَّحِمِ اَحْضَرَ اللّٰہُ کُلَّ نَسَبٍ بَیْنَہَا وَ بَیْنَ اٰدَمَ اَمَا قَرَأْتَ ہٰذِہِ الْاٰیَۃَ
فِیٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ یعنے ایسا مت کہہ مقرر نطفہ جب ٹھیرتا ہی رحم مین حاضر کرتا
ہے اللہ تعالی اس سب نسب کو جو اسکے اور آدم کے درمیان مین ہین کیا نہین پڑھی تونے یہ
آیت فِیٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے خوبصورتی
اور بدصورتی مراد ہے یعنے ہر ایک انسان اچھی صورت ہونے مین اور بری صورت ہونے
مین متفاوت ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد انسان کی صورتون کی زیادتی
ہی یعنے اللہ تعالے کی قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہ ہی اور حقیقت مین بھی یہی ہی کہ باستعداد الکون

کروڑون آدمیون کے چہرے حضرت آدم علیہ السّلام سے لیکر اس دم تک باوجود یکسان ہونیکے صورت اور شکل اور بدن کے جوڑ بند مین جیسے آنکھ کان ناک مُنہ چہرہ پھر ہر شخص کی صورت اور مشابہت دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہے اس جگہ سے حق تعالیٰ کی خزانون کی وسعت اور کثرت دریافت کرنا چاہیے کہ کسقدر نقشے بے انتہا اُسکے خزنے مین موجود ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مختلف ہونا صورت نر اور مادہ کا مُراد ہے اور اس صورت مین اس آیت کا ربط پہلی آیتون سے اس طرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نر کی مخالف مادہ کی تسویہ اور تعدیل کے ہے لیکن یہ مخالفت صنفی ہے یعنے نر کی قسم اور ہے اور مادہ کی قسم اور ہے اسیواسطے مادہ کے مزاج کو طب والے ارطب جانتے ہین یعنی بہت تر ہے اور نر کے مزاج کو ایبس یعنی بہت خشک بوجھتے ہین اور نر کے بدن کی صحت کو مادہ کے بدن کی صحت سے جدا جانتے ہین لیکن اصل تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہے دونون قسمین آپس مین شریک ہین اور بعضون نے اس انسان کی رنگون کے مختلف ہونے پر حمل کیا ہے جیسے کہ پہلی اور دوسری اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین اسواسطے کہ ہمیشہ آفتاب اُن کے سر کی مقابل مین رہتا ہے یا مقابل سے کچھ ہٹا ہوا اور آفتاب کی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی اُن کی رنگ کو سیاہ کرتی ہے جیساکہ دھوبیون مین اور اُن گنوارون مین جو ننگے بدن دھوپ مین کام کیا کرتے ہین یہ بات ظاہر ہے اور سب دیکھتے ہین اور تیسری اقلیم کے رہنے والے اکثر گندم گون ہوتے ہین اور چوتھی اقلیم کے رہنے والے گورے ہوتے ہین مگر سرخی کے ساتھ اور پانچوین اقلیم کے رہنے والے سرخ رنگ ہوتے ہین اور چھٹی اور ساتوین اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ ہوتی ہین اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اپنی بندگی کیواسطے اُنکو چُن لیا ہے جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق مین ارشاد فرمایا ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي یعنے اور بنایا مین نے تجکو اپنے واسطے اور دوسری جگہ ان کے اور دوسری انبیاؤن کے حق مین فرمایا ہے اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا بیشک تھا وہ چُنا ہوا وَاِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اور بیشک تھا وہ ہمارے چُنے ہوئے بندون سے اور یہ گروہ بادشاہی خاص بندونکی مانند ہین کہ حضور کی خاص خدمتونکے واسطے مقرر ہوتے ہین اور بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اُسکی عمر کیطرف مشغول

ہین جیساکہ بعضے مال کی تجارت مین اور بعضے کھیتی مین اور بعضے کسی اور کسب اور پیشے مین مشغول ہین کہ دنیا کا کام چلے اور جو اس کلام مین گمان اس بات کا تھا کہ کرم کی صفت سننے سے جو اس توبیخ اور سوال مین مذکور ہے شاید کافر کہنے لگین کہ ہمارا غرہ اور اعتماد سب اسکی کرم پر تھا اسواسطے دوسری تنبیہ اور توبیخ پہلے سے بھی زیادہ سخت ارشاد ہوئی کَلَّا یعنے ایسا نہین ہے کہ اُسکے کرم پر اعتماد کر کے تم یہ گناہ کرتے ہو اسواسطے کہ یہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اُسکے اعتماد لانے پر موقوف ہے اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہین کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ بلکہ تم انکار کرتے ہو جزا کا اور حال یہ ہی کہ جزا کا وعدہ بھی اُسی کے کرم کا مقتضا ہے تاکہ ایچھی جزا کی امید پر طاعت اور بندگی کرو اور دین و دنیا کی تمھارے کام اچھے بنجاوین اور عذاب کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ کام دونون جہان کے تمھارے بگڑ نہ جاوین اور جزا کا انکار تم سے کسطرح سے بن پڑے گا وَاِنَّ عَلَيْكُمْ اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالی کیطرف سے تم پر لَحٰفِظِيْنَ ۙ چوکیدار مقرر ہین تاکہ نیک اور بد کامون پر تمھارے خبردار رہین اور کوئی اچھا کام تمھارا ضائع نہ جاوے اور کوئی برا کام بھی رائگان نہ ہو كِرَامًا یعنے وہ چوکیدار بھی حق تعالی کی صفت کے موافق تم سے کرم کا معاملہ کرتے ہین سو اُن کے کرمون سے جو تم سے کرتے ہین ایک یہ ہی کہ تم سے چھپے رہتے ہین اور اپنی تئین تم پر ظاہر نہین کرتے تاکہ کہین تم شرمندہ ہو کے عورتون کی صحبت اور جاضرور اور پیشاب اور اپنے مزیداریان اور لذتین چھوڑ نہ دو اور اُنکے کرمون سے یہ ہی کہ باوجود تمھاری سب کام جاننے کے تم کو فضیحت اور رسوا نہین کرتے ہین اور کسی آدمی کے سامنے تمھارے بھیدون کو نہین کھولتے اور اُن کے کرمون سے یہ ہی کہ جب کوئی نیکی تم سے ہوتی ہے اُسکو دس گنی کر کے لکھتے ہین جیساکہ اگر ایک روپیہ اللہ تعالی کی راہ مین تم نے دیا ہو اُس کو دس روپیہ لکھتے ہین اسی پر اور چیز کو بھی قیاس کر لو اور اگر کسی نیکی کا تم نے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تم سے ہونے نہ پائی تو تمھارے اُس نیک ارادے کو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی اُسکے عوض مین لکھ لیتے ہین اور اگر کسی گناہ کا تم نے ارادہ کیا اور پھر اُسے چھوڑ دیا یعنے نہ کیا تو اُس چھوڑ دینے کو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور نیکی لکھ لیتے ہین اور اگر کوئی گناہ تم سے ہو جاوے

ف بیان کرام الکاتبین کے حاضر رہنے اور معاملہ کرنیکا

تو چھہ ساعت تک تم کو مہلت دیتے ہین اور اتنی دیر تک اس گناہ کو نہین لکھتے کہ
شاید اس عرصہ مین تم توبہ یا استغفار کردیا اُس اپنے کرنے پر شرمندہ ہویا اُسکے بعد اتنے
عرصہ مین کوئی ایسی نیکی تم سے ہو کہ اُسکے سبب سے بُرائی تمھاری معاف ہو جاوے
اور اگر اتنی دیر مین ان باتون مین سے تم سے کچھ نہ ہوا تو ایک گناہ لکھتے ہین اور پھر جب
توبہ واستغفار تم کرتے ہو یا اور کوئی نیکی تو اُس لکھے ہوئے کو مٹا ڈالتے ہین اور وہ
چوکیدار تمھارے کامون کے یاد رکھنے مین بہت احتیاط رکھتے ہین اور باوجود فرشتے
ہونے کے کہ اُنمین نسیان اور فراموشی ہرگز نہین ہوتی اپنی یاد پر اعتماد نہین کرتے بلکہ
کَاتِبِیْنَ ہ یعنے لکھ رکھتے ہین اور اس کام کے واسطے دفتر تیار کر رکھتے ہین اور صحیح روایتونکے
موافق یہ ہی کہ ہر آدمی کیواسطے یہ لکھنے والے چار نفر ہین دو دن کو آتے ہین اور دو رات کو اور ہر دن
اور ہر رات کے دونون دفتر علیحدہ علیحدہ رکھ چھوڑتے ہین اور بعضی روایتون مین وارد ہوا ہے
کہ اُن کے بیٹھنے کی جگہ آدمی کے دونون کندھے اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر آدمی کے اوپر کے دونون
بڑے دانت اُنکے بیٹھنے کی جگہ ہی اور آدمی کی زبان اُنکا قلم ہی اور تھوک آدمی کا اُنکی سیاہی ہے
اور جب یہ دفتر رات اور دنکا حق تعالیٰ کے حضور مین لے جاتے ہین اور باوجود اسبات کے
کہ حق تعالیٰ اپنے بندے سے جان کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہی لیکن احتیاط کی واسطے حکم ہوتا
ہی کہ اس دفتر لکھے ہوے کا لوح محفوظ سے مقابلہ کرو اسواسطے کہ اسمین جو کچھ بندہ کرے گا پہلے لکھی
اور پیشی کے لکھا ہی بعد مقابلہ کے حکم ہوتا ہی کہ بندگی اور گناہ کے سوائے جو کچھ ہے اُسکو مٹا
ڈالو اور صرف بندگی اور گناہ رہنے دو کہ اُسپر ثواب اور عذاب ہوگا اور اُن چوکیدارونکو
کسی طرح پر تمھارے احوال سے پردہ اور پوشیدگی نہین ہی اور یہ بھی گمان مت کرنا کہ جسطرح
دنیا کے اخبار نویسون سے اور خفیہ نویسون سے کسی حیلے اور مکر سے اپنا کام چھپا رکھتے ہو
اُن سے بھی چھپا رکھو گے اسواسطے کہ وہ چوکیدار یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ہ جانتے ہین جو کچھ
تم کرتے ہو اگرچہ ہزار پردے مین کرو اب یہانپر جاننا چاہیے کہ لکھنے والی فرشتون کا آدمی
کے سب کامونپر خبردار ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہی اور آدمی کی سب باتونپر خبردار
ہونا اُن کا دوسری آیت سے جو سورۂ قاف مین ہے پوچھا جاتا ہی وہ آیت یہ ہی مَا یَلْفِظُ

مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ہ یعنے نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر اُسکے پاس ایک راہ
دیکھتا تیار ہے لکھنے والون کو آور کسی کام چھوڑ دینے پر خبردار ہونا جیسے روزہ اور اعتکاف
اور جو احرام کے اندر منع ہین اُن سے بچنا اور جو اُسکے مانند ہین یہ سب دلیل عقلی سے
ظاہر ہین اس واسطے کہ جب کسی شخص نے ایک کام کی حاجت کے وقت بدون
کسی عذر اور مانع کے اُس کام کو نہ کیا صریح معلوم ہوتا ہی کہ اُس کام کو اُسنے چھوڑا لیکن
آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اُسکے دل کی چھپی بات پر خبردار ہونا اس مین
علما کا اختلاف ہے اکثر عالمون نے اسکا انکار کیا ہے یعنے دل کی بات کی اُنکو خبر نہین
ہوتی اور صحیح حدیث مین وارد ہے کہ یہ لکھنے والے نیکی کے ارادے کو نیکی لکھتے ہین اور
اُس بدی کے ارادے کو جس کو چھوڑ دیا ہے اُسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ ان فرشتون کو دل کے احوال پر بھی خبر ہوتی ہی لیکن اس کے منکر کہتے ہین کہ یہ خبر اُن کو
اللہ تعالی کی طرف سے ہوتی ہی الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اس وقت فلانی
نیکی کا ارادہ کیا ہے یا فلانی بدی کا ارادہ کر کے پھر اُسے چھوڑ دیا ہی وَھُوَ الظَّاھِرُ
یعنے یہی ظاہر بھی معلوم ہوتا ہے اور جب کلام جزا کے ثابت کرنے تک پہونچا تو اب
تھوڑی نیکون کی جزا اور بدون کی سزا کی تفصیل اس مقام پر بیان کرنا ضرور ہوا اسواسطے
ارشاد ہوتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ مقرر نیک لوگ بڑی نعمت مین ہونگے وَاِنَّ
الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ اور مقرر بُرے لوگ دوزخ مین ہونگے یَصْلَوْنَھَا یَوْمَ الدِّیْنِ ہ بیٹھین گے
اُسی دوزخ مین انصاف کے دن یعنے قیامت کو وَمَا ھُمْ عَنْھَا بِغَائِبِیْنَ ہ اور نہ ہونگے
وہ سب اُس دوزخ سے غائب ہونیوالے حاصل اس کا یہ ہی کہ جس طرح دنیا کی آفت اور
مصیبت سے بھاگ کر یا چھپ کر بچ جاسکتے ہین اُس دن یہ حیلے اور مکر اُن کے پیش نہ
جا دینگے اور اُس بلا سے کسی طرح اُن کو خلاصی نہ ہوگی اس واسطے کہ اُس آگ کی
لپک بدکارون کو دور دور سے اپنے اندر کھینچ لاوے گی اور وہ فرشتے جو دوزخ کے
دروازون پر مقرر ہین زنجیرون مین اور طوقون مین اُن کو باندھ کے دوزخ مین ڈالدینگے نہ
وہان بھاگنے کی جگہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلے کی اور بعضے مفسرون نے غائب ہونیکو دوزخ سے

نکلنے پر حمل کیا ہے تو اس صورت مین تخصیص کفار کی فجار سے ضرور ہوئی سو اسواسطے کہ فاسق ایمان اور دوزخ سے ضرور نکلین گے اور بہشت مین داخل ہون گے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہے کہ اس کلام مین جمع اور تقسیم کی صنعت ہے یعنے پہلے اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ فرمایا اس مین آدمیون کو نیک ہون یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہے پھر بعد اسکے جزا و سزا کے بیان کرنے مین دونون کو جدا جدا بیان فرمایا ہے یعنی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ اور اس کلام مین ترصیع کی بھی صنعت ہے اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہ صنعت پائی جاتی ہے اس کلام کو مرصع کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین دونون فقرون کی لفظین سجع مین یعنی آخر کے حرف مین اور وزن مین برابر ہوتی ہین جیسا کہ اس کلام مین موجود ہے یعنے ابرار فجار سے اور نعیم جحیم سے وزن اور سجع مین برابر ہے اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہے شعر ای منور بتو نجوم جلال ہوے مقرر بتو رسوم کمال اس مین بھی منور مقرر سے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور تضاد کی صنعت بھی اسمین پائی جاتی ہے اور اسکو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت کا یہ ہے کہ کئی چیزین جو آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین اُن کو جمع کر دیتے ہین جس طرح اس مصرع مین مصرع ہشیار در میان رفتہ بدمان آمد مست ۔ اور اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد ہے اور ابرار فجار کی اور جبکہ روز جزا کے درمیان مین دین کے روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور اُس دن کی سختیان اور مصیبتین خاطر خواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سُننے والون کو خبردار کردینے کے واسطے تھوڑی سی سختیان اُس دن کی استفہام تہویلی کے طور پر مجملاً بیان فرماتے ہین کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہے دن انصاف کا حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ اپنی عقل سے سختیان اور مصیبتین اُس دن کی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے سواسطے کہ جو دکھ درد کی سختیان اور آفتین مصیبت کے دنون مین اس پر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے سُنی ہین وہ سب اُس دن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے کچھ حقیقت نہین رکھتین تاکہ اُن کو ان پر قیاس کر لے اور عقل کا کام تو یہی ہے کہ بن دیکھی کو دیکھی چیز پر

قیاس کرلے اور بن سنی کو سنی پر ثُمَّ مَآ اَدۡرٰکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ پھر بعد مہلت کے ہم کہتے
ہین کہ تو نے کیا جانا کہ کیا ہی انصاف کا دن اس مقام پر ثم کے لفظ کا حاصل یہ ہے کہ بہت
سی چیزین ایسی ہین کہ اُن کو سنتے ہی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اور اس کی فکر مین
نہین آتا لیکن بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنے کے اُسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے لیکن
جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی ہین گنجائش نہ ہو ایسی چیز مین مدتون تک فکر اور تامل
کرنا اور سنتے ہی اس کے دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اسی سبب سے
فرمایا ہے کہ بعد مہلت اور فرصت دراز کے بھی اُسکی حقیقت حال کو دریافت نہ کر سکوگے
مگر تھوڑی سی شدت اور سختی اُسدن کی تجھ سے بیان کرتے ہین ہم کہ وہ دن یَوۡمَ لَا
تَمۡلِکُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡئًا جسدن نہ مالک ہوگی جان کسی جان کے واسطے کچھ اب
اس مقام سے شدت اُسدن کی بوجھا چاہیے سو واسطے کہ دنیا مین اگر کوئی شخص کسی بلا
مین گرفتار ہوتا ہے تو پہلے عوام الناس سے اُس شہر کے اس بلا کے دفعیہ کی تدبیر
پوچھتا ہے اور اپنی خلاصی ڈھونڈھتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ عوام الناس سے کچھ
کاربرآری نہین ہوتی تب خواص کی طرف جو اس بلا کا دفعیہ جانتے ہین التجا لیجاتا ہے جیسے
طبیب حاذق کی طرف رجوع کرتے ہین بیماریون کے دفع کرنے کے واسطے اور جابکدست
جراحون کی طرف پھوڑے اور ورمون مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکھون کی مصیبتون
مین اور عادل حاکمون کی طرف ظلم اور زبردستی کے مقدمون مین اور ہر کام کے تجربہ کارون
کی طرف دوسرے کامون مین اور جب دیکھتا ہے کہ اُن آدمیون سے کوئی میرے حال پر
متوجہ نہین ہوتا تب ناچار ہو کے اُن کے یار دوستون سے سفارش کرتا ہے اور اُن سے
مدد چاہتا ہے اور اپنی کاربرآری کرتا ہے لیکن اُسدن جتنے ناتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب
نیست اور نابود ہو جاوینگے اور سواے نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت
اور مہربانی نہ ہوگی یہان تک کہ مان باپ کو اپنی اولاد پر رحم نہ ہوگا اور نہ اولاد کو مان
باپ کا کچھ غم سب اپنے اپنے حال مین مبتلا ہونگے اور وہان کے مقدمات مین کسی کو
ادنی ہو یا اعلی کچھ دخل نہوگا خاص بندے عوام کی طرح حیران اور پریشان ہونگے اور بڑے

بڑے سردار رعایا کے مانند سرگشتہ اور حیران ہون گے اُسدن بدون حکم اُس مالک الملک کے کوئی کسی کی سفارش نکر سکیگا اور عاجزی اور چاپلوسی اور صبر اور استقلال دونون بیفائدہ اور بیکار ہون گے اُسدن وہی ارحم الراحمین جس پر رحم کرے اُسکی نجات اور رہائی ہی اور جس پر قہر اور غضب ہو اُسکی خرابی اور رسوائی اور اس آیت مین تین عموم واقع ہوئے ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین اور دوسرا مملوک کی ذات مین اور تیسرا چیز مملوک مین اور تینون عموم سے پرلے درجہ کی مایوسی اور ناامیدی حاصل ہوئی اپنی مصیبت کے دفع کرنے مین کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اُسدن کے معاملہ مین چنانچہ یہ بات ظاہر ہے وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ؏ اور حکم اُسدن اللہ ہی کے واسطے ہی اور دنیا مین جسطرح بادشاہ کا حکم رعیت پر اور ماں باپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم جورو پر لونڈیاں کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہی اُسدن یہ سب حکم منقطع ہوجاوینگے اور سوا اُس مالک علی الاطلاق کے حکم کے کسی کو قدرت دم مارنیکی نہوگی جس کو اُس مالک نے سب طرح پسند کیا اُسکی نجات ہی اور جس کو سب طرح سے ناپسند کیا اُسکی ہلاکت اور خرابی ہی اور جسکو بعضی وجہ سے پسند کیا اور بعضی وجہ سے ناپسند کیا اُن کے واسطے پیغمبرون اولیاؤن یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتون کو حکم ہوگا کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمھاری بھی عزت اور مرتبہ بڑھے اور اسطرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہو اُسمین کسی کو دخل نہین ہوتا اور اعتماد کرنا بھی نہ چاہیے اور اسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین شفاعت کی نفی نہین ہے جو معتزلہ نے سمجھا ہے بلکہ شفاعت کا ہونا حاکم کے حکم پر موقوف رکھا ہی اور یہی ہے اہل سنت وجماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَۃُ مُطَفِّفِیْن

اس سورۃ مین چھتیس آیتین اور چار سو چھتیس حروف ہین اور اس سورۃ مین اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے مین تشریف لیگئے اور اسوقت مین وہان کے لوگ ناپ اور تول مین دغابازی بہت کرتے تھے تب

سورۃ نازل ہوئی اور اول سورۃ جو مدینے مین نازل ہوئی سو یہی سورۃ ہی لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے لوگون کو یہ سورۃ تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت سے
قرآن اور رسول کی سنور گئے اور وہ دغابازی چھوڑ دی چنانچہ اس روز سے آج کے
دن تک تمام دنیا مین کوئی پورا ناپنے تولنے والا مدینہ منورہ کے لوگون کے برابر نہین اور
جو لوگ اس سورۃ کو مکی کہتے ہین سو اُن کا قول یہ ہی کہ یہ سورۃ مکہ معظمہ مین نازل ہوئی تھی جبکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو تشریف فرما ہوئے اور وہان کے لوگون کو اس بلا مین مبتلا
دیکھا تو یہ سورۃ اُن کے سامنے پڑھی ہی اس سبب لوگون نے یہ جانا کہ یہ سورۃ اسی وقت نازل
ہوئی ہی اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ نزول اس سورۃ کا مکے اور مدینے کے درمیان مین ہوا ہی ہجرت
کے سفر مین اور اس سے ربط کی وجہ سورۂ انفطار سے یہ ہے کہ اس سورۃ مین نیکوکار اور بدکار
کے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہے کہ دنیا مین لکھے جاتے ہین اور اُس سورہ مین اُن اعمالون
کے درمیان کا بیان ہے کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد اُن دونون
دفترون مین سے کہ سجین اور علیین ہین ایک دفتر کے متصدیون کے حوالے کیے جاتے
ہین چنانچہ سورۂ انشقت مین اُن نامون کی انتہا کا بیان ہی کہ حشر کے روز ہر شخص کے
ہاتھ مین دیے جاینگے اور اس سورۃ کا نام سورۂ مطففین اسواسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین
ویل للمطففین کا مذکور ہے اور وہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جو شخص اتنا تھوڑا سا
حق بھی مخلوق کا تلف کریگا اُسکا بھی یہ بڑا حال ہوگا پھر جو شخص حق عظیم اپنے پروردگار کا کہ
ایمان لانا اسکی آیتون اور اُس کے رسولون پر ہے تلف کرے گا تو انجام اُسکا کیا کچھ ہونے
والا ہی اور مناسبت ان دونون سورتون مین کلام کے نظم ونسق کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے
کہ اس سورۃ مین كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّيْنِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ مذکور ہے اور اس سورۃ
مین وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وَمَا اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ
واقع ہوا اور اس سورۃ مین اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ اور اس سورۃ مین بجنسہ یہی لفظ مذکور ہے
اور اس سورۃ مین وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ آیا ہی اور اس سورۃ مین ثُمَّ
اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ہی اور اس سورۃ کا ختم اس کلمے پر ہے کہ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اور اوائل مین

اس سورۃ کے یوم یقوم الناس لرب العالمین مذکور ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ خرابی ہے گھٹانے والون کی کہ لوگون کے حق ناپنے تولنے مین گھٹاتے ہین ہر چند کہ تطفیف کا لفظ عرب کی لغت مین ناپ اور تول مین خیانت کرنے کے معنون مین آتا ہے لیکن شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہے کہ ظاہر کرنا لوگون کے عیب کو اور وہی عیب اپنے اندر ہو اسکو چھپانا اور لوگون سے انصاف چاہنا اور خود انصاف نہ کرنا اور دوسرے کے عیبونکو دیکھنا اور اپنے عیبون کو نہ دیکھنا اور لوگون سے تعظیم چاہنا اور آپ واجب التعظیمون کی تعظیم نہ کرنا اور جو اپنے واسطے چاہنا وہ دوسرون کے واسطے نہ چاہنا اور لوگون فردورن سے کام پورا لینا اور اُن کی فردوری اور ماہوار دینے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الٰہی سے پورا چاہنا اور آپ اس کی طاعتون مین نقصان کرنا یہ سب تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الصلوٰۃ مکیال فمن وفی وُفی لہ ومن طفف فقد علمتم فیہ ما قال اللہ تعالےٰ اور یہ بھی حدیث قدسی مین آیا ہی اُوفِ یا ابن آدم کما تحب ان یوفی لک واعدل کما تحب ان یعدل لک اور دوسری حدیث مین واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کی تلاوت کے بعد مدینے کے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ خمسٌ بخمسٍ یعنے پانچ چیزین بدلے مین پانچ چیزون کے ہوتی ہین کوئی قوم سب ملکر عہد شکنی نہین کرتے مگر دشمن اُن کے ان پر مسلط کیے جاتے ہین اور کوئی فرقہ خلاف شریعت کے حکم نہین کرتا اور رشوتین کھاکر حکم شریعت کا تبدیل نہین کرتا مگر کہ فقر و افلاس اُنمین سرایت کرتا ہے اور کسی فرقے مین زنا اور طواعت رائج نہین ہوتی مگر کہ موت اُن پر مسلط ہوتی ہی اور کوئی فرقہ ناپ اور تول مین نقصان نہین کرتا مگر کہ زراعت اُن کی برباد ہوجاتی ہے اور قحط مین مبتلا ہوتا ہے اور کوئی فرقہ زکوٰۃ کا مانع نہین ہوتا مگر کہ بارش اُن پر بند کی جاتی ہے۔ حاصل کلام کا یہ ہی کہ مقدمہ ناپ اور تول کا نہایت عمدہ ہی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پہ جو عذاب نازل ہوا تھا سو اسی

کی شامت سے تھا اور علما کو اسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہی بعضون نے از راہ مبالغہ کے کہا ہی کہ قصداً اس فعل شنیع کا گناہ کبیرہ سے ہے اور بعضون نے فرق کیا ہے قلیل اور کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ناپ اور تول کا چوری کی نصاب کی حد کو ہونچے کہ اس ملک کے تین روپے رائج ہوتے ہین تو کبیرہ ہوجاتا ہے اور اگر اس سے کم ہی تو صغیرہ ہی اور اکثر ظاہر مین اس مقام پر ٹھہر کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکھنا کسی کا اسقدر وبال نہین رکھتا اور بالاجماع صغیرہ ہی تطفیف کو کیون کبیرہ مین گنا ہی اور اس پر سخت وعید فرمائی ہی جواب اسکا یہ ہی کہ غصب ایک گناہ ہی شریعت کی ٹھہرائی ہوئی صورت کا بدلنے والا نہین ہی اور یہ تطفیف ایک ظلم ہے عدل کی صورت مین تفصیل اسکی یہ ہی کہ تول اور ناپ کی چیزون کو اللہ تعالی نے انصاف اور عدل کے قائم کرنے کے واسطے مقرر فرمایا ہی اور مخلوق کے معاملات کا مدار ان ہی دونون چیزون پر رکھا ہی پس ان دونون چیزون کو وسیلہ ظلم کا قرار دینا ایسا ہی جیسے عبادت کو وسیلہ گناہ کا ٹھہرانا اور یہ بھی ہی کہ تطفیف مین خیانت اور دغا اور مکر ہے کہ نفس کی خیانت پر دلالت کرتا ہے برخلاف غصب کے دوسرے نہایت خسیت اور اوچھاپن مزاج کا ہی کہ ایک پیسہ بھر دالون کے واسطے اپنے ایمان کو بیچتا ہی اور اللہ تعالی کے عدل کو ظلم کی صورت مین نمودار کرتا ہی پس اس قسم کی باتون سے اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا کی ہی کہ دوسرے صغیرہ گناہون مین نہین پائی جاتی ہر چند کہ بعضے بزرگون سے منقول ہی کہ اپنے زمانے کے بادشاہون سے وعظ اور نصیحت کیوقت فرمایا ہی کہ تمکو کچھ معلوم ہی کہ مطفف کے حق مین کیا وعید وارد ہوئی ہی تم جو لوگون کا مال بے تول کھاتے ہو تمھارا کیا حال ہونیوالا ہی لیکن مراد ان بزرگون کی یہ ہی کہ بادشاہ کا ظلم بھی تطفیف کے مانند شریعت کے حکم کے برخلاف اور الٹا ہی کیونکہ قدرت سلطنت کی اسکو اسواسطے دی ہی کہ قائم ہونا عدل کا اور دفع ہونا ظلم کا ظہور پائے پھر جو اس قدرت کو عدل کے مٹنے مین اور ظلم کے قائم کرنے مین خرچ کرین تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود کا لازم آتا ہی غرضکہ ہر صورت اس قسم کے گناہون مین سوائے خلق اللہ کی حق تلفی کے تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت الٰہی مین کرنا ہے اور ظلم کو عدل کی صورت مین نمودار کرنا ایسا ہی جیسے قرآن درمیان مین دیکر دغا کرے پس ایسی ایسی خباثتین جمع ہونے کے سبب سے کبیرہ ہوا ہے اور اسی طرح سے

(حاشیہ: نصاب چوری کا بعض کے نزدیک ...)

مسجد کو نجاست گاہ بنانا حرام ہی نہ غیر مسجد کو اور دین کے کام دنیا کی غرض کے واسطے اور اپنے کو صلحا کی صورت سے نمودار کر کے دام ابلیسی کی دینا نہایت بڑی کھلی بندون دنیا طلب کرنے اور ظاہر فسق و فجور کرنے سے اور جو تطفیف یعنی گھٹانا ناپ اور تول مین کبھی بے پروائی کی راہ سے بھی ہوتا ہے چنانچہ بعض شخص وارستہ مزاج ہوتا ہے لین دین مین چندان احتیاط نہین کرتا اور یہ تطفیف اپنا حق لینے مین مضائقہ نہین رکھتی لیکن دوسرے کے حق مین کرنا حرام اور ممنوع ہی مگر اسقدر شدت اور عذاب اُسکے واسطے نہین ہی کہ اُسکے کرنے والے پر بے پروائی کا لفظ کہا جاوے سو اِس قسم کی تطفیف کے احتراز کے واسطے مطففون کو ایک دوسری علامت اور صفت سے موصوف فرمایا ہی تاکہ معلوم ہو جائے کہ کم کرنا اُن کا ناپ اور تول مین مزاج کی بے پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہی بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سے جان بوجھ کر یہ کام کرتے ہین اور کمال حرص رکھتے ہین کیونکہ اُن کی صفت یہ ہی کہ اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ وہ گھٹانے والے ناپ اور تول کے جب ناپ کر لیتے ہین لوگون سے اپنا حق کہ اُن کے ذمے پر رکھتے ہین تو یَسْتَوْفُوْنَ پورا بھر لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ ہمارے حق مین سے ایک دانہ کم نہ ہو بلکہ پورا کرنے کے بہانے سے تھوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لے لیتے ہین اور تقریر کرتے ہین کہ ہم کو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہین ہوتا جب تک کہ تھوڑا سا زیادہ نہ لین اور جبکہ ناپ مین یہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین تو بطریق اولیٰ پورا کرنے کے بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ناپ مین مسلحہ اور مساہلہ رائج ہے اور تول مین کھینچ اور تنگی بھید اس مین یہ ہی کہ ناپ چیزون کی طول اور عرض سے علاقہ رکھتی ہے اور تول چیزون کی ثقل اور اعتماد سے سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق ان کے ساتھ پوشاک اور سکونت کے سبب سے ہی جیسا کہ کپڑا اور زمین تو اُن مین چالش اور ناپ رائج ہی اور جو چیزین کہ آدمی کی باطنیہ قوتون سے علاقہ رکھتی ہین جیسے غذا یا دوا یا مالیت سے علاقہ رکھتی ہین مثل سبعہ متطرقہ کے یعنی وہ سات چیزین کہ بغیر ان کے دُنیا کا کام نہین چلتا جیسے سونا چاندی تانبا لوہا وغیرہ کہ بھاری ہین کے سبب سے اکتناز اجزا کا رکھتے ہین اور اکتناز اجزا کے سبب سے اُن مین بقا کا طول پایا گیا اور طول بقا کے سبب سے اُنکی مالیت زیادہ ہوئی یعنی ہر شخص اُسکا خواہان ہوا

اس سبب سے اُن چیزون مین وزن رائج ہوا اسوہی سبب ہی کہ جو چیزین ناپی جاتی ہین اکثر
خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہین وہ اکثر نفیس ہوتی ہین ۱۰ تکلمہ اگا نا دراً یعنے
کبھی بعضی چیزون مین اس قاعدے کا عکس جاری ہوتا ہی اور خسیس چیزون مین تول اور
نفیس مین ناپ جاری ہوتی ہی جیسے شلغم اور گاجر تولی جاتی ہین اور کمخواب اور گوٹہ کناری
ناپی جاتی ہین. حاصل کلام کا یہ ہی اسجگہ پر فقط ناپ کے ذکر پر اکتفا کرنا اور وزن کا ذکر نہ
کرنا اسکا یہی بھید ہے اور لفظ اذاکیلوا نے کہاہے کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزونکی قسم سے ترازو
بیچنے والے کے ہاتھ مین ہوتی ہے تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیونکہ ترازو کا پلہ اگر
دو دانے زیادہ پڑین تو جھک جاوے اور زیادتی ظاہر ہو جاوے اور ناپ کے لینے مین خریدار
کو بھی البتہ کچھ تھوڑا سا دخل ہوتا ہے کہ پیمانے کو ذرا ہلاوے کہ چار دانے زیادہ سماجاوین یا کپڑے
کو ذرا جھول دیدے کہ کچھ زیادہ آجاوے تو ہوسکتا ہی برخلاف پرایا حق دینے کے وقت کہ ترازو
اور ناپ دونون اُسی کے ہاتھ مین ہین اسی واسطے اس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہی چنانچہ
آگے آجاویگا انشاء اللہ تعالی اور لفظ علیٰ کا اس مقام پر اسواسطے لائے ہین کہ ناپ کر لینا اُن کا
لوگون سے اُن کے ضرر پہونچانے کے ارادے سے ہی نہ اُنکے فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے
نہین تو اصل لغت مین اکتیال متعدی من کے ساتھ آتا ہی چنانچہ بولتے ہین اکتلت منک یعنے ناپ کر
لیا مین نے تجھ سے وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ اور جب ناپ کر دیتے ہین لوگون کو اُن کا
حق یا تول کر اور لفظ کیل اور وزن کا عرب کی لغت مین جیسے کہ ناپ اور تول کے معنو مین
آیا ہی اسی طرح سے ناپ دینے اور تول دینے کے معنون مین بھی آیا ہی پس حاجت اضمار
کرنے لام کی لفظ مین ہم کو نہین جیسے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ مراد کالوہم اور وزنوہم ہی
کیونکہ ناپنے اور تولے سے لوگون کا مال مراد ہی نہ اُن کی ذات لیکن لام کو لفظ مین سے حذف
کردیا ہی اسواسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہی اور اس مقام پر توہم نفع کا موجب
تناقض کے توہم کا کلام مین ہوا جاتا ہی کیونکہ منظور یہ بات ہے کہ وہ لوگ دینے
کے وقت بھی ارادہ مخلوق کی ضرر کا کرتے ہین اور دونون کامون مین کیا ناپ
اور کیا تول یُخْسِرُوْنَ ۵ گھٹاتے ہین لوگون کا حق اور اُن کو نقصان پہونچاتے

ہین تھوڑا تھوڑا نکال کر رہتا ہے پس سمجھ لیا چاہیے کہ دین لین کے پورا بھر دینے اور گھٹانے
مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اوّل تو یہ کہ دونون طرف سے پورا بھر دے دوسرے یہ
کہ دونون صورتون مین گھٹاوے تیسرے یہ کہ دینے مین گھٹاوے اور لینے مین پورا بھر
لے پس یہی صورت اس آیت مین مذکور ہے چوتھے یہ کہ دے پورا اور لے کم یہ مرتبہ اعلی ہی
اور بڑے حوصلے والون کا کام ہے اور اُن پہلی دونون صورتون کو اس جہت سے یہان مذکور
نہین فرمایا کہ اُن دونون صورتون مین بھی اگرچہ قباحت اور حرمت موجود ہی لیکن پرلے
درجے کی بُرائی نہین رکھتی ہین کہ اُنکے حال پر ویل کہا جاوے کیونکہ دینے کا نقصان لینے کے نقصان
کا بدلہ ہو جاتا ہی اسیطرح سے زیادہ لینا زیادہ دینے کا معاوضہ ہی پس ایک صورت سے نیکی اور
ایک صورت سے بدی پائی گئی ہی اور یہ اُس قیاس پر ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ
لوگ قرض کے معاملے مین چار قسم کے ہین ایک وہ شخص کہ اپنا قرض بھی لوگون سے سہولت سے وصول
کرتا ہی اور جو لوگون کا قرض اسکے ذمے پر ہے اسکو بھی بخوبی ادا کرتا ہی سو یہ شخص سب سے بہتر ہے
دوسرا وہ شخص ہی کہ لوگون کا قرض بھی کمال شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہی اور اپنا قرض بھی
کمال شدت اور بیمروتی سے وصول کرتا ہی پس یہ سب سے بدتر ہی تیسرا وہ شخص ہے کہ لوگونکا قرض تو
بخوبی ادا کرتا ہی اور اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہی چوتھا وہ کہ لوگونکا قرض خرابی سے ادا کرتا
ہی اور اپنا قرض وصول کرنے مین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہی پس یہ دونون قسمین میانہ ہین
کہ ایک طرف کی خوبی دوسری طرف کی بدی سے مقابل ہی تو صرف بدی سے بہتر ہے اور
اسی طرح سے غصہ کے مقدمہ مین بھی لوگون کو چار قسم فرمایا ہی اوّل قسم تو وہ ہی کہ جلد غصہ ہو اور جلد
راضی ہو دوسری قسم وہ ہی کہ دیر سے غصہ ہو اور دیر سے راضی ہو یہ دونون قسمین میانہ ہین
تیسری قسم وہ ہی کہ جلد غصے ہو اور دیر مین راضی ہو یہ قسم سب سے بدتر ہی چوتھی قسم وہ ہی کہ دیر سے
غصے ہو اور جلدی راضی ہو اور یہ قسم سب سے بہتر ہے اور جو مطففین کو اُن کے حال پر
ڈرا کرکے ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد فرماتے ہین کہ گویا کہ یہ لوگ اس کام کی اختیار کرنے سے
قیامت کے منکر ہین کیونکہ جو شخص کہ اعتقاد اُس روز کا رکھتا ہی اسقدر تلف کرنے مین خلق اللہ
کے حق کے خصوصًا ٹھگئی اور مکر اور حیلے سے جرات نہین کرتا اسیواسطے بطور استفہام انکاری کے فرمایا

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ کیا گمان نہین کرتے ہین یہ لوگ کہ عقل و شعور سے دور ہین اور
ظن کے لفظ مین کہ گمان کے معنون مین ہی آگاہی اسبات کی طرف ہی کہ ہر عاقل اس عقیدے
کو یقین صادق سے جانتا ہی بلکہ ہر گھڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکھتا ہو اور یہ لوگ گمان
بھی اُسکا نہین کرتے ہین اعتقاد تو کہان دوسرے اشارہ اسطرف کو بھی ہی کہ اگر کسی کو اعتقاد
کامل اس دن کا نہ ہو تو فقط گمان بھی اس قسم کی برائیون سے بچنے کو کفایت کرتا ہی جیسے کہ مسافر
راہ کے خطرے کے گمان پر بلکہ محض وہم پر باقی توشہ ساتھ لے لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے
ہین اور یہ احمق اس مضمون کا گمان بھی نہین رکھتے ہین اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ
مقرر وہ زندہ کیے جاوینگے ایک بڑے دن مین اور بزرگی اُس دن کی اس سبب سے
ہے کہ وہ دن عدل قائم ہونے کا دن ہی اور اللہ جل شانہ کے حق اور بندون کے حق
اُس روز مخلوق سے طلب کیے جاوینگے اور کمال سختی حق دبانے والون پر کی جاوے گی
اور اُس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہ ہی کہ وہ دن رسوائی کا ہی کیونکہ صفت
اُسکی یہ ہی یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جسدن کھڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے
حضور مین حضرت رب العالمین کے اور لفظ رب العالمین کا یہان پر اسم ذات کے مقام
پر لائے ہین تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ عموم ربوبیت اُس ذات پاک کی چاہتی ہے
کہ اپنے بندون کا حق پورا پہونچائے پس لوگون کے حق برباد کرنے والون کا کھڑا ہونا اُسکے
حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہی اور اس کھڑے ہونیکو بعضے مفسرون نے مُردون کے
زندہ ہونے پر قیاس کیا ہی جیسے کہتے ہین کہ فلانا سونے سے اُٹھا یعنے بیدار ہوا اور صحیح یہی ہی کہ
حقیقی کھڑا ہونا مراد ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ لوگ قیامت کے دن تین سو برس کے اندازے کی موافق حشر کے میدان مین کھڑے
رہین گے اور اُن کے واسطے کچھ حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہ اتنی بڑی مدت مسلمان کو ایسی تھوڑی
معلوم ہوگی کہ گویا نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہی مقداد بن الاسود کی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر مین اس آیت کی وارد ہی کہ یَقُوْمُ النَّاسُ فِیْ رَشْحِھِمْ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنِھِمْ
یعنے لوگ پسینے مین کھڑے ہون گے اور اُن کا پسینہ اُنکی کانونکی لو تک پہونچیگا اور یہ بھی صحیح

اور دوسری صحاحون مین مروی ہی کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے ایک
کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوگا تو اُسکی گرمی سے لوگون کے بدن پگھلنے لگینگے
اور پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے بُرے عملون کے موافق بعضے کے پسینہ گردن تک
پہونچیگا اور بعضے کے کان کی لَو تک پہونچ کے لگام کی مانند منہ مین رہیگا اور کسی کی گردن تک
کسی کے سینے تک کسی کی کمر تک کسی کے زانو تک کسی کی ٹخنون تک آدمی علیٰ ہذا القیاس
اور منقول ہی کہ ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سورۃ کو نماز مین شروع
کیا جب اِس آیت پر پہونچے تو کمال خوف سے رونے لگے یہانتک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور
اُسوقت کی نماز ادا نہ کر سکے کلّا یعنے ناپ اور تول کے کم کرنے والون کو چاہیے کہ یہ کام نہ کرین
اور قیامت کے دن سے اور حضور مین کھڑے ہونے عادل زور آور کے بیخبر اور غافل رہین کیونکہ
ہر نیک و بد عمل اُنکا اُن کے اعمالنامون مین لکھا ہوا اُسکے دفتر کے متصدیون کے سپرد ہی پھر جو
کچھ کہ مخلوق کے حق تلف کیے ہین بموجب اُسی دفتر کے اُس روز اُن سے بازپرس ہوگی اور اگر وہ
پوچھین کہ اعمالنامے ہمارے بعد موت کے کس علامت سے معلوم ہووینگے اور کہان محفوظ رہینگے
تو اُن کو جواب دیا چاہیے کہ اِنَّ کِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّيْنٍ ۝ مقرر ہی اعمالنامے بدکارونکے
اور اُن کی اسم نویسی سجین کے دفتر مین ہی اور سجین صیغہ مبالغہ کا ہے سجن سے کہ زندان
کے معنون مین ہے پس جو وہ مقام کہ اس دفتر کے اسم نویسی والے وہان رہتے ہین
وہ ایک مکان ہی نہایت تنگ اور تاریک اور دوزخیون کی روح کا قیدخانہ تو اسی
واسطے اُس دفتر کو اس نام سے مسمّی کیا چنانچہ بیان اُسکا فرماتے ہین وَمَا اَدْرٰىكَ
مَا سِجِّيْنٌ ۝ اور کیا بوجھا تو کیا ہے سجین كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت
کیا ہوا حاصل اِسکا یہ ہی کہ ایک دفتر ہے کہ اُسمین نام ہر ایک دوزخی کا لکھا ہی جو بندونکے
عمل کے لکھنے والے بعد اُن بدکارون کے مرنے [illegible] عمل منقطع ہوینگے ہر ہر شخص کے عمل
علٰحدہ علٰحدہ فردون مین لکھکر اس دفتر خانے مین جسکا نام سجین ہی داخل کرتے ہین اور اس
دفتر مین ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا دیتے ہین کہ اسکے دیکھتے ہی معلوم
ہوجاوے کہ یہ شخص دوزخی ہی اور اصل لغت مین رقم [illegible] کے معنون مین ہی کہ سوداگر لوگ

تھانون پر قیمت دریافت کرنیکے واسطے لکھ دیتے ہین کہ اُسکو ہندی لغت مین آنک کہتے
ہین اور بیان سجین کا احادیث ضعیفہ سے روایت مین کعب الاحبار کی یون آیا ہے کہ وہ
دفتر ساتون زمینون کے تلے ہے اور وہان ایک سیاہ پتھر پڑا ہی کہ اُس سے بدبو اور دھوان
نکلتا ہے اور جو ابلیس اور دوسرے شیطان اذکار اور انوار سے بھاگتے ہین تو وہان
جا کر ٹھیرتے ہین بدکارون کی روح کو قبض کرنیکے بعد اول آسمان کیطرف لیجاتے ہین تو آسمان کی
دربان اُسکے واسطے دروازہ نہین کھولتے اور آنے نہین دیتے پھر زمین پر لاتے ہین تو کوئی
مکان اُسکو قبول نہین کرتا کہ اس روح کو وہان رکھین آخر کو اُسکو ساتون زمینونکے تلے اُس پتھر کے
نیچے رکھتے ہین اور جو فرشتے کہ اُس دفتر کے متصدی ہین اُسکا نام دفتر مین لکھ لیتے ہین کہ فلانا
فلانے کا بیٹا اس تاریخ مین دنیا سے برزخ مین پہونچا اور یہ اعمال لایا اور فردین اُسکے اعمال کے
روزنامچے کی کراما کاتبین کے ہاتھ سے لیکر اُس دفتر مین داخل کرتے ہین تا کہ قیامت کے دن وہ
سب اُسکے الٹے ہاتھ مین دین اور بدکارون کی روحین بھی اُسی مکان مین رہتی ہین اور
طرح طرح سے عذاب کی جاتی ہین اور یہان پر علم معانی کے قاعدے کے موافق دو سوال
وارد ہوتے ہین کہ جواب طلب ہین اول یہ کہ ذکر فجار کے دفتر کی خبر ابتدائی ہی کہ سننے والے
سمجھنے سے اس خبر کے ناواقف تھے اور پھر گوسانہ تھا اور علم معانی کا قاعدہ یہ ہی کہ کلام ابتدائی
مین کہ سننے والا اُس سے بیخبر ہو تو تاکید نہین لاتے پھر اس کلام مین دو تاکیدین کسواسطے
لائے ہین ایک تو اِنَّ دوسرا لام جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ سننے والے فجار کے اعمالنامہ کا دفتر
ہونیسے سجین مین بیخبر تھے لیکن ثابت کرنے سے اس بات کے کہ صادق فجار اعمال کا نام آتا ہی اور
کافر کہ مجازات اور قیامت کے منکر ہین اس خبر سے انکار کمال رکھتے ہین تو موافق اُن کے انکار
کے تاکید قوی لائے ہین چنانچہ کسی شخص کے روبرو کہ بالکل بد کے وجود سے منکر ہو کہین کہ
اِنَّ زَیْدًا لَفِی دَارِ فُلَانٍ اگرچہ سننے والا اس فلانے کا گھر جانتا ہو اور اسکا نام نہ سنا ہو دوسرے
یہ کہ جو ذکر سجین کا اوپر گذر چکا تو مقام بعد کا ہو پھر سوال کرنا چاہیے تھا کہ مَا اَدْرٰىكَ مَا السِّجِّيْنُ
چنانچہ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ مین کہا ہی جواب
اسکا یہ ہی کہ سننے والے معنون سے سجین کے غافل تھے تو ذکر اسکا ایسا ہی جیسے کہ ذکر نہ ہوا

پس مقام پر اعادے کی تنکیر بھی مناسب معلوم ہوئی گویا کہ یوں فرمایا کہ کیا ہی وہ عجیب مجہول کہ اب تک اسکے معنے دریافت نہیں کیے ہیں اور برخلاف رسول کے لفظ کے اس کے معنے سننے کے ساتھ ہی عربی زبان کے واقفکاروں پر ظاہر ہو جاتے ہیں پس اعادے کے مقام پر تعریف اسکی مناسب پڑی اور اہل نظم بھی اس مقام پر شبہہ کرتے ہیں کہ ہر مقام پر نیکوں کا ذکر بدوں کے ذکر پر مقدم ہے اور نیکوں کی شرافت اور بزرگی کی مناسب بھی یہی بات ہے کہ نیکوں کا ذکر اول بیان کیا جاوے پھر یہاں پر کسواسطے بدوں کے دفتر کا ذکر مقدم فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ طرز کلام کا اس سورۃ کی ابتدا سے مطففین کیواسطے کہ ایک قسم ہے بدکاروں کی پس یہی مناسب ہے کہ اول بلا فصل انکو ڈرانیکے واسطے بدکاروں کے دفتر کا ذکر کیا جاوے نہیں تو یہ مدعا بخوبی حاصل نہ ہوتا اور فصل ساتھ اجنبی کے اس مقام پر لازم آتا اور رعایت مقام کی کرنا شرافت کی رعایت سے ضرور تر اور چسپان زیادہ ہے اور جو اس آیت میں حال ہے انکا ان بدکاروں کا مطلقاً مذکور ہوا اور پہلے گذر چکا ہے کہ کم کرنے والے مخلوق کے حق کے گمان ہونے قیامت کے دن کا نہیں رکھتے اب بطور ترقی کے مذکور ان لوگوں کا کہ اعتقاد میں آخرت کے قصور کرتے ہیں اور اس سے انکار مطلق رکھتے ہیں بیان فرماتے ہیں تاکہ اس مطففین کے گروہ کو باخصوص سرزنش حاصل ہو وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ وائے اس روز کہ دفتر کو کھولکر ہر ایک کو اسکے برے اعمالناموں پر مطلع کرینگے لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۙ منکروں کے حال پر کہ ہرگز اعتقاد اس روز کا نہیں رکھتے اور گمان کرتے ہیں کہ لوگوں کے حق ان سے لیے نہ جاوینگے کیونکہ ان کی صفت یہ ہے اَلَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ؕ یعنے منکر وہ لوگ ہیں کہ انکار کرتے ہیں جزا کے دن کا حاصل یہ ہے کہ انکار ان کا فقط مخلوق کا حق پھیر دینے کے واسطے نہیں ہے بلکہ جزا کے تمام کارخانوں کے منکر ہیں اور جزا کے دن کا انکار کرنا علامت بڑی قباحت کی ہے کیونکہ اعتقاد جزا کے دن کا ایمان کے تمام کاموں میں عبادات ہوں خواہ معاملات دخل رکھتا ہے وَمَا یُکَذِّبُ بِہٖۤ اور انکار نہیں کرتا اس روز کا اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۙ مگر جس شخص نے کہ تجاوز حد سے کیا ہوگا کفر میں اور تجاوز حد سے

کیا ہوگا فسق مین لیکن تجاوز حد سے کفر مین اس جہت سے ہی کہ جو شخص کہ اُس روز کا منکر ہے
گویا ربوبیت الٰہی کی ہمیشگی کا اور اُسکی قدرت کا منکر ہی اپنی ذات پر اور یہ جانتا ہی کہ مرنیکے
ساتھ ہی مین اُسکی بندگی سے نکلجاؤنگا اور وہ میری مالکی سے معزول ہوجاویگا جیسے
دنیا کے مالک اور اُسکے دوسری بار زندہ کرنیکی قدرت کا بھی منکر ہی اور اُسکے عدل کا بھی
منکر ہے کیونکہ دنیا مین حق مظلوم کا ظالم سے نہین لیتا اگر اُس دن بھی نہ لی تو راضی ظلم پر ہوا
پس ان عقیدون کے سبب سے مرتبے کفر کے بتہ ہوکر حد سے صرف کفر کے زیادہ ہوجاتے ہین
اور فسق مین تجاوز اس جہت سے ہوا کہ جب خوف اُس دن کا اُٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہ
سمجھ لیا کہ نقد مزیداریون کو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑ دینا کمال نادانی اور بیوقوفی ہی بس
نفس امارہ کی خواہش کی موافق فسق و فجور مین پھنس جاتا ہی چنانچہ اثیم کا لفظ کہ مبالغہ ہی اثم کا اسبات
کی گواہی دیتا ہی اور ایک جماعت نے مفسرون کی معتدی کو ظلم اور غاصب اور خلق اللہ کی حق
تلف کرنیوالے پر حمل کیا ہی اور اثیم کو اُس فاسق اور گنہگار کے واسطے مقرر کیا ہی کہ جسکے گناہ
حق اللہ سے تعلق رکھتے ہین جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا کیونکہ
پہلا شر معتدی ہی اور دوسرا گناہ محض اُسی کی جان کا وبال ہی غرضکہ منظور یہ ہی کہ تکذیب اور
انکار جزا کا اُس شخص کا کام ہی کہ کسی مذہب اور مشرب پر مقید نہ ہو اور کسی ملت اور
دین سے کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو اور عقلی دلیلون کو کہ اس مقصد پر قائم ہین بسبب غرق ہوجانیکے
گناہون مین اور دوست رکھنے سے بے قیدی اور الحاد کو اُن سے آنکھ چرالے بلکہ قرآن کی آیتین اور جو
انبیا کے معجزون قطعیہ سے تائید کیے گئے اور مضبوط کیے گئے ہین وہ بھی اُسکے ذہن مین تنبیہ
اور عبرت پیدا نہین کرتے کیونکہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا جب پڑھی جاتی ہین اُسپر آیتین ہماری
کہ ہونے پر جزا کے دن کے اور بازخواست پر خلق اللہ کی حق کی اُس روز کے دلالت کرتی
ہین تو از راہ عناد کے قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وہ کہتا ہی کہ یہ کہانیان ہین اگلون کی کہ لوگون
کے خوف دلانے اور ڈرانیکو برے کامون سے بنائی گئی ہین کہ ظلم اور غضب سے ملک خراب نہو جاوے
اور فتنہ و فساد ظہور نہ کرے سو اُن کی کچھ اصل نہین کہ اُنپر یقین کیا جاوے بلکہ یون نہ سمجھنا
چاہیے اور یون نہ کہا جانا چاہیے کیونکہ واقع ہونا جزا کا اور پھیر دینا خلق کی حق کا دلائل عقلیہ نقلیہ

اور شواہد نقلیہ صادقہ متواترہ سے ثابت ہے پھر اگر وہ شواہد قطعی منکرون کی خاطر کی نکرین اور
اُن کے دلنشین نہ ہون تو اُن شواہد اور دلائل کے قصور سے نہین بلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِہِم بلکہ
زنگ چھا گیا ہو اُن کے دلونپر یہانتک کہ دل کا منہ سب سیاہ ہو گیا ہو تا کانُوا یَکسِبُون یعنے
وہ جو کسب کیا تھا دنیا مین اور کیفیت اُسکی اِس زنگ پیدا ہونے کی دلونپر وہ جو روایت ہے
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی اور دوسرے صحابون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مروی ہو یہ ہو کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہو تو ایک سیاہ داغ اُسکے دلپر پیدا ہوتا ہے اگر
اُسنے توبہ کی تو آئینہ اُسکے دل کا صاف اور روشن ہو جاتا ہو ورنہ وہ خال سیاہ اُسمین رہجاتا
ہے پھر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسی طرح سے ہر گناہ سبب پیدا ہونے
سیاہی کا ہوتا ہو یہانتک کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہو اور اندھیری چھا جاتی ہو اور دل مانند
آئینے کے ہو جتنا صاف ہوگا اتنی اُسمین صورت نمودار ہوگی اور جب زنگ آلودہ ہو گیا تو کوئی
صورت اُسمین نقش پذیر نہین ہوتی پس پیدا ہونا زنگ کا دلپر سچ بات سمجھنے کی استعداد کی باطل
ہونیکا سبب ہوتا ہو دلیل اور کشف سے اور ذکر دلیلون کا اور پیغمبرونکی صحبت کا نور اُسمین
تاثیر نہین کرتا اور حق کو باطل اور باطل کو حق جانتا ہو اور بُری کو اچھا اور اچھے کو بُرا سمجھتا
ہو اور خال سیاہ پیدا ہونیکے معنی کہ حدیث شریف مین وارد ہین سو یہ ہین کہ ہر فعل بد ایک
ہیأت ظلمانی لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہو نہ یہ کہ اُس گوشت کی لوتھڑی پر جو کلی کی صورت
پر ہو زنگ آجاتا ہو کیونکہ یہ گوشت کا لوتھڑا قلب حقیقی نہین ہو کہ نیک و بد کامون کی
اُسمین تاثیر ہو پس قلب حقیقی عبارت اُس لطیفے سے ہو کہ جسم لحمی سے تعلق رکھتا ہو جیسے
بینائی اور شنوائی وہ ایک اور چیز ہے کہ آنکھ اور کان سے تعلق رکھتی ہو اور یہان سمجھ لیا
چاہیے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام بَلْ کے سکتہ کرتے ہین اور لام کو رے کے
حرف مین موافق قاعدۂ پرلون کے صاف ادغام نہین کرتے اور ظاہر ہو کہ یہ طریقہ ادا کرنے
کا مروی اور منقول جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگا اور نزول وحی کا اُسکے موافق
ہوا ہوگا پس یہ امر ایک نکتے کو چاہتا ہو اور وہ نکتہ نہایت باریک ہے بغیر تمہید ایک مقدمے
کے ذہن مین جمتا نہین اول سمجھ لیا چاہیے کہ ہر لغت کی بلغا کا قاعدہ ہو کہ بعد بلْ یا بلکہ کے لفظ کے

دوسرے کلمات اضراب کے معنی اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو مذکور کرتے ہین کہ اُسکا ذکر
منظور ہے تو وقفہ اور سکتہ نہین کرتے بلکہ بل کے لفظ کو اُسکے مابعد کے ساتھ متصل
لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی مصلحت کے واسطے جو کچھ کہ منظور ہو مذکور نہین
کرتے تو ایک دوسری چیز کہ اُس سے کمتر ہو آگاہ کرنے پر مطلب کے کافی ہو اُسکے عوض مذکور
کرتے ہین اور وقفہ قلیلہ درمیان بل اور اُسکے مابعد کے لازم سمجھتے ہین اور رعایت
اس وقفے کی نہایت بلاغت سے چنانچہ ہر شخص کو اہل بلاغت سے اپنے لغت مین
بعد تجربے اور قیاس کے یہ معنی ظاہر ہوتے ہین اور جو یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو سمجھ لیا چاہیے
کہ جو بل کے کلمے پر وقفہ یسیری کہ عبارت ہو سکتے سے یہان پر فرمایا تو اشارہ ہوا اس
بات کیطرف کہ ان کافرون کی حالت کہ آیات الٓہی کے حق مین اگلے لوگون کی کہانیون
کا گمان کرتے ہین ایک خراب قسم سے کہ ذکر اس حالت کا جیسا کہ چاہیے فہم مین اُن بندون
کی کہ اپنے دلون کی بھی خبر نہین رکھتے تو دوسرون کے دلون کے احوال کو کیا پہونچین گے
آنے کا نہین لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونیکا کہ نظر صحیح اور کشف صریح کو مانع ہے اس مقام
پر کافی ہے اور سامنے والون کی فہم سے بھی نزدیک ہے کیونکہ پیدا ہونا زنگ کا ظاہری
آئینون مین دیکھتے ہین اور بسبب اس زنگ کے صورت کا نظر نہ آنا اُس آئینے مین جانتے
ہین الغرض اس آیت مین نہایت ڈرانا منظور ہے اُس شخص کا کہ گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے اور
اُس کا علاج جلد توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے
کہ ایک مریض تھوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کھانے پینے مین
بے اعتدالی کرتا ہے اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہانتک کہ فساد مزاج کا مستحکم ہو جائے
اور قابل علاج کے نہ رہے اور یہ مرض باطنی ہے کہ سواے اطباے روحانی کے کہ مراد انبیا
اور اولیا ہین اُسکو اور کوئی نہین جانتا اور علاج کر نہین سکتا اور بڑی قباحت یہ
کہ یہ مرض جیسا کہ روح کے مزاج کے فساد کا موجب ہے اور مانع نظر اور کشف کا ہوتا ہے ایسا ہی
انبیا و اولیا سے دور کرتا ہے اور ایک حجاب کثیف اطباے روحانی کی دریافت مین
کرتا ہے پھر چونکہ طبیب کو نہ پہچانا اور دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہو گیا اور نوبت یاس حرمان کو

کی پہنچی اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ اور کبھی زنگ آلودہ دلون والے کہین کہ ہمکو بہت بہت سے
ذکرون سے اور گناہون کے ترک سے تصفیہ اور صیقل کرنا دل کا کاہے کو چاہیے کیونکہ
قیامت کے دن تجلی الٰہی کی چمک سے خود بخود یہ زنگ دور ہو جاویگا اور صفائی کامل حاصل
ہو گی جیسا کہ اُس روز کے معتقدون کا گمان ہو تو جواب مین کہنا چاہیے کَلَّا یون گمان
کرنا نہ چاہیے کہ اُن کے دلون کے زنگ نے فقط دنیا مین تاثیر کرکے اُن کو فہم حق سے اور
معرفت سے آیات اللہ کی اور اعتقاد سے جزا کے دن کے روک رکھا ہو بلکہ تاثیر اُس
زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑے گی کیونکہ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ
بیشک وہ اُسدن اپنے پروردگار سے محجوب ہون گے اور چمک سے نور تجلی کے فائدہ مند
نہ ہونگے اور دیدار اُسکا نہ پاوینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہو کہ نور بغیر نور کے نہ سکیے دیکھنا اور
جسطرح آنکھ اُن کی دنیا مین کمال زنگ آلودگی سے دیکھنے اور تلاوت سے آیات الٰہی
کے اندھی تھی اسیطرح بینائی اُن کی آخرت مین بسبب ظلمات ذاتیہ اور عرضیہ کے دیدار
سے اللہ تعالیٰ کے اور ظاہر ہونے سے اُس ذات پاک کی تجلیون سے اندھی ہو گی شعر
ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت دوست + غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار + اور جو
محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزا کے دن کافرون اور منکرون کی بدمآلی کے مقام
پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اثبات پر کہ مسلمان اُس روز دیدار سے اپنے پروردگار کے
محجوب نہ ہون گے اور اس لذت و بہجت سے خوشوقت و شادان ہونگے اور اگر مسلمانونکو
بھی یہ دولت نصیب نہ ہو تو کافرون مین اور اُن مین اسبات مین فرق نہ ہوا اور ذکر کرنا اس
صفت کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب و رآئین بلاغت کے خلاف ہوگا معاذ اللہ کلام
الٰہی کو کوئی اس نوع کا سمجھے اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو کہ سوال رویت کا کیا تھا
اُسکے جواب مین لَنْ تَرٰىنِیْ ارشاد ہوا تو منظور یہ تھا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طاقت
ان آلات جسمیہ سے کہ فنا پذیر ہین نہ لا سکیگا نہ یہ کہ آخرت مین بھی نہ دیکھیگا کیونکہ کلام آیندہ یعنی اِنِ
اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ موقوف ہونا رویت کا اوپر استقرار کے کرتا ہو اور سورۂ فرقان
مین بہشت کے حق مین وارد ہو کہ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ

حصول المشروط یعنے اور جب شرط پائی گئی تو مشروط ضرور پایا جائیگا یعنے آخرت مین اچھا
استقرار پایا جائیگا تو رویت بھی باری تعالی کی ضرور ہوگی اور احادیث متواتر المعنی سے
ثابت ہی کہ تمام مؤمنین کو یہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے اپنے علوون کے اس نعمت
مین بھی تفاوت کیساتھ ہونگے عام مؤمنین کو جمعہ کے دن کہ آخرت مین اُسکا نام یوم المزید ہوگا
اس دولت سے سرفراز فرماوینگے اور خاصون کو ہر روز دو بار صبح اور عصر کو اور خص الخواص
کو کہ جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب اُس ذات پاک کا اور انکشاف تجلیات کا
حاصل ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الا رداء
الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن نہ ہوگا درمیان قوم کے اور درمیان دیکھنے اُنکے پروردگار
اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اُسکے منہ پر جنت عدن مین ہوگی اور وہ جو بزرگون سے
منقول ہی کہ دیدار اللہ تعالی کا بے کیف و بلا مقابلہ اور مواجہہ ہوگا مخالف احادیث صحیحہ کے
کہ اُن مین دیکھنا صورتون کا فرمایا ہی نہین کیونکہ حشر کے میدان مین ساتھ صورتکے ہوگا اور بہشت
مین داخل ہونے کے بعد بے صورت کے یا یہ کہ بعض اوقات مین کیفیت اور مقابلے کیساتھ
ہوگا اور بعضے وقت مین بلا کیفیت اور مقابلے کے اور تحقیق یہ ہی کہ اللہ تعالی کے دیدار کے وقت
ماسواے اللہ نظر سے محو ہوجاوینگے اور دنیا مین جو ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اُسکے ساتھ دوسری
چیزون کو بھی دیکھتے ہین اس سببسے مقابلہ اور جہت اور دوسری خصوصیات نظر عقل کو ملحوظ
ہوتے ہین اور جو اُس ذات پاک کیساتھ کوئی اور چیز اصلاً نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلے
اور دوسری خصوصیات کا نظر عقل سے ساقط ہوجاویگا بلکہ جسوقت دنیا کی دیکھنے کی چیزون کو
جو ہم دیکھتے ہین تو جو اسباب کہ بینائی کے ہین وہ تو دیکھنے کے کام مین مصروف ہوتے ہین اور
دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور عقل اپنے کام مین اسواسطے
تشخیص صورت اور شکل اور رنگ اور مناسبت اعضا کی طول و قصر مین یا اور خصوصیات
مین ہوسکتی ہے اور جسوقت کہ تمام حواس اور اعضا رویت مین مصروف ہوجاوین اور استغراق
کلی حاصل ہو تو اُسوقت تشخیص اُن چیزون کی ہرگز ممکن نہین جیسے کہ دنیا مین کبھی کبھی
فی الجملہ شرکت حواس وغیرہ کی دیکھنے سے بعضی محبوب چیزون کی حاصل ہوتی ہے تو گویا

کہ نمونہ اُس حالت کا نمودار ہوتا ہی حالانکہ اب بھی اُس استغراق اور اس استغراق مین زمین
و آسمان کا فرق ہی اور جو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن دل کی زنگ کی تاثیر دیدار کی دولت
سے کہ سب لذتون سے بڑی لذت ہی محروم رکھے گی تو گمان اِسبات کا ہوا کہ زنگ آلودہ
دلون والے کہ مشغول لذات جسمانی اور گرفتار حرص و ہوای نفسانی کے ہین اس محرومی دیدار
اور بے نصیبی کو خیال مین نہ لاوینگے اور اسطرح کے عذاب کو آسان جانینگے تو اسواسطے
بیان فرماتے ہین کہ اُن لوگون کے حق مین فقط اسی قدر حرمان و ہجران پر اکتفا نہ ہو گی بلکہ
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ پھر بعد اسبات کے تحقیق یہ لوگ پیٹھین گے دہکتی آگ مین اور جلنا
اُن کا اس آگ مین بسبب محروم ہونے کے دیدار کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی
لذت پاتے تو دوزخ کی تکلیفونکو وہ لذت آڑے آتی اور وہ تکلیفین آسان معلوم ہوتین سو
منظور اُن پر زیادتی عذاب کی ہی اسی واسطے فقط اُس داخل ہونے پر دوزخ مین بھی اُن کے حق
مین اکتفا نہ کی ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ پھر کہا جاویگا یہ وہی دن ہی
جسکا تم انکار کرتے تھے اور جھوٹ جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی و حسی دونون جمع ہو جاوین
اور جس طرح سے اُنکا بدن دوزخ کی آگ مین جلتا ہی اُن کی جان بھی اس جھڑکی اور خجالت
سے کباب ہو جاوے اور جب فجار کی بد مآلی کے بیان سے فارغ ہوے تو گمان اسبات کا
تھا کہ شاید کہ واقع ہونے کو جزا کے اور مکافات کو قیامت کے دن کی یہی ایک دفتر بدکارونکا
کفایت کرے گا اور امتیاز بدکارون کا اور نیکوکارون مین اسیقدر ہو جاویگا کہ اعمال بدکارون
کے اُسدن اُنکو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے اُن سے بھراوینگے اور نیکوکارون سے کچھ بات چیت
درمیان مین نہ آویگی اور وہ جو اُنھون نے حقوق خلق اللہ اور خالق کے ادا کئے تھے ظہور
مین نہ آوینگے کیونکہ حق دار کا حق پہونچا دینے مین کچھ احسان نہین ہوتا کہ اُسکے بدلے
متوقع جزا کے ہون بس اُسکی جزا یہی بس ہے کہ سرزنش اور عتاب اور رنج و عقاب سے
سلامت رہین سو اس گمان فاسد کو بطور جواب سوال مقدر کے دفع کرتے ہین اور
حقیقت حال کی ارشاد فرماتے ہین کہ کلا یون نہ سمجھنا چاہیے کہ مجازات اور مکافات ہی
پر بدکارون کے اُس قدر قناعت کی جاویگی اور اُن کے مخالفون کو اُن کے جلانیکے واسطے طرح طرح

کی نعمتین اور سرخ روئیان عنایت نہ فرماوینگے بلکہ اُن کی مخالفون کو اُن کی سامنے قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور بدکارون کو اُن کے سامنے ایک ٹھٹھا بناوینگے تاکہ بدلہ اُن کی ہنسی ٹھٹول کا کہ نیکوکارون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِی عِلِّیِّیْنَ تحقیق نیکوکارون کی اعمالنامے اور اُن کی اسم نویسی البتہ علیین کے دفتر مین ہی اور علیین جمع علی کی ہی فعیل کے وزن پر کہ علو سے اشتقاق کیا ہی اور ہموزن سجین کہ ہے اور اس جمع کو نیکون کی ارواح کے قائم مقام نام کیا ہی تاکہ دلالت کرے وسعت اور کشادگی پر اُس مقام کی لیکن اعراب اسکا جمع کی اعراب کے مانند ہی کیونکہ جمع کی صورت پر ہے اگرچہ معنے اُسکے مفرد ہین اور نکتہ مفرد ہونے مین سجین کے اور جمع ہونے مین علیین کی یہ ہی کہ جو معنی مین سجین کے ضیق اور تنگی اور ازدحام واقع ہی تو اُسکے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سی مخلوق جمع ہونیکی حالت مین تنگ اور تاریک ہوجاتا ہی اور معنی مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہے تو لفظ مین بھی اُسکے جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان ہر نیک کی روح کا ایک مکان ہی بلند اور فراخ اور سمجھ لینا چاہیے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مدنظر لازم ہی تو مقابلہ علیین کا سجین کی ساتھ باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کی درمیان مین مقابلہ بالعرض متحقق ہوا اور مقام علیین کا ساتون آسمانون کے اوپر ہے اور نیچے کا سرا اسکا سدرۃ المنتہی کی پاس ہی اور اوپر کا سرا اسکا عرش مجید کے سیدھے پائے کے متصل ہی اور نیکون کی ارواحین قبض ہونیکے بعد وہان پہونچتی ہین اور مقربین یعنے انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ وہین رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم نویسی کے اور اعمالنامون کے پہونچنے کے موافق مرتبے کے کسی کو آسمان دنیا مین اور کسی کو زمین و آسمان کے درمیان مین اور کسی کو چاہ زمزم مین رکھتے ہین اور اِن روحونکو ایک علاقہ اپنی قبر بھی ہوتا ہی کہ آنیسے زیارت کرنیوالون کی اور اقربا اور دوستون کی مطلع ہوتی ہین کیونکہ روح کو قرب اور بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا اور مثال اُسکی انسان کی وجود مین روح بصری ہے کہ ساتون آسمان کی ستارونکو کنوین کی اندر سے دیکھ سکتی ہی اور جو وہ مقام عقل مین تشریح نہین سکتا جبتک کہ جناب الٰہی سے آگاہی نہ ہو تو اسیواسطے تفسیر مین علیین بطور سوال و جواب کے ارشاد

علیین کی لفظ کی تحقیق

مقام علیین کا بیان اور مومنون کی روحونکے مقام اور ان کے علاقے قبر کا بیان

کرتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی علیین کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؕ ایک دفتر ہے لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا کہ جو شخص اُسکو دیکھے تو جان لے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دفتر ایک زمرد سبز کی تختی پر لکھا ہوا ہے اور وہ تختی سیدھے پاے سے عرش معلی کے لٹکتی ہے اور بائین اسکا سدرۃ المنتہی تک پہونچا ہے اور وہ دفتر اللہ تعالی کے خاص بندون کے حوالے ہے چنانچہ فرماتے ہین يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ حاضر رہتے ہین اور گواہ ہوتے ہین اُس دفتر پر مقرب فرشتے کہ حاملان عرش اور خادمان کرسی ہین اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ حاضر ہوتے ہین اُس مقام عالیشان مین ارواح مقربون کی اہل کمال سے جیسے انبیا علیہم السلام اور اولیای کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس ہے کہ اُن کے نام اس مقام مین لکھے جاوین اور اعمال حسنہ اُن کا اس دفتر والون کے مقبول اور پسندیدہ ہون اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اہل نجات اور فلاح کو کئی سورتون مین دو قسم سے یاد فرمایا ہی کبھی ابرار اور مقربین اُن دونون کا نام رکھا ہی اور کبھی اصحاب الیمین اور سابقین فرمایا ہے اور اہل تحقیق ان دونون قسمون کی تحقیق مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین کہ سابقین اور مقربین صاحب محبت ذاتیہ کے ہین کہ محبت اُنکی اللہ تعالی سے محض اُسکی ذات کے واسطے تھی اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالی سے محبت انعام کی توقع پر رکھتے تھے اور اسی قول کے قریب ہی وہ جو کہا ہی کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ والے ہین اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ انوار اور طاعات اور اذکار سے منور ہوگئے ہین اور انشراح صدر پیدا کیا ہی لیکن ہنوز مرتبہ بقا اور فنا کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے دو حدین مقرر ہین ایک تحتانی یعنی نیچے کی اور ایک فوقانی یعنی اوپر کی پھر جس شخص نے ایک کام نیک کیا نہایت صدق اور خلوص نیت سے اور سب اُسکی شرطون اور سنتون اور آدابون کی رعایت سے اور اُس عمل کے ثمرات کو یعنے اُسکے ثواب کو محفوظ رکھا بطلان اور حبط سے اور نقصان اجر سے اور ان سب باتون کی رعایت پر پہلے درجے کو کئی یہانتک کہ حد فوقانی کو پہونچایا تو وہ شخص مقربین مین سے ہی اور جو اُس سے کمتر ہی اور ان باتون کی رعایت مین ورلے درجے مین ہی پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرار ون مین ہی

اور اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین باعتبار بعض اعمال کے سوائے بعض کے ہو سکتا ہی اور وہ جو لفظ سے ابرار اور مقربین کے اور اصحاب الیمین اور سابقین کے اور جو نسق سے ارشاد الٰہی کے کہ وصف اُن دونون گروہون کا کیا ہی معلوم ہوتا ہے سو یہ ہی ابرار اور اصحاب الیمین ایک جماعت ہین کہ ادا کرنے مین حقوق خلق اور خالق کے اور احسان کرنے مین لوگون سے اور اعمال نیک اور پسندیدہ مین کوشش کر کے قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر اپنی غالب کیا ہی اور مقربین اور سابقین ایک جماعت ہین کہ بطور جذب الٰہی کے اِن صفتون اور علون کے سبب سے آنکے پردے باطنی اٹھ گئے ہین اور شہود دائم یعنے حضوری پوری نصیب ہوئی ہی اور سلوک اُن کا ساتھ جذب کے منتہی ہو گیا ہی اور قرب حقیقی اپنے محبوب سے پیدا کیا ہی واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین اور علیین کی مقام کی جسطور سے کہ بعضے عارفون نے فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور اُسکی تنگی کا اور باعتبار تہذیب لطائف اور تحصیل انوار ملکیہ اور تکدر لطائف اور لحوق ظلمات بہیمیہ اور سبعیہ کے عرض عریض رکھتا ہی کہ کسی اور نوع مین اسقدر عرض عریض ممکن نہین اسیواسطے کسی شاعر نے کہا ہی شعر ولم ار امثال الرجال تفاوتوا * لدی المجد حتی عد الف بواحد بس کمال انسانی کی شکل کو مانند دائرۂ وسیع کے خیال کیا چاہیے کہ مرکز اسکا ادنی مراتب انسانیہ کا ہی اور اعلی اسکا برابر عرش محیط کے وسعت رکھتا ہی اور جو عالم غیب مین بشکل تخیل مثالی متحقق پیدا کی تو اُس دائرے کے محیط کا نام علیین ہوا اور اُسکے مرکز کا نام سجین اور مقرر ہی کہ جو دائرے مرکز کے قریب ہوتے ہین وہ نہایت تنگ اور چھوٹے ہوتے ہین اُن دائرون سے کہ محیط کی قریب ہین پس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجہ بدرجہ مرکز کے نزدیک ہین اور ضیق اور تنگی مین مترقی اور ابرار کی انسانیت کے مرتبے درجہ بدرجہ محیط کے قریب ہین اور وسعت اور فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہانتک کہ نوبت اعلی علیین کو پہونچی کہ مقام مقربین اور سابقین کا ہی اور ابرار کو بھی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اس مقام پر حاصل ہوتا ہی لیکن رہنے کی جگہ اُنکی وہ مقام نہین یہ عبور روحانی بعد جدا ہونے روح کی جسم سے ایک تاثیر کریگا کہ روح کو اُنکی اُس مقام پر لیجاوینگے کہ اُس مقام کے رہنے والونکے پیرودن مین لکھدینگے اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح

کے بعد قبض ہونے روح کے کیا معاملہ اُن سے گذریگا فارغ ہوے تو اب اُن کے انجام کا حال کہ قیامت کے دن کیا ہوگا بیان فرماتے ہین اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ بالتحقیق نیکوکار نعمتون مین ہونگے اَور نعیم کا لفظ بہشت کی تمام موجود چیزون کو شامل ہی حور و قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری اور خادم خوبصورت اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو جو نعمتین کہ وہان تیار ہین سب کو شامل ہی آور علاوہ ان سب نعمتون سے ایک یہ ہی کہ اُن کو وہان پر سونے کے جڑاؤ تختون پر بٹھائینگے اور اُن تختون پر موتیون کے قبے کھڑے کیے جاوینگے کہ جنتی اُسکے اندر بیٹھے سب کچھ دیکھین اور اُن کو کوئی نہ دیکھے چنانچہ فرماتے ہین عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ نیک لوگ سایہ دار دختون پر بیٹھے دیکھتے ہین آور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مومن کو بہشت مین سب نعمتون سے وہان کی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کی کہ حق تعالی یہان پر نعمتین بعضے لوگون کو دیتا ہی مگر لطف اُن نعمتون کا اُن کو نصیب نہین ہوتا ہی جیسے بادشاہ مریض یا ضعیف الباہ کہ ہرگز نفیس کھانون سے اور ستھری پاکیزہ باکرہ عورتون کی صحبت سے کچھ کیفیت نہین اُٹھا سکتا آور یہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ادنی درجہ سے کم درجہ کا وہ بہشتی ہوگا کہ اُسکو دنیا کے برابر مکان نعمتون سے بھرا ہوا ملیگا آور مفعول کو ینظرون کے تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہی تاکہ اپنی نعمتون کے دیکھنے کو جیسے حور اور قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیون کی نعمتون کو اور عذاب اور شدت دیکھنے کو دوزخیون کے بھی شامل ہو اور منظور یہ ہی کہ تخت سایہ دار اُن کو سیر سے عالم بہشت اور دوزخ کے حاجب اور مانع نہونگے برخلاف دنیا کے تختون کے کہ وہ بیٹھنے والے کو سیر و تماشے سے مانع ہین اور اریکہ لغت مین اُس تخت کو کہتے ہین کہ اُسپر قبے کے مانند سائبان بنا ہوا اور منقش پردون اور مرصع جھالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چھپر کھٹ کہتے ہین آور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے ارائک کہ نیکون کو نصیب ہونگے اور جا بجا قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتھ اُن کا ذکر آیا ہی سو وہ نمونہ ہین نیکون کے مقامات کے کہ اسمای الٰہیہ کے دنیا مین اُنکا ہونا اُن مقامون مین آنکھ اور عقل سے خلق کی پوشیدہ تھا اور وہ اُس مقام پر ٹھیر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تھے تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ تو معلوم کریگا تو اے دیکھنے والے چہرون مین اُنکے

تازگی نعمتون کی حاصل یہ کہ وہ جنہونکا حال دیکھنے سے کچھ اُن کو ملال و غبار خاطر اور تغیر چہرے کا
ظاہر نہ ہوگا کیونکہ اپنے دشمنون کا اپنی آنکھون کے سامنے ذلیل ہونا تو اور بھی فرحت اور خوشی کی
بات ہے اسیواسطے نشانیان سرور و بہجت کی چہرونمین انکے ہمیشہ نظر آوینگی يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ پلائے
جاوینگے خالص شراب کہ محبت الٰہی کا نمونہ ہے اور دنیا مین اُسکو انکے دلمین جگہ دی تھی شراب
کے مانند قوی اور روحون مین انکی سرایت کی تھی اور وہ محبت خالص محبت تھی کہ اُسکے ساتھ ہواے
نفسانی اور معاصی کی محبت کی آمیزش نہ تھی اور شراب بہشت کی اکثر نہرون اور چشمونمین جاری
ہوگی جیسے کہ دوسری سورتون مین مذکور ہے تو اُس تصریح فی شراب احتراز کے واسطے کہ ہاتھ
ہر خاص و عام بہشتی کا اُسمین پڑتا ہے ایک دوسری قید کو اُسمین بڑھاتے ہین مَّخْتُومٍ یعنے وہ شراب خالص
مہر کی گئی ہے اور عام شرابون سے ممتاز اور جدا ہے اور بعید مختوم ہونے مین اُس شراب خالص کے
کہ نمونہ محبت الٰہی کا ہے یہ ہے کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کی کہ عشق کے مرتبے سے کوسون
بڑھ گئی تھی تو بھی شرع کی مہر سے مختوم تھی اور احکام الٰہی کی مہر کے نیچے محفوظ ہر گز لذتین بہیمیہ محرمہ
اور شہوات نفسانیہ منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اُس محبت سے کچھ آمیزش نہین رکھتی تھین اور
عجائبات سے اُس شراب مختوم کے ایک یہ بات ہے کہ دنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جو اُنکی
احتیاط منظور ہوتی ہے تو مہر کر دیتے ہین لیکن جس چیز سے کہ مہر کرتے ہین تو وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ
ہوتی ہے اور نیکون کی مختوم شراب کا وصف یہ ہے کہ خِتَامُهٗ مِسْكٌ یعنے جس چیز کی کہ اُسپر مہر
کی ہے وہ مشک ہے تا کہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی دماغ مین لپٹ جاوے اور دماغ کو خوش کرے
اور جس مشک کی کہ اُسپر مہر کیجاوے گی وہ نمونہ حکم شرع کا ہے ساتھ ان مباح چیزون کی کہ نیکون کے
بدنون کی قوت دینے والین اور اُن کے خاطر کو خوش کرنیوالین اور اُن کے ذوق و شوق کی بڑھانے
والین دنیا مین تھین وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور اس قسم کی شراب مین کہ
نمونہ اور مثال اُس قسم کی نفیس شے کا ہے چاہیے کہ رغبت کرین رغبت کرنیوالے نہ ایک مٹھی جو یا گیہون
مین کہ لوگون کا حق ناپ اور تول مین گھٹا کرین کہ اُسکو اُس سے کچھ نسبت نہین اور بعضے مفسرون نے
ختام کو ختم اور انتہا کے معنے مین ٹھیرایا ہے اور اسی کے موافق اُس حدیث شریف مین جو ابو الدرداء
سے مرفوعًا ثابت ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پچھلی شراب

بہشتیون کی مسک ہی اور مسک ایک شراب کا نام ہی کہ سفید ہی جیسے چاندی کے پتّر اگر
کوئی دنیا کا شخص اُس مین ہاتھ ڈبوکر پھر نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اُسکی خوشبو سے مست
ہوجاوین ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ اس خالص شراب کا پچھلا پیالہ بہشتیون کے لئے ہوگا
اسواسطے اُسکا نام مسک رکھا ہی کہ مسک حاروادوون مین سے ہی کہ ہاضمہ کی مددگار ہوتی ہی
غذا کے ہضم کرنے مین اور منھ مین خوشبو پیدا کرتی ہی اور بار دیگر جلد اشتہا پیدا کرتی ہی اور وہ شراب
کہ بہشتیون کی شراب کی مجلس کا ختم اس پر ہوگا وہ بھی یہی کام کرے گی اور جو بعضے اوقات
شراب مین کچھ ملانا بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہے تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو
جب چاہین گے کہ کسی اور چیز سے ملاکر پیئین تو بھی ہوسکے گا وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ اور ملونی
اُسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین اُس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر خوشبو یا ذائقے کے واسطے
جیسے گلاب یا بیدمشک یا کچھ اور اُس کے مانند ملاوین اور تسنیم ماخوذ سنام سے ہی کہ اونٹ کے
کوہان کے معنون مین ہی کیونکہ ایسی چیزون کے ڈالنے سے شراب کے برتن مین بلبلے اُٹھتے ہین
کہ اونٹ کے کوہان کے مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اس جاے پر ایک چشمہ ہی
بہشت مین کہ سب قسمون کی شراب سے بہتر اور لذیذ ہی اور مقربین اور سابقین کو اس چشمے سے
خالص پلاوین گے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب اور بیدمشک کے ملا کر دین گے اور
بعضی روایات مین مروی ہی کہ تسنیم برخلاف دوسرے چشمون کے ہوا مین جاری ہوگا نہ
بہشت کی زمین پر اور بھید اُسکا یہ ہی کہ وہ چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ الٓہیہ کا ہی کہ بے تعین محل
اور صورت کے بلکہ بے تشخیص حال اور صفت کے ارواح کو مقربین کی فریفتہ کر دیا ہی اور کہتے ہین
کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے اُبلتا ہے اور مقربین کے مکانون کے صحنون مین
بہتا ہے چنانچہ اس کے حال مین ارشاد فرماتے ہین عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ یعنے
مراد ہماری تسنیم سے چشمہ ہی کہ پیتے ہین اُس سے مقرب لوگ حاصل کلام کا یہ ہی کہ مقرب
لوگ اس چشمے کی شراب کو خالص پیتے ہین اور ابرار کو اس شراب سے بطور گلاب کے ملا کر
دیتے ہین اسواسطے کہ مقرب مشغول طرف ماسواے اللہ کے نہین ہوے ہین [illegible]
محبت کو غیر کی محبت مین ملایا نہین برخلاف ابرار کے کہ محبت اُن کی فعلون اور صفتون

سبب سے تھی اور جو ابرار کے تنعم کے مذکور مین اُنکی شراب نوشی کا بھی ذکر فرمایا تو اسکے نکتے کو
بھی ارشاد فرماتے ہین اور تفصیل اُس نکتے کی یہ ہی کہ حق تعالیٰ کو اُس روز بدلہ لینا کفار سے ہنسی ٹھٹھول
کا کہ اُسکے بندون سے دُنیا مین کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص بندے خدا کے بسبب کمال
تمکین اور وقار کے اِس بات کا بدلہ لینے مین توقف کرینگے ناچار انکو ایسی شراب کے جام پلاکر سرشار
کردینگے کہ اسکی فرحت سے البتہ اس تمکین اور وقار مین کچھ فرق ہوجاویگا اور انتقام اپنے تمسخر اور
ٹھٹھول کا اُن سے لینگے چنانچہ فرماتے ہین اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا مقرر جو لوگ گناہ کرتے تھے
دُنیا مین جیسے انکار آیات الٰہی کا اور خلق کے حقوق کا اور کم کرنا ناپ اور تول مین کَانُوْا
مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ہنسی ٹھٹھول کرتے تھے ان لوگون سے جو ایمان لائے تھے اور کہتے
تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد دامنگیر ہوا ہی کہ آنکھون دیکھی لذتون کو خیالی لذتون کی توقع پر
چھوڑتے ہین اور فقط اتنی ہنسی پر بھی اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ
اور جب گذرتے تھے ان مسلمانون پر تو آپس مین سینین مارتے تھے کہ یہ گروہ وہی بے عقل
اور احمق ہین کہ اپنے کو نقد لذتون سے خیال پر بہشت کے جو موہوم ہی محروم رکھا ہی وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا
اِلٰٓى اَهْلِهِمُ اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہ کافر اپنے گھروالون مین اور وہان پر جمع
طرح طرح کی دنیاوی لذتون کا دیکھتے تھے جیسے عورتین خوبصورت اور لڑکے مرغوب اور
لڑکیان محبوب اور فرش نفیس اور برتن مکلف اور کھانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار
تو جانتے تھے کہ یہ چیزین ہمکو اس عقیدے سے حاصل ہوئی ہین کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد
نہین رکھتے اور کچھ خوف اور ڈر اس روز کا ہمارے دل مین نہین اور مسلمان ہنکو کار ان
لذتون سے اسی سبب سے محروم ہین کہ توقع پر بہشت کی موہوم نعمتون کے اور خوف سے دوزخ
کے خیالی عذابون کے ان نقد لذتون سے دست بردار ہین تو مثال انکی ایسی ہی جیسے مجنون کہ
اپنے خیال فاسد کے سبب سے غذاؤن لطیف فائدہ مند سے ڈرتا ہی اور پرہیز کرتا ہی انْقَلَبُوْا
فَكِهِيْنَ پھرتے تھے باتین بناتے اور خوش طبعی کرتے وَاِذَا رَاَوْهُمْ اور جب
دیکھتے تھے مسلمانون کو اپنی جان کو مشقت مین طاعت اور عبادت کی گلاتے ہین
اور کبھی پوشاک نفیس نہین پہنتے اور کھانا خشک بے مزہ کھاتے ہین اور گرمی کے دنون مین

روزہ رکھتے ہین قَالُوْٓا اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ کہتے تھے کہ تحقیق یہ لوگ البتہ راہ بھولے ہوے
ہین کہ موہوم لذتون کو موجود لذتون پر ترجیح دیتے ہین اور بے حاصل مشقتون کا کمالات حقیقی
نام رکھا ہی وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْھِمْ حٰفِظِیْنَ ۝ اور نہین بھیجے گئے ہین وہ کافر مسلمانون پر
نگہبان کہ اُن کو نیک راہ سے پھرنے نہ دین اور ہر مجلس اور مجمع مین انکا چرچا کرین اور طعن و
تشنیع کرتے رہین اور یہ کافر اس درجہ کو اس کام مین تعدی کرتے ہین کہ اول تو ہنستے ہین اور
بعد اسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اسکے غائبانہ اُن کے اوپر پھبتیان بولتے ہین
اُسکے بعد منھ پر گمراہ کہتے ہین اور وجہ ان چارون حالون کی اس ترتیب کے ساتھ یہ ہی کہ
جب کسی شخص کو کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہی تو پہلے حقارت کی راہ سے ہنستا ہی اور
جب اُس سے زیادہ نفرت ہوتی ہی تو اپنے ہم سرون کو بھی چشم و ابرو سے بتاتا ہی تاکہ اہانت
اور حقارت کرنے مین اُس حرکت والے کی شریک ہون اور جو تنفر نہایت کو پہونچتا ہے تو
غائبانہ بھی اُس حرکت والے پر لطیفے اور پھبتیان کہتا ہی اور خوش طبعیان کرتا ہی تاکہ تنفر اور
اہانت کا حق ادا کرے اور جب بات تنفر سے بھی گذر گئی تو منھ پر منھ ساتھ حماقت اور جہالت
اور گمراہی کے نسبت کرتا ہی سواسطے اس ترتیب کی ان آیتون مین رعایت رکھی ہی اور کافرون
کے اس ظلم بیان کرنے کے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہی کہ یہ ظلم بھی اُن کا رائیگان نہ جاویگا
بلکہ جزا کے روز اس قسم کے ظلم کا بھی انتقام لین گے فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سو آج کے دن
جزا کا روز ہے جو لوگ کہ ایمان لائے تھے اور کمالات حقیقی کو ساتھ قوت ایمانی کے لذت
انسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا وہ مِنَ الْکُفَّارِ کافرون سے کہ کمالات کے منکر تھے اور
کمال کے حاصل کرنے کو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر جانتے تھے یَضْحَکُوْنَ ۝ ہنستے ہین کہ
لوگ کیا کوتاہ اندیش اور احمق تھے کہ کس فانی خسیس چیز کو کس نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح
دی تھی اب دوزخ مین کس طرح سے عذاب مین اور طوق و زنجیرون مین جکڑے گئے ہین اور
حدیث شریف مین وارد ہی کہ کافرون کو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کی طرف کھول دینگے
اور دوزخ کے دربان کہینگے کہ ہان جلد آؤ بہشت مین وہ گرتے پڑتے طوق و زنجیرون مین
جکڑے ہوے اُس دروازے کی طرف جاوینگے جب قریب پہونچینگے تو اس دروازے کو بند

کردین گے اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دین گے اور کہین گے اس دروازے سے جاؤ تو اس دروازے کی طرف جانیکا ارادہ کرین گے اور آگ کے پہاڑون پر گرتے پڑتے گذرین گے جب نزدیک پہونچین گے تو اسکو بھی بند کردینگے علیٰ ہذا القیاس اُن کو دوزخ مین ان حیلون سے سرگردان اور پریشان کرین گے اور مسلمان جب بہشت مین سے یہ حالت اُن کی دیکھینگے تو ہنسین گے لیکن باوجود ایسے بُرے حال دیکھنے کے کہ ہنسی کے سبب ہین اُن کو تمکین اور وقار مانع آوے گا اور حد سے ہنسی اور مسکرانے کی تجاوز نہ کرین گے اور کافرون کی طرح سے کہ دنیا مین چشم و ابرو سے غمازی کرتے تھے اور غائبانہ پھبتیان کہتے تھے اور منھ پر گمراہ بولتے تھے یہ بات اُن سے ہرگز ظہور مین نہ آویگی بلکہ باوجود ایسا حال دیکھنے کے کہ موجب کمال ہنسی پڑنے اور لوٹ جانے کا ہی چنانچہ اکثر لوگ اس قسم کے تماشون کے واسطے دوڑتے ہین اور دُور دُور جاتے ہین وہ لوگ اپنے مکانون سے جنبش نکرین گے بلکہ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۵ اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے اور آپس مین کمال تمکین و وقار سے پوچھتے ہین هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۵ کیا سزا پائی ان کافرون نے اپنے کامون کے عوض اس کی جو دنیا مین کرتے تھے جیسے غمزے اور ٹھٹھے کرنا اور پھبتیان کہنا اور گمراہ نام رکھنا

سُورَةُ انشقت

سورۂ انشقت مکی ہی اسمین پچیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۂ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہے کہ دونون سورتون کے مضمون اور معنی قریب قریب ہین جیسا کہ اُس سورۃ مین وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ واقع ہی اور اس سورۃ مین يَدْعُوا ثُبُورًا اور اُس سورۃ مین أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ اور اس سورۃ مین انه ظن ان لن يحور اور اُس سورۃ مین يوم يقوم الناس لرب العالمين اور اس سورۃ مین فَمُلَاقِيهِ اور اُس سورۃ مین مذکور ہی کہ اعمالنامے نیکون کے اور بدون کے بعد اُن کے مرنے کے دفتر مین علیین اور سجین کے داخل ہون گے اور اس سورۃ مین بھی نیکون اور بدون کے اعمالنامون کا مذکور ہی کہ بعد حشر کے سیدھے یا اُلٹے ہاتھون مین دینگے اور اس سورۃ مین تکذیب قرآن کی کہ کافر کرتے تھے اس عبارت سے مذکور ہی وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ

آیتنا قال اساطیر الاولین اور اس سورۃ مین اس عبارت سے مذکور ہی واذا قرئ علیہم القرآن لا یسجدون اور اُس سورۃ مین انہم لصالوا الجحیم واقع ہی اور اس سورۃ مین لیصلی سعیرا اور اُس سورۃ مین اہل نجات کے حق مین تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم واقع ہی اور یہ بھی ہی کہ فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون اور اس سورۃ مین وینقلب الی اہلہ مسرورا اور اُس سورۃ مین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہی کہ کانوا من الذین امنوا یضحکون واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکہین اور اس سورۃ مین انہ کان فی اہلہ مسرورا اور علی ہذا القیاس مناسبت کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہی اور اس سورۃ کا نام سورۂ انشقت اور انشقاق اس جہت سے رکھا ہے کہ اول مین اسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہی اور یہ واقعہ ایک بڑی حجت ہی آدمی پر کیونکہ جو آسمان باوجود اس بڑے پن اور بلندی کے کہ رکھتا ہی اس طرح کو بجز حکم اپنے پروردگار کے بغیر توقع ثواب اور خوف عذاب کے بجا لایا پھر آدمی کہ نہایت پست اور ذلیل بنا ہی آسمان سے کام کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اتنا سخت اور بھاری نہین ہی باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نہ کرے اور بجا نہ لاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ جسوقت آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کے مقام سے واقع ہوگا اور وجہ اسکے پھٹنے کی اُس روز یہ ہی کہ فرشتے موکل دروازون پر آسمان کے کہ روزی رزق اتارنے کو بندون کے اور اوپر لے جانے کو اُن کے اعمال کے مقرر ہین اپنے کام سے فراغت کرکے اُترین گے اور دوسرے فرشتے کہ رہنے والے آسمانون کے ہین صفین باندھ کر گرداگرد محشر کے کھڑے ہوجاوین گے اور تجلی قہر الٰہی کی اُس روز عرش معلی پر غلبہ کرکے اُسکو نیچے کی جانب حرکت دیگی تو اُس تجلی کے صدمے سے اور عرش معلی کے بوجھ سے آسمان کے اجزا پاش پاش ہوجاوین گے اور یہ بھی ہے کہ منظور شوقت خراب کرنا اس عالم کا اور تعمیر کرنا دوسرے عالم کا ہے اور نئے مکان کی تعمیر بغیر پرانے مکان کے توڑنے پھوڑنے کے ہو نہین سکتی اور یہان سمجھ لیا چاہیے

کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہی روح اور جسم منشا اس کی روحانیت کا آسمان ہی کیونکہ
نفس ناطقہ اُسکا نفوس سماوی سے ماخوذ ہی اور ان سے کلی مشابہت رکھتا ہی اور
روح ہوائی کہ مرکب نفس کے ساتھ ہی اور تمہی بدن مین دائر و سائر ہی سو اُسکا جوہر بھی آسمان کے
جوہر سے مشابہت کلی رکھتا ہی کہ پھٹنے چرنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہی اور ہر چند کہ
مرض اور بڑے بڑے صدمے اُٹھاتی ہی لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اُسکی فنائی یہی
کہ بدن سے جدا ہو جاتی ہی پھر بھی روحون کے ٹوکلون کے پاس محفوظ اور مامون رہتی ہی
اور روح کی سعادت اور شقاوت کا سبب کہ اُسکو عرف مین بخت کہتے ہین اور طالع کے
ساتھ بھی منسوب کرتے ہین تو یہ بھی اوضاع حرکات آسمانی سے اور اُس کے ستارون سے
ماخوذ ہی اور غذا روح کی اور اُس کے مرضون کی دوا کہ شریعت اور طریقت ہی وہ بھی
آسمان سے نازل ہی پس انشقاق آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہی اس بات پر کہ
آدمی کی روحانیت کو اطاعت اور امر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہین ہی سو واسطے کہ معدن
اور ارکان اسکا کہ آسمان ہی باوجود اس عظمت اور بلندی کے کہ رکھتا ہی لیکن اللہ کی فرمانبرداری
سے نکل نہین سکتا اور پھٹنا آسمان کا اُس روز بسبب ضعیف ہونے اُسکی بنیاد کے نہو ہوگا
جیسا کہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتون کا اور اس جہان کی بنی ہوئی چیزون کا ہوتا ہی بلکہ اُسکو کمال
قوت اور متانت اور عظمت کی حالت مین کہ رکھتا ہی حکم اللہ تعالیٰ کا اُسکے پھٹ جانے کے
واسطے پہونچا وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا اور کان رکھے اس آسمان نے اور فرمانبردار ہو گیا حکم ماننے کو
اپنے پروردگار کا اور قبول کرنے سے اس حکم کے کہ نہایت شاق تھا سر نہ پھیرا اور یہ
فرمانبرداری کہ اُس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہین ہی کہ اُسکی عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ
یہ تذلیل لائق اور سزاوار اُس کی عظمت کے تھی وَحُقَّتْ ؕ اور وہ آسمان لائق اُسکی تابعداری
اور فرمانبرداری کے تھا وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ؕ اور جسوقت کہ زمین کھینچی جاوے گی کہ لمبی اور
چوڑی ہو جاوے اور اُس مجمع عظیم کے واسطے کہ ساتون آسمانون کے فرشتے اور حاملان عرش
اور طرح طرح کی مخلوقات جن و انس اور جانور اولین اور آخرین کے سب اُس وقت جمع ہونگے
اور زمین پر کھڑے ہون گے کہ سب کو گنجائش کرے اور دوسرے کھینچنا زمین کا اُس

سبب سے بھی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور عمارتین اور پہاڑ سب برابر ہو جاوین گے کہ کھڑے
ہونیوالون کے واسطے وہان اونچا نیچا نہ ہو اور کوئی چیز آپس مین ایک دوسرے کی آڑ اوٹ نہ ہو
اور ایک کا حال دوسرے پر ظاہر رہی جیسے کہ فرش اور بچھونون مین نظر آتا ہی کہ کھینچنے اور تاننے
کے سبب سے دو فائدے معًا حاصل ہوتے ہین ایک تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری
اور جو زمین کہ منشا انسان کے جسم کا ہی اور اُس کا جزو غالب ہی اور غذا اور منفعتین دوسری طرح
کی بھی اسکو زمین سے پہونچتی ہین پس فرمانبرداری اسکی خدا تعالیٰ کے حکم کو دلیل قوی ہے
اس بات پر کہ آدمی اپنے تمام اعضا اور رگ و ریشے سے اپنے مطیع اور فرمانبردار حکم الٰہی کا ہو
وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا اور اگل دے گی زمین کھینچنے کے سبب سے جو اُسمین ہی مُردون کے اجزا اور
خزانے اور دفینے اور کانین تا حشر آدمیون کا اُن کے تمام اجزا سے حاصل ہو اور منفعتین زمین
کی کہ اُسپر جنگ و جدال اور ضرب و قتال کرتے تھے اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرتے تھے
کمال ذلیل اور بے قدر ان کی نظرون مین ظاہر ہون وَتَخَلَّتْ اور خالی ہو جاویگی زمین
اُن چیزون سے جو اُس سے متعلق ہین اعمال آدمیون کے تاکہ جزا موافق اُس کے ٹھہر جاوے
اور زمین کو اُس اُگل دینے اور خالی ہو جانے مین کچھ عوض یا ضرر یا نفع دینا کسی کو منظور نہین
بلکہ فرمان الٰہی اُسکو یہی کام کرنے کو پہونچا ہی وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور کان رکھے زمین نے
اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمانبردار ہوئی اور لائق بھی اس فرمانبرداری کے تھی اور یہان پر
سمجھ لیا چاہیئے کہ اکثر عوام گمان کرتے ہین کہ یہ آیت مکرر ہی اور حال یہ ہی کہ یہ بات یون
نہین ہی بلکہ اوّل آسمان کے واسطے ہی اور دوسری بار زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہوئی اور
جزا شرط کی محذوف ہی یعنی جو آسمان ایسا فرمانبردار ہو جاوے اور زمین ایسی تابعداری
کرنے لگے تو اے آدمی تجھپر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قائم کی جاوے گی کہ تو نے کسواسطے
حکم اپنے پروردگار کا روح اور جسم سے قبول نہ کیا اور امر الٰہی کی مخالفت مین عمر گذاری چنانچہ
الزام حجت کے بیان کرنے کے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہین يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اے
آدمی تو کچھ آسمان سے بڑا اور اونچا نہین ہی اور نہ زمین سے زیادہ سخت ہی کہ اپنے پروردگار کے
حکم کو قبول کرے اور اُسکے حکم کی اطاعت بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالیٰ کا تیرے

حق مین بہت آسان ہی اور اُن دونون کے حق مین شاق اور گران ہی اور اُن دونون نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمانبرداری کی اور سر نہ پھیرا اور علاوہ اسکے یہ بھی ہی کہ جو حکم کہ آسمان و زمین پر ہوگا سو اُسمین کچھ عذاب اور ثواب نہین اور جو حکم کہ تیرے حق مین آیا ہی اُسکے ساتھ ثواب اور عذاب کی بھی توقع ہی کہ آسمان اور زمین کو ہرگز اُس کی امید نہین کیونکہ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ بیشک تو کوشش کرنے والا ہی کہ قرب حاصل کرے اپنے پروردگار کا كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجھکو استعداد وصول کی دی ہی اور اُسکی دھن تیرے دماغ مین رکھی ہے برخلاف آسمان و زمین کے کہ نہ اُن مین استعداد وصول کی ہی اور نہ اُنکو اُس کے حاصل کرنے کا خیال آور یہ وصول موعود اور دیدار بے پردہ کہ اُسکی فکر حصول مین تو لگا ہی محض خیال نہین ہی کہ دنیا مین تو خوش تھا بلکہ لا کلام ہونیوالا ہی چنانچہ فرماتے ہین فَمُلٰقِيْهِ پھر ملاقات کرنیوالا ہی تو اپنے پروردگار سے بے پردہ خیال اور ادراک کے بغیر حجاب نمونہ اور مثال کے پس تجھکو تابعداری اللہ تعالی کے امر کی اسقدر درکار ہی کہ کسی مخلوق کو اسقدر درکار نہین کیونکہ اُس روز عین ملاقات اور حضوری کے وقت تو شرمندگی نہ اٹھاوے اور ندامت نہ کھینچے کہ اس روز قوت اور ضعف تیرا سعی مین قرب کے مرتبے کے حاصل کرنے مین ظاہر ہو جاویگا اس طور سے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ پھر جس شخص کو دیا جاویگا نامہ اعمال اُسکا اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت کہ اُس نامے مین سعی جمیل اُسکی در اطاعت اور فرمانبرداری اُسکے حکمون کی لکھی ہی تاکہ بالکل اُن چیزون کا جو اُسکے شوق مین بجا لایا تھا موجب اُسکے سرور و لذت کا ہو اور جانے کہ سعی میری ٹھکانے لگی بِيَمِيْنِهٖ داہنے ہاتھ مین اُسکے علامت نجات اور رضامندی کی ہی کیونکہ سیدھا ہاتھ اکثر اُلٹے ہاتھ سے غالب ہوتا ہی اور اس شخص نے کہ اطاعت اللہ تعالی کے فرمان کی کی تو اپنے نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی اور نیکیون نے اُسکی بدیون پر غلبہ کیا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ پس بعد دینے اعمال نامے کے سیدھے ہاتھ مین حساب کیا جاویگا برے کامون پر کہ مغلوب اور تھوڑے سے رہ گئے تھے حِسَابًا يَّسِيْرًا آسان حساب حدیث شریف مین آیا ہی کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حساب یسیر کیا ہی تب رسول اللہ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہی کہ بندے کے نامہ اعمال اُسکو دکھا دینگے اور آواز آوے گی کہ لے میرے بندے

پوری پوچھ ہوگی تو وہ ہلاک ہوگا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝ اور پھریگا اپنے اہل کیطرف
خوش ہوکر نہ اسکو خوف عذاب کا رہیگا اور نہ خجالت جھڑکی اور غصّے کی لاحق ہوگی بلکہ نجات کی
خوشی اہل وعیال کے ملنے کی خوشی کیساتھ ملکر ایک عجیب راحت اسکو نصیب ہوگی کہ کوئی کیفیت
برابری اسکی کر نہین سکتی اور مراد اہل خانہ سے اُسکے حورین ہین اور دنیا کی عورتین جو اسکی نکاح
مین تھین اور بہشت مین ملین گی اور دوسرے ناتے رشتے والے کہ حشر مین اسکو حساب و کتاب
کی اطلاع کیواسطے منتظر کھڑے ہونگے اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق تعالی بندے مین دو غم
جمع نہین کرتا جو کوئی کہ دنیا مین دین کا غم کریگا تو اُس روز خوش ہوگا اور لفظ سوف کا کہ دلالت
تراخی اور تاخیر پر کرتا ہی اشارہ اس بات کیطرف ہی کہ اول اعمالنامی نیکی کے اسکو دکھا کر خوش
وقت کرینگے اور بہت سی مہلت کے بعد اسکو بدیون پر اطلاع دینگے تاکہ اول ہی بار بدیون
پر اطلاع دینے سے شرمندہ نہو اور پشیمانی نہ اُٹھاوے وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ اور جو شخص
کہ دیا جاوے اعمالنامہ اپنا اُلٹے ہاتھ مین اور یہ علامت ہلاکت اور عذاب کی ہی کیونکہ اُلٹا ہاتھ
بہت ضعیف ہی سیدھے ہاتھ سے اور اُس شخص نے ضعیف جانب کو اپنے کہ خواہش نفس تھی
قوی جانب پر اپنے کہ فرمانبرداری اللہ تعالی کی ہی مقدم رکھا تھا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو
قوی کیا تھا اور معاملے کی صورت کو اُلٹا کر دیا تھا اسی واسطے اعمالنامی کو اسکے اُلٹے ہاتھ مین دینگے
لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ اُلٹے ہاتھ کو اُسکے پیچھے باندھ دینگے اور اعمالنامی کو اسکے ہاتھ مین دینگے
وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝ پیچھے سے اُسکے پیٹھ کے فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۝ پھر آگے پکاریگا موت کو یعنی آرزو
کریگا کہ کسی طرح موت آجاوے اور مجھکو ہلاک کر ڈالے کہ ان اپنی بُری کاموں کی سزا سے خلاصی
پاؤن اور لفظ سوف کا کہ دلالت تاخیر پر کرتا ہی اسی واسطے اس جاے پر لائے ہین کہ اسکو اپنی
موت خوب طرح سے بعد عمر کے جمع خرچ کے مطالعے کے ظاہر ہو جاویگی اول بار مین اپنے نیک و بد
اعمال کو دیکھ کے خیال کریگا کہ شاید میری نیکیان میری برائیون پر غالب آوین اور مین نجات
پاؤن اور یہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت چاہتا ہی اور وہ جو سورۂ حاقہ اور دوسری
سورتون مین مذکور ہی کہ بعضونکو اعمالنامے سیدھے ہاتھ مین اور بعضونکو اُلٹے ہاتھ مین دینگے
سو اس بات کی مخالف نہین کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے جیسے کہ یہان مذکور ہی کیونکہ اعمالنامہ کا دینا

اُلٹے ہاتھ مین اسی طور سے ہوگا کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور جو بعضے علما نے تفسیر مین ذکر کیا ہے کہ آدمی اُس روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے اُنکو اعمالنامے اُنکے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور دوسرے ہلاک بدی والے اُنکو اُلٹے ہاتھ مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو کہ بعد عذاب کے نجات ہوگی سیدھے ہاتھ مین پیٹھ کیطرف سے دینگے یا ہلاک بدی والونکو اُلٹے ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور اہل نجات کو داہنے ہاتھ مین سامنے سے پس یہ قول مطابق قرآن حدیث کے نہین ہے محض احتمال ہے کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہر دونون کے حق مین جو وعیدین آئی ہین ایک دوسرے کے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین کرتین باوجود اس بات کے کہ بعضی حدیثون مین تصریح اعمالنامون کے دینے کی اسی طور سے روایت ہے کہ بیان کی گئی واللہ اعلم اور جو اس شخص کا حال کہ اپنے دوزخی ہونے کی علامت اپنے اعمالنامے سے جو اُسکی پیٹھ کیطرف سے دیا جائیگا دریافت کریگا اور واویلا مچاویگا اور دعا موت اور ہلاکت کی شروع کریگا بیان فرمایا اب ارشاد ہوتا ہے کہ اسقدر جزع اور فزع اور اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اُسکی اکتفا نہوگا بلکہ وہ چیز جس سے وہ ڈرا ہے واقع ہوگی وَيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ اور پیٹھے گا دہکتی آگ مین کیونکہ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ تحقیق کہ وہ تھا اپنے گھر والون مین دنیا مین خوش اور بیغم کہ نہ دنیا کا غم رکھتا تھا نہ آخرت کا اور کفر اور گناہ سے بھی نہین ڈرتا تھا اور اللہ تعالی کی رضامندی کی جانب کی اصلا رعایت نہین کرتا تھا اور یہان سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشی کے پیچھے آخرت کا غم لگا ہے چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ اور جو شخص کہ اس دنیا مین دکھ اور غم آخرت کا رکھتا ہوگا تو اُسکے مآل کا حال یہ ہے کہ ہمیشہ کی خوشی اُسکو حاصل ہوگی اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ خوشی دنیا کی وہی بُری ہے کہ غفلت اور رفاہیت اور آسودگی سے پیدا ہوا اور جو خوشی کہ بسبب راضی ہونیکے حکم الٰہی پر یا واسطے حاصل ہونے مراتب علیا دینیہ کے ہو تو نہین محمود اور سراسر نافع ہے چنانچہ سورۂ یونس مین فرمایا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اور یہان مذکور ہے سی خوشی دو نعمتونکا ہے کہ نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تھین چنانچہ صاف فرماتے ہین کہ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ؕ یہ تمام خوشی اُس کافر کو اسواسطے تھی کہ وہ گمان کرتا تھا کہ ہرگز پھر نہ جاویگا عالم ارواح کیطرف [illegible]

عملونکا حساب نہ دیکھے گا اسواسطے کہ جسوقت دنیا کی خوشی کیواسطے آخرت کا غم یاد آتا ہی یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملونکا بدلہ پانا قیامت مین یاد آتا ہی اور اسپر یقین ہوتا ہے تو وہ خوشی بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے۔ شعر

مرا در منزلِ جانان چہ امن و عیش چون ہردم + جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا +

اور یہی مضمون ہی اس شعر کا شعر عشرت امروز بے اندیشۂ فردا خوش ست + فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال را + اور ثابت کرنے کو حشر اور نشر کے اور جزا اور حساب کے اور رد کرنے کو اُسکے گمان کے فرماتے ہین بَلٰی ہ یون نہین ہی جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہے بلکہ پھر جانا اُسکا عالم ارواح کیطرف پھر وہان سے حشر و نشر کے عالم مین پھر حساب کے میدان مین پھر وزن اعمال کے مقام پر پھر مجازات کے محل مین کہ بہشت و دوزخ ہی ضروری ہی اور دلیل اُسکی یہ ہی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا ہ تحقیق پروردگار اُسکا اُسکو دیکھتا تھا ابتدا ء پیدائش سے انتہاے موت تک کہ روح اُسکی کہان سے آئی ہی اور بدن اُسکا کس کس چیز سے بنا ہی پھر کیا اعتقاد اور کیا عمل کیا ہی اور دل مین کون سی چیز قائم ہی اور زبان سے اُسکے کیا نکلا اور ہاتھ سے اُسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اُسکی کہان گئی اور بدن اُسکا کس کس مکانون مین بکھرا ہے پھر جو آدمی کے حال سے اسقدر واقف ہو تو البتہ اُسکو مہمل نہین چھوڑیگا اور اُسکے کیے کا بدلہ پورا دیگا اور روح کو اُسکے بدن کے اجزا سے جمع کریگا پس گمان اُسکا محض بیجا ہی کچھ حاجت قسم کی نہین اُسکے باطل کرنے مین اور اگر کسی کو اس عجیب حالت کے سننے سے کہ بعد موت کے نمود ہوگی اور روا دہونے مین ان حادثونکے کہ بعد جدا ہونے روح کے بدن سے واقع ہوتے ہین کچھ شک اور تردد ہو تو فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ پھر سوگند کھاتا ہون مین شفق کی اور شفق نام ہی ایک سُرخی کا کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد کنارہ مغرب کے نظر آتی ہی اور اُسکے باقی رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہی چنانچہ امام شافعی رح و صاحبین کا مذہب یہی ہی اور اسی پر فتویٰ ہی اور بعضی روایتون مین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ شفق نام ہی ایک سفیدی کا کہ سرخی جانے کے بعد پیدا ہوتی ہی اور دیر تک رہتی ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ حضرت امام اعظم نے اس مذہب سے رجوع کی ہی اور عرب کے لوگ شفق کو اپنے اشعارون مین اور محاورون مین

تشبیہ سُرخی کے ساتھ دیتے ہین تو یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ مراد شفق سے سرخی ہے نہ سفیدی
اور وہ جو بعضے علمانے کہا ہے کہ اول دن کی سرخی کنارے مشرق کی کسی مقدمے مین روزہ و
یا نماز معتبر نہین بلکہ معتبر سفیدی ہے کہ اسکو صبح صادق کہتے ہین تو چاہیے کہ مغرب کی نماز کا وقت
صبح کی نماز کیوقت کے برعکس ہو کہ ابتدا اسکی آفتاب کے غروب سے ہے اور انتہا اسکی طلوع
آفتاب ہے پس جواب اسکا یہ ہے کہ وہ وقت یعنی فجر کا نور کے ظہور کا وقت ہے اندھیری مین اور
ابتدا نور کے ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے ہے کہ سفیدی اسکی عام وخاص کو نظر آتی ہے
جو اول سے رات کے اندھیرے مین تھی اور یہ وقت یعنی مغرب کا اندھیری کے پھیلنے کا
وقت ہے نور پر کہ پہلے سے ایسا نہین تھا اور بعد جانے سُرخ شفق کے کچھ امتیاز اندھیری مین خاص
وعام کی نظرون مین نہین رہتا ہے اور اسوقت آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہے تو اسوقت کا
ٹھہرانا یعنی مغرب کا سُرخی کے جانے پر نہایت مناسب ہے اور ٹھہرانا اوسوقت کا یعنی صبح کا سفیدی
کے کرنے پر مناسب ہے اور فرق دونون وقتون کے درمیان مین بسبب مقدم ہونے اندھیرے کے
ہے نور پر اور بالعکس کیونکہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ انفعال حاسہ با جد الضدین موجب عت وقوت
احساس کا دوسری ضد سے ہوتا ہے اور اثر اس ضعف کی ضد کا محسوس ہوتا ہے واللہ اعلم وَاللَّیل
وَمَا وَسَقَ ۝ اور قسم ہے رات کی اور اُس چیز کی جسکو جمع کرتی ہے رات آدمیون سے ہون یا جانورون
سے کیونکہ جاندارون کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دن کو تلاش معاش کیواسطے اپنے مکانون سے
نکلتے ہین اور ہر شخص ایکطرف کو جاتا ہے اور منتشر ہو جاتے ہین اور جب رات ہوتی ہے تو
سارے اقربا اور متعلق اسکے ایک گھر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر رات گذارتے ہین
پس گویا رات جامع المتفرقین ہے اور اسی واسطے نیک و بد کام جو اخفا اور پوشیدگی سے تعلق
رکھتے ہین جیسے حلقے ذکر اللہ کے اور جماعتین تراویح کی اور مجلس رقص کی اور شراب پینا وغیرہ
سب رات مین ہوتے ہین اور اُن کیواسطے جمع ہونا متحقق ہوتا ہے وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ اور قسم کھاتا
ہون مین چاند کی جب نور اسکا پورا ابھرتا ہے اور شام سے صبح تک رات کی اندھیری کو دفع
کرتا ہے اور بُرائی کے حجاب کو اُٹھا دیتا ہے اور یہ تینون چیزین یعنی شفق اور اندھیری رات اور
چاند نمونہ ہے تینون حالتون کا کہ آدمی پر بعد موت کے گذرتا ہے نمونہ ہے آفتاب زندگی کے غروب کا نمونہ ہے

اول جو حالت کہ بمجرد جدا ہونے روح کے بدن سے ہوگی تو اسمین کچھ اثر پہلی زندگانی کا اور لذت بدن کے تعلق کی اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا دوستون کی لذت باقی رہیگی اور وہ وقت گویا برزخ ہے دنیا کی زندگانی اور استغراق قبر کے عالم مین کہ کچھ اس طرف سے اور کچھ اوس طرف سے علاقہ رکھتا ہی وہ وقت بعینہ مانند شفق کے وقت کے ہی کہ ہنوز تصرفات مخلوق کے اور آمدو شد انکی منقطع نہین ہوتی اور جاندار سب بیدار اور دیکھتے بھالتے چلتے پھرتے ہین اور دن کی باقی رہی کامون مین مشغول ہین اور یہ حالت حالت ہی انکشاف کی اور جزاے برزخ کی جو نیکیون سے اور بدیون سے کیا تھا اور مدد زندون کی مردون کو اس حالت مین جلد پہونچتی ہی اور مردے اس وقت مین اس طرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یون گمان کرتے ہین کہ گویا ابھی ہم جیتے ہین ایسا حدیث شریف مین قبر کے احوال مین وارد ہی کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہی دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ چھوڑ دو مجھکو کہ مین نماز پڑھون آور یہ بھی وارد ہی کہ مردہ اس حالت مین غریق کی مانند ہی کہ انتظار فریاد پہونچنے والے کا رکھتا ہی اور صدقے اور دعائین اور فاتحہ اسوقت اسکے بہت کام آتی ہین اور اسیواسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کی کامون مین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مردے کی روح بھی موت کے قریب کے دنون مین خواب مین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہی اور اپنا حال بیان کرتی ہی دوسری وہ حالت ہے کہ بعد قطع ہونے دنیا کی زندگانی کے علاقون کے بالکلیہ ظاہر ہوتی ہی اور استغراق عظیم دیکھنے سے ان کیفیتون کے جو دنیا مین کمایا تھا نیکی اور بدی سے اسکو حاصل ہوتا ہی اور قوائے مدرکہ اور متصرفہ اسکے اس عالم سے ایک لخت لوٹ کر اس عالم کیطرف متوجہ ہوجاتے ہین اور حس حرکت معنوی اسکی اس جہان سے مطلقاً بیکار ہوجاتی ہی اور یہ حالت مانند رات کے اندھیری کے ہی کہ بعد زائل ہونے شفق کے ہجوم کرتی ہی اور لوگونکو خواب اور معطل ہوجانا حواس اور حرکتو نکا لاحق ہوجاتا ہے اور مالوف اور کسوبات کے دن سے مطلقاً غافل ہوجاتا ہی لیکن وہ مالوفات اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کرکے باطن مین بدن کے جمع ہوتے ہین اور روح انکو رنگا رنگ صورتون مین مطالعہ کرتی ہی اور متلذذ اور متالم ہوتی ہے یعنی خوش ہوتی ہی اچھائی کو دیکھکر اور رنجیدہ ہوتی ہے برائی کو دیکھکر اور یہ حالت عام مردون کی ہی اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالی نے

محض اپنے بندون کی ہدایت وارشاد کے واسطے پیدا کیا ہو انکو اس حالت مین بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہو اور اس طرف متوجہ ہونے سے انکے استغراق مین کمال و مدارک کے سبب سے کچھ خلل واقع نہین ہوتا اور وہ استغراق اسطرف کے متوجہ ہونیکو منع بھی نہین کرتا اور انسے لوگ باطنی کماون کو ان ہی سے حاصل کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کامون کی کشادگی کا سبب انسے پوچھتے ہین اور انکے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہین اور انکا حال اسوقت مین اس مصرع کی مضمون پر گواہی دیتا ہو مصرع من آیم بجان گر تو آئی بہ تن + تیسری ایک اور حالت ہو کہ بعد حشر اور نشر کے ظاہر ہوگی اور وہ مانند چودھوین رات کے چاند کے ہو کہ پردے کو اندھیرے کے دور کرکے نیک و بد کو ان کے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کریگی اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیزین اور دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کریگا اور یہی حالت ہو اعمالون کے دینے کی اور نیک و بد عملون کے ظہور کی رنگارنگ صورتون سے اور عملون کے تولنے کی اور نیکی اور بدی کے حساب کی اور دوسرے بہت سے کامون کی اور اس حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہو کہ اتم اور اکمل اس جہان کی زندگانی سے ہو لیکن جو وہ زندگانی تغیر اور تبدیل نہین رکھتی اور یکسان ہمیشہ قائم اور برقرار ہو اسواسطے کچھ خیال اسکے واسطے نہین ہو کہ مقام پر قسم کی لائی جاوے بلکہ وہ زندگانی اس قسم کی بھی نہین ہو کہ اسکے احوال اور صفات متغیر ہوتے رہین یعنی کبھی کچھ اور کبھی کچھ تاکہ بیان کی مقام پر وہ حالتین بیان کیجاوین اسی واسطے ان ہی تین قسم پر اکتفا فرماکر اس مضمون کو کہ اثبات اسکا منظور ہو ارشاد فرماتے ہین لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ البتہ تم سب کو چڑھنا ہو کہ ڈنڈ پر کھنڈ یعنی پہلے بعد جانے کے اس دنیا سے ایک حال مین ہوگے کہ تم اسکو رجوع الی اللہ سمجھوگے بعد اسکے اس حالت سی گذر کر ایک دوسری حالت کو پہونچوگے تو جانوگے کہ حالت رجوع کی یہی ہے اور اگلی حالت اس حالت کی تمہید تھی اور علی ہذا القیاس یہانتک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا ٹھہروگے اور سفر تمہارا تمام ہو جاوے گا بعد اسکے سلسلہ کروگے اور جو گذرنا ان حالتون سی قطع منازل اور طے مراحل کے مشابہ تھا سو اسطے رکوب کا لفظ کہ معنی مین

سوا ہونے کے ہی اس مقام پر استعمال فرمایا ہی اور جو یہ برکت یعنی دنیا سی آخرت کو جانا حرکتِ
صعودی ہی یعنی اس خاکدان پست سے عالم بالا کی رفعت گاہ کو جاتی ہین اُسکی حالتون اور
منزلون طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۵ ارشاد فرمایا ہی کیونکہ طبقًا عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتی ہین چنانچہ سات
طبق آسمان کی مشہور ہین اور عمارت کے طبقے بھی عُرف مین رائج ہین اور ان تفاوتون کی دلیلین
ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے اور ہر برس مین آنکھون مین ہر خاص عام کی جلوہ گر ہین ایمان
نہ لانے سے کافرون کے اور اُنکے یقین نہ کرنے سے واقع ہونیوالی حالتونکے بعد موت کے
تعجب فرماکر ارشاد کرتے ہین فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۵ پس کیا ہو گیا ہی ان کافرونکو کہ باوجود اس
بیان واضح اور روشن نشانون کے ایمان نہین لاتے اور یقین نہین کرتے کہ ہمکو بعد موت کے بھی
کسی طرف رجوع ہونا ہی اور سفر درپیش ہی اور اُس سفر کا غم نہین کھاتے اور توشہ اُسکے واسطے نہین
اُٹھاتے اور نقصان اور نفع سے اُس عالم کے کہ منتہا اس سفر کا ہی کچھ خبر نہین ہوتی اور بعضی مفسرون
نے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۵ کو دوسرے معنون پر حمل کیا ہی کہ اس مقام پر چندان مناسبت
نہین رکھتے اگرچہ امر واقعی ہی اور وہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہے اور براہ
توبیخ اور تشنیع ہے یعنی تم بھی اختیار کروگے ایک ایک طبقے کو گناہونسے بعد ایک طبقے کے یعنی اگلی
امتونکی طرح سے مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین کہ اگلون نے کی تھین تم بھی کروگے
چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے حق مین فرمایا ہی کہ تم بھی
اگلون کی پیروی کروگے بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنی اگر اگلے لوگ ایک گز راہ حق سے دور
رہی تھے تو تم مین سے بھی بعضے لوگ اسیقدر راہ حق سے دور رہینگے اور اگلے لوگ اگر ایک بالشت دور رہے
ہونگے تو تم مین سے بھی ایک گروہ اسیقدر دور رہینگے یہانتک کہ اگر اگلی امتون مین کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اُسنے
اپنی مان سے زنا کھلے بندھون کیا ہوگا تو تم مین سے بھی بعضے شخص کرینگے اور اگر کوئی اگلون مین سے گوہ کے سوراخ
مین گھسا ہوگا تو تم مین سے بھی کوئی اُس سوراخ مین گھسیگا اور یہ بھی حدیث صحیح مین ہی کہ تمھارا
حال بھی ادا کرنے مین حق اللہ اور حق خلق کے اور جھٹلانے مین پیغمبرونکے اور کتاب اور قیامت کے اور دوسرے
گناہونکے کرنے مین بعینہ اگلی اُمتون کے مطابق اور موافق ہی جیسے کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر
ہوتی ہی کہ جو بھر کا بھی دونون مین تفاوت نہین بلکہ تم کتنی چیزین زیادہ کروگے کہ اگلی امتون مین نہ ده

چیز مین نہ تھین جیسے بیچنا احرار کا یعنی ایسے شخص کا کہ وہ کسی کا غلام لونڈی نہو اسکو فریب دیکر سے بیچنا اور اسکی قیمت کھانا اور اُن ہی مین سے ہی شعر بازی اور مساحقہ عورت کا عورت کے ساتھ یعنی چپٹی لڑانا اور اُن ہی مین سے ہی قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد کو جسپر ایمان لائے اور باوجود ایمانداری کے دعوی کے ایسی بات کسی امت مین نہین ہوئی کافرون نے ہر چند کہ اپنے پیغمبرونکو قتل کیا ہی اور ایذا دی ہی لیکن کفر کی حالت مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعویٰ ایمان کا کرے اور یہ کام کرین اور بعضے قاریون نے لَتَرْکَبَنَّ کے بے کو زبر سے پڑھا ہی اور اس صورت مین مفسرین نے معنی اسکے اسطور سے لکھے ہین کہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور مراد معراج کا وعدہ ہی کہ البتہ تو براق پر سوار ہو کر سات طبق آسمانو نپر ایک پر بعد دوسرے کے گذریگا اور یہ معنی بھی سباق اور سیاق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکھتی بلکہ پیش کی زبر کی حالت مین بھی خطاب ہر بنی آدم کو عام ہی جیسے پیش کیحالت مین سب بنی آدم کو خطاب تھا غرضکہ ظاہر معنی وہی ہین جو اول بیان کیے گئے اور مدعا کافرونکا ڈانٹنا ہی کہ آخرت کے سفر کی نشانیونکو جان بوجھ کر اس سفر کا انکار کرتے ہین اور جو جو معاملہ کہ وہان ہونیوالے ہین اُنپر ایمان نہین لاتے اور اگر اُن کی عقل خود بخود ان حالتونکو دریافت نہین کر سکتی تھی تو اُنکو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اُٹھاتے یعنی قرآن سُنکر اُسپر عمل کرتے اور اُسکو سچ جانتے لیکن اُنکو اسقدر ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہی کہ قرآن مین بھی اُن مضمونون کو سُنکر فرمانبرداری نہین کرتے وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْہِمُ الْقُرْاٰنُ اور جب پڑھا جاتا ہی اُنپر قرآن تو اُسکی عبارت کو کہ سراسر اعجاز ہی سُنکر متحیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جسوقت کہ مسلمان اپنا عجز ظاہر کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہ لوگ لَا یَسْجُدُوْنَ ۝ سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالی کو جس نے اس طرح کا قرآن فصیح اور بلیغ اُتارا کہ کوئی ایک سورۃ اُسکے برابر بنا نہین سکتا ہے کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نافرمانی اور سجدہ کرنیکا انکار ہی نہین کرتے ہین بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین جھٹلاتے ہین قرآن کو اور ہر چند کہ زبان سے نہین کہتے لیکن حق تعالیٰ اُن کے اس انکار کو جو دل مین رکھتے ہین جانتا ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ ۝ اور اللہ خوب جانتا ہی جو دلکے برتن مین کرتے ہین

اور سیاق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکھتے بلکہ بے کی زبر کی حالت مین بھی خطاب
ہر بنی کو عام ہے جیسے پیش کی حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تھا غرضکہ ظاہر معنی وہی ہین جو
اوّل بیان کئے گئے اور مدعا کا فرون کا ڈانٹنا ہی کہ آخرت کے سفر کی نشانیون کو جان بوجھ کے اس
سفر کا انکار کرتے ہین اور جو معاملے کہ وہان ہونے والے ہین اُن پر ایمان نہین لاتے اور اگر
اُنکی عقل خود بخود ان حالتون کو دریافت نہین کرسکتی تھی تو اُنکو لازم تھا کہ قرآن کے
بیان سے فائدہ اُٹھاتے یعنی قرآن سُنکر اُس پر عمل کرتے اور اُسکو سچ جانتے لیکن اُن کو اس قدر
ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہے کہ قرآن مین بھی اُن مضمونون کو سُنکر قرار اور اقرار
نہین کرتے وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ اور جب پڑھا جاتا ہی اُن پر قرآن تو اُسکی عبارت کو
کہ سراسر اعجاز ہی سُنکر متحیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جسوقت کہ مسلمان اپنا
عجز ظاہر کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہ لوگ لَا يَسْجُدُوْنَ وہ سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا
اللہ تعالی کو جس نے اس طرح کا قرآن فصیح اور بلیغ اُتارا کہ کوئی ایک سورۃ اُسکے برابر بنا
نہین سکتا ہی کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نا فرمانی اور سجدہ نہ کرنے پر اکتفا نہین
کرتے ہین بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ بلکہ جو لوگ کافر ہین جھٹلاتے ہین قرآن کو اور صرف یہ عقیدہ
کہ زبان سے نہین کہتے لیکن حق تعالی اُن کے اس انکار کو جو دل مین رکھتے ہین جانتا ہے
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ اور اللہ خوب جانتا ہی جو دل کے برتن مین کرتے ہین یعنے جو کچھ کہ
باطن مین اُن کے سوائے تکذیب اور انکار کے مخالفت اللہ تعالی کے امرون کی اور نافرمانبرداری
اس کے حکمون کی اور خوشی اور شادمانی دُنیا کی زندگانی پر اور اس گمان پر کہ آخرت کا سفر
ہم کو درپیش نہین اور محبت گناہون اور شہوتون سے اور مکر و حیلے کرنے پیغمبرون سے
دل اُن کے لبالب اور مالامال ہین سو اللہ تعالی سے پوشیدہ نہین اور لفظ مین یوعون کے
اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ وہ نادان کوتاہ اندیش ان قبیح چیزون کو کمال احتیاط سے
اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکھتے ہین لیکن احتیاج کے وقت جب اُس باسن سے
یہ موذیات نکلین گے تب یہ جانین گے کہ ہم کیا جو کے کہ اندھیری رات مین کالے ناگ کو
پھولون کا گجرا سمجھ کر گلے مین پہنا چنانچہ کسی نے کہا ہے شعر بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت

کی پاکباختہ عشق در شب دیجور ، لیکن جو یہ جاہل ان برائیون کو نیکی جانتے ہین اور آیندہ کے
نفع کے واسطے زر و جواہر کے مانند کمال احتیاط سے جان کے برتن مین رکھتے ہین نہ مٹی تانبے
کے برتن مین لپس تجکو بھی چاہیے کہ اُن کے باطل اعتقاد کے موافق ہنسی ٹھٹھے کی بات چیت کر
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ، پس خوش خبری دے اُن کو دُکھ کی مار کی اُن کی فرحت اور
شادمانی پر دنیا کے اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ مشغول کا ہی واسطے ڈرانے اور خوف
دلانے کے اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ان کے سب لوگون کو عذاب الیم کا
وعدہ دے مگر اُن لوگون کو کہ ایمان لاوین اور اچھے کام کرین اور کفر اور گناہون کو اپنے اس
عمل نیک کے سبب سے محو کرین پھر جو ایسا کرین اُنپر ہرگز عذاب نہین ہی نہ الیم نہ غیر الیم بلکہ لَهُمْ اَجْرٌ
اُن کے واسطے نیک ہی ایمان اور اُن کے واسطے نیک عمل پر اور باز رہنے پر کفر اور گناہ سے
اور وہ نیک غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ہی بے انتہا ہے ہرگز تمام ہونے والا نہین ہرچند کہ اُن کا ایمان
خواب اور غفلت کے وقت منقطع ہو جاتا تھا اور نیک عمل اُن کا بسبب مرض و شغل اور
سفر اور دوستون کی بھی موقوف ہو جاتا تھا لیکن رحمت الٰہی نے اس غیبۃ الحال ایمان کو حکم دائمی ایمان
کا دیا اور اس قطع عمل کو استمرار کی قرار دیا اور نعمت سدا رہنے والی عوض مین اُسکے امداد فرمائی
اور یہ سورۃ سجدے کی سورتون مین سے ہے بعد لَا يَسْجُدُوْنَ کی آیت کے سجدہ ہی اور حضرت
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کرنے پر سجدے کے مذمت اور عتاب جو اس جگہ پر وارد ہی
اُس سے یہ استدلال کیا ہی کہ سجدہ تلاوت کا واجب ہی سو اسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور
عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت کا سنت ہے
جواب اسکا یہ ہی کہ مراد سجدے سے اس جگہ پر خضوع اور انقیاد ہی اور یا ارادہ فرض نماز
کے سجدے کے واسطے ہی نہ سجدہ تلاوت کا لیکن اس جواب مین خدشہ ہی کیونکہ اگر یہی مراد
ہوتی تو سجدہ تلاوت اس جگہ پر مسنون کسو اسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سورۃ کو عشا کی نماز مین پڑھا ہی اور اس مقام پر
سجدہ کیا ہی اور مقتدیان سننے والون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا ہی
چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت مین داخل تھے اور ظاہر ہے کہ جب اُن کانون کی

جو سجدہ نہین کرتے اس آیت مین مذمت فرمائی تو البتہ مسلمانون کو لازم ہے کہ کافرون کی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرین اور تمام سجدے کی آیتین جو قرآن مین ہین یا تو اُن آیتون مین برائی کافرون کی ہی بسبب سجدہ نہ کرنے کے یا مدح مسلمانون کی ہے اور فرشتون کی بسبب سجدہ کرنے کے لیکن ملازمت اس جانب سے ہے یعنے جو سجدہ کہ قرآن مین آیا اس قسم کی آیتون مین ہے نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی جائے پر اس قسم کی آیتین آئی ہین کہ ان مین سجدہ نہین ہی اسی واسطے کہا ہے کہ آیتین سجدے کی توقیفی ہین یعنی بلکہ شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پایئے وہان سجدہ سمجھے

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

سُورَۃُ البُرُوج

سورہ بروج مکی ہے اسمین بائیس آیتین اور ایکسو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورہ انشقاق سے یہ ہی کہ ابتدا مین اُسکے ذکر آسمان کے پھٹنے کا ہی قیامت کے دن اور اس سورۃ مین ذکر ہی آسمان کے حصے کرنیکا دنیا مین بارہ جگہ برابر کہ ہر ایک جدا جدا حکم رکھتا ہی اور آخر مین اس سورۃ کے بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ واقع ہے اور انتہا مین اس سورۃ کے بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝ وَاللّٰهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝ ہے اور یہ دونون مضمون آپس مین ظاہر اتحاد رکھتے ہین اور درمیان مین اُس سورۃ کے حال بہشتیون اور دوزخیون کا مذکور ہے جیسے کہ درمیان مین اس سورۃ کے مذکور ہے پس دونو سورتون کو آپس مین کمال مناسبت حاصل ہوئی اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ مکے کے کافر مسلمانون کو بسبب اسلام لانے کے طرح طرح کے رنج و اذیت پہونچاتے تھے اور مسلمان یہ قصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے اور جناب رسالتمآب ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تم کو حق تعالےٰ اُن لوگون سے بدلہ لینے کی طاقت بخشے گا اور جو کچھ کہ یہ تمھارے ساتھ کرتے ہین ایسا ہی تم ان کے ساتھ کروگے کافرون نے جو یہ ماجرا سُنا تو طعن اور ٹھٹھول شروع کیا کہ یہ ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہین کہ ہم سے بدلہ لے سکین گے اگر ہماری عزت اور اُن کی ذلت حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت نہ ہوتی تو ہم کیون

اُن پر غالب کرتا پس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام الٰہی ہمارے ہی نصیب اور ذلت اور عجز اور خواری اُنکے نصیب ہی کافرون کے اس بات کے جواب مین یہ سورۃ نازل فرمائی اور مطلع مین اِس سورہ کے سوگند آسمان کی کھائی ہے کہ جو بارہ برج رکھتا ہی اور ہر برج سبب ہی عالم اور اہل عالم کے انقلاب کا اور بہت سی چیزین ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سبب سے عزیز ہوتی ہین اور وہی دوسرے برج کی تاثیر سے ذلیل اور بیقدر ہو جاتی ہین چنانچہ پوشاکین شال اور پوستین وغیرہ گرمی کے دنون مین اور ٹھنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف جاڑون مین یہان سے اِس انقلاب کو اپنے دل مین خوب سمجھین اور بوجھین اور اپنی عزت پر مغرور نہون اور ذلت پر مسلمانونکی طعن اور استہزا نہ کرین کہ ہر سال باختلاف موسم کے وقت اس انقلاب کو دیکھتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس سورۃ کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کے واسطے رکھا ہی کہ منظور اس سورۃ مین بیان نیکی اور بدی کے پے در پے آنے کا ہے اور سعادت اور نحوست کے بدلنے کا تا معلوم ہو جاوے کہ جو شخص کہ مسلمان کو ایذا اور رنج پہونچاتا ہی اور نہایت قوت اور غلبہ رکھتا ہی ہو سکتا ہے کہ انتقام مین گرفتار ہو اور خراب ہو اور زیادہ تر اور مشہور تر اسباب نیک بختی اور بدبختی کی لیاقت کے نزدیک عوام کے کہ ہر سال اُسکو دیکھتے ہین اور جانتے ہین آسمان کے بارہ برج ہین اسی واسطے قمری مہینے کو اس حق مین اعتبار نہین فرمایا ہی کہ اُن کے اختلاف کے سبب انقلاب عالم مین نظر نہین آتا اور یہی سبب ہی کہ مہینے قمری ہر موسم مین آ لگتے ہین اور علم اُس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بھی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ قسم کھاتا ہون مین آسمان برج والے کی کہ ہر برج نیکی اور بدی اور سعادت اور نحوست مین جدا حکم رکھتا ہی اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران کرتا ہی اور چند روز حکم اُسکا عالم مین جاری ہوتا ہے اور پھر زائل ہو جاتا ہی وہی حکم پھر آتا ہی سو کسی شخص کو واسطے یون اعتماد کرنا نہ چاہیے کہ یہ حالت خاص اسی کیواسطے ہے دوسرے کو نصیب نہ ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ یہ حالت موجودہ معدوم ہو جاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجون کی یہ ہی کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دائرہ پیدا ہوتا ہی

اُسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب اُسکو ایک سال کی مدت مین تمام طے کرتا ہے اور
جب اُس دائرے کو بارہ حصون پر برابر تقسیم کرین تو بارہ حصے ہون گے ہر حصے کو بُرج کہتے ہین
اور سب مل کے بارہ بُرج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اس دائرے کی تقسیم ہونے کی بارہ حصے پر
نہ اس سے کم نہ زیادہ کتاب الٰہی سے دلون مین تمام بنی آدم کے القا ہوئی ہی اور تمام مطابق
ہنود اور فارسیون اور یونانیون اور عربون اور فرنگیون اور دوسری قومون کے یہی بات پر متفق
مین سو یہ ہی کہ جو مدت ہے آفتاب کے ہونے کی ہر ربع مین ارباع فلک سے اُسکا نام فصل رکھا ہی
کہ ہوا اور خاصیت اُن فصلون کی مخالف ایک دوسرے کے ہے جیسے ربیع اور خریف اور گرمی
اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا اور بیچ اور انتہا ہے کہ حکم اس فصل کا ان حالتون مین ساتھ قوت
اور ضعف کے بدلتا ہے تو آسمان اسی واسطے بارہ قسم پر تقسیم کیا گیا اور ہر قسم کا برج نام رکھا ہی
اور آفتاب کو بھی ایک دورہ کامل کی مدت مین بارہ مرتبے چاند سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہی
اور یہ دونون آسمان مین ایک مکان پر اکٹھے ہوتے ہین اور ہر بار جمع ہونا چاند کا آخر تک
یہی قمری مہینہ ہے اسی واسطے آسمان کو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصے پر
مقرر کیا ہے اور ہر قسم کو برج مقرر کیا ہے اور ہر برج کا موافق اس صورت کے کہ جمع ہونے سے
تارون کے اُس برج مین پیدا ہوئی ہے نام رکھا جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان
اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور جدی اور دلو اور حوت اور ہر ایک کو
ان برجون سے آفتاب کی حرکت کے دنون کے مانند تیس حصون پر تقسیم کیا ہے اور ہر قسم
یعنی ہر حصے کا اُن حصون سے درجہ نام رکھا ہے اور ہر درجے کو ساٹھ حصہ بانٹا ہے اور ہر حصے کا
نام ان درجون سے دقیقہ رکھا ہی کہ ہندی لغت مین اتنی دیر کو گھڑی کہتے ہین اور دقیقے کو
ساٹھ قسم پر تقسیم کرکے ثانیہ نام رکھا کہ ہندی لغت مین اُسکو پل کہتے ہین اور ہر ثانیہ کو پھر
ساٹھ حصے کیا ہی اور اُسکا نام ثالثہ رکھا ہے جسکو ہندی مین چھن کہتے ہین اور علیٰ ہذا القیاس
اور یہ بارہ برج آپس مین صورت اور احکام مین نہایت اختلاف رکھتے ہین پس حمل
بکری کے بچے کی صورت ہی کہ سر مغرب کی طرف اور دُم مشرق کی طرف رکھتا ہے اور منہ پیچھے
پھیرے ہوئے کسی کو دیکھ رہا ہے اور جو ستارے کہ اُسکی صورت مین داخل ہین تیس ۲۲

ستارے ہین اور پانچ ستارے دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین گو کہ صورت سے
خارج واقع ہوتے ہین اور ثور بیل کی صورت ہے کہ سر اُسکا مشرق کی طرف ہے اور دُم اُسکی
مغرب کی طرف ہے اور صورت اسکی بتیس ۳۲ تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی مانند
عین الثور اور ثریا کے کہ انگور کے خوشے کے مانند ہے اور دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق
رکھتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا دو آدمیون کی صورت ہے ایک دوسرے
سے لپٹے ہوے کہ سر اُن کے شمال و مشرق کی طرف ہین اور پانون اُن کے جنوب و مغرب کی
طرف ہین اور اٹھارہ ۱۸ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور سات ستارے دوسرے
خارج ہین کہ اُن مین سے ذراع اور نثرہ بھی ہین اور سرطان ایک جانور کی صورت ہے کہ
معروف اور مشہور ہی کہ فارسی مین اسکو خرچنگ کہتے ہین اور ہندی مین کیکڑا اور نو ستارون سے
اسکی صورت مرکب ہے اور اسد شیر کی صورت ہے کہ ستائیس ۲۷ تارون سے مرکب ہی اور دو
تارے جیسے قلب الاسد اور زبرہ بھی اس سے تعلق رکھتے ہین اور سنبلہ ایک عورت
کی صورت ہے کہ ایک خوشہ اُس کے ہاتھ مین ہے سر اُسکا اسد کے نیچے ہے اور پانون اُسکے
میزان کی طرف ہین چھبیس ۲۶ تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی اس سے تعلق
رکھتے ہین اور اُسکے ہاتھ کے پاس جس ہاتھ مین خوشہ ہی ایک تارہ ہی جسکا نام سماک اعزل ہی اور
میزان ترازو کی صورت ہے آٹھ تارون سے مرکب ہی اور عقرب بچھو کی صورت ہے مرکب ہے
اکیس ۲۱ تارون سے اور قلب العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بھی اس سے تعلق رکھتے
ہین اور قوس ایک مرد کی صورت ہی تیر و کمان ہاتھ مین اکتیس ۳۱ تارون سے مرکب ہے
اور جدی کی صورت بھیڑ کے بچے کی ہی مرکب ہے اٹھائیس ۲۸ تارون سے اور سعد ذابح بھی
اسی سے تعلق رکھتا ہی اور دلو بھی ایک مرد کی صورت ہی کہ ڈول کنوین سے نکال کے ہاتھ مین
پکڑے اسکو اوندھا کئے ہوے پانی اُسکا زمین پر گراتا ہی اور صورت اُس کی بیالیس ۴۲ تارون
سے مرکب ہی اور حوت کی شکل دو مچھلیون کی سی ہے کہ آپس مین دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے
ہوے پڑی ہین ایک کو اُن مین سے سمک مقدم کہتے ہین کہ جنوب کی طرف ہی اور صورت
اُن دونون مچھلیون کی چونتیس ۳۴ تارون سے مرکب ہی یہ بیان ہی برجون کی صورتون کا اسکے اختلاف کا

لیکن بیان اُن برجون کے احکام کے اختلاف کا بس یہ ہی کہ حمل مریخ کا گھر ہے اور وبال زہرہ کا اور
شرف آفتاب کا انیسوین درجے مین ہی اور ہبوط زحل کا اور حمل کو برج مذکر اور نہاری اور
حار و یابس اور صفراوی اور برج منقلب اور ربیعی اور شمالی کہتے ہین اور ثور زہرہ کا گھر ہے
اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اُسکے تیسرے درجے مین ہی اور اُسکو مونث اور لیلی اور سرد و
خشک اور سوداوی اور ثابت گنتے ہین اور جوزا عطارد کا گھر ہے اور وبال مشتری کا اور شرف
راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اُسکو مذکر اور نہاری اور گرم و تر اور دموی اور ذو جسدین کہتے ہین
اور سرطان قمر کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور شرف مشتری کا اور ہبوط مریخ کا اور مونث اور
لیلی اور برج منقلب ہی اور اسد سورج کا گھر ہے اور وبال زحل کا اور اسمین شرف اور ہبوط
نہین ہی اور ثابت ہی اور مذکر اور نہاری اور حار و یابس اور صفراوی ہے اور سنبلہ عطارد کا
گھر ہے اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذو جسدین کا اور مونث اور لیلی اور سرد
و خشک و سوداوی ہی اور میزان زہرہ کا گھر ہے اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا اور ہبوط آفتاب
کا اور برج منقلب ہی اور مذکر اور نہاری اور گرم و تر اور دموی ہی اور عقرب مریخ کا گھر ہے اور
وبال زہرہ کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مونث سرد و تر بلغمی ہی اور قوس مشتری کا گھر ہی
اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذو جسدین کا اور مذکر اور نہاری
اور گرم و خشک اور صفراوی ہی اور جدی زحل کا گھر ہے اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا اور
ہبوط مشتری کا اور برج منقلب اور مونث ہی اور دلو زحل کا گھر ہے اور وبال آفتاب کا اور
کسی ستارے کو اُس سے شرف اور ہبوط نہین ہی اور برج ثابت ہی اور ہوائی گرم و تر
اور مذکر اور نہاری ہی اور حوت مشتری کا گھر ہی اور وبال عطارد کا اور اُسکے ہبوط کا اور شرف
زہرہ کا اور مونث لیلی اور سرد و تر اور بلغمی اور ذو جسدین ہی حاصل کلام کا یہ کہ ظاہر خواص اور
احکام سے ان برجون کے بہ نسبت عوام کے ذہنون کے ظاہر اور روشن ہی سو اختلاف فعلون کا
ہے کہ اس کے ضمن مین عزت اور ذلت تمام عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہی اور ہر سال
یہ انقلاب ظاہر ہوتا ہی پھر دوسرے برس اسی طور سے عزت مفقود اور ذلت معدوم ہو کر عود
کرتی ہی تو یہ دلیل صریح ہی حالات کے تبدیل پر اور انقلاب عزت کا ذلت سے اور ذلت کا

عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو کہ ہمیشہ نظروں میں خاص و عام کے مشہور اور محسوس ہے
ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک انقلاب کے دن کے جو [illegible] ہر خاص
کی نظر سے مستور اور مخفی ہے اور عقل کسی عاقل کی خود بخود بغیر نور نبوت کی مدد کے اُسکو معلوم نہیں کر سکتی
ہے یاد فرماتے ہیں وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ اور قسم کھاتا ہوں میں اُس دن کی کہ وعدہ کیا گیا ہے
جزا دینے کے واسطے اور اُس میں ایک بڑا تغیر اور تبدل ظاہر ہوگا کہ آسمان اور آسمان کے
برج اور زمین سب اُس روز الٹ پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اُس روز پیدا ہوگا اور
اس عالم کے عزت داروں کو تمام روز ملال ذلت ہوئی اور ذلیلوں کو کہ اس عالم کے اُس عالم میں
کمال عزت حاصل ہوگی اور چونکہ روز جزا کے واسطے مقرر ہے تو پہونچاتے ہیں [illegible] اُسکے تین چیزیں
ضرور ہیں اول مستحق جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا کہ ہر شخص کو اُسکے موافق بدلہ دیوے
تیسرے اُس کام کا ہونا نیکی اور بدی سے کہ موافق اُسکے جزا دی جاوے سو واسطے بیان کرنے کو
ان تینوں چیزوں کے کہ اُس روز جمع ہونگی دو قسمیں اور یاد فرماتے ہیں وَشَاهِدٍ اور
قسم کھاتا ہوں میں ہر حاضر ہونے والے کی جنس سے آدمیوں کی اور جنوں کی اور فرشتوں
کی کہ اُس روز ایک جاے پر حاضر ہونگے اور ایک باعث عظیم [illegible] کے مانند خیال میں
نہیں سماتی ترتیب پاوے گی اور بسبب اُس اجتماع کے مقدمہ جزا کا درست ہوگا کہ مدعی اور
مدعا علیہ اور گواہ سب محکمے میں موجود ہیں وَمَشْهُودٍ اور قسم کھاتا ہوں میں اُس چیز
کی کہ اُسکے پاس حاضر ہونگے اور وہ چیز بھی کئی صورتیں رکھتی ہے اول عمل نیک اور
بد کہ بمجرد اُٹھنے کے گور سے اور زندہ ہونے کے نمودار ہونگے اور ہر شخص کے ہمراہ ہونگے
دوسرے فرشتے کہ رنگا رنگ صورتوں سے تنعیم اور تعذیب کے واسطے آدمی کے ظاہر ہونگے
اور فرشتے ساتوں آسمانوں کے اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے سب بے حجاب
آدمی کو نظر آوینگے تیسرے نامے اعمال کے ہر شخص کو دینگے کہ مطالعہ کرے چوتھے عملوں کا وزن
کہ وقت حاضر ہونے میزان کے کھل جاویگا پانچویں تجلی الٰہی کہ حاکم اُس روز کی ہے بے پردہ
نمایاں ہو جاویگی چھٹے بہشت اور دوزخ کہ اس جہان میں پوشیدہ اور مخفی ہیں سلیقہ لباس اور
آرائش کے اور ہول اور شدتوں کے جلوہ کرینگی اور بسبب ظاہر ہونے ان چھ چیزوں سے

ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور بدن مین بلکہ تمام عالم مین نمودار ہوگا اور تفسیر مین شاہد
اور مشہود کے بہت اختلاف ہی اور وہ جو اس جگہ مذکور ہوا وہ صحابہ کرام کے معتبر قولون سے
منقول ہے جیسے عبداللہ بن عباس رض اور حضرت امام حسن رض اور ضحاک اور مجاہد اور ابن المسیب
رضی اللہ عنہم لیکن معالم التنزیل مین بغوی رح سے اور دوسری حدیث کی معتبر کتابون مین ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ مراد شاہد سے جمعے کا دن ہے
کہ ہر شہر اور ہر مسجد کہ جسمین جمعہ پڑھا جاتا ہی برکتین اُس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود
سے عرفے کا دن ہی کہ حاجی دُور دُور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنے کو اُس روز ایک
مکان مین جمع ہوتے ہین گویا وہ دن اُس مکان مین سکونت رکھتا ہی اور لوگ اُسکے مشتاق ہوکر
اُسکے پاس آتے ہین اور وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کے برخلاف اگلی قسمون کے کہ معرف ساتھ
لام کے ہین یہی ہی کہ جمعے کا دن اور عرفے کا دن ایک فرد مین منحصر نہین مکرر وارد ہوتے ہین
برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوے ہین اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق ادم وفیہ ادخل الجنۃ
وفیہ اھبط منھا وفیہ تقوم الساعۃ وفیہ تاب اللہ علی آدم علیہ السلام یعنے بہتر دن جسمین سورج نکلا جمعے کا دن ہے
اسی دن پیدا کیے گئے آدم علیہ السلام اور اسی دن داخل کیے گئے جنت مین اور اسی دن نکالے
گئے تھے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام
کی اور یہ بھی وارد ہی کہ جمعے کے دن مین ایک ساعت ہی کہ اگر بندہ مسلمان اُس ساعت کو اتفاقا
دعا اور التجا کے جناب الہی مین مطلب حاصل ہونے کے واسطے اچھی طرح گذارے تو مطلب
حاصل ہوجاوے اور یہ بھی وارد ہے کہ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ یعنے بہت بھیجو مجھپر
درود جمعے کے دن کہ وہ متبرک ہی اور یہ بھی حدیث شریف مین ہی کہ حق تعالی عرفے کے روز
فرشتون کو فرماتا ہی کہ دیکھو میرے بندون کو کہ کیسی دھولون مین اٹے ہوے بال بکھرے
ہوے کہان کہان سے میرے گھر کا حج کرنے کو آئے ہین گواہ ہو کہ مین نے انکو بخش دیا اور
اُس روز شیطان عالم مغفرت الہی کو دیکھ کر واویلا مچاتا ہی اور خاک سر پر اڑاتا ہی اور اس دن
روزہ دو سال اگلے اور دو سال پچھلے گناہون کی کفارت ہی اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا

ہفتے کے دنون مین بہتر دن جمعے کا ہی اور سال کے دنون مین بہتر دن عرفے کا ہے یعنے نوین ذیحجہ کی اور اگر دونون جمع ہون تو نورٌ علیٰ نور ہوجاوے اور ان دونون دنون مین بھی ایک طرح کا انقلاب ہی کیونکہ جمعے کا دن ہماری شریعت مین ہفتے کی ابتدا ہی اور عرفے کا دن سال کی عبادتون کی انتہا ہے بسبب ادا کرنے عبادت کبریٰ کے کہ حج ہی خانہ کعبہ کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ جو دن کہ اسمین اجتماع عظیم واقع ہو اور بہت سے لوگ حاصل کرنے کو برکت کے یا سرانجام پہونچانے کو کسی مہم کے حاضر ہون تو وہ دن مشہود ہی اور حاضر ہونے والے اُس روز کے شاہد اور بموجب اِس تفسیر کے مشہود جمعے کا دن ہی اور عرفہ اور عیدین کا اور ترویے کا دن یعنی آٹھوین ذیحجہ کی اور دوسرے دن اجتماعون کے اور ایک گروہ نے تفسیر والون سے شاہد اور مشہود کو شہود سے جو معنون مین حضور کے ہین نہین پکڑا بلکہ شہادت کے جو معنی مین گواہی کے ہین اختیار کیا ہی اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی چیزون ہین اول تو ذات حضرت حق کی جیسے سالم بن عبد اللہ رضہ نے کہا کہ شاہد خدا ہے اور مشہود خلق کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا اور سعید بن جبیر رضہ نے کہا کہ شاہد خدا ہی اور مشہود بہ توحید ہے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ دوسرے یہ کہ شاہد پیغمبر ہین اور مشہود علیہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ تیسرے یہ کہ شاہد عملون کے لکھنے والے ہین اور مشہود مکلفین جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَجَآءَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّعَہَا سَآئِقٌ وَّشَہِیۡدٌ چوتھے یہ کہ شاہد آدمی کے اعضا ہین اور مشہود علیہ آدمی جیسے قول ہے اللہ تعالیٰ کا یَوۡمَ تَشۡہَدُ عَلَیۡہِمۡ اَلۡسِنَتُہُمۡ وَاَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ پانچوین یہ کہ شاہد رات اور دن ہین اور مشہود بہ بنی آدم کے اعمال جیسے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ مامن یوم الا ینادی الی یوم جدید وانی علی ما یعمل فی شہید چھٹے یہ کہ شاہد آسمان و زمین ہین کہ ہر قطعہ آسمان کا جو چیز کہ اُسکے نیچے واقع ہوئی ہے نیکی اور بدی سے بیان کرے گا اور ہر ٹکڑا زمین کا جو کچھ کہ اُسپر واقع ہوا ہی نیکی سے یا بدی سے قیامت کے دن گواہی دیگا اور مشہود بہ نیک و بد کام ہین کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر واقع ہوتے ہین ساتوین یہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور مشہود علیہ دوسری اُمتین قولہ تعالیٰ وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا آٹھوین یہ کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شاہد تمام ممکنات ہین اور مشہود ذات پاک

واجب الوجود کی ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود پر ذات اور صفات حق تعالیٰ کے گواہ ہے اور
موافق اسی تفسیر کے ہے اصطلاح اہل کلام کی کہ قیاس غائب کا شاہد پر درست نہین اور دلیل بکڑنا
ساتھ شاہد کے اوپر غائب کے ہو سکتا ہی تو نین یہ کہ شاہد حجر اسود ہی اور مشہود لہ حجاج کیونکہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض لیجئ یوم القیٰمۃ لہ عینان یبصر بہما ولسان
ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق اور حضرات صوفیہ رح نے بھی فرمایا ہی کہ مقام مین جلا کے شاہد حق
ہے اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد خلق اور مشہود حق بہر تقدیر یہ چیزین کہ مذکور ہوئی ہین
بسبب شرافت اور عظمت کے کہ رکھتی ہین قابل قسم کھانے کے ہین اور فی الجملہ دلالت انقلاب احوال کے
بھی کرتی ہین اور یہ موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام ابھی مناسب انکے ہے اور معین کرنے مین
ان قسمون کے جواب کے مفسرون کو بڑا اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ جواب ان قسمون کا قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ہے مقدر ماننے سے لام اور قد کے اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ کلام تقدیم اور تاخیر پر بنایا گیا ہے
یعنے قتل اصحٰب الاخدود والسمآء ذات البروج اور ابن مسعود اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول
ہے کہ جواب ان قسمون کا بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ہے اور درمیان مین ان کے جو کہ مذکور ہے
حکم جملہ معترضہ کا رکھتا ہی اور کشاف والے اور تھوڑے سے متقدمین نے یون اختیار کیا ہے
کہ جواب قسم کا محذوف ہے یعنے لعن من یؤذی المؤمنین لایمانہم کما لُعِنَ اصحاب الاخدود
اور اصح یہ ہی کہ جواب قسم کا ان الذین فتنوا المؤمنین ہے اور قتل اصحاب الاخدود بطور
گواہی کے اس مضمون پر بعد ان چارون قسمون کے درمیان مین لائے ہین کہ دلائل عقلیہ ساتھ
دلائل نقلیہ کے ملکر کمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین اور یہ بھی ہی کہ ان قسمون سے انقلاب عالم کا
اور انتقام ظالم سے دنیا مین دائرہ نحوست کے آنے کے وقت اور وعدہ دیے گئے دن مین
بعد قائم ہونے شاہدون کے اور اظہار مشہود بہ کے مطلقاً ثابت ہوتا ہی اور اس قصے سے
بالخصوص مسلمان بندون کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتی ہی لیکن لانا اس قصے کا واسطے
تمام کرنے تقریب سخن کے اور تنزیل عام کے اوپر خاص کے ہے کہ تقدیر مطالب مین اس سے ناچاری
ہے یعنے مقدر ماننے مین مطلب کے ضرور ہے گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمانون کا ظالمون سے
کیا دنیا مین اور کیا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت ہونے حق کے ضرور ہونیوالا ہی

جیسے قبل اس کے واقع ہو چکا ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ قتل عام کئے گئے خندق والے
کہ طول میں چالیس چالیس گز اور عرض میں بارہ بارہ گز کھودی تھیں تاکہ مسلمانوں کو ان خندقون
میں ڈالیں اور عذاب کریں اور وہ خندقیں ایسی گرم ہوئیں اور تپی تھیں کہ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ
تما مر وہ خندق ایک آگ تھی شعلہ والی یا بہت سی لکڑیون والی کہ انھیں جلا کر نہایت گرم کیا گیا
تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت میں اس سورۃ کی اس آیت کو
پہونچتے فرماتے تھے کہ اعوذ باللہ من جَهْدِ البلآء اور یہ قتل عام کہ خندق والون کو واقع
ہوا بدلہ تھا جلد اور سریع کہ بسبب بھڑکنے آگ کے اور اسکی چنگاریون کے بعد ڈالنے مسلمانون
کے اس میں فی الفور ہلاک ہوئے اور فرصت گھر تک پھر جانے کی نہ پائی اسواسطے کہ یہ انتقام
اس وقت واقع ہوا کہ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ جسوقت کہ وہ خندق والے اس آگ پر بیٹھے تھے
قبل اسکے کہ کرسیون سے اُٹھیں اور گھر کو جاویں جل گئے اور تھوڑی سی فرصت بھی نہ پائی
اور اس قسم کا بدلہ جلد اور سریع لینا بیشتر عوام کی نظرون میں موجب عبرت کا ہوتا ہے اور فی الواقع
اس جماعت نے ظلم میں کمال مرتبے کو زیادتی کی تھی کہ ایسی جلد سزا کو پہونچی کیونکہ دوسرے ظالم جو
کسی پر ظلم کرتے ہیں اپنے روبرو مار دھاڑ نہیں کرتے بلکہ پیادون کو یا قیدخانے والون کو حکم
کر دیتے ہیں کہ گنہگارون کو سزا پہونچاوین تاکہ خلاف مروّت کے اور خلاف قوت جنسیت کے
واقع نہو وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ اور یہ ظالم کہ صاحب خندق کے تھے جو کچھ کہ
ایمان والون سے کرتے تھے خود اپنے حضور میں کرتے تھے اور کو یہان سمجھ لیا چاہیے کہ قصہ صاحب
خندق کا کہ دین اور ایمان کے سبب سے لوگون کو اس آگ بھری خندق میں ڈالا ہے اور خود بھی جلد
اسیوقت انتقام میں گرفتار ہو کر کندۂ دوزخ ہوئے چار بستیون میں کہ قریب حجاز کے ملک کے
ہین واقع ہوا ہے تو کہ ان معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے یہ چارون قصے مراد ہون اور منظور اہل مکہ کو
ڈرانا ہے تاکہ ان قصون سے کہ ان پر بھی ظاہر ہیں عبرت پکڑین اور مسلمانون کے ایذا دینے
مین زیادہ نہ کرین پہلا قصہ جو شام کے ملک میں واقع ہوا کیفیت اسکی حدیث صحیح میں کہ
مسلم اور دوسری صحاح میں صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہے سو یہ ہے کہ
اس ملک میں ایک بادشاہ تھا بڑا جلیل القدر اور اس کے یہان ایک جادوگر تھا کہ جادو

فن مین کمال مہارت رکھتا تھا اور اُس بادشاہ کی سلطنت گویا اُسی کے سبب سے قائم تھی جو
دشمن کہ ارادہ اُس کے ملک کا کرتا وہ جادوگر اُسکو جادو سے ہلاک کردیتا تھا کچھ لڑنے بھڑنے
کی بھی حاجت نہوتی تھی اور جب کبھی ارکان اور اُمرا اُس مملکت کے بادشاہ سے اُنکی نالائق
حرکتون کے سبب سے بددل اور رنجیدہ ہوتے تو یہ جادوگر جادو کے زور سے اُنکو رجوع کردیتا تھا
اور اسی طرح سے ہر امر مین سحر اُسکا کام کرتا تھا یہان تک وہ جادوگر بوڑھا ہوا اور اپنی زندگی
سے ناامید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑھا ہوگیا اور قریب ہی کہ اس جہان
فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہون اب کوئی لڑکا خوب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامون مین سے
میرے سپرد کردے تا کہ اُسکو سحر کا علم تعلیم کرون کہ بعد میرے کاروبار تمھاری مملکت کا وہ لڑکا درست
کرتا رہے بادشاہ نے ایک غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کرکے اُسکو حکم کیا کہ صبح سے
شام تک ساحر کے پاس حاضر رہا کر اور جادو کا فن سیکھو اس لڑکے نے روز آنا جانا جادوگر کے
گھر شروع کیا اور جادو سیکھنے لگا اتفاقاً ایک روز راستے مین کیا دیکھتا ہی کہ بہت سے آدمی ایک
دروازے سے نکلتے ہین پوچھا کہ اس گھر مین کون ہے کہ لوگ اُس کے پاس جاتے ہین کسی نے
کہا کہ یہان ایک راہب ہی یعنے عابد کہ دنیا کو ترک کرکے خدا کی طرف مشغول ہی یہ سُنکر وہ لڑکا
بھی اُس راہب کے مکان مین آیا اور اُسکے حضور مین بیٹھا اور اُسکی باتین سُنین پس
سُنتے ہی راہب کے کلام کا اُسکے دل مین اثر ہوگیا یہانتک نوبت پہونچی کہ جب بادشاہ کے
دولت خانے سے ساحر کے گھر کو جاتا تو راستے مین راہب کے پاس بیٹھتا تھا اور جو کبھی راہب کے
پاس زیادہ بیٹھ جاتا تو جادوگر اُسکو نہایت غصہ اور تنبیہ کرتا کہ دیر کیون کی تو وہ لڑکا کہتا کہ مجکو گھر مین
دیر لگی آخر ساحر نے یہ ماجرا بادشاہ کے حضور مین عرض کیا بادشاہ نے نہایت تعقید فرمائی کہ یہ لڑکا
بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگون نے عرض کی کہ یہ لڑکا یہان سے تو صبح دم
جاتا ہی اگر دیر کرتا ہی تو راہ مین کرتا ہے پس بادشاہ اور ساحر دونون نے یہ خبر سُنکر لڑکے کو دھمکایا
کہ خبردار پھر ایسی دیر نہ کرنا لیکن یہ خیال کیا کہ شاید راستے مین لڑکون کے ساتھ کھیل کود مین لگجاتا ہی
اسواسطے دیر ہوجاتی ہی یہانتک کہ ایک روز یہ لڑکا راہب کے گھر سے بادشاہ کے دولت خانے
کی طرف آتا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہی کہ راستے مین ایک بڑا اژدہا پڑا ہے اور راستہ بند ہی اُدھر کے

لوگ اُونکو ڈھونڈھتے ہیں اور اِدھر کے لوگ اُدھر بھٹکتے پھرتے ہین لڑکے نے اپنے دلمین کہا
کہ آج امتحان کرتا ہون کہ ساحر کی صحبت بہتر ہے یا راہب کی یہ کہکر ایک پتھر اٹھایا اور
کہا اے بار خدایا اگر دین اور مذہب گوشہ نشین کا بہتر ہے سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو
مار ڈال تا کہ لوگ خلاص ہو جاوین اور اس پتھر کو اژدہے کی طرف پھینکا اُس پتھر کے پہونچتے ہی
وہ اژدہا ہلاک ہو گیا لوگ اس معاملے کو دیکھ کر پکار اُٹھے کہ یہ لڑکا جادوگری کے کمال کو پہونچا
رفتہ رفتہ یہ خبر گوشہ نشین کو پہنچی تو اُس نے خلوت مین لڑکے سے کہا کہ اے لڑکے تجھکو خدا تعالے
نے بزرگ کیا اور تیرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا عالی ہوگا اُسکو مین خوب جانتا ہون لیکن تو
ایک بلا مین مبتلا ہوگا خبردار مجھکو نہ بتانا لڑکے نے گوشہ نشین سے قول و قرار کیا کہ مین ہرگز تیرا
نام نہ لونگا اور تجھکو نہ بتاؤنگا تو خاطر جمع رکھ پھر لڑکے کو حقتعالیٰ نے برکت سے گوشہ نشین کی
صحبت کے اور انجیل مقدس کی تلاوت کی برکت سے کہ اُس سے تعلیم لی تھی اور دین عیسوی کے
اتباع کی برکت سے کہ اُس زمانے مین حقیقت اُسی دین مین منحصر تھی ولایت عظمیٰ کے مرتبے کو پہونچایا
یہان تک کہ کوڑھی اور مادر زاد اندھے اُسکے ہاتھ کی برکت سے اچھے ہو جاتے تھے اور بہت سے
مریض کہ طبیب اُن کے معالجے سے عاجز ہوئے تھے اُس لڑکے کی دعا سے تندرست ہو جاتے
تھے اتفاقاً بادشاہ کے ایک مصاحب کی آنکھین جاتی رہی تھین اور اندھے پنے کے سبب سے
بادشاہ کی مصاحبت چھوٹ گئی تھی جب اُس لڑکے کی شہرت اُسکے کان مین پہونچی تو اُس کے
پاس آیا اور کچھ ہدیہ اور نذرانہ اُسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجھ پر بھی توجہ فرما اور شفا بخش اُس لڑکے
نے کہا کہ مین کیا چیز ہون کہ شفا دون شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مین ہے اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان
لاوے اور بت پرستی چھوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار نہ جانے تو مین جناب الٰہی مین دعا کرونگا
کہ تجھکو شفا نصیب ہو وہ اندھا اُسی مجلس مین مشرف بایمان ہوا اور دعا سے اُس لڑکے کی فی الفور
اچھا ہو گیا اور موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس مین حاضر ہوا بادشاہ نہایت متعجب ہوا اور کہنے لگا
کہ اطبا اور کحال ہماری سرکار کے تیری آنکھون کے معالجے سے عاجز ہو گئے تھے اب تو کس
طور سے اچھا ہوا اُسنے کہا پروردگار نے میرے بے وساطت غیر کے مجھکو بینا کیا بادشاہ نے فرمایا
کہ میرے سوا پروردگار تیرا کون ہے مصاحب نے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمھارا اللہ تعالیٰ

کی ذات پاک ہے جسنے مجھکو اور تجھکو سب خلق کو پیدا کیا ہے بادشاہ غصہ ہوا اور اُسکو مارنا
شروع کی کہ یہ عقیدہ تو نے کس سے سیکھا جب مار کوٹ نہایت ہونے لگی تو گھبراکر اُس لڑکے کا
نام بتادیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور مین بُلایا اور کہنے لگا کہ تجھکو میری پرورش سے اور
میرے ساحر کی برکت سے یہ فیض حاصل ہوا ہی کہ اندھون کو انکھیارا کرتا ہی اور ہر مرض کو
شفا دیتا ہی یہ کیا کفران نعمت ہی کہ میری پرورش کو کنارے کردیا اور پروردگار اپنا دوسرے کو
ٹھہرایا لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے ہاتھ مین ہی نہ آپکے نہ ساحر کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت پر
موقوف ہی بادشاہ نے فرمایا اس لڑکے کو خوب عذاب کرو اور کہا کہ یہ لڑکا جو ساحر سے غائب رہتا تھا
معلوم ہوا کہ دوسری جگہ جاتا تھا اور وہان سے اس عقیدے کو سیکھا ہی ساحر بھی اس بات کے سُننے سے
گرتا پڑتا بادشاہ کے حضور مین پہونچا اور عرض کی کہ یہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہین آتا
معلوم نہین کہ یہ کہان جاتا ہے اور سرکاری لوگون نے بھی عرض کی کہ یہ لڑکا یہان سے تو صبح
جاتا ہے نہین معلوم کہ کہان رہتا ہی بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو طرح طرح سے عذاب کرکے پوچھو کہ یہ
عقیدہ کہان سے سیکھا ہی وہ لڑکا نہایت عذاب سے بیقرار ہوگیا اور نام اُس گوشہ نشین کا بتلادیا
بادشاہ نے اُس کو بلاکر آرا اُسکے روبرو رکھا اور کہا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پھرے گا تو یہ آرا
تیرے اوپر پھرے گا راہب نے کہا کہ مین ہرگز اس دین حق سے پھرنے والا نہین آگے جو تیری
مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آرے سے چیر ڈالو پس موافق حکم کے فی الفور اُسکو چیر کے
ڈال دیا پھر اُس مصاحب کو سمجھانے لگے کہ اس راہب کے دین سے پھر جا اور توبہ کر اُسنے بھی قبول
نہ کیا آخر اسکو بھی اسی طرح ہلاک کیا پھر اُس لڑکے کو لائے بادشاہ نے اُس سے کہا کہ سزا
ان دونون کی تو نے دیکھی اگر تجھکو اپنی زندگی منظور ہے تو اس دین سے تبرا کر لڑکے نے بھی
انکار کیا پھر بادشاہ نے اپنے کئی مصاحبون کو حکم دیا کہ اسکو فلانے پہاڑ پر سے لیجاکر اُس کی
چوٹی پر کھڑا کرو اور اُسکو خوب سمجھاؤ اگر یہ سمجھ گیا تو اسکو بڑا امیر کرونگا اور اپنا مصاحب بناؤنگا اور
اگر باز نہ آوے تو اسکو وہان سے ڈھکیل دینا کہ بند بند اسکا پاش پاش ہوجاوے لڑکے کو جب اُس
پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو لڑکے نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ یارب تو کسی طرح مجھکو ان کے
شر سے بچا اُسی وقت پہاڑ مین ایک زلزلہ پیدا ہوا اور سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ تلے

گر پڑے اور پرزے پرزے ہو گئے اور وہ لڑکا صحیح وسلامت گھر کو آیا بادشاہ نے پوچھا کہ
تیرے رفیق کیا ہوے غلام نے عرض کی کہ اُسی خدا نے کہ جس کا دین مین نے قبول کیا ہے
اُنکی آفت سے مجھکو بچا لیا بادشاہ اور زیادہ غصہ ہوا اور دوسرے مصاحبون کو حکم کیا کہ اس لڑکے کو
ایک کشتی مین سوار کر کے دریا اندر لیجاؤ اگر یہ لڑکا دین اپنے سے توبہ کرے تو بہتر ورنہ اسکو دریا مین
پھینک دینا جب اُس لڑکے کو لے کر دریا کے بیچ مین پہونچے اور اُسکو مرتد ہونے کی ترغیب دینے لگے
تو اُس غلام نے پھر جناب الٰہی مین عرض کی کہ بار خدایا مجھکو شر سے اس گروہ کے بچا لے
فی الفور کشتی الٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب کے سب غرق ہو گئے اور غلام صحیح وسلامت
نکل کے بادشاہ کے حضور مین گیا بادشاہ نے پوچھا پھر کیا کر کے آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا
بادشاہ سنکر تعجب مین رہ گیا غلام نے عرض کی کہ اگر بادشاہ کو اس بندے کا قتل ہی منظور ہے تو
بغیر ایک حیلے کے نہ ہو سکے گا بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے غلام نے عرض کی کہ وہ حیلہ یہ ہے کہ
شہر کے سب لوگون کو شہر کے باہر ایک میدان مین جمع کرو اور مجھکو سولی پر چڑھا کر ایک تیر اپنے
ترکش سے نکالو اور اُسکے سوفار کو کمان کی زہ پر رکھ کے اس افسون کو پڑھو بسم اللہ رب الغلام
یعنے نام سے اللہ کے جو رب ہی غلام کا پھر اس تیر سے مجھکو مارو تو مین اُس سے مر جاؤن گا۔
بادشاہ نے ویسا ہی کیا اور اُس تیر کو غلام کے مارا جب وہ تیر جا کر غلام کی کنپٹی مین لگا تو غلام نے
اپنا ہاتھ اُسپر رکھا اور کہا کہ مین نے اپنا مطلب پایا کہ اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا تب ایک
شور مخلوق سے اُٹھا کہ آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام یعنے ایمان لائے ہم پروردگار پر
غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے یہ بات سنکر مصاحبون نے بادشاہ سے عرض کی کہ
اس بات مین بڑی خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے تھے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والون
نے خوب سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار نہایت زبردست اور قدرت والا ہے اور تم اُس سے ضعیف
اور زیردست ہو کیونکہ جب تک کہ اس غلام کے پروردگار کا نام نہ لیا تب تک اس غلام کے
مارنے پر قادر نہ ہوئے بادشاہ یہ بات سنکر کمال غصے مین آیا اور شرمندگی سے جھنجھلا کر کہنے لگا کہ
شہر کے کوچون کے کنارون پر خندقین کھودو اور بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندق کے پاس حاضر ہو
اور کرسیان بچھائے ہوے اُس عذاب کا تماشا کرتے تھے یہان تک کہ ایک عورت کو پکڑ لائے

اُسکی بغل مین ایک دودھ پیتا بچہ تھا چاہا کہ اُس عورت کو بھی آگ مین ڈالین وہ عورت
آگ مین گرنے سے ڈری اور جھجک کر پیچھے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اس عورت کو مہلت دو شاید
کہ اپنے دین سے پھر جاوے اور وہ دودھ پیتا لڑکا جو اُسکی گود مین تھا آواز بلند سے کہ ہر خاص و عام
نے سُنا کہنے لگا کہ اے مان نادان یہ کیا کرتی ہی صبر کر کہ تو سچے دین پر ہے بسم اللہ کرکے آگ مین بیٹھ جا
کہ یہ آگ تجھپر گلزار ہوجاوے گی۔ وہ عورت یہ بات سنتے ہی بیدھڑک بچے سمیت آگ مین
کود پڑی اور وہ آگ ایکبارگی ایسی بھڑکی کہ بادشاہ اور اُسکے مصاحبون کو جو کرسیون پر بیٹھے تماشا
دیکھتے تھے اتنی فرصت نہ دی کہ بھاگ جاوین سب کو وہین جلا کر خاک کر دیا اور ہر خندق پر
اُسی قسم سے آگ بھڑکی اور اکثر شہر والون کو کہ بادشاہ کی تبعیت مین تھے اور مسلمانون کی
ایذا اور جلانے مین مشغول تھے سب کو جلا کر فنا کر دیا اور ربیع بن انس رح نے کہا ہی کہ حق تعالی
اُن مسلمانون کی جانون کو کہ اُس آگ مین ڈالے جاتے تھے قبل اسکے کہ آگ کی گرمی اُن کے
بدن تک پہونچے اُن کی جان قبض کر لیتا تھا اور بہشت مین داخل کرتا تھا اور اس قصے مین ایک
باریک نکتہ ہے کہ حضرت شیخ اکبر رح اور اُنکے پیرو اس بات کی طرف گئے ہین وہ یہ ہی کہ قتل غلام
کا بادشاہ کے ہاتھ سے مکافات دنیوی کے واسطے تھا کہ راہب سے قول و قرار کرکے پھر گیا تھا
و الا بادشاہ اُس غلام پر غالب نہوتا اور مکافات دنیوی کا ایک کارخانہ ہی سواے مجازات اُخروی
کے کارخانے کے کیونکہ مکافات دنیوی اس قسم کی صورتون مین موجب عتاب اور نارضامندی
حضور خداوندی سے نہین ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہوجاتی ہے بخلاف مجازات
اُخروی کے چنانچہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بسبب مارنے اونٹنیون حضرت
امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کے اور بسبب اُن کے پیٹ چاک کرنے اور اُن کی کلیجی کے
کباب کرنے سے کیا کچھ واقع ہوا کہ خود بھی شہید ہوے اور کافرون نے اُن کے سینے کو چاک
کرکے جگر کو نکال کے چابکے ڈال دیا اور تفصیل اس مقام پر اسرار کی فتوحات مین موجود ہے
دوسرا قصہ وہ ہے کہ جو نجران کی سرزمین مین ہوا اور وہ شہر یمن کے ملک مین واقع ہے
کیفیت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص مسلمانون مین سے کہ اُسوقت مین مسلمان انجیل ہی کے تابعدار تھے
ایک شخص کے مکان پر آکر نوکر ہوا اور رات دن اسکے دروازہ پر بیٹھا رہتا تھا تا یہ جس کام کا

حکم ہوجاوے اون اُس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اُسکو پڑھا کرتا تھا اُس شخص کی بیٹی
کو جس شخص کا یہ نوکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھنے کے وقت ایک نور عظیم اُس کے سینے
سے نکلتا ہے اور عالم مین پھیل جاتا ہے لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اس عجائب بات کا مذکور کیا
تو اُسکے باپ نے بھی اُسکی انجیل پڑھنے کے وقت سوراخ سے دیکھا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہے
اُس نوکر سے پوچھا کہ یہ کیا کلام ہے اور کیا اُسکی تاثیر ہے کہ ہم تجھ سے سنتے ہین اور دیکھتے ہین
وہ مسلمان وہان کے بادشاہ کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے اس بھید کو چھپاتا تھا
لیکن وہ گھر والا اُسکا پیچھا نہ چھوڑتا تھا اور تنگ کرتا تھا یہان تک کہ ناچار ہو کر احوال دین اسلام کا
اور انجیل مقدس کا اُس سے بیان کیا پس وہ شخص اور اُسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہو گئی اور
انجیل کو پڑھ کر اُسکی تلاوت مین مشغول رہتی تھی رفتہ رفتہ یہ بات اُس شہر مین مشہور ہوئی
تو ستاسی آدمی دوسرے مرد اور عورتون سے شرف اسلام سے مشرف ہوے یہان تک
کہ یوسف زی نواس حمیری کے بیٹے نے کہ بادشاہ اس شہر کا تھا اور بت پرستی مین مستغرق
تھا یہ بات سنکر اُن سب مسلمانون کو کہ نوّے آدمی تھے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق
کھدوائی اور خوب آگ سے دہکائی اور حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسی علیہ السلام کے دین سے نہ پھر گئے
تو تمکو آگ مین پھونک دونگا اُس جماعت مین بھی ایک عورت تھی بچے والی کہ دودھ پیتا بچہ
اُسکی گود مین تھا اُس دودھ کے بچے نے آواز بلند سے کہا ہان بسم اللہ اس آگ مین گھسو کہ بدلے
اس آگ کا بہشت ہی سدا رہنے کو ہے بعد اس بات کے کہ مسلمان ہلاک ہو چکے بادشاہ اور
اُسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹھے تھے کہ یکایک اُس آگ کے شعلے ایسے
بھڑکے کہ اُن سب کو جلا کے خاک کر دیا اور یہ قصہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھ جانے
کے بعد واقع ہوا تھا اُس روز سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جانکر قبول کیا
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک اُسی دین پر تھے اور سردار اُن کے کہ سید
اور عاقب وغیرہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو مدینۂ منورہ مین آکر حضرت
عیسی علیہ السلام کے حال مین بحث اور تکرار کی تھی اور آیت مباہلہ کی ان ہی کے جواب مین
نازل ہوئی تھی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تھا کیفیت اُسکی حضرت امیر المومنین

مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ مجوسی بھی اصل مین کتاب آسمانی رکھتے تھے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تھے اور شراب اُن کے دین مین اسقدر کہ بیہوش نہ کرے بدن کے نفع کے واسطے حلال تھی ایک روز مجوسیون کے بادشاہ نے شراب بہت پی اور اُس مستی کی حالت مین اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر اس عار کی کہ اُسکو لگ گئی پوچھی بہن نے کہا کہ اس کی تدبیر یہ ہی کہ تو دعویٰ بہن کے حلال ہونیکا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین بھی بہن بھائی کا نکاح ہوتا تھا مین بھی اسی وضع پر قائم ہون بادشاہ نے لوگون کو جمع کرکے اس مذہب اور مسئلے کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نہ کیا پھر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ انکو کوڑون سے مار اُسنے اسی طور سے کیا لیکن لوگون نے قبول نہ کیا پھر اُسکی بہن نے کہا کہ اُن کی گردنین مار اُسنے ویسا ہی کیا لیکن لوگون نے اس پر بھی قبول نہ کیا پھر اُسنے کہا کہ خندقین کھدوا اور اُنمین ایندھن بھروا کے آگ ڈلوا دے جب آگ خوب دہک جاوے تو حکم کر کہ جو کوئی اس مسئلے سے انکار کرے اُسکو اس آگ مین پھینکدو اُسنے ایسا ہی کیا قدرت الٰہی سے عین لوگون کے جلانے کی حالتمین خود بھی جل گیا اُس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی اور بہن کا حلال جاننا رائج ہوا چوتھا قصہ تفسیر زاہدی مین منقول ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانون کا تھا اُس مین قحط پڑا تو مسلمان اُس شہر کے غول کے غول حبش کی طرف بھاگ کر گئے حبش کے لوگ کہ کافر تھے اپنے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہ مسلمان قحط کے مارے ہوے اس شہر مین آوینگے تو غلے کی بہت تنگی ہوجاویگی اور یہان پر بھی قحط پڑجاویگا بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے دروازے پر ایک خندق کھود اور اُسکو آگ سے بھرا اور بادشاہ خود بھی اپنا تخت بچھا کر وہان بیٹھا اور ایک بُت یاقوت کا اُسکے برابر وہان کھڑا کیا اور شہر مین منادی پھروادی کہ ان غریب الوطنون اور باہر کے آئے ہوؤن سے جو کوئی اس بُت کو سجدہ نہ کرے تو اُسکو اس آگ مین جھونک دو اتفاقاً ایک مسکین عورت کو کہ بچہ اُسکی گود مین تھا پکڑ کر لائے اور اُس سے کہنے لگے کہ اس بت کو سجدہ کر اُسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہو کر کہا کہ اس کے بچے کو اس سے چھین کے آگ مین ڈال دو جب بچے کو اُس سے چھین کے آگ مین ڈالدیا تو وہ ماں نہایت بیقرار ہوگئی تب اس بچے نے آگ کے اندر سے

آواز دی کہ اے ماں کچھ خوف نہ کر بدھڑک چلی آ کہ یہ آگ نہیں ہے پھول ہیں بس عورت نے ہاتھ اُٹھا کر جناب باری میں دُعا کی کہ یارب تو دیکھتا ہی اور جانتا ہی تیرے روبرو حاجت بیان کرنے کی نہیں فی الفور اُس آگ سے ایک شعلہ چالیس گز کا اونچا اٹھا اور اُن سب کافروں کے پاس قنات کے مانند ہو کر سب کو گھیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا پھر جب اشارۂ اجمالی سے کہ اِن چاروں قصوں سے منظور تھا فارغ ہو چکے اور بیان کر چکے کہ اِن ظالموں سے دنیا میں بدلہ ہاتھوں ہاتھ بلا مہلت واقع ہوا اور اُنکا کام اُلٹا ہو گیا یعنی جو آگ مسلمانوں کے جلانے کے واسطے طیار کی تھی اُس میں آپ ہی جل گئے اب وجہ ایسے ہاتھوں ہاتھ بدلا لینے کی کہ خلاف عادت ہی بیان فرماتے ہیں وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اور بدلا نہ لیتے تھے یہ کافر ظالم مسلمانوں سے اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ مگر اس بات کا کہ ایمان لائے تھے اللہ پر اور صیغہ مستقبل کا اس جہت سے لائے ہیں کہ مطلب کافروں کا مسلمانوں سے ایمان چھڑانا مستقبل کے زمانے میں تھا اور اُن کے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر اُن کو عذاب کرتے تھے نہ ایمان ماضی کے ترک کے واسطے اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی وجہ کی اُن کافروں کو مسلمانوں سے عداوت نہ تھی مگر ایمان کی جہت سے پس اس جہت سے عداوت مسلمانوں کی عداوت ایمان کی ہوئی برخلاف اور کافروں کے کہ باوجود مسلمانوں کی ایذا دینے کے سالہا سال کی مہلت پائی اور پاتے ہیں کیونکہ عداوت اُنکی فقط ایمان کی جہت سے نہیں بلکہ طمع ریاست کی اور اُمید مال و جاہ کی بھی اُس میں ملی ہوئی ہی اور اُن لوگوں کو عداوت خالص ایمان کے واسطے تھی اور جس ایمان سے دشمنی رکھتے تھے وہی ایمان صحیح تھا کیونکہ متعلق اُس ذات پاک کے ساتھ تھا جو اِن صفتوں کے ساتھ موصوف ہے الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہو وہ اللہ کہ غالب ہی سب خوبیوں پر سراہا گیا اور وہ ذات ہی کہ اُسی کے واسطے ہی بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اور ہر صفت ان تینوں صفتوں میں سے اسی بات کو چاہتی ہی کہ ایمان اُسی پر لانا چاہیئے کہ وہ اپنے ماسوا پر غالب ہی اور کسی کی عزت اُسکی عزت کو نہیں پہونچتی تو اُس پر ایمان لانا بھی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہی تو شکر اُسکا دل اور زبان اور اعضا سے واجب ہوا اور اظہار ایمان کا فرض و لازم ہوا اور جو اُسی کے واسطے بادشاہت ہی آسمانوں کی اور زمین کی ہو گئی تو اُسکے

مخالفون سے ڈرنا جائز نہ ہوا اور یہ تینون صفتین مذکورہ جیسی موجب اظہار کرنے ایمان کی ہین اسی طرح سے باعث ہین جلد بدلہ لینے کی کیونکہ بدلہ لینا دشمنون سے موجب عزت کا ہی نہین تو ذلت ہوپہنچتی ہی اور مقتضا محمودیت کا بھی انتقام لینا دشمنون سے ہی کیونکہ مخالفون سے بدلہ نہ لینے والے کی بھی تعریف نہین کرتے ہین مگر عفو کی صورت مین سو عفو کفار پر جائز نہین اور بادشاہت بھی موجب انتقام کی ہی دشمنون سے والا دشمن دلیر ہوجاوین اور بادشاہت کے کارخانے مین خلل واقع ہوجاوے اور اگر باوجود ان صفتون کے کوئی انتقام لینا چھوڑ دے تو صرف رعایا کے حال سے بیخبر ہی کہ دشمنون کی دشمنی کو اور دوستون کی دوستی کو نہین جانتا یا دشمنو کی ایذا رسانی جو کیے انکی دوستی کے سبب سے اسکے دوستون کو پہونچاتے ہین بیخبر ہی یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہے اور خدا تعالی اس بیخبری سے پاک ہے کیونکہ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہی اور جب کافر ایمانداروں سے ایمان کی جہت سے عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالی کے غافل ہوئے تو گویا عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت اس جناب کی کو انکار کیا تو حکمتین اللہ تعالی کی ان باعثون کے جمع ہونے کے سبب سے تعجیل انتقام کو تقاضا فرماتی ہین چنانچہ خندق والون کے قصتون مین نمود ہوا اور جو دلیل ایک فرد خاص مین صحیح ہوئی تو قیاس کلی کا اسپر درست آیا چنانچہ فرماتے ہین اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تھے ایماندار مردون کو ایمان کی عداوت کے سبب سے وَالْمُؤْمِنٰتِ اور ایماندار عورتون کو اگرچہ انکا ایمان بسبب عقل کے نقصان کے اور [illegible] سے غلبے کے ضعیف اور ناقص ہی لیکن وہ ضعف بسبب بیکسی اور عجز کے کہ رکھتی ہین مقابلے اور مدافعے سے بدلہ ہوجاتا ہی ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا پھر باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نہ کی اور اسی شغل مین مر گئے اور اگر توبہ کر لیتے تو ہرچند کہ حق العباد کی جہت سے انسے پرسش ہوتی اور معذب ہوتے لیکن یہ شدت ان پر نہوتی کیونکہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کے تلف کرنے کے الزام سے چھوٹ جاتے اور اسی آیت سے دلیل پکڑی ہی جو کوئی کہ مسلمان کو عمداً مارے اور پھر توبہ کرے تو توبہ اسکی قبول ہی لیکن اس استدلال مین بحث ہی کیونکہ مسلمان کا قتل عمداً اگر کفر کی حالت مین ہوگیا ہو تو بالاجماع توبہ اسکی مقبول ہی کسی کا اختلاف ہمین نہین ہے

اندا اس آیت مین مراد کافر ہین کہ ایمان کے واسطے مسلمانون کو مارتے اور ایذا دیتے تھے
فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ پھر اُن کے واسطے عذاب ہی دوزخ کا اور شیطین طرح طرح کی ایذائین
ہین سو وہ سارے دُکھ اور ایذائین اُن ہی کے کام مین مصروف ہون گی وَلَهُمْ اور اُنکے
واسطے ہی اور ظالمون سے علاوہ عَذَابُ الْحَرِيقِ ط عذاب جلن کا کہ تن من اُنکا اُسمین
گرفتار ہوگا جیسے ایمان والون کے دلون کو جور و جفا سے جلایا تھا اور بعضے مفسرون نے
کہا ہے کہ عذاب جلن کا قبر مین ہوگا دوزخ کے عذاب سے پہلے اور بعضون نے جلنے پر خندق والون
کے کہ بھڑک سے شعلون کی جلنے پر حمل کیا ہی اور جو ظالمون کا حال سُننے سے کہ ایماندارون
کو ایمان کی جہت سے ایذا دیتے تھے سُننے والے کو ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والے کہ
ظالمون کی بلا مین گرفتار تھے اور جانین اُنکی ایمان کے سبب سے برباد ہوئین نہین معلوم
کہ بدلہ اسکا قیامت کے دن کیا پاوین گے تو اُس انتظار کے دفع کے واسطے نئے سر سے
ایمان والون کا حال بیان کرنا ضرور پڑا اور جو یہ بیان ایک نئی بات ہی سامع کے انتظار
کی تسکین کے واسطے کچھ مقصود اصلی اس جاے پر نہ تھا تو اسی واسطے حرف عطف کا ترک فرما کے
ارشاد کرتے ہین اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہی
اور باوجود ظالمون کی ایذا اور تکلیف کے صبر کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کیے اچھے کہ بھلے
کام ایسی حالت مین بڑی پونجی ہے جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالیٰ کی
طرف کو اختیار کرنا ماسوا پر لَهُمْ جَنّٰتٌ اُن کے واسطے باغ تیار ہین کہ دنیا کی بلاؤن کے
بدلے مین ملین گے پس دنیا کا عذاب اُن کے حق مین ایسا ہی کہ کسی کو اُس کے محبوب کے روبرو
اُسکی محبت کے واسطے ایذا دین کہ وہ ایذا اُسکو مین راحت ہو جاتی ہی تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
بہتی ہین اُسکے درختون کے تلے نہرین طرح طرح کی شہد اور دودھ اور پانی اور شراب
کی بدلے مین اس لہو اور پسینے کے کہ کافرون کے ظلم کے سبب سے بہا تھا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ
یہ بڑی مُراد ملنی ہے کیونکہ دُنیا کی مرادین ملنا فانی ہین اور یہ مرادین باقی کہ ہرگز فنا ہونیوالی
نہین اور یہ بھی ہی کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے مین رضامندی محبوب حقیقی کی مشکوک
اور نا معلوم ہی اور اُن آخرت کی لذتون مین یقینی اور قطعی ہی اب یہان ایک سوال باقی رہا کہ

جواب طلب ہی اور وہ یہ ہی کہ کافرون کی جزا کے بیان مین حرف فاے جزائیہ لاے ہین
اور فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ارشاد فرمایا ہی اور مسلمانون کی جزا کے بیان مین اس حرف
کو ترک کر دیا اور لَهُمْ جَنّٰتٌ ارشاد کیا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اُسکا یہ ہی کہ ثواب آخرت
کا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہی عمل پر موقوف نہین جیسے نابالغ لڑکا یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے
مجنون ہو گیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقۂ اسلام سے واقف ہی نہوا اور
توفیق عبادت اور طاعت کی بھی نہ پائی یہ سب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کے ثواب
پاوینگے بخلاف دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق کے یا کفر کے نہوگا کیونکہ عذاب عدل کو چاہتا ہی
اور عدل بغیر سبب کے ہو نہین سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کے واسطے کہ فضل اور
عدل ہی اُس جاے پر سبب اور تعقیب کی تصریح فرما کر (ف) کا حرف لاے ہین اور یہان
حذف کیا ہی اور جو معاملہ حق تعالیٰ کا اُن ظالمون سے کہ بسبب ایمان کے مسلمانون کی ایذا کے
درپے ہوتے ہین اور ان مظلومون سے کہ ایمان کے واسطے تحمل جفا کا کرتے ہین دنیا اور آخرت
مین بیان فرمایا تو یہ مطلب ثابت ہوا کہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ تحقیق پکڑ تیرے
رب کی بہت سخت ہی کیونکہ اورون کی پکڑ سے زور سے یا زاری سے یا صبر سے یا شفاعت سے
خلاصی ممکن ہی اور عذاب سے اللہ تعالیٰ کے کسی طور سے ممکن نہین اور یہ بھی ہی کہ دوسرون کی پکڑ
کی نہایت یہ ہی کہ ہلاک کر دینا پھر بعد موت اور ہلاک کے مقدور نہین رکھتے کہ ایذا دے سکین
کیونکہ اُن کی طاقت نہین کہ مُردے کو جلا دین بخلاف اللہ تعالیٰ کے کہ مرنے اور خاک ہو چکنے
بعد بھی اُسکے دست قدرت سے خلاصی ممکن نہین کہ وہ قادر ہی کہ مار ڈالے پھر زندہ کرے پھر
مار ڈالے اسی طرح ابدالآباد تک عذاب مین گرفتار رکھے اسواسطے کہ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ
وَيُعِيْدُ ۝ تحقیق وہی ایسا ہی کہ اوّل بھی پیدا کرتا ہی اور بعد فنا کے بھی پھر پیدا کرتا ہی وَهُوَ
الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ اور وہ اللہ تعالیٰ باوجود اس صفت قہاری اور گرفت گیری کے
اپنے مسلمان بندون پر بخشش کرنے والا ہی اور دوست رکھنے والا کہ دوستی کی شدت کے
سبب سے گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہی اور عیبون کو اُن کے چھپاتا ہی اور دوستون اور
دشمنون سے اُسکا معاملہ ایسا کیون نہو کہ وہ اللہ تعالیٰ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ ۝ صاحب ہی

جہان کے سلطنت کے تخت کا اور بزرگی اُسکی قدیم ہی اور مجد عرب کی لغت مین خاندانی اور
موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدیم اور دائم موروثی بزرگی کو لازم ہے تو یہان مراد قدیم بزرگی
رکھی ہی اور قدیم سلطنت بادشاہون کی عادت ہی کہ اپنے دوستون اور دشمنون سے اسی طرح
معاملہ خوشی اور ناخوشی کا فرماتے ہین نہین تو اُنکی سلطنت کے قدم مین خلل واقع ہو جاوے
اور باوجود اس بات کے اور بادشاہون کے ایک چیز مین ممتاز ہی کہ کسی بادشاہ کو متصور نہین
اور وہ چیز یہ ہی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کر ہی ڈالتا ہی جو چاہتا ہی جب ارادہ اُسکا کسی چیز کے متعلق
ہوتا ہی پھر اُس مین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور بادشاہون کے کہ بہت سی چیز مین
چاہتے ہین اور میسر نہین ہوتین ایسے شہنشاہ سے ہر وقت اور ہر آن ڈرنا چاہئیے اور اُسکی
رحمت کے امیدوار رہنا باقی رہا یہان ایک سوال جواب طلب وہ ہی کہ پہلی صفتون مین جیسے
الغفور اور الودود اور ذو العرش المجید مین لام تعریف کا یا اضافت معرف باللام کی طرف واقع ہی اور
اس صفت مین کہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہی تنکیر کو اختیار کیا ہی اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی
فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ مشابہ مضاف کے ہی طالعًا جبلًا کے قبیل سے اور مشابہ مضاف حکم مضاف
کا رکھتا ہی حاجت تعریف کی نہین اور مبالغے کے صیغے کو اور صیغہ فاعل لما یرید کے واسطے
اختیار کیا ہی تا کہ اشارہ ہو کثرت پر مرادون کی اور کثرت پر حق تعالیٰ کے مقدورون کی جیسے کہ
واقع ہی حاصل کلام یہ ہی کہ ان صفات متضادہ متخالفۃ الآثار سے منظور یہ بات ہی کہ حق مالک
سے بعید نہین کہ کبھی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندون سے کرے اور کبھی سخت پکڑ
مین پکڑے بلکہ اُس ذات پاک سے ہو سکتا ہی کہ انعام اور انتقام کو حق مین ایک فرقے کے
اور ایک آدمی کے اوقات مختلفہ مین جمع کرے سو انعام حق تعالیٰ کے ایک وقت مین اپنے
حال پر مصروف ہو تو مغرور نہ ہونا چاہئیے اور انتقام سے اس قسم جابرانہ کے بے خوف اور بے ڈر
نہ رہئیے چنانچہ فرماتے ہین هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ کیا پہونچی ہی تجھکو بات اُن لشکرون
کی کہ ایک مدت تک دروازہ انعام کا اُنپر کھلا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتین اُنکو پہونچتی
تھین پھر کیسا کچھ انتقام اُنسے لیا اور سبب اُنکی خرابی اور بدی کے بھی ذلیل اور رذیل ہو گئے
کہ انعام الٰہی کے زور کے سبب سے اُن لوگون کو کمال ذلت اور خواری سے رکھتے تھے

وہ لشکر فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ فرعون والے اور ثمود کی قوم تھی پس فرعونیون کو ایک مدت تک حکومت اور نعمت دے کے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تھا کہ سارے نیچ اور پوچ کام بیگار بیگار کے ان سے کراتے تھے پھر تمام مال اور ملک انکا چند روز کے عرصے مین ان ہی بنی اسرائیل کو دلوا دیا اور ان فرعونیون کو انکی آنکھون کے دیکھتے دریاے قلزم مین غرق کر دیا اور ثمود کی قوم کو اول تو نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائی یہان تک کہ ایک ہزار سات سو بستیان تمام سنگین عمارات کی آبادکی تھین اور حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام کو اور ضعیف مسلمانونکو اونٹنی کے بابت کیا کیا کچھ تذلیل اور ہتک کرتے تھے وہ سب کے سب ایک کڑک مین ہلاک ہوگئے اور وہان کے بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بددعا سے اندھا کر دیا پس یہ قصے عاقلون کی عبرت کے واسطے کفایت کرتے ہین تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعام پر مغرور نہو جاوین اور انتقام سے اس کے ڈرتے رہین لیکن کافران قصّون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور بیخوفی مین گرفتار رہین بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ تَکْذِیْبٍ ؕ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین سوا ان قصّون کے انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصّے اس قسم کے ہین کہ اہل تواریخ نے لوگون کے تعجب کرنے کو بنائے ہین اور کتابون مین لکھ دیے ہین اور یہ نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون کے اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہے اور اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکھین کہ آدمی کا دم کہ زندگانی انسان کی اس سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی اسی کے ہاتھ مین ہے وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ؕ اور اللہ تعالیٰ آگے پیچھے سے ان کے گھیرے ہے کہ ان کے زمانہ سے پہلے بھی بہت سے سرکشون کو ہلاک کیا اور ان کے زمانے کے بعد بھی بہتون کو ہلاک کریگا پس انکار ایسے قصّون کا کہ اسطرح کے قصّے ہر وقت مین نمودار رہین بیجا ہی اور لفظ ورا کا اصل لغت مین اس چیز کے معنون مین ہے کہ کوئی شخص اس چیز کو چھپا دے یا وہ چیز کسی شخص کو چھپا دے اسی واسطے اس لفظ کو آگے اور پیچھے دونون کے معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیت مین بطور اشتراک معنوی کے یا عموم مجاز کے دونون معنون کو شامل ہے باوجود اس بات کے یہ قصے اس قسم سے بھی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے ان کو ذکر کیا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ بلکہ یہ قصہ قرآن قدیم ہے کہ اس

قصے کے ہونے سے پہلے لکھ گیا تھا فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ایک تختی میں کہ شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر ہے اور محفوظ ہی اسمین کوئی تصرف نہین کرسکتا کہ زیادہ اور کم اور تحریف اور الحاق کرڈالے پس اس قسم کی محفوظ چیز مین احتمال جھوٹ بناوٹ کا کرنا مقتضائے عقل کے خلاف ہی اور بغوی معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ لایا کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہی طول اسکا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اسکا جیسے مشرق سے مغرب اور کنارون پر اسکے یاقوت جڑے ہین اور دونون دفتیان اسکی یاقوت سرخ کی ہین اور نور کے قلم سے کلام قدیم اسمین لکھا ہی سر اس تختی کا عرش سے معلق ہی اور نیچے کی طرف اسکی ایک معزز فرشتے کی گود مین رکھی ہے اور وہ عرش عظیم کی سیدھی طرف کھڑا ہی اور سرے پر لوح کے یہ عبارت واقع ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ دِیْنُہُ الْاِسْلَامُ وَمُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَدَّقَ بِوَعْدِہٖ وَاتَّبَعَ رَسُوْلَہٗ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

سُوْرَۃُ الطَّارِقِ

سورۂ طارق مکی ہی اسمین انیس آیتین اور اکسٹھ کلمے اور دوسو انتالیس حرف ہین اور ربط اس سورۃ کا سورۂ بروج سے بسبب مناسبت کلام کے ہے کہ ابتدا مین دونون کے قسم ساتھ آسمان کے اور برجون کے اور ستارون کے واقع ہی اور انتہا مین بھی دونون کے بیان محافظت الٰہی کا غیب کی چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آسمان اور آدمی کی جان سو یہ چیزین ظاہر ہین کچھ حاجت بیان کی نہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ طارق اسواسطے رکھا ہے کہ طارق عرب کی لغت مین اس معان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے اور جو حادثہ کہ رات کو نمود ہو اسکو بھی طارق کہتے ہین اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ یعنے پناہ لیتے ہین ہم اللہ کی اس شر سے کہ رات کو اچانک آپڑے کیونکہ دفع کرنا ایسی آفت کا مشکل پڑتا ہی اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بھی کہ بار بار عاشق کے دل مین گذرتا ہی طارق کہا ہی کیونکہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کے وقت مین ہوتا ہی اور بڑی فراغت کا وقت رات ہی اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہی کہ طروق کرے یعنے یکایک رات کے وقت گھر مین چلا آوے جب تک کہ اسکی گھر والی بن سنور کے درست

نہو لے کہ انکو بگڑے حال مین دیکھ کے نفرت نہو جاوے اور اس سورۃ مین مراد طارق سے
آسمان کے تارے ہین اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین سواسطے کہ رات کو نظر آتے
ہین اور دن کو غائب ہوجاتے ہین اور بعضے علما کے نزدیک یہان زحل مراد ہی کیونکہ سب
تارون سے اونچا ہی اور اُسکی شعاع ساتون آسمانون کی موٹائی کی تاریکی کو سوراخ کرکے زمین پر
پڑتی ہی پس کمال ظہور ثاقبیت کا اسمین پایا جاتا ہی اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہے کہ
بسبب جمع ہونے روشنی تارون کے اسمین چمک زیادہ پائی جاتی ہی اور اکثر علما اس بات پر
ہین کہ مراد جنس ہی اور ہر ستارہ اسمین داخل ہی کیونکہ ہر ستارہ تین[۳] صفتین رکھتا ہی اول تو یہ کہ
ہر ستارہ اپنی شعاع سے تاریکی کو دفع کرتا ہی دوسرے یہ کہ تعین طرف کا پتا راہ کا مشرق کی طرف ہو
یا مغرب کی طرف ہر مسافر کو تری کا ہو یا خشکی کا ان سے معلوم ہوتا ہی تیسرے یہ کہ یہ سبب ہین
آسمان کی محافظت کے شیاطین کے شر سے اور اسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ شیاطین دخانی
مادے سے پیدا ہوے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست رکھتے ہین اور روشنی سے
بھاگتے ہین چنانچہ تجربہ کیا ہوا ہی کہ اکثر غلبہ ان کا اندھیرے مین اور اندھیرے مکان مین ہوتا ہی
اور جس مکان مین چراغ اور شمع ہوتی ہی وہان انکا دخل کم ہوتا ہی پس آسمان کو ان نورانی قندیلون
سے روشن کیا تاکہ روشن ہونے سے آسمانون کے کہ محض شفاف ہین سب شیطان خود بھاگکر
بھاگ جاوین دوسرے یہ کہ فرشتے شعاع سے ستارون کی گیند بناکر شیاطین کو مارتے ہین
جیسے توپ کے گولے سے دشمنون کو مارتے ہین اور محافظت آسمان کی تارون سے ایسی ہے
جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہی توپون سے کہ برجون اور فصیلون پر چڑھی ہوتی ہین لیکن فرق
اسقدر ہی کہ تارون کو اور ان لوگون کو فرشتے ان تارون کی شعاعون سے تیار کرکے
شیطانون کو مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب اور ہندی مین تارا کہتے ہین
اور توپ کے گولے کو توپ نہین کہتے اور قرآن مجید مین ستارون کے ان فائدون کو جابجا مذکور
فرمایا ہی اور یہ تینون وصف کہ ہر ستارے مین موجود ہین اس قسم مین منظور ہین کیونکہ جس مضمون کی کہ
اس قسم سے تاکید فرمائی ہی یہ ہی کہ آدمی کی جان ہر چند کہ تکلیف اور محنتون مین گرفتار ہوتی ہی
لیکن اللہ تعالی کی نگہبانی کے سبب سے لوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہی اور اسیواسطے حدیث شریف

مین وارد ہے کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنی جان آدمی کی کہ حقیقت مین آدمی عبارت اُسی سے ہے ابدی ہی ہرگز فنا ہونے والی نہین اور جو عرف مین مشہور ہی کہ موت جان کو ہلاک کرتی ہے محض مجاز ہی موت کا نہایت کام یہ ہی کہ جان کو بدن سے جُدا کر دیتی ہے اور بدن بسبب نہونے مُربّی اور نگہبان کے بیکس ہو کر بکھر جاتا ہی والا جان کو ہرگز فنا نہین ہی اور ثابت ہونا عالم برزخ کا اور ہونا حشر اور نشر کا موقوف اسی مسئلے پر ہی اور اس سورۃ مین بھی معاد کو اسی راہ سے ثابت کیا ہے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہی جان اور بدن اور جزو اعظم اُسکا جان ہی کہ تبدل اور تغیر کو اسمین دخل نہین اور بدن مانند لباس کے ہی جبتک کہ مان کے پیٹ مین تھا تو اور رنگ تھا پھر جب مان کے پیٹ سے نکلا تو آخر لڑکپن تک کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہی اور جوانی اور بڑھاپے مین کچھ اور ہی اختلاف ہوتا ہی پس جزو اعظم اسکا کہ جان ہی اور شعور اور ادراک اور لذت اور دُکھ کو دریافت کرنا اسی کا خاصہ ہی جو فنا کو قبول نہین کرتی اور باقی ہونا مین نگہبانون کے کہ حضور سے جناب کبریا کے اُن پر مقرر ہین مقید رہتی ہے تو جمع ہونے مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین اُسکے اُسی صورت اور شکل پر کونسا تعجب باقی رہا کہ اسی طرح کا معاملہ شروع پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو دلیل جان کی محافظت کی ساتھ معین ہونے نگہبانون آسمان کے طفیل سے ستارون کے بھی تو پہلے ہی ثابت کرنے مین اس مطلب کے قسم آسمان کی اور ستارون کی یاد فرمائی اور اُس سورۃ کا ستارون کے نام پر نام رکھا ہی کہ بیشتر ثابت ہونا مطلب کا اُسی کی محافظت کے ملاحظے سے ہے یہان پر سمجھ لیا جاہیے کہ شان سورۃ کا سبب نزول دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ مُراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے ہین اور حقیقت مین شیطانون کو آسمان کے جانے سے روکنے والا وہی ہی کہ شیطان کی راہ کو بند کرتا ہی اور اُسکو جلا دیتا ہی اگرچہ توپ کے گولے کے مانند شعاع سے جڑے ہوے ستارون کی پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہ ہی کہ طارق شہاب پر حمل کیا جاوے اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونے کا یہ تھا کہ ابو طالب حضرت کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کو آپکے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا اُنکے روبرو رکھا کہ دودھ اور روٹی تھی پھر دونون کھانے لگے اُسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اور سقدر زمین

نزدیک ہوا کہ تمام گھر اُسکی روشنی سے بھر گیا اور ابوطالب کی آنکھیں چندھیا گئیں اور گھبرا کر ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تارا ہی کہ فرشتے آسمان کی محافظت کے لئے شیطانون سے اُسکو ادبر پھینکتے ہین اور یہ ایک علامت ہی اللہ تعالی کی قدرت کی علامتون سے ابوطالب متعجب ہوکر خاموش بیٹھ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کو لائے اور اس سورۃ مین اشارہ اس بات کی طرف ہوا کہ ان چیزون کے دیکھنے سے عقائد حقہ پر دین اسلام کے مضبوط ہونا چاہیئے اور اسکو بے فائدہ چھوڑ دینا نہ چاہیئے کیونکہ یہ معاملہ بڑی دلیل ہے آدمی کے حشر اور نشر اور معاد پر اسواسطے کہ آسمان باوجود اپنی عظمت اور بلندی کے یہان تک ہاتھ کسی کا اُس تک پہونچ نہین سکتا تب بھی محافظت الٰہی کا محتاج ہے اور صورت اُسکی محافظت کی اس وضع پر ظاہر ہوئی کہ گرتے ہوئے تارون سے آسمان کے ایک ستارا دوڑنے والا پیدا ہوتا ہی کہ شیطانون کو سدراہ ہوتا ہے اور بھگاتا ہی سو آدمی کی جان کہ نہایت ناتوان ہی کس طور سے بغیر اللہ تعالی کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین باقی اور سلامت رہ سکے گی پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالی کے قبض و تصرف مین ہی زندگی مین ہو خواہ بعد موت کے تو بس یہین سے سمجھ لیا چاہیئے کہ بعد موت کے نعمتین اور تکلیفین وہان کی اللہ تعالی کے دست قدرت مین ہین باقی رہا حال بدن کا سو اُسکو بھی ساتھ تامل اور فکر کے قابل پھر پیدا ہونیکے سمجھا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اُس تارے کی کہ رات کیوقت نمودار ہوتا ہی اور جو اُس ستارے مین کہ رات کے وقت دوڑتا نظر آتا ہی لوگون کو اسمین بڑا تردد ہی بعضے تو یون کہتے ہین کہ دھوان زمین سے اٹھکر آسمان کی طرف جاتا ہی جب کرۂ نار کے متصل پہونچتا ہی تو بسبب دُھنیت کے کہ اسمین باقی ہی جل اُٹھتا ہی پھر اگر لطیف ہے تو جلد محو ہو جاتا ہی اور اگر غلیظ ہی تو کئی روز تک بطور نیزے کے یا دم دار ستارے کی طرح یا کسی اور صورت سے رہتا ہی اور بعضے یون کہتے ہین کہ آسمان قمر کے نیچے آگ کا کرہ ہی اور اُس کرتے سے کبھی حرکت کی زیادتی سے ایک شعلہ کہ بسبب جمع ہونے شعاع ستارون گرم مزاج کے کسی درجے

مین درجون آسمان سے حاصل ہوتا ہی اور اُس شعلے سے کوئی چیز مثل چنگاری کے جدا ہو کے
نیچے آتی ہے اور دُخانی طبقے مین کہ درمیان مین کرۂ آگ اور ہوا سے صرف کے ہے وہ
چیز نمود ہوتی ہی تو دوڑتے ستارے کی طرح نظر آتی ہی اور جب طبقۂ زمہریر کو پہونچتی ہے تو جم
جاتی ہی اور نظر سے غائب ہوجاتی ہی اور ان دونون باتون مین بہت سی بحثین ہین کیونکہ جو
نور کہ اُس دوڑتے تارون مین نظر آتا ہی اُسکو ہرگز آگ کے شعلے سے کہ دھوین کے ساتھ روشن
ہوتا ہی مشابہت معلوم نہین ہوتی بلکہ نور اُس تارے کا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکھتا ہی
چنانچہ ظاہر نظر آتا ہی اور دوسرے یہ بھی ہی کہ حرکت کی جہت اس ستارے کی موقوف تحت اور
فوق پر نہین ہی تاکہ دھوین چڑھنے والے کے شعلے پر یا آگ سے گرنے والے پر حمل کیا جاوے
اکثر اوقات داہنے سے بائین طرف اور بائین سے داہنی طرف دوڑتا ہی پس صریح معلوم
ہوتا ہی کہ حرکت اُن کی طبعی نہین بلکہ کوئی زبردست ارادے اور اختیار والا اُن کو دوڑاتا ہی
پس دفع کرنے کو ان ترددون کے بطور سوال وجواب کے ارشاد فرماتے ہین وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا ہے وہ ستا رات کا آنے والا اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾
ایک تارا ہے کہ شیطانون کی آنکھون مین چکاچوندھ کر دیتا ہی اور کبھی اُس شعلے سے کہ اُس مین سے
پیدا ہوتا ہی اُنکو جلا دیتا ہی اور شیطانون کی اُسکی شعاع کے زور سے ایسی حالت ہوجاتی ہے
جیسے چمگادڑ کی سورج کی چمک سے اور جبکہ طارق کی حقیقت بیان کرنے سے فارغ ہوے تو اب
اُس مضمون کو کہ جس پر قسم کھائی ہی یاد فرماتے ہین اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ کوئی
جان نہین چھوٹی ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر کہ اُس پر ایک نگہبان ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کہ اُسکو حادثون کی سختی مین اور صدمون مین فنا نہین ہونے دیتا یہان پر سمجھنا چاہیئے کہ وارد غہ
آدمی کی جان کی محافظت کا کہ فنا نہو جاوے ایک فرشتہ ہو حضرت اسرافیلؑ کے لشکر کا آخر کام
اُسکا یہ ہی کہ جان کو درمیان دونون نفخون کے صور مین داخل کر دیگا اور آدمی کے اور کامون
کے واسطے نگہبان بہت ہین کہ نوبت بنوبت رات و دن چوکی پہرہ کرتے ہین جب تک تقدیرالٰہی
اُسکی تکلیف کے واسطے متوجہ نہو پھر جب مقدر وقت تکلیف کا آجاتا ہی تو وہ لوگ دست بردار
ہوجاتے ہین اور تقدیر الٰہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ

شیطانون کا احوال

انسان پر محافظون کا بیان جو دور کی نگہبانی کرتے

وُکِّلَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِائَۃٌ وَسِتُّوْنَ مَلَکًا یَذُبُّوْنَ کَمَا یَذُبُّ عَنْ قَصْعَۃِ الْعَسَلِ الذُّبَابَ وَلَوْ وُکِّلَ الْعَبْدُ اِلٰی نَفْسِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ لَاخْتَطَفَتْہُ الشَّیَاطِیْنُ عُضْوًا عُضْوًا یعنے مقرر کیے گئے ہین ہر مسلمان پر ایک سو ساٹھ فرشتے کہ ہانکتے ہین اُس سے شیطانون کو جیسے شہد کے پیالے سے مکھیون کو ہانکتے ہین اور اگر بندے کو بندے پر ایک پلک مارنے برابر چھوڑ دین تو شیطان اُس کی بوٹی بوٹی توڑ کے لیجادین اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر اور آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے اُس کے دشمن بہت ہین کہ اُتنے دشمن اور کافرون کے نہین ہین اور وہ نگہبان کہ مومن اور کافر کو آفتون سے نگاہ رکھتے ہین انکا ذکر سورۂ رعد مین ہی لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہی وَھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ اور دوسرے فرشتے کہ آدمیون کے نیک اور بد اعمال لکھنے کے واسطے مقرر ہین اُنکا مذکور سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ مین ہی یعنی اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ اور جو فرشتہ کہ حرف اور لفظ پر آدمی کے مقرر ہی اور اُن کو گنتا اور لکھتا ہی اُسکا ذکر سورۂ قاف مین ہے یعنے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ غرضکہ بیان بیان جان کی محافظت کرنیکا ہی کہ یہ امر سب کے واسطے ہے اور کبھی اس محافظت مین قصور نہین ہوتا اور جو آدمی کو بحث معاد کا اور باقی رہنا اُسکی جان کا اور محفوظ رہنا اُسکے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم ہوچکا اور سمجھ چکا کہ میری جان کہ حقیقت مین ذات میری وہی ہی اور بدن بطور لباس کے مانند ہی سو وہ جان مالک حقیقی کے قبضۂ تصرف مین ہی تو اب اُسکو اعتقاد کرنے مین معاد کے واقع ہونے کے اور سچ جاننے مین حشر و نشر کے کچھ تردد نہ رہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادے مین کہ اجزا اُسکے بعد موت کے نہایت متفرق اور پراگندہ ہوجاتے ہین کچھ زمین اور خاک مین ملکر نیست و نابود ہوجاتے ہین اور کچھ حیوانات کا طعمہ ہوجاتے ہین پھر وہ حیوانات ملکون مین جاکر مرتے ہین اور خاک مین رُل مل جاتے ہین اور بعضے ایک ملک سے دوسرے ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اڑ جاتے ہین پھر ان

منتشر اجزاؤن کو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہ جزو فلانے بدن کا ہے اور یہ جزو فلانے بدن کا ایک
کام ہی کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی سبب سے کسی کہنے والے نے کہا ہی
ہندی کا دوہرہ دوہرہ بات جھرتنے یون کہین سن رے بنکے راے :: اب کے بچھڑے
نا ملین دور پڑ نگیے جاے ‡ ناچار اس تعجب کے دفع ہونے کے واسطے ایک راہ اسکو او بتاتے ہین
کہ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ہس دیکھے آدمی کہ کس چیز سے بنایا گیا ہی اور مادہ اسکی
خلقت کا کہان کہان سے جمع کر کے لائے ہین تفصیل اسکی یہ ہی کہ نطفہ آدمی کا خلاصہ ہی اسکا
کہ غذا سے حاصل ہوتا ہی اور غذا یا اُگنے والی چیزون سے ہے یا جاندار چیزون سے سو اگر
اُگنے والی چیزون سے ہے تو اسکی بہت قسمین ہین جیسے اناج اور ساگ اور ترکاری اور
میوے اور مصالح گرم اور سرد اور سواے اس کے بہت سی چیزین ہین اور جو حیوانی ہے تو
اس کی بھی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور دہی اور دودھ اور گھی اور چربی
اور بیضہ اور سواے اس کے اور طب کے علم مین مقرر ہے کہ غذاے صالح کے
کھانے کے بعد جب بہتر ساعتین گذرتی ہین تو منی پیدا ہوتی ہے پس آدمی
کو اپنی ہر روز کی غذا مین فکر کرنی چاہیے جیسے چانول کہ کہان سے آئے ہین
کس قطعۂ زمین مین کس کھیت مین کس گانون مین اور وہ گانون کس پرگنے
مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبے مین اور وہ صوبہ
کون سی مملکت سے متعلق ہے جہان ان چانولون کو بویا تھا اور تجارون
کو کس ارادے نے اس بات پر مستعد کیا کہ اس ملک سے اونٹون یا بیلون
پر لاد کر اس بازار مین لائین اور مجھ سے بیچارے کے ہاتھ بیچین اور مجھکو انہین سے کھانا نصیب
ہو اور اسی قیاس پر حال تمام ضروریات کو اپنی غذا کی جاے اور بوجھے کہ میرے ماں باپ
بھی اسی طرح سے غذائین طرح طرح کی دور دور کے ملکون سے جمع کر کے کھاتی تھین
تو نطفہ میرا اُنکے بدن مین پیدا ہوا تھا اور مجھکو اُس نطفے سے بنایا پھر جو شخص کہ ہر روز کی
غذا مین اسقدر اجزاے متفرقہ کو جمع کرتا ہے کہ اگر اُن سب کو ایک جاے پر اکٹھا کرین تو آدمی
کے بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہو پھر اُس سے کیا بعید ہے کہ چالیس برس کے

انسان کا احوال

انسان کے منتشر اجزاء کو یکجا کرنے کا بیان جو دوسری زندگی میں ہوگا

عرصے مین کہ دونون کے درمیان مین ہے تمام اجزا کو بدن کے کہ بلا شبہ اس مقدار سے کمتر ہین متفرق مکانون دور و دراز سے جمع کرکے صورت گوشت اور پوست کی پہنا کے پھر بعد اُس کے غذا کو نطفہ کرکے کہان سے کہان کو پہونچاتے ہین اور راہ مین نطفے کی کون کونسی ہڈیان بڑی بڑی سخت کہ آدمی کے بدن مین پہاڑون کے مانند حائل ہین پھر باوجود اس بات کے اُس نطفے کو کس تدبیر سے دماغ سے کھینچ کے احلیل کو یعنے پیشاب کے مقام کو پہونچاتے ہین پھر اُس راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پہونچاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ پیدا کیا گیا ہی آدمی اُچھلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہے کہ رحم مین خلط ہوکر یکسان ہوجاتا ہی ہرچند کہ دفق یعنی اُچھلنا مرد کی منی کا خاصہ ہی لیکن جو بعد ملجانے کے دونون ایک ہوجاتی ہین تو مرد کی منی کی صفت کو بسبب غالب ہونے کے اُن دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب اس بات کے قائل ہین کہ عورت کی منی بھی رحم مین اچھلتی ہی لیکن رحم کے گہرے ہین کے سبب سے معلوم نہین ہوتی چنانچہ پھر پھرا اُٹھنا عورت کا انزال کے وقت اس بات پر گواہ ہی پس اُس غذا کو بعد سطے ہوجانے ہضمیت کے درجون کے صورت بخشنا دلیل صریح ہی کہ بدلنا صورتون کا یعنے ایک صورت کو دوسری صورت پر کردینا قدرت الٰہی کے روبرو بہت آسان کام ہے یَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ نکلتا ہی وہ اُچھلتا پانی درمیان سے پیٹھ کے اور سینے کی ہڈیون کے کیونکہ مادہ منی کا اول دماغ سے نزول کرتا ہے اور اُن رگون مین کہ دونون کانون کے پیچھے ہین وہان سے گذر کر نخاع مین آتا ہی اور مقام نخاع کا درمیان مین پیٹھ اور سینے کے ہی پھر مرد کے وہ مادہ پیٹھ کے منکون کی راہ سے گذر کر گردون مین آتا ہی وہانسے خصیون مین وہانسے ذکر کی بیچ کی رگ مین ہوکر رحم مین گرتا ہی اور عورت کے سینے کی طرف سے اسی طور سے خصیون مین کہ رحم کے عمق مین ہین آکر جماع کی حرکت کے سبب سے رحم مین گرتا ہی اور رحم کے اندر دونون ملجاتے ہین اور یہان سے معلوم ہوا کہ منظور اس آیت سے پانی کے گذرنیکا بیان ہی کہ کس کس طور سے اس قسم کی سخت راہ سے کہ دونون طرف ایسی بڑی بڑی ہڈیان اُسکو روانہ کرتے ہین اور اُسکے سفر کی انتہا کو پہونچا دیتے ہین نہ یہ کہ مادہ منی کا پیٹھ مین

یا سینے کی ہڈیون مین پیدا ہوتا ہو والا طب کے قاعدے کے مخالف ہو کیونکہ اُن کے نزدیک
منی تمام اعضا سے لیجاتی ہی اسی واسطے اولاد مین مشابہت ماں باپ کی ہر عضو مین پائی
جاتی ہی اور وہ مادّہ دماغ مین جمع ہوتا ہی اور وہان سے رگون کے راستے سے جو کانون کے
پیچھے ہین اُترتا ہی اور جب آدمی کو آپ اپنی جان کی حضرت حق کے قبضے مین معلوم ہو چکی اور
کیفیت اپنی تمام غذاے متفرقہ کی اور اپنے ہونے کی مادے کے ابتداے خلقت مین
اور بدلنا اُسکا ایک صورت سے دوسری صورت مین اور گذرنا اُسکا ایک جاے سے
دوسری جاے کو بھی ظاہر ہو چکا پھر پیدائش اور معاش کو بھی اپنی خوب معلوم کر لیا تو اب اگر
آخرت کو بھی ان ہی دونون حالتون پر قیاس کرے گا تو اُسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاوےگا
کہ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ تحقیق کہ اللہ تعالی خالق آدمی کا ہی اس طور سے کہ البتہ
وہ پھیر لانے پر اُسکے قادر اور توانا ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب اللہ تعالی لوگون
کے زندہ کرنے کا ارادہ کرے گا تو ایک مینھ عرش عظیم سے نازل کرے گا اُس کا پانی
خاصیت مرد کی منی کی رکھتا ہوگا اور قوت جماؤ کی اُسکے اندر ودیعت یعنے امانت رکھی ہے کہ
مردے کے بدن کے اجزا کو زندگی کے قبول کرنیکا مستعد کرے اور تعلق ارواح کا اُن کے
ساتھ صحیح ہو جاوے گا لیکن اس بار کا پھیر لانا موقوف ہی ایک وقت پر کہ بیان اُسوقت کا اس
آیت مین ہی یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ جس دن ظاہر کیے جاوین گے بھید اور تحقیق اس
مقام کی یہ ہی کہ آدمی پر دُنیا مین احکام بدن کے غالب ہین اور احکام روح کے مغلوب
اسی واسطے اپنی روح کے اوصاف کو صنعت اور تکلف سے دبا چھپا سکتا ہی یہانتک
کہ ہرگز اثر اُسکا بدن پر ظاہر نہین ہونے دیتا جیسے کہ لوگ نامردی اور بخل اور دوسری بُری
خصلتون کو اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکھتے ہین اور اثر اضطراب اور گھبراہٹ کا
چہرے پر ظاہر نہین ہونے دیتے اور قیامت کے دن حکم روح کا غالب ہو جاوے گا
اور جو سیاہی کہ روح کے جوہر مین مخفی تھی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جو رد جین کہ
اعضا مین منتشر ہین کامون پر اُن اعضا کے گواہی دینگی اور تمام اوصاف باطن کے ظاہر
ہو جاوین گے اور جو پھیر لانا آدمی کا جزا دینے کے واسطے ہے تو ضرور اُسوقت پر موقوف

حشر باطن کا احوال

ان دونون چیزون کا بیان جو دونون حالون کی کیفیت ظاہر کرتی ہین

ہونا چاہیئے اور پہلے اُسے پھیرلانا حکمت کے خلاف ہی اور سرائر لغت مین چھپی چیزون کو کہتے ہین اور یہان پر شامل ہی عقائد باطلہ کو اور فاسد نیتون کو اور نیک اور بد عملون کی نشانیوں کو کہ آدمی کی روح مین سما جاتے ہین اور مانند اچھے بُرے رنگ کے ہیچ کے باہری پر نمودار ہوتے ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد سرائر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے ہین کہ دنیا مین اُنکے چھپانے کے واسطے کوشش کرتے تھے اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد اُس سے وہ فرائض ہین کہ ادا کرنا اور نکرنا اُن کا محض آدمی کے ظاہر کرنے پر موقوف ہی دوسرے کو اُس پر اطلاع ممکن نہین جیسے نماز و روزہ وضو غسل جنابت کا اور ادا کرنا زکوٰۃ کا اور دوسرے واجبات سے کہ درمیان مین اللہ تعالیٰ کے اور بندے کے واقع ہین دوسرے آدمیون کو مطالبہ اُس کا نہین پہونچتا اور ادا کرنا اُسکا دوسرون سے تعلق نہین رکھتا مثلاً اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ مین روزہ دار ہون یا جنب ظاہر کرے کہ مین نے غسل کیا یا کوئی بے وضو کہے کہ مجکو وضو ہے یا جو شخص کہ زکوٰۃ نہین دیتا اور کہتا ہی کہ مین زکوٰۃ دیتا ہون تو فقط اُس کے اس کہے پر چھوڑ دینا چاہیئے اور اُس سے تعرض نکرنا چاہیئے اور تحقیق یہ بات ہی کہ لفظ سرائر کا ان چیزون سے عام ہی اور سب کو شامل ہی فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ پھر نہوگی آدمی کو اُس روز کچھ قوت کہ اپنے کامون کو ظاہر نہ کرے اور بھیدون کو چھپا رکھے جیسے کہ دُنیا مین قوت روکنے چھپانے کی رکھتا تھا کہ خوف اور گھبراہٹ کے وقت اپنے کو تھامتا تھا اور باوجود مار دھاڑ کے اپنی چوری بدکاری کا اقرار نہ کرتا تھا وَلَا نَاصِرٍ اور نہوگا کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے قصور کے اُسکی سزا موقوف کردے جیسے دنیا مین یار دوست باوجود ظاہر ہونے تقصیرون کے آڑے آجاتے ہین اور سزا نہین دینے دیتے اور جو دنیا مین طریقہ نجات کا سزا سے وقت ثابت ہونے گناہون اور تقصیرون کے ان ہی دو طریقون مین منحصر ہے اس طور سے کہ کمال قوت سے اُسکو چھپا ہوا اور پوشیدہ رکھے اور کسی طرح ثابت نہونے دے یا باوجود اظہار کے مدد سے رفیقون اور مددگارون کی بدی سے اُسکی محفوظ رہی ان دونون طریقون کو اُس دن مطلق نیست و نابود کر دینگے تا کہ سزا دینے مین جو قابل سزا کے ہے قصور واقع نہو نہین تو وہ دن بھی دُنیا کے دن کی طرح سے درہم برہم ہو جائے اور سد فیصل نہ رہے اور جبکہ ان

آیتون مین دو مضمون مذکور ہوئے اوّل تو یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمی کا روح اور جسد کے
ساتھ مقدور اللہ تعالیٰ کا ہی دوسرے یہ کہ قیامت کا دن اسرار اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہی
کہ چھپے بھید نفس کے اُس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے چھپانا اُنکا ممکن نہوگا اب
ثابت کرنے کو ان دونون مضمونون کے دو دو دلیلین دوسری قسم کی صورت سے مذکور فرمائی ہین
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ؕ اور قسم کھاتا ہون مین آسمان چکر مارنے والے کی کہ ہمیشہ حرکت دوریہ
مین اپنی وضع متروک کو کہ پھر عود کرتا ہی اور ہر دورے مین رات و دن کے ہر جزو اسکا اپنی وضع
متروکہ کو رجوع کرتا ہی بعضے ستارے سال مین بعضے مہینے مین بعضے اس سے زیادہ مین اپنی
وضع متروکہ کو رجوع کرتے ہین پس رجوع ہونا انسان کی روح کا اپنی حیات متروکہ کی طرف اور اپنے
بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے کیا بعید ہی کیونکہ اسی طور سے ہر رات و دن مین حرکت دوریہ فلک کی
نظر آتی ہی وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ؕ اور قسم ہی زمین دراڑ کھلنے والی کی کہ اُسکے پھٹنے سے
طرح طرح کی نباتات اُسکے اندر سے ظہور کرتی ہین اور چشمے جاری ہوتے ہین اور زر و جواہر
معدنون سے نکلتے ہین پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا یعنے امانت کا جو نفس انسانی
مین ہی کچھ بعید نہ رہا کیونکہ زمین کو جو خزان کے دنون مین دیکھیے تو ساری نباتات اُسمین
پوشیدہ اور مخفی ہوتی ہین پھر جب موسم بہار کا پہونچتا ہی اور مینھ کا پانی اُس زمین کے اجزا
مین ملتا ہی اور اُسکو نرم کر دیتا ہی پھر تمام چھپی چیزین اُسکی ظاہر اور نمود ہوتی ہین پس یہی
حالت نفس کی ہوگی جب اُسپر روح کا فیضان ہوگا عالم آخرت مین اور بعضے مفسرون نے
رجع کو مینھ پر قیاس کیا ہی اور کہتے ہین کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑھتے ہین جب طبقہ
زمہریر کے متصل ہو پہنچتے ہین تو پانی ہوکر برستے ہین پس اس تفسیر سے بھی بخارات کے
مادّے کو اپنے مکان اصلی کی طرف رجوع ثابت ہوا اور یہ دلیل انسان کے رجوع ہونے کی ہی
عالم روحانی کی طرف کہ مقر یعنے ٹھکانا اصلی اُسکا تھا اور اس بات سے پہلا مضمون ثابت ہوکر
اِنَّهٗ تحقیق یہ بات کہ حق تعالیٰ پھیر لانے پر انسان کے قادر ہی اور پھیر لانا اُسکا موقوف ہی
اسرار ظاہر ہونے کے وقت پر کہ وہ قیامت کا دن ہی لَقَوْلٌ فَصْلٌ ؕ البتہ یہ بات کھلی
دو ٹوک ہی کچھ شبہہ اسمین نہین وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ اور نہین ہی یہ بات ٹھٹھے کی کہ دلیل

تو ہی نہ رکھتی ہو اور بطور خیال کے دل مین گذری ہو یا شعرا کے مبالغون کی طرح کچھ اصل
نہ رکھتی ہو جیسے کفار کہتے ہین کہ وعدے اور وعید پیغمبرون کے بعث اور جزا کے دن کے
ایسے ہین جیسے لڑکون کو فرضی نامون سے ڈراتے ہین کہ شوخی نہ کرین اسی طرح سے
پیغمبر بھی اسلیے ڈراتے ہین کہ دستور عالم کا فاسد نہو جاوے اور رسمین بد اور اعمال قبیح
رائج نہون پس از راہ عقلمندی کے وعدہ اور وعید اور ترغیب اور ترہیب کرتے ہین اور حقیقت
مین یہ چیزین کچھ بھی نہین ہین اور انکا محال ہونا ثابت کرنے کو کافر حجتین اور شبہے بیان
کرتے ہین چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی اِنَّھُمْ تحقیق یہ کافر قرآن کو کلام فیصل نہین جانتے
بلکہ ہزل سمجھتے ہین یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا کرتے ہین ایک داؤ یعنی قرآن کے مضمون کے
دفع کرنے کو شبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ باتین عقل کے خلاف ہین تا عام لوگون کے
نزدیک ہزل ہونا اسکا ثابت ہو جاوے وَاَکِیْدُ کَیْدًا اور مین بھی انکے مقابلے مین داؤ
کرتا ہون بطور مکر کے تاکہ کلام فصل ہونا اسکا مدلل اور واضح ہونا اسکا عام وخاص کے نزدیک ظاہر
ہو جاوے کیونکہ جسوقت کہ کافر واقع ہونے مین جزا اور حشر اور نشر کے شک اور شبہے لاتے تھے تو
جواب اسکا ساتھ تمثیلون اور دلیلون کے جزا اور حشر اور نشر کے مقدمے مین صاف صاف
نازل ہوتا تھا یہان تک کہ مجمل باتین مفصل ہوگئین اور کسی طرح کا شک و شبہہ نہین رہا
تو شبہے اُن کے سبب ہوے زیادتی ثبوت مطلب اور وضوح مقصد کے اور وہ اس بات سے
بیخبر اور غافل رہے اور یہی حقیقت ہی کید کی کہ بے خبر حریف کو ملزم کر دے اور اسکے مطلب کا
نقیض یعنے اُلٹا ثابت ہو جاوے اور ہر چند کہ حق تعالیٰ قادر ہی کہ اثبات مطلب کا عین
ہوشیاری اور خبرداری کی حالت مین کر دے لیکن بے خبری کی حالت کے الزام دینے مین کمال
خجالت اور ذلت اُنکی منظور ہوی کیونکہ وہ لوگ بھی ذلت اور خجالت دینے مین اُسکے رسول کے
ارادہ کرتے تھے اور جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرون کا اُسوقت مین کہ وقت نزول وحی کا اور اوائل
اسلام کا تھا اور طرح طرح کے شبہے لانا اُنکا اسلام کے عقیدون مین گویا دلائل اسلام کی ترقی کا
موجب تھا اور جب تک وہ زندہ ہین اور شبہے لاتے ہین تو گویا اسلام کی دلیلون کی ترقی مین
کوشش کرتے ہین اس سبب سے کہ حقیقت کار سے بیخبر ہین پس یہ عین منفعت اور اسرار حکمت

تو ہلاکت کی دعا کرنا اُن کے واسطے شوکت مناسب نہ تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنگدلی کے سبب سے چاہتے تھے کافر جلد ہلاک ہون اسی واسطے ارشاد ہوا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ پس مہلت دے کافرون کو اور جلدی اُنکی بد دعا مین نہ کر کہ اُنکے شبہے کرنے کے سبب سے نزول وحی کا اور جواب شبہون کا پے درپے ہوتا ہی اور حقائق شریعت اور دین کے اور احوال حشر اور نشر کے کما حقہٗ تحقیق اور واضح ہوے جاتے ہین اور بعد اُسکے ظہور دین کا خوب متحقق ہو جاوے اور الزام اور حجت اور دفع شبہے کا اپنی نہایت کو پہونچے تو شوکت تجھکو جہاد اور قتال پر مامور کرینگے اور تیرے ہاتھون سے اُن کو ہلاک کرینگے اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا مہلت دے اُن کو تھوڑے دنون کی کہ وہ دن ابتداے بعثت سے قریب چودہ[14] برس کے تھے اور اس عرصے مین جو شبہہ کہ اُنکی خاطر مین گذرتا تھا کرتے تھے اور جواب اُسکا پاتے تھے بعد اُسکے کوئی شبہہ اُن کے دل مین نہ رہا تو عناد اور شرارت اُن کی ظاہر ہو گئی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہو گئے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہ ہی کہ یہ مقدار آدمی کے سن بلوغ کی ہی کہ جب اس عمر کو پہونچتا ہی تو عقل اور بدن اُسکا کامل ہو جاتا ہی اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہی پس ابتداے بعثت مین مکے اور عرب کے کافر حکم لڑکے کا رکھتے تھے کہ آہستہ آہستہ تعلیم اور سمجھانا شریعت کے حکمون کا اور تامل کرنا اُسکے دلائل مین اور جاننا بھلائی اور برائی دین کے قاعدون کی اُنکو منظور تھی اور دکھانا معجزون اور آیات بینات کا اس مقدمے مین کفایت کرتا تھا جبکہ اس مدت تک بھی بعضے اُن مین سے صلاح پذیر نہوے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب اور تعزیر کے ہوے تو پس حکم جہاد اور قتال کا نازل ہوا

وقع

بیان نکتہ مہلت چودہ برس

سورۃ الاعلیٰ

سورۂ اعلیٰ مکی ہی اور اُسمین انیس[19] آیتین اور بہتر[72] کلمے اور دو سو اکتر حرف ہین اور وجہ اُسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہ ہی کہ اُس سورۃ مین بیان فرمایا ہی کہ نفس انسان کے واسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سورۃ مین یہ مذکور ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ حافظ و نگہبان ہی اس بات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اُس سورۃ مین انسان کی کیفیت کی ابتدا کا بیان ہی کہ نطفہ اُسکا کہان سے آتا ہی اور کہان پہونچتا ہی اور اس سورۃ مین

اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہی کہ بعد تربیت کے کیا صورت بگڑ دی ہی اور اس سورۃ مین قرآن مجید
کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچھ مرتبہ رکھتا ہی اور اس سورۃ مین بھی
اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیون کے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہی منھ
پھرانا اس سے ہلاکت کا سبب ہی اور ان مضمونون کو جو کچھ آپسمین ربط ہی سو پوشیدہ نہین ہی
اور اس سورۃ کا نام اعلی اسواسطے رکھا ہی کہ اول مین اسکے یہ نام اسماے الٰہی مین سے مذکور ہے
اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ اللہ تعالی مرجع ہی ہر کمال کا ابتدا مین بھی
اس کمال کے اور انتہا مین بھی اس کمال کے کیونکہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہے دو قسم مین ایک
قسم علو بدایت کا ہی یعنی کمال وہان سے شروع ہوتا ہی اور دوسرا قسم علو نہایت کا کہ کمال وہان
انتہا کو پہونچتا ہی اور جو کہ دونون قسمون کو جامع ہی وہ اعلی ہی اور جو حق تعالی نے اپنی ذات کو اس
نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اسکے بخشے ہوے کمالات مین ہرگز نقصان نہین آتا ہی والا
علو مرتبے مین اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
فوراً ذکر سے اس نام کے تسلی خاطر کی حاصل ہو اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا تھا
بالکل زائل ہو جاوے اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب اس طور سے بیان کیا ہے کہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئین اور بیحد
و حساب غیب کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے علوم نازل ہونا شروع ہوے
تو خاطر مبارک مین آپ کی یہ دغدغہ خلجان کرتا تھا کہ مین تو امی محض ہون یاد رکھنا ان الفاظ
اور معنون کا بغیر لکھنے اور کتابت کرنے کے مجھ سے کیا ہو سکے گا مبادا بہت سی چیزین ان مین سے
بھول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہو جاوے پس حق تعالی نے انکی خاطر مبارک
کی تسلی کے واسطے یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس سورۃ مین تو خبر دی کہ جناب خداوندی سے
خود تیری استادی فرمائی ہی اور تجھکو سبق بھولنے کا خطرہ ہرگز نہ چاہیے کرنا اور اسی واسطے
حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سورۃ کو بہت دوست رکھتے تھے
اور وتر کی پہلی رکعت مین اور جمعے کی پہلی رکعت مین اس سورۃ کو اکثر پڑھتے تھے اور سلف
کے لوگ بھی اکثر تہجد کی نماز مین اس سورۃ کو پڑھتے تھے اور اسکی برکت کے امیدوار رہتے تھے

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ
نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنے
رکوع مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو
فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجالاؤ یعنے سجدے مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا کرو
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہی کہ جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھے
تو چاہیئے کہ اسکے ساتھ ہی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے تاکہ فرمانبرداری امر آلہی کی ادا ہو جاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے کہ سب چیزون سے اونچا ہے
اس جگہ یہ جان لیا چاہیئے کہ پاک جاننا نام کا اکثر مفسرون کے نزدیک کنایہ ہی پاک جاننے سے
ذات کے کیونکہ عرب کا قاعدہ ہی کہ تعظیم اور ادب کے مقام پر ذات کو نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ
عرف مین مشہور ہے کہ بادشاہون اور امیرون کے حضور مین عرض کرتے ہین کہ حضور کے
نام سے یہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سَبِّحْ رَبَّكَ فرماتے تو یہ رعایت تعظیم اور ادب کی حاصل
نہوتی دوسرے یہ کہ ذات کو حق تعالیٰ کی سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا
اسکی ذات کا یہی ہی کہ ناقص اور بے ادبی کے ناموں کو اسکی ذات پاک کی طرف نسبت نکرے
حق تعالیٰ کی ذات پاک کو جاننے کے معنی جسقدر کہ شریعت مین وارد ہین یہ ہین کہ اجمال کے
طور سے سمجھ لیجے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے برتر ہے اور کوئی
نالائق صفت اور نقصان اور عیب اسکی جاہ وجلال کے سراپردون کے گرد نہین پھٹکتے اور
تفصیل سے بھی سمجھ لیا چاہیئے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض اور کل اور بعض کو وہان
گنجائش نہین اور صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور محلس کی قیدین ہرگز
اسکو لاحق نہین ہوتی ہین اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہی اور نہ وہ کسی چیز سے
مشابہت رکھتا ہی بس مثل اور شریک سے اور جورو اور بچون سے اور کھانے اور پینے سے اور
جو چیزین کہ حدوث انکو لازم ہے یا موجب زوال اور فنا کی ہین وہ ذات پاک ان سب چیزون سے
پاک اور مبرا ہے اور ایک گروہ نے مفسرون کے کہا ہی کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پاک جاننا

فرض ہی اسی طرح سے اُسکے پاک ناموں کی بھی تعظیم اور عزت واجب ہی پس اس آیت مین
سو اسطے اُسکے ناموں کا پاک رکھنا مراد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کو پاک رکھنے کے معنے
یہ ہین کہ اُسکے نام کو ایسی چیز پر جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین اور اُسکے نام کو
غیر اُسکے پر جاری نہ کرین اور ذکر اُس جناب پاک کے ناموں کا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور
کمال توجہ سے بجالاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور اچھا عمل پایا جاوے اور ظاہر یہ بات ہے کہ
اعلیٰ رب کی صفت ہی کیونکہ آگے کی صفتیں جیسے الَّذِی خَلَقَ فَسَوّٰی اور سوا اسکے رب
کی صفتیں ہیں اسم کی اور بعضے صوفیہ کرام نے فرمایا ہی کہ اعلیٰ صفت اسم کی ہی اور وہ اشارہ ہی ایک
مسئلے کی طرف تصوف کے مسئلوں مین سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الٰہی سے ہر مخلوق
کا ایک رب ہی اسماے الٰہیہ سے کہ اُس مخلوق کے تعین کا مبدا اور اُسکے کمال کی نہایت کا
مرجع اور اُسکے مقر کا منتہی ہی اور روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ سب مخلوقات سے
اکمل ہی رب اُسکا اسم اعلیٰ ہی اور وہ عبارت ہی اُس ذات سے جو جامع ہے سب کمال کی صفتوں کی
اور معنی اس اسم کی تسبیح کے یہ ہین کہ ماسوائے حق سے تجرد کر اور نظر کرنے سے غیر کی طرف اپنے کو بچا
تاکہ تیری ذات پر کمالات حقانیہ سب کے سب روشن ہو وین کہ استعداد تام قبول کرنے کو کمالات
الٰہی کے سوائے ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہین اور تسبیح ہر چیز کی کہ اُس چیز کے ساتھ
خاص ہی وہ تسبیح ایک اسم کی ہی اسمای الٰہی سے وہ اسم مربی اُس چیز کا ہے اور مرجع اُس چیز کے کمال کا
حاصل کلام کا یہ ہی کہ لانا اس اسم کا اس مقام پر اس فائدے کے واسطے ہی کہ جو کمال کہ تجھ مین ظاہر ہوا
ہے تجھے اس بات کا خوف مت کر کہ کبھی اُس مین نقصان دخل پا دیگا کیونکہ تیرا پروردگار وہی ہی
اعلیٰ کہ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہی اور ہر چیز کو اُسکے لائق کمال کے درجے کو پہونچا دیتا ہی اور اُسکے
کام تکمیل اور ترتیب مین ناتمام نہیں رہتے چنانچہ گواہی دینے کو اس مطلب کے اور ثابت کرنے کو اس
بات کے کہ اللہ تعالیٰ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہی تین صفتیں دوسری یاد فرماتا ہی کہ الَّذِی خَلَقَ فَسَوّٰی
یعنی پروردگار تیرا وہ ذات ہی کہ پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا کیا اور معتدل بنایا حاصل یہ ہی کہ پیدائیش کو
ہر چیز کی باعتبار خواص اور صفتوں اور اُن فائدون کے جو اُس چیز سے منظور ہین کمال کے درجے کو
پہونچایا ہی اور ایک خاص مزاج کہ اُن کمالوں کو قبول کرے اور وہ منفعتیں اور فائدے ہم سے

ظاہر ہوں اسکو بخشتا ہی چنانچہ جو شخص حیوانات کی قسموں کو انسان اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور چیونٹی تک
غور کرے اور اسی طرح سے نباتات اور معادن کو دھیان کرے تو یقین جان لے کہ ہر چیز کو
اُس چیز کے فائدے اور منفعتیں حاصل ہونیکا اسباب عنایت فرمایا ہی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝
اور تیرا پروردگار وہ ذات پاک ہی کہ اندازہ فرمایا ہی ہر شخص کے واسطے ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہی
اسکو اپنے کمالات حاصل کرنے کی یہان تک کہ بچے کو مان کے پیٹ مین پیٹ سے باہر نکلنے کی راہ
الہام فرماتا ہی اور پیٹ سے نکلنے کے ساتھ ہی دودھ پینا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام
ہوتا ہی اور ہر نر کو مادہ پر جست کرنا اور پانی مین تیرنا اور کنوین باؤلی کا پہچاننا اور دوسرے
معاش کے کامون کی مصلحتین غیب سے تلقین ہوتی ہین اور شہد کی مکھی کو ہندسی کے فن مین
کامل کیا ہی کہ عجیب اور غریب طرح کے گھر بناتی ہی پھر اسمین شہد نکالتی ہی اور کہتے ہین کہ سانپ
جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندھا ہوجاتا ہے پھر جب بہار کے دن آتے ہین تو سونف
کے درخت کی طرف جاتا ہی اور اپنی آنکھون کو اُسکے پتون پر ملتا ہی یہانتک کہ اُسکی آنکھین
روشن ہوجاتی ہین اور یہ جو کچھ کہ امورات جانورون اور حشرات کو معاش کے اسباب حاصل
کرنے مین اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے ہین سو
یہ سب احوال کتاب عجائب المخلوقات مین خوب تفصیل سے لکھے ہین اور حکما نے کہا ہے کہ ہر
مزاج مستعد ایک قوت خاص کا ہی اور ہر قوت قابل ایک کام معین کے ہی اور تقدیر اسی سے عبارت
ہی کہ اجزا کو جسم کے اس طور سے بنا دین کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہوجاوے اور ہدایت
عبارت ہی اس قوت کے فیض دینے سے تاکہ مصدر اس کام کا متعین ہوجاوے اور ان دونون
تصرفون سے صلاحیت عالم کی تنظیم کی ہی وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ اور پروردگار تیرا وہ ذات ہی
کہ اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہی کہ اسکو جانور چرتے ہین جیسے گھاس کہ بہائم اور وحوش اسکو کھاتے
ہین اور طرح طرح کے پھول اور ریحان کہ شہد کی مکھی اور شکر خورے اور دوسرے پرندے
اسکو غذا کرتے ہین اور طرح طرح کی کھیتیان اور میوے اور پھل کہ آدمی اور بعضے جانور اس کے
کھانے سے فائدہ مند ہوتے ہین فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ پھر کر ڈالا اُس کھیتی کو خشک سیاہ کہ
جاتے ہی خشکی اور سردی کے سبب سے رطوبت اور طراوت اُسکی جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہوکر

ذخیرہ کرنے کے کام مین آتی ہی کہ نایابی کے وقت مین کام آوے اور یہان پر سمجھ لیا چاہیئے
کہ اس بات کے ثابت کرنے کو پروردگار عالم نے کہ سب اونچون سے اونچا ہی اور مرجع ہر کمال کی
ابتدا، اور انتہا کا ہی ان تینون صفتون کو اختیار فرمایا ہی اور نکتہ اُسکا یہ ہی کہ تمام عالم مین کمال تین قسم
سے باہر نہین ہین کیونکہ ہر شے کا کمال یا اپنی ذات مین ہی یا غیر کے نفع کے واسطے اور کمال
ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے ہے یا باعتبار روح اور باطن کے پس کمال ذاتی کے ثابت کرنے کو
کہ تعلق جسم و ظاہر سے رکھتا ہی اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ہ لایا گیا اسواسطے کہ پیدا کرنے مین ہر چیز کے
رعایت جسم کے اعتدال کی اور مناسبت اعضا کی اور برابر کرنا ہاتھ کا ہاتھ سے اور کان کا کان سے
اور آنکھ کا آنکھ سے اور پانون کا پانون سے کمال زیب و زینت کے ساتھ ظاہر اور موجود ہی اور ثابت
کرنے کو کمال ذاتی کے کہ روح سے تعلق رکھتا ہی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ہ لایا گیا کیونکہ ارواحون
کی استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پھر موافق استعداد کے راہ دکھانا تاکہ اس کمال کو کہ اُس
کی استعداد کے لائق ہے حاصل کرے یہ بھی آنکھون کے روبرو نظر آتا ہی اور ثابت کرنے کو
اُس کمال کے کہ غیر کے نفع سے تعلق رکھتا ہی وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ہ
لایا گیا کیونکہ پیدا کرنا جانورون کی گھاس کا اور آدمیون کی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبوئیون کا
اور لباسون اور دواؤن اور زہرون کا اور ایک وقت معین تک انکو رطوبتون اور طراوتون
سے بڑھانا اور انکی خشکی اور سردی کے مسلط کرنے سے زیادتی رطوبتون کو اُنسے دور کر ڈالنا تاکہ
مدتون رہنے سے سڑنے نہ پائین اور ذخیرہ ہو سکین ایک دلیل قوی ہی ابتدا اور انتہا پر اس
کمال کو اور جب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ رب اعلیٰ ہی کہ مرجع ہر کمال کا ہی ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی
اور تجھکو اسکے نام کی تسبیح سے بڑی مناسبت اُس جناب سے حاصل ہوئی ہی اب اپنے کمال
کے نقصان سے اندیشہ نہ کر کیونکہ سَنُقْرِئُكَ ہم آپ تجھکو قرآن پڑھاوینگے
اور بے انتہا علم تجھکو تعلیم کرینگے کہ اُسی قرآن سے نکلتے ہین اور تصفیہ اپنے قلب کا اُس تسبیح سے
کرتا رہ تاکہ زنگ آلودہ نہو جاوے فَلَا تَنْسٰٓی ہ پھر ہرگز نہ بھولیگا تو سواسطے کہ تیری استعداد تصفیہ
قلب کے سبب سے کمال کو پہونچے گی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو حجاب نہو سکے گا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ
یعنے کسی چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لائق ہی اور میثاق کے دن جو حق استعداد کی تقسیم کا

وقت تھا تیرے حصے مین ہوپچی ہی ہرگز نہ بھولیگا مگروہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہی اور حکمت اسکی نے
تقاضا فرمایا ہی کہ تیرے دل سے اس جہان مین بھولجاوے تا کہ قیامت کے دن مقام محمود کے
حاصل ہونے کے واسطے ذخیرہ ہوئے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ مقام محمود مین اس
طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ تعلیم فرماویگا کہ اسوقت مجھکو یاد نہین ہی کہ بے شبہہ وہ محامد استعداد کین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخل تھے اور عالم روحانی مین التفات جمالی ان حمدون پر رکھتے
تھے گویا کہ اس دنیا مین ایک حکمت کے واسطے انکو بھلا دیا تھا اور بعضے قرآن کی آیتین کہ سینہ
مبارک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محو ہوگئی تھین اور بھول گئی تھین وہ بھی ماشاء اللہ
مین داخل ہین کیونکہ بھلانا بھی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہی چنانچہ سورۂ بقر مین فرمایا کہ مَا نَنسَخْ مِنْ
اٰیَةٍ اَوْ نُنسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا لیکن اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ بھلا دینا اسوقت علامت
منسوخ ہونے کی ہوتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے اور ساری اُمت کے قاریون
کے دل سے محو ہوجاوے والا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایکبار نماز کی قرات
مین ایک آیت چھوڑ گئے پھر بعد نماز کے ابی بن کعب سے پوچھا کہ اس سورۃ مین کوئی آیت چھوڑ گیا
اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہان فلانی آیت رہ گئی فرمایا کہ مجھکو بتائی کیون نہین ابی رضی اللہ عنہ
نے عرض کی کہ مین سمجھا کہ آیت منسوخ ہوگئی فرمایا کہ نہین مین ہی بھول گیا تھا اور اگر منسوخ ہوتی تو
تم کو خبر کردیتا اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی تحقیق وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی اُن کمالون کو جو تجھ مین ظاہر
ہین اور جلوہ گر اور رہبر اونی اعلی اُسکو دیکھتا ہی اور جانتا ہی انکو جو کہ ہنوز تیرے استعداد کی تہ مین پوشیدہ
ہین اور اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی سے فعل کی طرف ظہور کرین گے اور جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُستادی سے تسلی بخشتی تا کہ حفظ قرآن سے انکا دل فارغ ہو اور جان لین
کہ یہ پودھا بیشک اور بے شبہہ پھلنے والا ہی اور یہ بات اس طرح کی نہین جیسے دوسرے
انسانون کے اُستاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص بعضے عارضون کے
سبب سے ناقص رہ جاتا ہی تو اب دوسرے علاون کی حفاظت سے بھی اُن کی خاطر جمع فرمائے ہین
وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی اور آسان کردین گے ہم تجھپر آسانی کی راہ چلنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کے
راستون مین سے بہت نزدیک کا راستہ ہی معرفت مین بھی اور عبادت مین بھی اور ملک اور

ملت کی سیاست مین بھی بس جو جو علم کہ ان تینون چیزون سے متعلق ہین فوارے کے مانند
تیرے دل سے جوش مارین گے اور ان علمون کے حاصل کرنے مین کچھ محنت اور مشقت بھی
نہ کھینچے گا اور کسی کتاب اور دستور العمل اور مرشد اور استاد کا بھی محتاج نہوگا پھر جب حقیقت مین
بات یون ہی تو تجھکو یاد کرنے مین قرآن اور دوسرے علمون کے مبالغہ اور کوشش ضرور نہین
ہے بلکہ تجھکو چاہیے کہ دوسرون کو ان کے بھولے ہوے علم یاد دلاوے اور کامل ہونے سے
کامل کرنے کی طرف رجوع کرے کہ ہمنے تجھکو بحض امت کی تکمیل کی محنت اور رنج کے واسطے بھیجا
اور تیری تکمیل ہمارے ذمے پر ہی چنانچہ فرماتے ہین فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى پھر یاد
دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا تاکہ تیرا کمال متعدی ہوجاوے اور ہزارون آدمی تیرے
رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہی جواب طلب کہ اکثر مفسر اسی رنج و تعب مین ہین وہ
یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تذکیر اور وعظ اور پند دینا ہی خواہ کوئی قبول کرے یا نکرے
پھر اس شرط کو کسواسطے بڑھایا ہی یہانتک کہ بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد الٰہی یہ ہی کہ اِنْ نَّفَعَتِ
الذِّكْرٰى وَاِنْ لَّمْ تَنْفَعْ پس ایک قرینے کو محذوف رکھا ہی چنانچہ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ
اور سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ مین بیان ہی اور دوسرے جواب بھی اسی قیاس سے ذکر کیے
ہین اور تحقیق مقام کی یہ ہی کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہ سب مشروط ہین قبولیت کے ظن کے
ساتھ اور منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کے لیے نہین ہی ہان حکم الٰہی کا
پہونچانا اور ڈرانا اللہ تعالی کے عذاب سے تاکہ الزام حجت کا ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اپنا
بہ نسبت ہر شخص کے ضرور ہے لیکن اسکو تذکیر اور موعظت نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول
صریح یہی ہی کہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ استثنا ہے فَذَكِّرْ سے تو اس سے صراحۃً بھی یہ شرط
بوجھی جاتی ہی اور یہ بات بھی ہوسکتی ہی کہ یہ شرط امر کی تاکید کے لیے ہی تذکیر کے واسطے یعنے اگر کسی کو
تذکیر نفع کرے تو تجھکو تذکیر کرنا چاہیے اور یقین ہی کہ تذکیر البتہ عالم مین کسی کو نفع کرے گی گو ہر کسی کو
نفع نہ کرے پس گویا معلق ہونا ایک شے کا ایسی چیز پر ہوا جسکا واقع ہونا ضروری ہی یہ امر
موجب تاکید کا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ قَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ
فَاِنْ يَّكُ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ اور یہان پر دو سوال دوسرے بھی تفسیرون مین

بیان کرتے ہین سو وہ سوال مع جواب لکھے جاتے ہین اول تو یہ ہی کہ معلق کرنا
کسی شرط پر اُس شخص کے واسطے جائز ہی جسکو کام کے انجام کی خبر نہ ہو اور
اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہی اُسکے کام مین تعلیق کے کیا منے ہون گے اس کا
جواب یہ ہی کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہر کی چیزون کے واسطے ہی
پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہی اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے حضرت خضر علیہ السلام پر ان کی حرکتون مین کہ ظاہر مین
بُری تھین اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہمکلام
ہونے مین ارشاد ہوا کہ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ
یعنے فرعون سے کلام نرم کرو شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم آلہی مین
مقرر تھا کہ وہ نصیحت قبول نہ کرے گا اور حق تعالیٰ سے نہ ڈرے گا دوسرے یہ کہ وعظ کا نام
تذکیر کسواسطے رکھا حالانکہ عرب کی لغت مین تذکیر کے معنی یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا
اُس چیز مین ہوتا ہے کہ اول سے معلوم ہو لیکن فی الحال بھول گئی ہو جواب اُسکا یہ ہی کہ دین
کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اس ذات پاک کی عقلون مین بنی آدم کے موافق
اصل جبلت کے گڑی ہوئی ہی چنانچہ فرمایا ہی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا پس گویا
ہر شخص کی ذات مین دین کے کامون پر علم حاصل تھا لبسبب پیدا ہونے موانع کے بھول گیا
تھا اب وعظ اور نصیحت پیغمبرون کی اس بھولے ہوئے علم کے یاد دلانے کے واسطے ہے بعضے
عقلا نے کہا ہی کہ ارواح بنی آدم کی ان چیزون کو کہ جاننا اُنکا ضروری ہی بدن کے تعلق سے
پہلے جانتی ہین جو اس دنیا مین آئین اور بدن کی تدبیر مین مشغول ہو گئین تو وہ سب
بھول گئین جیسے کمال بڑھاپے کی حالت مین کہ تدبیر بدن کی مشکل پڑ جاتی ہے تو پچھلی
یاد باتین بھول جاتی ہین پس ان کو بھی معلوم باتین جو بھول گئی ہین انبیا اور واعظ یاد دلاتے
ہین چنانچہ اس حدیث سے کہ اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ
وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ یعنی سب روحین مثل لشکر کے ہین اکٹھائی مین جس سے جیسا
کچھ ہی اُس سے دنیا مین آپس مین محبت ہوتی ہی اور جن سے پہچان نہین اُن مین محبت نہین

ہوتی ہین بھی یُواسی بات کی آئی ہی اور افلاطون حکیم سے بھی یہی منقول ہو کہ اپنے شاگردون سے کہتا تھا اِنّی لَسْتُ اُعَلِّمُکُمْ مَا کُنْتُمْ تَجْهَلُوْنَ وَلٰکِنِّیْ اُذَکِّرُکُمْ مَا کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ بیشک مین تم کو نہین سکھلاتا جو تم کو نہین معلوم ہو ولیکن یاد دلاتا ہون مین تمکو جو تم نہین جانتے تھے اور جو بیان فرمایا کہ تجھکو خلق اللہ کے نفع کے واسطے تذکیر کرنا چاہیئے اب بیان اُس شخص کا جس کو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا فرماتے ہین سَیَذَّکَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ۝ اب سمجھ جاوے گا جس کو اللہ کا ڈر ہی ہرچند کہ تجھکو علی العموم نصیحت کرنا فرض ہی لیکن ہر شخص کو اُس سے فائدہ نہوگا بلکہ نفع اسکا استعداد کی شرط کے ساتھ مشروط ہی اسی واسطے کہا گیا بیت اصل استعداد شرط صحبت است ؛ مرد چون کور ست عینک لعبت است ؛ اور علامت خدا کے خوف کی دل کا نرم ہونا اور سلامت رکھنا جان کا بیہودہ اور لیوچ باتون سے مصاحبون کی تا کہ نورانیت اور صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل نہ جاوے اور نبوت کی شعاع سے روشنی قبول کرتی رہی اور بعضے مفسرون نے اس آیت کے معنے یون کہے ہین کہ بار بار نصیحت کر اگر ایکبار کی بھی نصیحت نے نفع کیا ہو کیونکہ جلد وہی پوری نصیحت پکڑیگا جو کہ ایک ہی بار نصیحت کرنے مین خدا سے ڈرا بس اس صورت مین اشکال بھی بالکل جاتا رہا اور علامت بھی اُس شخص کی کہ اسکو نصیحت نفع کرے بیان ہوگئی اور تفصیل کا باب کہ تکرار کے معنو پر دلالت کرتا ہی اُن معنون کے ساتھ نہایت مناسب ہوگیا واللہ اعلم اور جب فائدہ لینے والون کی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب فائدہ لینے والون کا بیان فرماتے ہین وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۝ اور کنارہ پکڑیگا اس نصیحت سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہی اور حقیقت مین وہ شخص وہ ہی کہ کچھ خدا کا خوف نہین رکھتا ہی اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہی پس حقیقت کلام کی اسطرح سے تھی کہ ویتجنبها من لا یخشی لیکن اس بات کی آگاہی کے واسطے کہ جو شخص خدا کا خوف نہین رکھتا نہایت بدبخت ہی اسواسطے اشقی کو من لا یخشی کی جاے پر لائے ہین اب یہان پر سمجھ لیا چاہیئے کہ آدمی کی شقاوت یہ ہو کہ عمل اور اعتقاد اُسکا درست نہو اور جس کا عمل نادرست ہی اور اعتقاد درست ہے وہ بھی شقی ہی لیکن جو شخص کہ اعتقاد بھی فاسد رکھتا ہی وہ اُس سے بھی زیادہ بدبخت ہی پھر اگر کوئی قصور اُسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے ہی یا مالوف ہونے اور تقلید کرنے سے کسی مذہب کی مذاہب باطلہ سے تو اسکو ممکن ہو کہ نصیحت سے اور مرشد کے سمجھانے سے راہ پر

آجاوے اور جو شخص کہ اُسکا اعتقاد بسبب عناد کے نادرست ہی کہ دیدہ و دانستہ انکار حق کیے
جاتا ہی اور ایک بڑا حجاب کثیف اُسکی استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہی کہ ہرگز تعلیم سے معلم کی اور
ارشاد سے مرشد کی اصلاح اُسکی ممکن نہین ہی اور بدبختی کی نہایت کو پہونچا ہی وَمَا تُغْنِی الْاٰیَاتُ
وَالنُّذُرُ اسی کی شان مین ہی اور اس آیت مین مراد شقی سے وہی ہی اور انجام اُس کے کام کا یہی
اَلَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی یعنے یہ شخص وہ ہی کہ جو داخل ہوگا بڑی آگ مین کہ اسکا وصف
سورۂ واللیل مین ہی جس جاے پر کہ فرمایا ہی کہ فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی اور وہ ایک آگ ہی
نیچے کے طبقے مین دوزخ کے کہ ساتوان درجہ ہی اور فرعون والے اور اس امت کے منافق اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے مائدے کے منکر اسی طبقے مین ہونگے اور دوسرے طبقون کی آگ سے
سوزش مین بہت تیز ہے اور ہر چند کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ نارکم ھذہ جزء من
سبعین جزءً من نار جھنم کلھن مثل حرھا یعنے یہ دنیا کی آگ ستروان حصہ ہی دوزخ کی آگ سے
گرمی مین پس دوزخ کی آگ کی اصل بہ نسبت دنیا کی آگ کے بہت بڑی اور بزرگ ہی اسی واسطے
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ نار کبریٰ جہنم کی آگ ہی اور نار صغریٰ دنیا کی آگ ہی لیکن جو
آگ کہ اُسکے درکے مین ہی نسبت دوسرے درکون کی آگ کے جہنم کی آگ کا حکم رکھتی ہے
دنیا کی آگ کی نسبت سے پس آتش کبریٰ حقیقت مین وہی آگ ہی اور سبب اُس آگ کی گرمی
کی زیادتی کا بہ نسبت دوسری آگون کے اس مثال سے سمجھ لیا چاہیئے کہ دنیا کی آگ سرد ملک مین
عین سردی کے موسم مین برف پڑنے کی حالت مین سردی کے کام مین مشغول ہونے کے
وقت جیسے ملاحی اور سقائی علی الخصوص بڑھاپے مین اور مزاج بھی سرد ہو جیسے بوڑھا بلغمی مزاج
اس قدر سوزش رکھتی ہے کہ اُسکا تحمل بدن پر نہین ہو سکتا پھر وہی آگ گرم ملک مین عین
دوپہر کے وقت گرمی کے موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے باورچی گری
اور نان پزی علی الخصوص جوان صفراوی مزاج کو کہ روزہ دار بھی ہو اور تپ ما بھی چڑھی
ہو تو قیاس کیا چاہیئے کہ کتنا وقت رکھتی ہی پس اسی قیاس پر تفاوت اس آگ کی
گرمی کا دوسری آگون کی گرمی سے قیاس کر لیا چاہیئے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ اَصْنَافِ النَّارِ
اور جو دنیا مین ہر مصیبت کہ آدمی کو پیش آتی ہے نہایت اسکی یہ ہی کہ موت کو پہونچا دیتی ہے

دنیا کی آگ ستروان حصہ دوزخ کی آگ کا

اور موت موجب خلاصی اور راحت کا اُس مصیبت سے ہوجاتی ہے اور اس بدبخت کو اُس
راحت سے بھی محروم رکھا ہے کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک نہین ہوتا ہی چنانچہ فرماتے
ہین ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا پھر باوجود اس قدر عذاب کی شدت کے اور دراز ہونے
مدت کے نہ مریگا اُس آگ مین کہ بسبب مرنے کے جسم اُسکا اس بلا سے علیحدہ ہوجاوے
اور روح اُسکی اُس دکھ سے نجات پاوے کیونکہ بنیاد اُس عالم کے بدنون کی ایسی نہین کہ
روح اُس سے جدا ہوسکے اور بھید اس مین یہ ہی کہ احکام روح کے اس عالم مین بدن پر
غالب ہونگے اور بدن حکم روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہی اسواسطے
دنیا مین ہرچند کہ محنتین سخت اور مصیبتین بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین
ہوتی بلکہ نہایت بے قراری اور دکھ سے بدن کو چھوڑکر چلی جاتی ہے اور جو وہان کے
بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے تو بگڑنا ترکیب کا بھی ان سے غیر ممکن ہوگا وَلَا يَحْيٰى اور نہ
جیے گا کیونکہ اسکی روح ہمیشہ دکھ اور عذاب مین ہی یہان تک کہ موت کی آرزو کرینگے اور موت
نہ آوے گی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین زندگانی نہین ہی شعر عمر چون خوش گذرد
زندگی خضر کم ست ؛ ور بنا خوش گذرد نیم نفس بسیار ست ؛ پس پوست اُن کے بدن کا آگ
کی تاثیر سے جل جاویگا پھر روح کے غلبے کے سبب سے آناً فاناً دوسرا اپنا چمڑا پیدا ہوگا تاکہ
اسمین ایذا اور دکھ زیادہ ہو چنانچہ زخم پر انگور آنے کے بعد دنیا مین تجربے مین آچکا اور بعد
آیت سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى کے بیان اُس شخص کا جو تذکیر سے پیغمبرون کے فائدہ مند
ہوتا ہے کیا گیا تو فرماتے ہین کہ خوف الٰہی کا ہونا آدمی کے دل مین سننے سے پند اور نصیحت
بزرگون کی ابتدا ہے کمال کی اور نہایت کمال کی دوسری چیز ہے اعتماد کرنا فقط خوف ہونے
پر نچاہیے کیونکہ اگر وہ خوف دل کے خیال کے مانند آیا اور چلا گیا تو کچھ کام آنے والا نہین
جبتک دل مین نہ جم جاوے اور ہر ہر عضو کو بُرے کامون سے بند نہ کرلے اور اچھے کامون پر
قائم نہ کرے پھر جب ایسا ہوگیا تو سوقت قابل اعتبار کے ہوگا اور سبب ہوگا رستگاری کا
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى تحقیق مراد کو پہونچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اوّل دل
کی پاکی کفر اور شرک سے اور باطل عقیدون سے اور بُری نیتون سے اور بد اخلاقی سے

جیسے غل یعنے بد باطنی اور حقد یعنے کینہ اور دغا بازی اور حسد اور تکبر اور سوائے اس کے
جو اس طرح کی چیزین ہین دوسرے بدن کی پاکی اور کپڑون کی نجاستون سے جیسے پیپ
اور لہو اور بول اور براز اور منی اور مذی اور سوائے اسکے تیسرے پاکی بدن کی حدث اور
جنابت سے وضو اور غسل کے ساتھ چوتھے پاکی بدن کی پیدا ہونیوالی چیزون سے جیسے ناف کے
نیچے کے بال اور بغل کے اور ناخن اور بدن کا میل اور سوائے اسکے اور اگر کسی کی ڈاڑھی یا سر کے
بال لمبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعے کے دن ان بالون کو دھونا اور کنگھی کرنا اور عطر ملنا سنت موکدہ ہے
پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور سود کا مال ملجانے سے بچانا
اور دوسرے طور کے حرام مالون سے جیسے جوا اور زنا کی اجرت اور سینگیان لگانے کی اجرت
یا جو نجس چیزون کی تجارت سے حاصل ہو جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اجرت اور دوسرے کام کہ
اُن مین نجاست ہاتھ مین بھرنا پڑے وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ پھر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار
کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین ہے اور قرأت اور تسبیح اور تشہد مین اور دائم رکھنا ذکر
درمیان مین نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا سوائے نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ہے
استعداد کی صفائی کا اور کمالات کی زیادتی کا اور جس قدر کہ ذکر مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا
ہے اسی قدر معرفت کا درخت بڑھتا ہے فَصَلّٰى پھر نماز پڑھے اور جس ذکر کو کہ دل اور زبان سے
کرتا ہے اسکو جوارح سے یعنے ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت ظاہر مین بنائے اور دل اور
زبان اور جوارح یعنے ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت سے کمال مرتبہ منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل
کرے حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت مین اشارہ ہے سلوک کی
منزلون کی طرف کہ اول اسکے توبہ ہے اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہے یعنے پاک اور صاف
کرنا دور کرنے سے بری صفتون کے اور حاصل کرنے سے نیک صفتون کے اور بعد اسکے
ہمیشگی ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی ہے اور بعد اسکے پہونچتا ہے مشاہدات
مقام کو قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى اشارہ ہے اول مرتبے کی طرف اور ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ اشارہ
ذکر قلبی کے ہمیشہ ہونے کی طرف اور فَصَلّٰى اشارہ ہے مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہونے
کی طرف کہ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ کے یہی معنے ہین اور حضرت امیر المومنین

علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی صدقہ فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے راستے مین تکبیرین
کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہونچنے کے بعد بھی کہے اور عید کی نماز پڑھے تو مین امیدوار ہون
کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکّٰی کا لفظ اس سورہ مین زکوٰۃ سے ماخوذ ہی
اور صدقہ فطر کا واجب ہونا یا فرض حکم زکوٰۃ کا رکھتا ہی پس یہ لفظ اشارہ صدقہ فطر کے دینے کی
طرف ہوا اور ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ اشارہ ہی عید کی تکبیرون کی طرف اور فَصَلّٰى اشارہ ہی
عید کی نماز کی طرف پس مقصود حضرت امیر المومنین علیؓ کا اس تفسیر سے یہ ہے کہ ہر جگہ قرآن مین زکوٰۃ
کا ذکر نماز کے بعد آیا ہی اور یہان پر جو نماز پر بلکہ ذکر پر بھی مقدم کیا ہی تو ضرور کوئی خاص صورت
مراد ہی کہ جسمین یہ تینون کام ترتیب سے واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوائے اس صورت کے
نہین ہی اور اکثر فقہا نے ان تینون سے شرطین اور ارکان نماز کے مراد رکھے ہین اور کہتے
ہین کہ تزکّٰی اشارہ ہی طہارت کی طرف خواہ وضو ہو اور غسل خواہ تیمم اور ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ
اشارہ ہی تکبیر تحریمہ کی طرف اور فَصَلّٰى اشارہ ہی نماز ادا کرنے کی طرف اور حضرت امام اعظمؒ
نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہ کے مسئلون سے اس آیت سے نکالے ہین ان مین سے
ایک تو یہ ہی کہ تحریمہ باندھنے کے وقت بالخصوص اللہ اکبر کا لفظ کہنا لازم نہین ہی جو چیز کہ خدا کا ذکر
ہو سکے کفایت کرتی ہے جیسے الرحمن اعظم یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ یا سُبْحَانَ اللّٰهِ مگر جو ذکر کہ
ملا ہوا غرض اور حاجت سے ہو شروع نماز کا اس سے جائز نہین جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ کیونکہ
ذکر خالص نہین ہی اور ان مین سے یہ بھی ہی کہ تکبیر تحریمہ ان کے نزدیک نماز کی شرط ہی رکن نہین ہی
یعنی نماز مین داخل نہین کیونکہ فَصَلّٰى کو ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ کے بعد حرف عطف کے ساتھ
لائے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ کی مغایرت پر دلالت کرتا ہی اور اسی مذہب سے یہ بات بھی
نکلتی ہے کہ اکثر نماز کی شرطین جیسے طہارت اور ستر عورت اور رو بقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کے
وقت کسی کو حاصل نہو اور بلا فصل بعد اسکے ہو جاوے تو نماز اسکی درست ہی اور امام شافعیؒ
کہتے ہین کہ تکبیر تحریمہ بھی نماز مین داخل ہی سو اسواسطے کہ تکبیر مذکور قیام کی حالت مین واقع
ہوتی ہی اور قیام نماز کا رکن ہی اور جو ارکان کہ بطور فرضیت کے مقرر ہوئے ہین وہ بھی نماز
کے ارکان سے ہین پس سب شرطین نماز کی ان کے مذہب پر تکبیر تحریمہ کی حالت مین

ضرور چاہئیں اور جان آیتوں میں فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور خلاصی عذاب سے موقوف تطہیر
اور ذکر اور نماز پر ہے کہ خدا کے خوف کا پھل ہی تو مقام اس بات کا تھا کہ کافر بطریق شبہ کے
ذکر کریں کہ ہمکو باوجود کمال عقل و دانش کے کسواسطے خوبی ان اعمالوں اور فعلوں کی علوم
نہیں ہوتی اور سبب ہونا اس بات کا حاصل کرنے کو فلاح کے کسواسطے ہماری نظروں سے
پوشیدہ اور مخفی رکھا ہی جواب میں اسکے فرماتے ہیں کہ تم سب لوگ لسبب شقاوت ازلی کے
ان چیزوں کے کمال کو نہیں جانتے ہو بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بلکہ اختیار کرتے ہو
تم دنیا کی زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک سبزہ زار سے بڑھکر نہیں ہی اور انجام اسکا سو کھی
گھاس کی طرح سے سیاہ ہو جاتا ہی اور جانی بوجھی لذتوں میں دنیا کے اور حاصل کرنے میں
نام و جاہ کے کمال کو منحصر جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز اس قابل نہیں کہ آخرت کی
زندگانی پر ترجیح دیجاوے کیونکہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ اور آخرت سب کی سب اسمین نیکی ہے
بدی کو اسمین گنجائش نہیں بخلاف دنیا کی زندگانی کے کہ ہر چند نعمت اور جاہ و حشمت سے
گذر جاوے لیکن اسمین رنج اور فکر اور غم اسکو لازم ہی اور کوئی نعمت دنیا کی نظر نہیں آتی مگر
ایک دکھ اور ضعف اور کھلانا اسکے پیچھے لگا ہی اور اگر بالفرض دنیا بھی نیک ہو اور کسی طرح سے
شر اور بدی اسمین گنجائش نہ کرے اگرچہ یہ بفرض محال ہی پھر بھی دنیا اس قابل نہیں ہے
کہ آخرت پر ترجیح دیجاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہے اور آخرت باقی چنانچہ فرماتے ہیں وَّاَبْقٰى
اور آخرت بہت باقی ہی دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہر چند کہ دراز و طویل ہو لیکن فنا اسکے پیچھے
لگی ہی اور آخرت کی بقا کو فنا کا کھٹکا ہی نہیں اسی واسطے کہا گیا ہی شعر حاصل دنیا زکہن
تا بنو چون گذر ندہ ست بیرزد بجو ۞ غرض دنیا سے یہی ہی کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کریں کہ
الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ یعنے دنیا کھیتی ہی آخرت کی چنانچہ عقلا نے کہا ہی کہ دنیا کو جلتے
گھر کی طرح سے سمجھ جہانتک ہو سکے اپنے کو اسمین سے باہر نکال شعر حافظا عمر عزیز ست
غنیمت دانش ۞ گوئے چیزے کہ توانی ببرازمیدانش ۞ نکتہ فہموں نے کہا ہے کہ اس
کلام اعجاز نظام میں باوجود کمال انحصار کے دو دلیلین قوی باطل کرنے پر دنیا کی ترجیح کے
آخرت پر مندرج ہیں یعنے ایک تو خیر ہونا اور دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل [illegible]

اعلیٰ کے بدلے مین نہ لے گا اُسی طرح سے فانی کو باقی کے بدلے اختیار نہ کرے گا پس
ترجیح دنیا کی آخرت پر تاجرون کی مقتضاے عقل کے بھی خلاف ہی کہ بادشاہون اور بڑے
امیرون اور علما اور حکما سے بہت کم عقل رکھتے ہین اور جو مضمون کہ ترجیح دنیا کی آخرت پر نچاہیے
اور دل کو دنیا سے نہ لگایا چاہیے مقتضاے نفوس بنی آدم کے خلاف دیکھا کہ اُنکی جبلت
مین محبت دنیا کی اور منھ پھرانا آخرت سے ودیعت ہی یعنے امانت ہی اور ہرگز آخرت کی ترجیح کو
وہم بھی اُنکا باور نہین کرتا ناچار واسطے ثابت کرنے اس مطلب کے اگلی کتابون کی سند سے
کہ عالم کے فرقون کے نزدیک علی الخصوص عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم الثبوت
تھین لاکر فرماتے ہین اِنَّ هٰذَا تحقیق یہ مضمون قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى سے یہان تک
مذکور ہوا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى البتہ اگلی کتابون مین بھی مذکور ہی اور کسی وقت مین یہ
مضمون منسوخ اور بدلا نہین گیا صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى صحیفون مین حضرت ابراہیم اور
حضرت موسیٰ علیہما السلام کے کہ اُن پر آسمان سے نازل ہوتے تھے پس یہ ان قواعد
کلیہ سے دین اور شریعت کے ہے کہ کسی پیغمبر کے زمانے مین نہین بدلے اور انکار اُن کا گویا
علوم نظریہ کا انکار ہے کہ سوفسطائیون کا کام ہے اور کشاف مین مذکور ہے اور بعضے
حدیث کی کتابون مین بھی سند ضعیف سے دیکھنے مین آیا ہی کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی
ہین آپنے فرمایا کہ ایک سو چار کتابین حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے اور حضرت شیث
علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
پر دس صحیفے اور توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان اور طیبی کشاف کے حاشیہ مین ایکسو اکیس
لایا ہے اور ان سب مین سے دس صحیفے سواے توریت کے موسیٰ علیہ السلام پر زیادہ
کہتے ہین واللہ اعلم لیکن یہودیون کی زبانی سننے مین نہین آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر
سواے توریت کے دس صحیفے دوسرے بھی نازل ہوے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
صحیفے تو موجود ہین اُن مین طرح طرح کے وعظ اور نصیحتین ہین چنانچہ ان مین سے ایک یہ ہے کہ ینبغی
للعاقل ان یکون حافظا للسانہ عارفا بزمانہ مقبلا علی شانہ یعنے عاقل کو چاہیے کہ

اپنی زبان کو نگاہ رکھے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہو جاوے

سورۃ الغاشیہ

یہ سورۃ مکی ہی اسمین سولہ آیتین اور بہتر کلمے اور ایک سو اکانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر نمازون مین خصوصًا جمعے کی نماز مین اور عشا کی اس سورۃ کو سبح اسم ربک الاعلی کی سورہ کے ساتھ دونون رکعتون مین جمع فرماتے تھے پس ربط اس سورۃ کا سبح اسم کی سورۃ کے ساتھ اشارۂ نبوی سے ثابت ہوا اسی واسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنے کے وقت اس سورۃ کو پیچھے سبح اسم کی سورۃ کے رکھا ہی اور تامل کرنے سے بہت سی وجہین ربط کی ظاہر مین بھی نظر آتی ہین چنانچہ ان مین سے ایک یہ ہی کہ اس سورۃ مین فذکر انما انت مذکرہ اور اس سورۃ مین فذکر ان نفعت الذکری ہی اور اس سورۃ مین تصلی نارا حامیۃ اور اس سورۃ مین یصلی النار الکبری واقع ہی اور خیم اس سورۃ کا اس مضمون پر ہی کہ دنیا کی زندگی کو اختیار کرنا برا ہی اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہی اور اس صورت مین تفصیل ان لوگون کے حال کی ہی کہ دنیا کی لذت مین مشغول ہین اور آخرت کو بھلا دیا اور ان لوگون کا حال یہ ہی کہ دنیا مین آخرت کی زندگی کے واسطے مشقتین کھینچی ہین اور تفصیل آخرت کی خوبی کی کی گئی ہی کہ طرح طرح کی نعمتین وہان موجود ہین اور سب باقی غیر فانی ہین پس گویا اس بات مین یہ سورۃ تمامی اس سورۃ کی ہے گویا کہ بند و لبست مین کلام کے مشابہت کم ہو اور اس سورۃ کو سورۂ غاشیہ اسواسطے کہتے ہین کہ غاشیہ نام قیامت کا ہی اور اول ہی اس سورۃ کے ہول سے قیامت کے ڈرانا ہی اور ڈرانا قیامت کے حالات سے بڑا مقصود قرآن کا ہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ ○ کیا پہونچی تجھکو قیامت کی خبر کہ لوگون سے کیا کریگی اور غاشیہ عرب کی لغت مین اس چیز کو کہتے ہین جو چھپا لیتی ہی اسیواسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہین اور قیامت کا حادثہ کئی چیزون کو چھپا دیگا اول ہوش کو کہ بسبب شدت ہول کے پوشیدہ ہو جاویگا دوسرے بدن کو سب طرف سے یعنی اوپر اور نیچے آگے اور پیچھے داہنے اور

بائین سے اس روز عذاب چھپاوے گا چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہی یَوْمَ یَغْشٰہُمُ
الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ وَتَغْشٰی وُجُوْہَہُمُ النَّارُ تیسرے نیک کامون کو کافرون کے
چھپاوے گی اور مسلمانون کے بھی برے کامون کو چھپاوے گی اول کو حبط کی صورت سے
اور دوسرون کو عفو سے اور غرض اس پوچھنے سے کہ تجھکو کچھ قیامت کی خبر پہونچی ہی یہ ہے کہ
سننے والا کمال توجہ سے کان دھر کے ملتفت ہوجاوے اور آیندہ کی بات کو حضور دل سے
سُنے چنانچہ بعد اس چونکانے اور جتانے کے معاملہ اُس دن کا لوگون سے بیان فرماتے ہین۔
وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ ٥ کتنے منھ اُس روز ذلیل اور خوار ہون گے ہرچند کہ ذلت
اور خواری صفت چہرے والون کی ہی لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہرون پر ظاہر
ہوتے ہین تو گویا ذلت اور خواری صفت چہرون کی ہی اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ذات سے
شخص کے منھ اور گردن اور سر کے ساتھ تعبیر کرتے ہین کیونکہ یہ اعضا ہر ہر شخص کی ذات کی بقا
کا سبب ہین پس گویا قائم مقام ذات کے ہین اور وہ چہرے اُن لوگون کے چہرے ہونگے
کہ دنیا مین کبھی خوف اور جھکنا اور فروتنی اور ذلت اور خواری دین کے مقدمون مین اپنے
اوپر پسند نہین رکھتے تھے اور رنج اور مشقت دینی سے استراحت ڈھونڈھتے تھے اور
صورت آرائی اور تن پروری مین مشغول اور حریص تھے اسیواسطے لذیذ طعام کھانا اور ٹھنڈے
شربتون کا پینا اور استعمال عطریات کا کرنا انکا مقصد تھا دنیا سے سو اُس دن بدلے اِس تکاسل
اور تن پروری کے اُنکو ذلت اور خواری مین گرفتار کرینگے اور اگر خوف اور فروتنی دُنیا مین
دین کے مقدمون مین اور اللہ تعالیٰ کی عبادتون مین اُن کو نصیب ہوتی تو بڑے بڑے درجے
ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کامون سے اپنی تن پروری کے سبب سے دل چراتے تھے
چنانچہ اُسکے بدلے مین اُس روز تکلیف اعمال شاقہ کی اُن کو دین گے اور رنج بے حساب
اور بے ثواب اُنکو ملے گا چنانچہ فرماتے ہین عَامِلَۃٌ یعنے وہ چہرے اُس روز کام کرینگے
کہ اُن سب مین سے ایک یہ ہی کہ بکمال محنت اور ذلت سے چڑھنا ہوگا آگ کے پہاڑ و پر
جو دوزخ مین ہین اور اُن ہی مین سے ہی کہ طوق اور زنجیرین آگ کی گردن اور پاؤن
مین ڈالے پھرینگے اور ان ہی مین سے ہے کہ دوزخ کی آگ کے بیچ میں دھنس جاتے جیسے دلدل

دلدل مین دھنس جاتا ہی اور تفصیل اُن اعمال شاقہ کی جو اس روز واقع ہون گے دوسری
سورتون مین مذکور ہے جیسے سَأُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ
صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ وَيَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى
نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا وَيُطَوَّقُوْنَ بِمَا دَبِيْنَ جَهَنَّمَ اِلٰى اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مانع زکوٰۃ کو چاندی سونے
کے تختون سے آگ مین گرم کر کے داغ دینگے پیشانی اور پہلو اور پشت پر اور جو لوگ کہ چارپائے
رکھتے تھے اور حق تعالیٰ کا حق اُن چوپایون مین سے ادا نہین کرتے تھے تو وہ لوگ قیامت
کے میدان مین چت لٹائے جاوین گے اور اُن جانورون کو حکم ہوگا کہ ان کو روندو اور تصویر
بنانے والون کو تکلیف دین گے کہ اپنی بنائی ہوئی تصویرون مین جان ڈالو اور ان لوگون
کو کہ جھوٹے خواب بتاتے ہین حکم ہوگا کہ دو جو مین گرہ لگاؤ اور جو لوگ کہ حق بات سے خاموش
ہوئے آگ کی لگام اُن کے منھ مین ڈالین گے علیٰ ہذا القیاس نَّاصِبَةٌ وہ چہرے
اُس روز اُن اعمالون کے سبب سے دکھ اُٹھاوینگے کیونکہ کام بھاری کہ لوقع پر ثواب اور تحسین کے
نہو تو محض رنج ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عمل اور رنج دونون دنیا ہی مین ہین اور مراد
اُن چہرون سے چہرے ریاضت کرنے والون کے ہنود اور یہود اور نصاریٰ اور دوسرے
باطل دینون کے ہین کہ دنیا مین شاق عمل خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اُٹھاتے ہین
کیونکہ ریاضتین اُن کی اپنے وقت کے پیغمبرون کے انکار کے سبب سے بیفائدہ اور اکارت
ہین۔ اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہی اور دوسرے
چہرے عیاشون اور دولتمندون اور مال وجاہ کے طالبون کے ہین کہ حاصل کرنے کو ان
مطلبون کے دنیا مین بڑی بڑی محنتین اور مشقتین کرتے تھے آخرت مین بھی ان تکلیفون کا
رنج بیہودہ اور مشقتین بیفائدہ حاصل ہونگی بلکہ فقط اس رنج بیہودہ پر اکتفا نہوگی بلکہ اور بھی
اسکے ساتھ زیادہ کیا جاوے گا کہ اس آیت مین اسکا بیان ہے تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً تم
بیٹھین گے دہکتی آگ مین بدلے مین اس بات کے کہ خدا سے غافل ہو کر ہوا ار مکانون مین
اور خسخانون مین رہا کرتے تھے اور بیان اُس آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون وارد
ہے کہ ایک ہزار برس تک وہ آگ پھونکی گئی تو سفید ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سرخ

ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سیاہ ہوگئی اب اُسی سیاہی پر ہے اور جب گرمی دوزخ کی ہوا کی اُن کے اندرون مین نہایت تشنگی پیدا کرے گی بے اختیار پیاس پیاس پکار رینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ پیاس دفع ہوجاوے تو اُسوقت تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ بلائے جاوینگے پانی ایک کھولتے چشمے سے کہ جسکے پیتے ہی اُنکے ہونٹھ کباب ہوجاوینگے اور آنتین اُن کی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑینگی پھر فوراً درست ہوجاوینگی اور اسی طور سے عذاب مین گرفتار ہون گے اور یہ مہمانی انکی عوض مین شربتون اور میٹھون کے ہے جو گلاب اور کیوڑے ڈالکے برف مین ٹھنڈا کرکے پیتے تھے اور جبکہ دوزخ کی لوؤن کی گرمی اور اُس پانی کی گرمی پیٹ مین انکے جمع ہوکر بھوک کی آگ کو بڑھاوینگی تو ایک ہزار برس بھوک کا عذاب اُن پر مسلط ہوگا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ یہ بھوک کا عذاب اکیلا دوزخیون کو دوزخ کے سارے عذابون کے برابر معلوم ہوگا پھر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ ان کو کچھ کھلاؤ لیکن لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ نہین ہی اُن کے واسطے وہان کوئی کھانا کہ عوض مین ان میٹھے سلونے مسمن دوپیازے چٹ پٹے چاشنی دارون کے کہ دنیا مین لذتون اور فربہ ہونے کو اور رنگ روپ نکلنے کے واسطے تناول کرتے تھے اور صبح سے شام تک فرمایشون مین طرح طرح کے کھانون کی بکاولون اور باورچیون کو رکھتے تھے اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ مگر ضریع کی قسم سے اور ضریع نام ہی ایک گھاس کا کہ اکثر پانی کے کنارے پر ہوتی ہی اور جب تک کہ سبز رہتی ہے تو اُسکو شبرق کہتے ہین اور اونٹون کے چارے کے کام مین آتی ہے اور جب خشک ہوجاتی ہو تو اُسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل ہوجاتی ہی اور کوئی جانور اُسکو نہین کھاتا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ وہان کی ضریع کو یہان کی ضریع پر قیاس نہ کیا چاہیے کیونکہ وہ ایک چیز آگ کے اندر کی جمتی ہی جیسے کانٹا اور کڑوائی مین ایلوے سے زیادہ اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑھ کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جیسے دنیا مین جوہر خاک اور آب کا طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کی غالب ہے اسی طرح دوزخ مین جوہر ناری طبیعتون پر وہان کے حیوانات اور نباتات کی غالب ہے پس حیوانات اور نباتات وہان کے ظاہر صورت مین حیوانات اور نباتات سے دنیا کی

مشابہت رکھتے ہین سواسطے کہ اسی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہین والا معنے مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہی اور ہر چیز مین وہان کی سوزش اور ناریت موجود ہے اور جو مقصود کھانا کھانیکا خالی ان تین چیزون سے نہین ہوتا ہی یا تو لذت یا تو موٹا کرنا بدن کا یا دفع کرنا بھوک کا سو ذکر کرنے سے ضریع کے اور اُسکی وصفون سے جو حدیث شریف مین وارد ہی لذت تو کوسون نزدیک نہین ہوسکتی اب باقی رہین دو چیزین دوسری کہ بعضے وقت بدمزہ کھانے سے بھی کچھ مقصود ہوتی ہین اُنکی بھی نفی فرماتے ہین کہ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ۞ نہ موٹا کرے بدن کو اور نہ کام آوے بھوک مین اور فائدے کھانے کے یہی تین چیزون مین اور جو کھانا کہ ان تین چیزون سے خالی ہی تو گویا طعام نہین کیونکہ اگر موٹا کرتا بدن کو تو یہی دوزخیون کو فائدہ ملتا کہ ایک قوت اُس سے حاصل کرتے اور سہنا عذاب کا بسبب قوت کے اُن پر آسان ہوجاتا اور اگر بھوک کو دفع کرتا تو بھی البتہ ایک طرح کا فائدہ ہوتا کہ بھوک کے عذاب سے رہائی پاتے سو یہ کوئی فائدہ وہان کے کھانے مین نہین ہی باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اول یہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین کیونکہ دھوپ گرمی کے موسم کی اکثر درختون کو جلادیتی ہی تو آگ کی گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصاً دوزخ کی آگ جواب اسکا یہ ہی کہ وجود انسان کے بدن کا اور وجود سانپ اور بچھوؤن کا جو اس آگ مین مسلم ہے تو وجود مین نباتات کے کیا تعجب ہی اور علاوہ یہ کہ بعضے نباتات عین شدت مین آفتاب کی گرمی کے بڑھتے ہین اور سبز اور ہرے رہتے ہین جیسے کوکھرو یا جواسا اور علی ہذا القیاس بہت سے درخت گرمیون کے موسم مین بڑھتے ہین پھر کیا بعید ہے کہ وہان کی آگ مین بھی اسیطرح کی تاثیر ودیعت ہو کہ بعضے نباتات کو بڑھاوے اور سبز کرے علی الخصوص جبکہ جوہر آتشی اصل طبیعت پر اُن نباتات کے غالب ہو پھر از راہ تماثل کے گرمی سے آگ کی مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے دوسرے یہ کہ اس آیت مین دوزخیون کا کھانا فقط ضریع پر منحصر رکھا ہی کہ سوا اسکے انکو وہان دوسرا کھانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرا کھانا بھی دوزخیون کے واسطے مذکور فرمایا ہی اُن مین سے زقوم بھی ہے کہ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۞ اور اُن مین سے ایک غسلین ہے وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۞ جواب اسکا یہ ہی کہ دوزخ کے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے مین فقط یہی کھانا

ہوگا اسکے سوا اور کچھ نہ ملیگا پس وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَۃٌ سے مراد اسی طبقے والے ہون تو بس کچھ اشکال باقی نرہا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد مِنْ ضَرِیْعٍ سے خصوصیت ضریع کی نہین جو کچھ ضریع کی جنس سے ہی بے لذتی اور تلخی اور بدبو اور موٹا نہ کرنے اور بھوک کے دفع نہ کرنے مین وہ سب ضریع مین داخل ہین یہانتک کہ بعضے مفسرون نے ضریع کو فعیل جو مفعل کے معنون مین ہے جیسے علیم اور بدیع مقرر کیا ہی اور معنی اسکے یون کہے ہین کہ جو طعام سبب ضراعت اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ ضریع ہی اور اس صورت مین بھی اشکال دفع ہوجاتا ہی جبکہ احوال بیان کرنے سے دوزخیون کے کھانے اور پینے کے اور رہنے کی جاے کے فارغ ہوے تو اب جنتیون کے کھانے پینے رہنے کی جاے اور اسباب اور سامان کا بیان فرماتے ہین اور یہ بیان بہشتیون کے حال کا بھی تفصیل اس اجمال کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہی حرف عطف کا بیان مذکور نہ کیا بخلاف سورۂ قیامت کے کہ وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی کیونکہ وہان تفصیل مجمل کی ... کیونکہ پہلے اجمال نہین گذرا ہی وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ کتنے منھ ہین روز خوش منظر اور نازک اندام ہون گے اسواسطے کہ علامتین ذلت اور خواری اور خوف اور دہشت اور رنج اور محنت کی چہرون مین اُنکے تاثیر نکرینگی کیونکہ اُن چہرون والون نے دُنیا مین بہت سی تکلیفین اُس روز کی سختی کی آسانی کے واسطے اُٹھائی تھین اور محنتین اور مشقتین حق تعالی کی خوشنودی کے واسطے اپنی جان اور تن پر گوارا رکھتے تھے چنانچہ فرماتے ہین لِّسَعْیِہَا رَاضِیَۃٌ اپنی کوشش سے اُس روز خوش وخرم رہین گے کہ وہ کوشش ہماری ٹھکانے لگی اور اچھا پھل لائی فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ وہ چہرے ایک باغ مین ہون گے کہ بلند ہے اور بسبب اُس بلندی کے ہول قیامت کا اور دوسرے موذی چیزونکا وہان نہ پہونچے گا اور دوزخ کی بھاپ کا وہان اثر نہ ہوگا بلکہ لَا تَسْمَعُ فِیْہَا لَاغِیَۃً نہ سُنین گے وہان بیہودہ بات جو جا بیٹھیکہ اُنکی گفتار اور رذلت کی بات ہو یا یہ کہ فریاد اور الغیاث دوزخیون کا کہ محض بیہودہ ہی وہان نہ پہونچے گا تا نہ عیش اُنکا مکدر ہو جاے اور یہ صفت بہشتیون کو مقابلے مین تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً کے دی ہی اور مقابلے مین کھولتے چشمے کے فِیْہَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ اس باغ مین چشمہ ہی کہ

پانی اسکا بہتا ہی اور برف سے ٹھنڈا اور شہد سے میٹھا ہی اور مقابلے مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے انکو فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ انکو اس باغ مین تخت ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اُسپر بیٹھین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور بخس کھانے پینے کے اُن کو وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ اور کوزے ترتیب سے چُنے ہون گے ان ہی تختون پر یعنے جسکو خواہش کھانے یا پینے کی جیسے شراب و دودھ اور شہد کی انکو ہوگی تو بن مانگے اُٹھا کر پینگے اور کھائین گے اور اس بات کی حاجت نہوگی کہ تختون سے اُترین اور محنت کرین اور اُنکے فرش کے واسطے اُس بہشت مین وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ اور مسند اور توشکین برابر بطور صف کے بچھی ہونگی تاکہ جس مسند اور توشک پر چاہین لیٹین اور تکیے لگا دین اور ان کے مکانون مین وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ اور قالین ہون گے بکھرے پڑے تاکہ جس مکان مین چاہین بچھوا دین پھر جبکہ حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورۃ مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹھٹھول کے کہتے تھے کہ اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہی کیونکہ دوزخیون کے رہنے کی جگہ اور کھانا پینا انکا اس طور سے بیان کرتا ہی اور یہ بھی کہتا ہی کہ اُس عذاب شدید سے دوزخی مرین گے بھی نہین اور ابد الآباد تک زندہ رہین گے حالانکہ آدمی اور جانورون کو اس قسم کے عذاب مین ایک لمحہ زندگی بسر ہوجانا محال ہی اور بہشتیون کی تعریف مین کہتا ہی کہ اونچے اونچے تختون پر بیٹھے ہون گے اور مشقت اور رنج کسی طرح کا نہ کرینگے حالانکہ بار بار اُترنا چڑھنا اونچے اونچے تختون سے یہ بھی تو مشقت سے ہے اور یہ بھی کہتا ہی کہ وہان کوزے پانی اور شراب کے بھرے دھرے ہونگے اور مسند اور قالین بھی بچھی ہونگی حالانکہ جو بیٹھنے کے تخت ہوتے ہین اُن مین اسقدر گنجائش کہان ہوتی ہی اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کوزے ڈھلک جاوین تو تمام فرش بھیگ جاوے اور قابل بیٹھنے کے نہ رہے حق تعالیٰ نے اُنکے اس ٹھٹھول و طعن کے جواب مین یہ آیت بھیجی اور حاصل جواب کا یہ ہی کہ نمونہ بہشتیون اور دوزخیون کا عالم مین موجود ہی اور صورت انکی بہشت اور دوزخ کی نمودار ہی پھر کسواسطے بہشتیون اور دوزخیون کے احوال کا اور بہشت اور دوزخ کی صفتون کا انکار کرتے ہو اور ان چیزون مین جو تمہارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وہ چار چیزین ہین اول جانورون مین سے تو اونٹ ہی دو سرے آسمان علویہ سے

آسمان ہی تیسرے معاون سے پہاڑ ہین چوتھے بسائط سفلیہ سے زمین ہی پس اول ذکر
شتر کا فرماتے ہین اَفَلَا یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ کیا نہین نظر کرتے اونٹون
کی طرف کہ کیسے پیدا کیے گئے ہین اور پیدائش مین اُنکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیون کے
دونون موجود ہین ذات اور معاش مین اپنی مشابہت دوزخیون سے رکھتا ہی اور فوائد اور
منفعتون مین مناسبت بہشتیون سے لیکن مشابہت دوزخیون سے اپنی ذات اور معاش مین
جو رکھتا ہی سو اس جہت سے ہے کہ باوجود اس ڈیل ڈول کے اس مرتبے کو ذلیل و رخوار ہے کہ ایک
بچہ بلکہ چوہا اُسکی مہار پکڑے تو جہان چاہے وہان لئے پھرے اور جب چاہی بٹھا لے پھر لاد کے
جہان چاہے لیجاوے اور یہ سب اُسکے چہرے کے خشوع کے سبب سے ہی کہ اُسکی ناک چھید کے نکیل
ڈالتے ہین پس اُسکے سبب سے ذلیل اور فرمانبردار ہوجاتا ہی اور اکثر اسکے رہنے کی جگہ گرم اور
ریگستان ہوتی ہی کہ لوؤن کے چلنے سے اور آفتاب کی گرمی سے گویا کہ آگ ہوجاتی ہی اور
مدتون تک یہ جانور پیاسا رہتا ہی اور گرم پانی میسر ہوتا ہی بالکل گرم کہ دھوپ کی شدت سے گاڑھا
ہوجاتا ہی اور خوراک اُسکی درخت خاردار اور کڑوے جیسے گوکھرو اور جواسا اور ضریع اور باوجود ان
سب باتون کے حیات اور قوت اور طاقت بارکشی اور اعمال شاقہ کی اور اُتر نا چڑھنا پہاڑون کا اور
ذلت اور پیچ پانی کی جو اُسکو نصیب ہوتی ہی عشر عشیر اُسکا کسی اور جانور کو نہین اور سدا گرفتاری
سے رنج و بلا مین رہتا ہی اور مناسبت اُسکی بہشتیون سے فائدون اور منفعتون کی جہت سے ہے
کہ اگر اُسکی پیٹھ کو خیال کرین تو گویا ایک اونچا تخت چار ستون پر دھرا ہی باوجود اس بلندی کے کہ
ہاتھ بھی آدمی کا اُس تک نہین پہونچ سکتا جب چاہین بٹھلا کر سوار ہوجاوین جیسے جنت کے
تخت چنانچہ معالم التنزیل مین ذکر کیا ہی کہ بہشت کے تخت دور سے بلند نظر آوینگے پھر جب جنتی
چاہینگے کہ اُن پر بیٹھین تو وہ نیچے ہوجاوین گے پھر اونچے ہوجاوین گے اور اُسکے چارون
تھن گویا دودھ کے بھرے آبخورے تیار رکھے ہین اور چشمے دودھ کے اُن سے جاری ہین
اور اُسکی پشم سے نمدے اور قالین اور مخمل اور مسندین بناتے ہین اور گوشت اُسکا کھاتے
ہین اور دودھ اُسکا پیتے ہین اور اُسکے بال سے پہننے اوڑھنے کے اسباب بناتے ہین اور
بیٹھ پر اُسکی سوار ہوتے ہین اور جب اُسکو لاد کرکے چلو تو گویا ایک کشتی ہی کہ اپنے پاؤن چلی

جاتی ہی اور بغیر بوجھ کے لے چلو تو ایک پیک ہی کہ دوڑا جاتا ہی اور اگر اپنے اہل وعیال کے
ساتھ اُس پر سوار ہو جیے اور تمام اسباب اور سامان گھر کا اُس پر لاد دیجیے تو گویا ایک گھر کا گھر چلا
جاتا ہی پس دُنیا کے جانوروں مین یہ جانور نہایت عجیب ہی لیکن رات دن کے باہم رہنے
سے کچھ تعجب کی چیز معلوم نہین ہوتی ہی کہتے ہین کسی جانور مین یہ خوبی نہین کہ اگر اُسکو لادین
تو تمام اسباب گھر کا اُٹھالے اور اگر کہین بھیجنا منظور ہو تو تمام راستے دوڑتا چلا جاوے اور
اتنی دور جاتا ہی کہ کوئی جانور اُسکے ساتھ نہین پہونچ سکتا ہے اور اگر اُسکا دودھ دوہین تو سارے
گھر کو کفایت کرتا ہے اور اگر اُسکو ذبح کرین تو اُسکا گوشت ایک محلے کو کفایت کرتا ہے
اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ الابل عز لاھلھا والغنم برکۃ والخیل معقود
بنواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ یعنی اونٹ عزت کا سبب ہی گھر والون کے لئے اور بکریان برکت ہین
اور گھوڑے کے ساتھ بہتری لگی ہوئی ہی دن قیامت تک اور باوجود اس ڈیل کے تو اونٹون
کی قطار کو ایک بچہ لیئے پھرتا ہی اور صابر ایسا ہی کہ دس روز تک پیاسا رہتا ہی اور محنت اور
مشقت مین قصور نہین کرتا اور عجائبات سے اُسکی ایک یہ ہی کہ روبقبلہ چلتا ہی اور اگر بالون کو
اُسکے جلا کر خشک کر کے جاری خون پر رکھ دیجیے تو بند ہو جاتا ہی دودھ اور پیشاب اُسکا استسقے
والون کو اور تلی اور بواسیر والون کو نہایت مفید ہے اور طبیب لوگ اس بات کو خوب
جانتے ہین اور اونٹ کی کلنی کو اگر عاشق کی آستین پر باندھ دین تو اُسکا عشق جاتا رہی اور
اونٹ سب جانورون مین باغیرت مشہور ہی کہ اپنی مان بہن پر دانستہ نہین پھاندتا اور مستی
کے وقت مین آثار عشق کے اور ولولے اور جوش جنون کے اُسمین نظر آتے ہین یہ نمونے سچے
عاشقون کے ہین اُسوقت کھانا پینا چھوڑ دیتا ہی اور قدیم عادت سے تین حصے زیادہ بوجھ
اُٹھاتا ہی اور خلقت مین اُسکی درازی گردن کی عجائبات سے ہے نقل کرتے ہین کہ ایک
شخص نے کسی حکیم کے روبرو ذکر کیا کہ جانورون مین سے ایک جانور ہی کہ اُسکو اونٹ کہتے
ہین اُسمین عجیب خاصیت ہی کہ اُسکو بٹھا کر من ما نتا لادتے ہین پھر وہ اپنے زور سے کھڑا ہو جاتا
ہے اور یہ خاصہ کسی اور جانور مین نہین ہی کہ لادنے کے بعد کھڑا ہو جاوے اس حکیم نے کہا کہ
معلوم ہوتا ہی کہ اُس جانور کی گردن دراز ہوگی کہ گردن کے زور سے کھڑا ہو جاتا ہوگا اور اگر

اُسکی خوراک اونچے اونچے درختون کے پتے ہین اگر اُسکو ایسی لنبی گردن نہ ملتی تو بڑے
درختون کے پتے کھانے سے محروم رہتا اور یہین سے معلوم ہوا کہ ہاتھی کو اس مقام پر
مذکور نہ فرمایا اسواسطے کہ ہاتھی مین نمونے دوزخ اور جنت کے موجود نہین کیونکہ اول تو مکان
اُسکی بود و باش کا سرسبز اور آبدار ہوتا ہی اور اکثر خوراک اُسکی کیلے کے پتے ہین اور زراعتین
اور کاروبار مین رنج و مشقت اُٹھا نہین سکتا اور ذلیل و مقہور بھی نہین ہی بلکہ سرکشی اور
تکبر حد سے زیادہ اُسمین پایا جاتا ہی اور اکثر اوقات بکمال عزت اور توقیر سے فیلخانون مین
اُمرا اور سلاطین کے ہوتا ہی اور اُسکو گھاس کی جاے پر گنّے کھلاتے ہین اور خوب تر تر سے
ملیدون کا راتب پاتا ہی اُسکو دوزخ کے جلنے بھننے بھوکے پیاسون سے کیا مناسبت دوسرے
یہ کہ یہ جانور بے منفعت بھی ہی کہ نہ دودھ نہ پشم ہے اور نہ گوشت اُسکا لائق کھانے کے اور
نہ ہر شخص ہر وقت اُسپر سوار ہو سکے اور نہ ہر ایک کا تابعدار اور فرمانبردار پس نمونہ بہشت کا بھی
نہین ہو سکتا اگرچہ ڈیل اسکا بڑا ہی تو کس کام کا کیونکہ یہان بیان اور ہی مقصد کا ہے
وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ٥ اور کیا نظر نہین کرتے آسمان کی طرف کہ کس قسم کا بلند کیا گیا ہی
تا کہ بلندی کو بہشت کی اور وہان کے تختون کی کچھ عجب نہ جانو کہ آسمان باوجود اس بلندی کے
بہ سبب حرکت دوری کے ہر جزو اسکے اجزا کا دورے مین رات اور دن کے پست بھی ہو جاتا
ہے اس طور سے کہ سر کی طرف سے قدمون کی طرف آجاتا ہی اور نیچا ہونا بہشت کے اونچے
تختون کا بہشتیون کے قدمون کے تلے اس بلندی اور پستی سے سمجھ لیا چاہیے اور یہ بھی
سمجھا چاہیے کہ آسمان مین ستارے کوزون کی طرح رکھے ہین اور اس حرکت دوری سے
آسمان کے وہ تارے اپنے مرکز سے جنبش نہین کرتے اور اوندھے نہین ہو جاتے جیسے کہ
کوزے بہشت کے پینے کے گرم و سرد چیزون سے بھرے دھرے ہین اسی طرح سے کوزے
آسمان کے رنگا رنگ شعاعون سے مثلاً زہرہ کی شعاع مروارید کی سی ہی اور مریخ کی شعاع
سرخ اور مشتری مین صرف سفیدی اور زحل مین سندلاپن اور نیلگونی اور کف الخضیب مین
شعاع عباسی اور گرمی اور سردی مین شعاعین ستارون کی مختلف اور گوناگون ہین جیسی خنکی
سردی کہ چاند کے نور مین ہی ظاہر ہی اسیطرح سے حرارت آفتاب کی اور خشکی زحل کی اور نور

زہرہ کی اور اسی قیاس پر اور تارون کو سمجھا چاہیے اور یہ بھی ہی کہ چشمہ آفتاب اور مہتاب کا
آسمان مین نمونہ ہین بہشت کے جاری نہرون کا کہ ایک سے شراب گلگون تیز و تند فوارے
کے مانند جوش مارتی ہی اور دوسرے سے دودھ سرد تر نکلتا ہی اور جو تارے برجون اور منزلون
مین بکھرے نظر آتے ہین مانند مخمل کے مسندون کے اور رنگا رنگ قالینون کے ہین کہ بعضونکو
برابر مانند صفون کے بچھا دیا ہی اور بعضون کو مانند بکھرے ہوئے بچھونون کے متفرق چھڑک دیا ہی
پس آسمان دنیا مین نمونہ بہشت کا ہی اور وہان کے رہنے والے کہ فرشتے ہین اپنے کامیونسے
جو عند اللہ مقبول ہین نورانی چہرون کے ساتھ خوش و خرم ہین اور وہان بغیر تسبیح اور ذکر الٰہی کے
بیہودہ بات نہین سنتے اور اگر اسی آسمان کو بہ نسبت شیاطین کے اور مغلوقون کو بنی آدم کے اور
بدبختون کے ملاحظہ کرین تو مانند دوزخ کے نظر آتا ہی کہ شیاطین اور بدکارون کی ارواح کو ہمیشہ مارنا
اور ہانکنا تارون سے برابر جاری ہی اور انکو کمال ذلت اور خواری وہان حاصل ہی جیسے جب
شیطان استراق سمع کو یعنے آسمان کے احوال جو فرشتے آپسمین ذکر کرتے ہین اُسکے سننے کو جاتے
ہین اور اُن پر آگ کے انگارے اور گرز مارے جاتے ہین تو خوف سے ملک الموت کی پکڑ کے
ناامید ہوکے وہان سے بھاگتے ہین اور رنج بیہودہ اُٹھاتے ہین اور آسمان کے دربان کا
غصہ اور آفتاب کی گرمی اور غذا کے عوض مین دربانون کی مار دھاڑ اُنکے نصیب ہی یہ سب
دوزخیون کی مشابہت ہی وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ اور کیا پہارون کی طرف نہین دیکھتے ہین
کہ کیسے کھڑے کیئے گئے ہین کہ ہرگز آندھیون سے اور مینھون کے برسنے اور بھونچالون کے
کے آنے سے گرتے نہین ہین اور نہ اوندھے ہوتے ہین اسیطرح سے بہشت کے تختون کو سمجھ لینا
چاہیے بلکہ اگر فکر کرے تو پہاڑ بلندی اور خوش ہوا ہونے مین بہشت کے مانند ہین کہ بدبوئین اور
موذی جانور زمین کے اور خراب بخارات وہان نہین پہونچتے ہین اور بیہودہ گوئی دُنیا والون کی
خصوصًا لڑائی جھگڑے ہرگز وہان نہین سُنے جاتے اور چشمے میٹھے پانی کے وہان جاری ہین اور
اونچے اونچے پتھر صاف مانند تختون کے جابجا دھرے اور خودرو درختون پر جو میوے نکلتے ہین
بہشت کے کوزون کے مانند تیار رکھے ہین اور سبزہ رنگا رنگ مانند مسندون اور قالینون کے
بچھا ہے اور اگر کوئی اُن ہی پہاڑون کو بہ نسبت بدبختون کم نصیبون کے گرفتار مصیبت

اور تباہی کے ہو کر وہان پڑے ہین ملاحظہ کرے تو نمونہ دوزخ کا نظر آتا ہی کہ اترنا چڑھنا وہان بالکل مشقت اور رنج دہ وہان کی ناموافق آب و ہوا خصوصًا پہاڑ کے تلے کی جسکو اول کہتے ہین دوزخ کے چشمے کے مانند ہی اور درخت کرٹ اور رخار دار مانند ضریع اور زقوم کے ہین افلا ینظرون الی الارض کیف سطحت ۞ اور کیا نہین دیکھتے ہین زمین کو کیسی بچھائی گئی ہی کسی جاے پر برابر بچھنا مسند کیطرح سے بچھی ہی اور کسی جاے پر تختے رنگا رنگ پھولون کے قائم مقام بچھرے قالینون کے چھٹک رہی ہین بلکہ یہی زمین ہی کہ بہ نسبت اغنیا اور امرا کے حکم بہشت کا رکھتی ہی کہ کمال عزت اور تمکنت سے باغون اور سیرگاہون مین مکلف فرشون پر بیٹھے ہوتے ہین اور کھانے پینے کی نعمتون کے برتن طرح طرح کے سامنے دھرے رہتے ہین اور چشمے زر و جواہر کے معدنون سے اور نہرا ذن سے جاری اور تخت بلند سنہرے روپہلے جڑاؤ بیٹھنے اور سواری کو موجود اور اگر اسی زمین کو بہ نسبت محتاجون اور مفلسون کے خیال کرین خصوصًا بہ نسبت اُن لوگون کے کہ گرم ملک مین عین گرمی کے موسم مین بے سامانی کے ساتھ پیادہ پا بے توقع منفعت کے سفر کی سرگردانی مین گرفتار ہین حکم دوزخ کا رکھتی ہی کہ تمام اسباب رنج اور محنت کے موجود اور آرام اور راحت بالکل مفقود پس یہ چارون چیزین عاقلون کو بہشت اور دوزخ کے احوال دریافت کرنے کو کافی ہین اور ان چارون چیزون کو مثل کے واسطے اس سبب سے اختیار کیا کہ اس کلام اعجاز نظام کے مخاطب اُس ملک کے جنگلون کے رہنے والے عرب تھے کہ جانورون مین اکثر اونٹ کو پالتے تھے اور اُسکا دودھ بھی پیتے تھے اور گوشت بھی کھاتے تھے اور اُسکے بالون کے کپڑے پہنتے تھے اور فرش فروش اور خیمے بھی بناتے تھے اور سفر مین اسی پر سوار ہوتے تھے اسی واسطے تجربہ کارون نے کہا ہی کہ تمام کاروبار عرب کا موقوف اونٹ پر ہی اور اہل ایران کا خچر پر اور اہل توران کا گھوڑے پر اور اہل ہند کا بیل پر اور جو اکثر جنگلون کے رہنے والے جانور بہت پالتے ہین تو پانی اور چارے کی طرف سے انکو احتیاج بہت ہوتی ہی اسی سے ہمیشہ نظر انکی آسمان کی طرف ہوتی ہی کہ کدھر کی ہوا چلتی ہی اور کونسی ہوا سے مینھ برستا ہی اور اکثر پناہ کی جاے اور گریزگاہ انکی بڑے بڑے پہاڑ ہین جب کوئی غنیم آتا یا زمین مین پانی اور گھاس کا قحط ہوتا تو بھاگ کر پہاڑون مین چلے جاتے تھے اور وہان فراغت سے گذران کرتے تھے کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہی ؎ شعر

لنا جبل یحتله من نجیره ... منیع یرد الطرف وھو کلیل

پھر احتیاج اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو بادشاہ سے فقیر تک طرف زمین کے ہوتی ہی
کیونکہ محل گھاس اور چارے کا اور مکان زراعت اور میوے کا اور مقام سکونت اور عمارت
کا اور زر وجواہر کے معدنون کا ہی بس یہ چارون چیزین ہمیشہ وہان کے رہنے والون کے
خیال مین رہتی ہین اور مقصود مثال سے حاضر کرنا خیالیہ صورتون اور محسوسات کا ہے کہ ان
صورتون سے مخلوط معنون معقولہ کا ملے اور جو چیز کہ جلد خیال مین آوے مثال دینا ایسی چیز
کی نہایت مفید ہی اور کمال بلاغت کا ایسی مثال کے بیان کرنے مین ہی اور محققون نے کہا ہے
کہ قرآن مجید مین اپنی نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر ذکر دلیلون وحدت ذات کا اور کمال
صفاتون خودمختاری کا بیان فرمایا ہی تاکہ حرص اور شہوت مین نہ جا پڑے اور دنیا کی زینتین
مدنظر نہ ہوجاوین نہ الا جو غرض کہ اس تمثیل سے ہی بیفائدہ ہوجاوے اور لوگ بسبب ذکر کرنے
خواہشون اور ریجھ کی چیزون کے اسی خیال مین جا پڑین اور مقصود کو نہ پہونچین اسی طرح سے
عجیب وغریب چیزین کہ بنی آدم کی صنعت کے سبب سے ظاہر ہوئی ہین اور نمود دیکھ رہی ہین
وہ بھی قابل استدلال کے نہ تھین کہ مبادا ان تمام عجائبات کو ارادے اور اختیار سے بنی آدم
کے تصور کرنے حکمت اور قدرت پر انکی حوالہ کرین اور مطلب کو پہونچنے سے محروم رہین ناچار
جو چیز کہ ہر شخص کو حاصل ہی اور ہرگز موجب طمع اور حرص کے نہین ہوسکتی اور حسن وجمال طبیعی
رکھتی ہے اس کلام پاک مین ایسی چیز تمثیل کے واسطے جابجا اختیار کی ہی اسی واسطے کہین
نہین فرمایا کہ کارخانون مین بادشاہون کے اور سامانون مین امرا کے فکر کرو یا خوبصورت
امردون یا حسین عورتون کو غور سے دیکھو اور یہان سے ان چیزون کے دیکھنے سے صانع کی
حکمت دریافت کرو اور بعضے علمانے سطحت کے لفظ کو کہ زمین کے حق مین وارد ہوئی ہے
استدلال اس بات کا گردانا ہی کہ زمین کی شکل کروی نہین لیکن یہ استدلال نہایت ضعیف ہی
کیونکہ زمین حقیقت مین شکل کروی رکھتی ہی لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور
بسبب دریافت نہ ہونے بلندی اور پستی اسکے اجزا کے مثلا صفحہ یعنی باہم چسپیدگی سے مسطح
معلوم ہوتی ہی اور کلام وہم اور خیال والون سے ہے کہ نہایت بقدر بڑے جسم کی دریافت

نہین کر سکتے اور جبکہ کافرون کے طعن اور استبعاد کے جواب سے کہ حق مین بہشت اور دوزخ کے
اور احوال مین بہشتیون اور دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوے تو گویا مقام اس بات کا
ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال عناد اور سرکشی اُن کافرون کی دیکھکر ایسا نہو کہ پند و نصیحت
کرنا موقوف کرین اور اس تمام وعظ اور نصیحت کو بیفائدہ سمجھین اسواسطے تاکید امر کی منظور ہوئی اور
تسلی آپ کی خاطر مبارک کی ضروری ہوئی تو ارشاد فرماتے ہین فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ
پس نصیحت کر نہین ہی تو مگر نصیحت کرنیوالا یعنے جوان چارون چیزون کو کہ نزدیک ہر ادنی اور
اعلی کے اُن مین سے حاضر اور موجود ہین مانند آخرت کے کامون کے معلوم کیا تو نے اور دلیس
قوی بہشت اور دوزخ کے احوال پر باقی تو ان کے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ سوا
جھگڑے کے کچھ اور نہین ہی تنگدل نہو اور اپنا کام کہ تذکیر اور پند ہی کرتا رہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ
اور نہین ہی تو اُن پر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز اُنکو حق کی راہ سے بے راہ نہونے دے اور
دلون مین انکے حق بات کو زور سے ڈالدے کیونکہ یہ کام مقلب القلوب اور دلون کے مالک
کا ہی بشر کا مقدور نہین اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ یعنی سب کو بار بار نصیحت ...
کو کہ جسنے منھ پھیرا تیری نصیحت سے اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا ...
نصیحت کرنا تجھپر فرض نہین ایک بار پہونچا دینا احکام الٰہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا
ضرور تھا سو اس سے تو فارغ ہوچکا اب معاملہ انکا خدا سے ہے فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ
پس عذاب کریگا اسکو اللہ تعالی وہ عذاب کہ بہت بڑا ہی دوسرے گنہگارون کے عذاب سے جنھون نے
کفر نہین کیا اور اسلام سے منھ نہین پھیرا کیونکہ وہ سدا کا عذاب ہی اور ایماندار ہرچند کہ گناہ
کبیرہ کے مرتکب ہون اور بے توبہ مرین تو بھی اس عذاب دردناک سے یعنی ہمیشگی کے عذاب سے
محفوظ رہین گے اور اگر یہ کافر عناد کرنے والے عذاب کرنے مین اللہ تعالی کے کہ دریافت سے
اُن کے حواس کے غائب ہی یعنے بشر کی عقل اسکو دریافت نہین کر سکتی اور سوائے بنی آدم
کی مار دھاڑ کے اور عذاب کو نہین جانتے تردد کرین تو بیجا ہی کیونکہ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ لا مقرر
ہماری ہی طرف ہی پھر آنا انکا بعد مرنے کے ریح ہر شخص کی دریافت سے حواس کے غائب ہوجاتی
ہی اور عالم غیب کو پہونچتی ہے پس ناچار سب کو ایک عالم کی طرف کہ مالک اُس عالم کا سوائے

جناب باری کے کوئی نہین جاتا ہی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ۵ پھر تحقیق ہمارے ہی اوپر ہی حساب اُنکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ در انواع کفر اور عناد کا کہ موافق اسکے جزا اور سزا دیوین گے پھر جو شخص کہ روگردانی اور کفر مین سخت ہو تو کلیت اُسکے عذاب بھی اس پر زیادہ ہو والعیاذ باللہ منہ پس اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ کی آیت مین اشارہ برزخ کے احوال کی طرف ہی کہ بعد موت کے بلا فاصلہ روبرو آنیوالا ہی اور آیت ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ کی اشارہ ہے قیامت کے دن کے معاملے کی طرف کہ بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اور اسی واسطے کلمہ ثم کا کہ دلالت تراخی اور مہلت دراز پر کرتا ہے سر پر اس آیت کے وارد فرمایا ہی

سورۃ الفجر

یہ سورۃ مکی ہی اسمین تیس آیتین اور ایک سو ننانوے کلمے اور پانچسو ستانوے حرف ہین اور اسکے ربط کی وجہ ھَلْ اَتٰکَ سے یہ ہی کہ اُس سورۃ مین بھی قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب و عذاب کا ذکر ہی اور آدمیون کے دو قسم ہوجانیکا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا برائی اور بھلائی کی نشانیون کا چہرون پر اور اس سورۃ مین بھی یہی مضمون کا بیان ہی اور اُس سورۃ مین لِسَعْیِھَا رَاضِیَۃٌ کہ بھلائی والون کے حق مین فرمایا ہی اور اس سورۃ مین رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ۔ اور اس سورت مین فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ کافرون کے حق مین ارشاد ہوا ہی اور اس سورۃ مین فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ارشاد ہوا اور یہ دونون مضمون آپس مین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورۃ کا دفع کرنے کو ایک شبہے کے ہوا ہی جو اکثر ملحدون اور زندیقون کے خیال مین گذرتا ہی اور اس شبہے پر مقابلہ انبیاؤن اور واعظون سے کرتے ہین اور حاصل اس شبہے کا یہ ہی کہ حق تعالی کو بندون کے نہ گناہ کی پرواہ ہی نہ نیکی کی اور یہ انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کی پیدایش کے بعد از سر نو ایک اور عالم پیدا ہوگا کہ حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور بدلہ دینا اسمین ہوگا سو اس بات کی کچھ اصل نہین کہ اللہ تعالی بنی آدم کے سب برے بھلے کامون سے خبردار ہی اور ہر شخص کو اسکے کام کی سزا اور جزا دینے پر بھی قادر ہی اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش تو کس واسطے نیکون کو نعمتون سے نوازش نہین کرتا اور بدکارون کو

جواب اس شبہ کا کہ جزا دینے مین توقف کیون ہی

گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نہین کرتا پس تاخیر کرنا جزا دینے مین اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو سواسطے ہی کہ اب اُسکو آدمیون کی نیکی بدی کے کامون پر اطلاع نہین ہی یا اس سبب سے ہی کہ اسوقت بدلہ لینے کی طاقت نہین رکھتا اور یہ دونون باتین اسکی ذات پاک کی طرف متصور نہین ہو سکتی ہین پس معلوم ہوا کہ بدلہ نیک اور بد کا اُسکو منظور نہین ہی اور جو کچھ کہ کرتا ہی سو اسی دنیا مین کرتا ہی مگر بے پروائی کے طور سے کسی کو دولت دنیا حشمت دے کر معزز اور مکرم کر دیتا ہی اور کسی کو دُکھ درد محنت مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہی سو جواب اس شبہے کا یہ ہی کہ حق تعالیٰ باوجود اپنے کمال علم اور قدرت کے حکیم مطلق بھی ہی اور حکمت اسکی چاہتی ہی کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہونچانے کے واسطے قیامت کا انتظار کیا جاے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال کہ اسمین طرح طرح کی حاجتون مین گرفتار رہی اور قسم قسم کے علاقے قرابت اور دوستی اور ہمسایے کے مخلوق سے رکھتا ہی اور مکلف طاعت اور بندگی کا بھی ہی اور مشغول ہی آخرت کا توشہ حاصل کرنے مین اور اپنی اصل پونجی کے بڑھانے مین نفعون اور فائدون سے دوسرا حال برزخ کا ہی کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہی اور ان شغلون سے فارغ ہوتا ہی لیکن جو کچھ کہ بھائی بند یار آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اُسکے کہنے سے اسکے واسطے دنیا مین کرتے ہین اُسکا ثواب اُسکو ملتا ہے اور اُسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہی تو گویا کہ ابھی وہ خود دار العمل یعنے دنیا مین ہی اور یہ بھی ہی کہ برزخ مین جمع ہونا حقدارون کا کہ دنیا مین انسے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کیے تھے ممکن نہین سواسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہی پھر انفصال کرنا معاملو کا بغیر حاضر ہونے حقدارون کے عدالت کے خلاف ہی تیسرا حال آخرت کا کہ ہرگز کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہان نہوگا اور بنی نوع اور اسکے تابعدار اور آشنا سب وہان حاضر ہون گے اور جو کچھ کہ اُسنے خود کیا تھا یا دوسرون نے اُسکے کہنے سننے سے کیا تھا سب اُسکو پہونچ چکا اور جمع ہوگیا اب آیندہ کو کسی اور چیز کے آنے کی امید بسبب منقطع ہونے نوع انسانی کے نہ رہی پس حکمت ہرگز اس بات کو تقاضا نہین کرتی ہی کہ اُسکو دنیا کے حال مین سزا دیجاے سواسطے کہ وہ ابھی کام مین مشغول ہی اور اسکے عمر کی مدت

کہ اُسکی پونجی کے قائم مقام ہو ہنوز بالکل اُسکے ہاتھ مین نہین آئی ہی اور اپنی گذری ہوئی
عمر کے جمع خرچ کو برابر نہین کیا ہی اگر اُسکو اِس حالت مین جزا اور سزا مین گرفتار کرین تو وہ
جواب مین البتہ کہے گا کہ ابھی مجھکو فرصت دینا چاہیے کہ اپنی عمر پوری کرون اور جو تقصیرین
کہ مجھ سے ابتداے جوانی مین اور ناتجربکاری مین ہوئی ہین اُنکا بدلہ آخر عمر مین ادا کرون اور
تجارون کا بھی یہی معمول ہی کہ جب کسی گماشتے کو تجارت کے واسطے کسی طرف بھیجتے ہین
تو اُسکو مُہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی راے کے موافق لین دین کرے اور اگر ایک معاملے
مین کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا تو بھی نہین پوچھتے کہ شاید دوسرے سودے مین کما لیگا
اسی طرح سے عالم برزخ مین بھی جزا دینا حکمت کے خلاف ہی سو واسطے کہ ابھی نیکیان اور نتیجے
ہر آدمی کے عملون کے اُسکے بنی نوع کے باقی رہنے کے سبب سے اُسکو چلے آتے ہین پس
گویا کہ ابھی جمع خرچ اُسکا برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہین ہوے ہین
کہ معلوم ہووے کہ اُسکا حق کس پہ ہی اور اِس پر کسکا ہی اور کونسا حق دار اپنا حق معاف
کرتا ہی اور کون سا طلب کرتا ہی پس چار و ناچار بدلہ لینے کے واسطے قائم ہونا آخرت کا
مقرر ہوا اور اُس وقت کے آنے تک حق تعالیٰ بندون کے خیر و شر کے اعمالون کو
دیکھتا ہی سو یہ ہرگز غفلت نہین ہی اور اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے یہی معنی ہین اور
اسی مضمون کو اِس سورۃ مین کئی قسمون کے ساتھ تاکید سے ارشاد کیا ہی اور اِس سورۃ کا
نام سورۃ الفجر اسواسطے رکھا ہی کہ اول قسم فجر کی کھائی ہی اور فجر کمال مشابہت رکھتی ہے
قیامت کے دن سے کہ تمام رات لوگ اُسکے آنیکا انتظار کرتے ہین اور جب فجر ہوتی ہی تو
گویا ایسا ہوتا ہی کہ مرنے کے بعد پھر جی اُٹھے اور بازار اور راستے کاروباری لوگون سے
بھر جاتے ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تھی وہ کام سرانجام کو پہونچے
اور جو ان قسمون مین بیان ہو انتظار کرنیکا کامون کیواسطے کہ یہ انسان کی عادت ہی اور فجر
اس بات کے ثابت کرنے کی اول دلیل ہی تو اِس سورت کو اِس نام سے موسوم کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ قسم کھاتا ہون مین فجر کے وقت کی کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنے کے واسطے اُسکا

انتظار کرتے ہین اور باوجود کام کی ضرورت کے فجر کے آنیکے واسطے تاخیر کرتے ہین تو پرند جانور
اپنے گھونسلون مین رزق کی تلاش کے واسطے بھوکے پیاسے اُسکا انتظار کرتے ہین اور چرنے
والے جانور بھی اُسکے منتظر رہتے ہین اور درباری اپنی غرض اور معروض کیواسطے اور محکمے والے اپنے
جھگڑے قضئے فیصل کرنے کو اور اہل حرفہ اور بازاری لوگ اپنے کاروبار کے واسطے اور کھیتی کرنے
والے جوتنے بونے کو اور مسافر چلنے کے لئے اسکے منتظر رہتے ہین اور جو کام کہ روشنی اور اُجالے
سے متعلق ہین وہ سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضی فجر دن کو اور بھی زیادہ خصوصیتین
ہین کہ بہت سی مخلوق اپنی اوقات اُسکے انتظار مین کاٹتی ہی جیسے عرفے کے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے واسطے
کہ تمام سال اُسکی آرزو مین گذارتے ہین اور مہینون اور برسون کی راہ سے چلکر اس دن کیواسطے اس متبرک مکان مین
اپنے تئین پہونچاتے ہین اور صبح کی نماز بھی اُسیوقت مین ہی اور جو فرشتے کہ بندونکی محافظت کیواسطے مقرر ہین اور صبح اور
اور شام اپنی اپنی باری سے آتے جاتے ہین اسوقت وہ دونون چوکیان آنے اور جانے کی جمع
ہوتی ہین اور اسوقت کی نماز کا انتظار کرتے ہین اسیواسطے حدیث مین آیا ہی کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃَ
الْفَجْرِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ یعنے جس شخص نے پڑھی نماز فجر کی تو اُسدن اللہ کے ذمے مین داخل
ہوا اور سورۂ اسری مین واقع ہوا ہی اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا یعنی فجر کی قرأت
حضور مین ہوتی ہی اور حدیث شریف مین اُسکی تفصیل فرمائی ہی کہ رات اور دن کے فرشتے
اُسوقت حاضر ہوتے ہین اور اُنکی حضوری کے سبب سے زیادتی برکات اور انوار کی ہوتی ہے
حاصل کلام یہ ہی کہ جو کچھ انتظار مخلوق کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنیکا ہوتا ہی سو ظاہر کہ دردمند
تمام رات اس امید پر دکھ درد سے گذارتے ہین کہ صبح کو طبیب کے پاس جاکر اپنا حال بیان
کرینگے اور اُسکی دوا پوچھین گے اور فقیر اور مسکین تمام رات بھوکے پیٹ سے گذارتے ہین
اس توقع پر کہ صبح کو امیرون دنیادارون کے دروازون پر جاکر کچھ مانگ لادین گے
اور اپنے بال بچون کے ساتھ اوقات بسری کرینگے اسی طرح ساری بنی آدم اپنی حاجتون
کو صبح کے نکلنے پر موقوف رکھتے ہین پس دیر کرنا کام ہونے مین باوجود ضرورت اور قدرت کے
ایک وقت کے انتظار کے واسطے کہ حکمت آلہی نے اسوقت کو اُس کام کے واسطے مقرر کیا ہی
انسان کی عادت ہی تو یہی قیاس پر جزا کے مقدمے کی تاخیر کو قیامت کے آنے کی انتظار پر

سمجھ لیا چاہیے وَلَیَالٍ عَشْرٍ ٥ اور قسم کھاتا ہون مین اُن دس راتون کی کہ بہت
بزرگ اور متبرک ہین کہ لوگ تمام سال اُنکے آنے کے انتظار مین گذارتے ہین اور کاروبار
کو اُنکے آنے پر موقوف رکھتے ہین اور وہ دس راتین تین قسم پر ہین اوّل تو دس راتین
ذی الحجہ کے مہینے کے اول کی کہ سب حاجی لوگ اطراف اور جوانب سے ان دس راتون مین
مکۂ معظمہ کے شہر مین یا اُسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجا لانے کو جمع ہوتے ہین
اور ابتدا جمع ہونے کی شب اول سے ہوتی ہی اور انتہا اسکی دسوین رات کو ہوتی ہے
اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ دنون مین سے کوئی دن اس مرتبے کا نہین ہی کہ اُس مین
عمل صالح بہتر اور افضل ہو ذی الحجہ کے دس دنون سے کہ ہر روزہ اُن روزے روزون
مین سے ایک برس کے روزے ن کے برابر ہی ثواب مین اور عبادت ہر رات کی اُن راتون
مین سے شب قدر کی عبادت کے دس گنی ہی دوسرا رمضان مبارک کے آخر کا دہا کہ عابد لوگ
اعتکاف کی سنت ادا کرنے کو اور لیلۃ القدر کی برکات حاصل کرنے کو تمام سال اُس کے
انتظار مین کاٹتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب یہ دہا کہ داخل ہوتا تھا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چھوڑ کر کمر چست باندھ کے مسجد مین اعتکاف کو بیٹھتے تھے اور اپنے
اہل و عیال کو شب بیداری مین اپنے ساتھ شریک رکھتے تھے اور محنت اور کوشش
بڑے درجے کی کرتے تھے تیسرا محرم کے اول کا دہا کہ شہداے کربلا کی کربت اور غربت کے
دن ہین اور صبر اور رنج کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین کھینچا ہے اُسکا ثواب انکی ارواح مقدس
پر اُس دہے مین نازل ہوتا ہی اور بدعتی لوگ جہالت کی راہ سے قائم کرنے کو رسومات
غم اور الم کے جیسے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر سازی اور نوبت نوازی کے
واسطے تمام سال انتظار اس دہے کا کرتے ہین اور بعضے مفسرون نے ان دس راتون کو
تمام سال مین سے متفرق لیا ہی کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر
دہے کی کہ اُن مین مظنہ لیلۃ القدر کے برکات کا ہی اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک
عرفے کی اور ایک رات عید النحر کی اور ایک معراج کی رات یعنی ستائیسوین رجب کی
اور ایک شب برات کی مراد ہین واللہ اعلم اور اس جاے پر سمجھ لیا چاہیے کہ ہر قسم کو

اس سورۃ مین معرف بالام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ ان دس راتون کی تعظیم کا سبب پوشیدہ تھا سو اسواسطے نکرہ لائے تاکہ یہ تنکیر اُن دس راتون کی تعظیم پر دلالت کرے برخلاف دوسری قسمون کے کہ انکی عظمت کی وجہ ظاہر اور باہر ہی اور یہ بھی ہی کہ لیال عشر کا احتمال چار طور پر ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہی واسطے فائدہ ابہام اور شیوع کے انکو نکرہ فرمایا ہی کہ سب احتمالون کی گنجایش ہو سکے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ اور قسم ہی جفت اور طاق کی کہ شامل در حقیقت ہی تمام عددون کو اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو بلکہ جمیع موجودات کو شامل ہی اور انسان کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہی اسی طرح جفت اور طاق عددون کا بھی اپنے معاملات اور عین دین مین جبلی اور پیدایشی ہے جیسے کہ حاملہ کو وضع حمل مین نو مہینے کا انتظار کھینچنا چاہئے کہ طاق ہی اور بچے کے دودھ چھڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہیئے کہ جفت ہی اور مکتب مین بٹھانے کو لڑکے کے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکھانے کے واسطے سات برس کا اور روزے کی تعلیم کے واسطے دس برس کا اور بلوغ اور نکاح کے واسطے پندرہ برس کا انتظار چاہئے کرنا اور اسی طرح سے مہینون کی تاریخون مین کاروبار کے واسطے جفت اور طاق کا انتظار کرتے ہین اور شمسی سال کے پورا کرنے کو انتظار بارہ برجون کا اور قمری سال کے واسطے انتظار بارہ مہینون کا کرنے مین اور ہفتہ پورا کرنے کو انتظار سات روز کا اور تمام کرنے مین مہینے کے انتظار تیس یا انتیس روز کا اور دوگانہ اور چہارگانہ نماز دن مین ابتدائے تکبیر سے سلام پھیرنے تک انتظار دو یا چار رکعت کا ہوتا ہی اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین اور اسی طرح سے تمام اُمور شرعیہ مین اور عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور مروّج ہی اور بعضے مفسرون نے لکھا ہی کہ مراد جفت سے خلق ہی اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور شریک کر دیتے ہین جیسے آسمان اور زمین دن اور رات اندھیرا اور اُجالا اور نر اور مادہ اور مراد طاق سے حضرت حق کی ذات پاک ہی کہ کوئی چیز اسکے برابر نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد شفع سے خلق کی صفات ہین کہ تناقض اور اضداد سے ملی ہوئی ہین جیسے علم اور جہل اور قدرت اور عجز اور حیات اور موت اور عزت اور ذلت اور قوت اور ضعف اور وتر سے مراد صفات

حق کی ہین کہ وجود ہی بے عدم اور قدرت ہی بغیر عجز کے اور علم ہی بغیر جہل کے اور حیات ہی بغیر موت
کے اور عزت ہی بغیر ذلت کے اور قوت ہی بغیر ضعف کے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ
شفع سے مراد دوگانی نماز اور وتر سے مراد سہ گانی نماز ہی اور یہ تفسیر عمران بن حصین کی روایت
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے جنت کے درجے اور
آٹھ دروازے ہین اور طاق سے مراد دوزخ کے ساتون طبقے اور اسکے دروازے ہین اور
بعضون نے کہا ہی کہ جفت بارہ برج ہین اور طاق سات ستارے سیارے کہ ان کے پھرنے سے
اُن برجون مین طرح طرح کی وضعین اور قسم قسم کی تغیرین عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے
کہا ہی کہ مراد جفت سے وہ چاند ہی کہ پورے تیئس روز مین نکلتا ہی اور طاق سے مراد وہ چاند ہی
کہ اونتیس روز مین نمود ہوتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے دو سجدے ہین ہر رکعت مین اور
مراد طاق سے ایک رکوع ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے وہ بارہ چشمے ہین کہ موسے
علیہ السلام کی لاٹھی کے مارنے سے ایک پتھر مین سے جاری ہوے تھے اور مراد طاق سے وہ
دونون معجزے ہین کہ فرعون کے مقابلے مین ظاہر کیے گئے تھے اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہی
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ اور ابو سعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کی ہی کہ مراد جفت سے عید قربان کا روز ہی کہ دسوین ذی الحجہ کی ہی اور طاق سے
مراد عرفے کا روز ہی کہ نوین ذی الحجہ کی ہی اور یہ تفسیر لَيَالٍ عَشْرٍ سے بہت مناسبت رکھتی ہی
وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جسوقت کہ اسکی اندھیری سرایت کرتی ہی
عالم مین کہ وہ وقت بھی اُن لوگون کے انتظار کا ہی کہ جنکا کاروبار پردہ پوشی سے علاقہ رکھتا ہی
خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے عبادت شب بیدارون کی اور عقد نکاح اور چورون کی چوری کرنا
اور ناچنے والون کا ناچنا اور عیاشون کا عیش کرنا اور جادوگرون کا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ
بازون کا اور تماشا کرنا تیلیون کا پس ان پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ انتظار وقت اور
مدت کا باوجود جمع ہونے اسباب اور ارادون اور خواہشون کے کرتے ہین اور یہ از روے
حکمت کے انسان کی جبلت کے موافق ہی کہ ہر نیک اور بد کام مین وقت کی رعایت کرتے ہین
اور صاحب عقل کو تھوڑی سی فکر کرنے سے ان چیزون مین معلوم ہو جاتا ہی کہ جزا کی تاثیر

کرنے مین قیامت کے روز کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اور اسی واسطے ارشاد ہوتا ہے
هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ کیا ہی ان چیزون مین جو بیان ہوئین کوئی قسم کہ کفایت
کرے عقل والے کو گویا ہر قسم اُن پانچون قسمون سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اس بات کے
کافی ہی کہ حق تعالیٰ قیامت کے وقت کا منتظر ہی ہر نیک و بد کی جزا اور سزا دینے کو اور اگر کم فہمون کو
کچھ تعجب آتا ہو تو شاید اس بات پر آتا ہو گا اس روز اگلے پچھلے سب جمع ہونگے اور ایک دن
مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک مشکل امر ہے کیونکہ اگر سارے حشر کے مخلوق بگڑ کھڑے ہون
اور مقابلہ پر آجاوین تو اسوقت سزا دینا انکو ہرگز ممکن نہو سکے اسی واسطے بادشاہون نے
ابنوہ کثیر کے تنبیہ دینے سے حکمت کی روسے کنارہ کیا ہی اور حیلون اور تدبیرون سے اول انکی
جمعیت کو بکھیر دیا ہی جب انکا زور کم ہوگیا ہی تب حسب دلخواہ جو منظور رہا ہی سو کیا ہے پس اگر
کارخانہ مجازات کا بھی ہر ایک گنہگار پر جدا جدا جاری کیا جاتا تو اس اندیشے کا کھٹکا نہوتا
سو حق تعالیٰ نے درمیان مین ان قسمون کے جو مذکور ہوئین اور اس مضمون کے جس پر قسمین
کھائی ہین کہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ہے بطور جملہ معترضہ کے تین قصے اپنی مجازات کے
جو دنیا مین واقع ہوئے ہین کہ اُن مین بڑی بڑی مخلوقون کو جو نہایت قوت اور شوکت رکھتے
تھے ادنیٰ اسباب سے ہلاکت کے نیست و نابود کر دیا پس اسکی قدرت کے آگے بڑی مخلوقون
زور آور کو سزا دینا کچھ مشکل نہ سمجھا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی قدرت کو ذوی الاقتدار بادشاہون
کی قدرت پر قیاس نہ چاہیئے کرنا کہ یہ اُس سے کچھ نسبت نہین رکھتے ہین اور اس مقام مین
تین قصون کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اگر ایک کلام خلاف قیاس کسی سے ایک بار
وقوع مین آوے تو لوگ اسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور جو مکرر سہ کرر واقع ہووے تو
معلوم کر جاتے ہین کہ یہ کام اس شخص کے روبرو نہایت آسان اور سبک ہی اور یسر اصل مین
یسری تھا یا کو حذف کر دیا اور کسرے کو اس پر دلیل رکھا کہتے ہین کہ ایک شخص نے
اخفش نحوی سے اس یے کے ساقط کرنے کی وجہ پوچھی اخفش نے کہا کہ جب تک تم ایک برس
میری خدمت نہ کریگا تب تک مین تجکو اسکے اسقاط کی وجہ نہ سکھاؤن گا پھر ایک برس
کی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہی کہ شب روی کے معنی مین ہی

اور شب روی رات کے چلنے والون کی صفت ہی رات کی صفت نہین لیکن مجاز کے طور
رات کی صفت کر دیا ہی سواسطے کہ وقت شب روی کا ہی اور عرب کی اصطلاح مین اسناد فعل
کی طرف زمان اور مکان کے بطور مجاز کے بہت مستعمل ہی چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہ قائم ونہارہ
صائم اور جو معنی مین لیسرے کے تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اسکے لفظ مین بھی تغیر کرین کہ لفظ مطابق
معنے کے ہو جاوے یہ ہی جو کچھ کہ اخفش سے اس بات مین منقول ہی لیکن یہ بات موقوف ہے دو
مقدمون پر ایک تو یہ کہ لیسرے سری سے مشتق ہی سو یہ لازم نہین بلکہ یہ ظاہر بات ہے
مشتق سرایت سے ہی کہ مطابق وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے ہو جاوے
دوسرے یہ کہ اگر مشتق سرے سے ہو جاوے تو صفت رات کے چلنے والون کی ہو نہ رات
کی صفت اور یہ بھی کچھ لازم نہین ہی بلکہ ظاہر یہ بات ہی کہ شب روی کے معنے چھوڑ مطلق چلنا
مراد ہو چنانچہ وَاللَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ مین ہی یا شب روی استعارہ ہی رات کے چلنے سے
اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون مناسب ہین آپس مین یعنے مطلب دونون کا
ایک ہی بلکہ اگر خوب غور اور تامل کر کے دیکھیے تو شب روی یعنے چلنا رات کا بھی صفت رات
کی ہو سکتا ہی اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہی زمین کے عکس کا کہ آفتاب کے مقابلے مین
حرکت کرتا ہی اور بسبب منطبق ہونے اُس عکس کے قاعدے کے کسی افق پر آفاق شب سے
وہ افق آتا ہی اور وہ مخروط حیثیہ حرکت مین ہی لیکن بہ نسبت ہر افق کے حرکت اسکی رات
کو ساتھ اس افق کے ہوتی ہی تو اولی یہی ہی کہ وجہ یکی ساقط ہونے کے ساتھ رعایت مشابہت
پہلی آیتون کی ہی نہ سوائے اسکے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ کیا نہین دیکھا تو نے کیا کیا
تیرے پروردگار نے اور دیکھنا یہان پر جاننے کے معنون مین ہی اسواسطے کہ یہ قصہ بقدر
معروف اور مشہور تھا کہ جاننا اسکا گویا دیکھنا ہی اور لفظ رَبُّكَ کا اس تمام سورۃ مین اور دوسری
سورتون مین ذات پاک کے نام کی جاے پر مستعمل ہوا ہی اور اس لفظ کے اختیار کرنے کی
وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہ ہی کہ ربوبیت کہ متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف
ہے جاتی ہی اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قائم کرنا چاہتی ہی اور عدل و انصاف چاہتا ہی
بے انصاف اور سرکشون کی ہلاکت اور تباہی کو بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ علاوہ کے

فرقے سے ارم کے رہنے والے تھے اور وہ ارم لبستی لنبے لنبے ستونون والی تھی اور عماد
جمع ہے عمد کی جیسے جبال اور جبل اور یہان یہ سمجھ لیا چاہیئے کہ عاد دو فرقون کا نام ہی ایک
عاد اولی کہ انکو عاد قدیمہ کہتے ہین اور وہ اولاد ہین عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح
علیہ السلام کے تھے اور انکو عاد ارم بھی کہتے ہین کہ ارم اُن کا دادا تھا اور شہر ارم کا بھی اپنے
دادا کے نام پر نام رکھا تھا اور وطن انکا عدن سے متصل تھا اور دوسرے عاد ثانی اور وہ
اور شخص کی اولاد ہین کہ اسکا نام بھی عاد تھا اور ان ہی عاد اولی مین کا تھا کہ احقاف کی
سرزمین مین متصل حضر موت کے وطن اختیار کیا تھا اور اُسکی اولاد اس ملک مین بہت پھیل گئی
تھی اور ان کا یعنے عاد دوم کا قصہ اپنے پیغمبر کے ساتھ کہ حضرت صالح علیہ السلام تھے قرآن مجید
مین مکرر وارد ہی چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہے اور عاد اولیٰ کا قصہ قرآن مجید مین دو جاے
سے زیادہ نہین آیا سورۂ بھی اجمال کے طور پر ایک تو اس جگہ پر اور دوسرے
سورۂ نجم مین کہ اَهْلَكَ عَادَ نِ الْاُولٰی اُسی کی طرف اشارہ ہی الغرض ان کا قصہ
جس قدر کہ تفسیر مین اس آیت کی کفایت کرے لکھا جاتا ہی کہ حق تعالیٰ نے اس فرقے کو
قد و قامت اور قوت بحساب عنایت فرمائی تھی اور زمانے کے سب لوگون سے ان بات
مین ممتاز تھے کم سے کم قد کا آدمی بارہ گز کا ہوتا تھا اور ہر شخص ان مین کا بڑے بڑے
پتھرون کو جو بہت لوگ اُٹھا نہ سکیں ایک ہاتھ سے اُٹھا کر پھینکدیتا تھا اور تمام یمن کے
ملک پر اپنے زور اور قوت کے سبب قابض اور متصرف تھے یہانتک کہ اُس مین دو بادشاہ
عظیم القدر پیدا ہوئے ایک تو شدید اور دوسرا شداد اور یہ دونون بادشاہ تمام روے زمین
پر متصرف ہوئے تھے اور لشکر اور خزانے بے نہایت جمع کئے تھے لیکن شداد نے اپنے
بھائی شدید کے مرنے کے بعد سلطنت کو کمال رونق اور عروج بخشا تھا کہ چار سو کئی بادشاہ
اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور کسی روے زمین کے بادشاہ کو طاقت اُس کے مقابلے
کی نہ تھی پس اس غرور اور تکبر کے سبب دعوی خدائی کا کیا تو واعظون اور عالمون نے
زمانے کے جو علم و عمل انبیاؤن کا بطور میراث کے رکھتے تھے اس ملعون کو پند اور نصیحت
کے طور سے حق تعالیٰ کے خوف اور اُسکی عبادت کی طرف رغبت دلانے لگے اُسنے کہا

کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو اب مجھکو موجود ہی اس سے زیادہ اللہ کی عبادت
مین کیا حاصل ہوگا اور جو کوئی کہ کسی کی خدمت کرتا ہی تو منصب کی ترقی کے واسطے یا دولت
کے واسطے سو یہ سب شے میرے پاس موجود ہی مجھکو کیا پرواہ ہی کہ کسی کی بندگی کرون
اُنھون نے کہا کہ یہ سب ملک اور دولت دنیا کی فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کا ثواب
مین بہشت عنایت کریگا کہ تمام دنیا سے بہتر ہے اُسنے پوچھا کہ اُسمین کیا خوبی ہی واعظون نے
جو کچھ کہ تعریف اور خوبی اُسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تھی اُس کے سامنے بیان کی اُسنے
کہا مجھکو اس بہشت کی بھی حاجت نہین ہی کیونکہ مین دنیا ہی مین ویسی بنا سکتا ہون پس
اپنے معتبر سردارون مین سے سو آدمیون کو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتھ ہزار ہزار آدمی متعین
کیے جیسا کچھ وہ کہین اُن کے علم کے موافق عمارت کے کام مین مشغول رہین اور ہر ایک کے
سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام ربع مسکون مین حکم بھیجا کہ چاندی سونے کی
معدنون مین سے جہان کہین کہ ہون گنگا جمنی اینٹین بنوا کر بھیجو اور گڑے خزانے نکلوائے
اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع چوکھنٹا دس کوس کا لمبا اور دس کوس کا چوڑا کہ
مکسر دور اُسکا چالیس کوس کا ہو بنا کرنے کو حکم دیا اور اُسکی نیو اسقدر کھودی کہ پانی کے قریب
جا پہونچی اور اسکو سنگ سلیمانی سے بھروا دیا جب نیو بھر چکی اور برابر زمین کے پہونچی تب
اُس پر سونے روپے کی اینٹون سے دیوارین چننا شروع کیا کہ بلندی اُن دیوارون
کی اُس زمانے کے گز سے پانچسو گز کی مقرر کی جسوقت کہ آفتاب نکلتا تھا تو اُسکی چمک سے
دیوارون کی روشنی پر نگاہ ٹھہرتی نہ تھی پھر چار دیواری کے اندر ہزار محل تیار کیے اور ہر محل
ہزار ستون کا اور ہر ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور درمیان مین شہر کے ایک نہر بنائی
اور ہر ہر مکان مین حوضین اور چہ بچے تیار کیے اور اس نہر سے ہر ہر مکان کو ایک ایک
نہر دوڑائی تھی کہ ہر مکان مین ہمیشہ فوارے اڑا کرتے تھے اور چادرین چھوٹا کرتی تھین
اور حوضین اور چہ بچے سدا لبالب رہتے تھے اور صحن اُن نہرون کے یاقوت اور زمرد
اور مرجان و نیلم سے بھر دیے تھے اور کنارون پر اُن نہرون کے درخت بنائے تھے کہ
جڑین اُنکی سونے کی اور شاخین اور پتے زمرد کے اور پھول پھل اُن کے موتی اور

یاقوت کے اور دوسرے جواہرات کے بناکر لٹکائے تھے اور دکانون اور دیوارون کو مشک اور زعفران اور عنبر اور گلاب سے کہگل کر کے استرکاری کروا کے مطلا اور مذہب کیا تھا اور خوش آواز جانور یاقوت اور جواہر کے بنواکر درختون پر بٹھائے تھے اور گردا گرد شہر کے ہزار منارے سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تھے کہ چوکی پہرے والے لوگ اپنی اپنی باری سے اُنمین بیٹھے چوکی دیا کرین جب اس انداز کا شہر بنکر تیار ہوا تو حکم دیا کہ سارے شہر مین قالین اور فرش رنگین زردوزی کے بچھا دین اور برتن سونے روپے کے سب مکانون مین ترتیب سے چن دین اور کسی نہر مین میٹھا پانی اور کسی مین شراب اور کسی مین دودھ اور کسی مین شہد اور شربت جاری کر دیا اور بازار اور دکانون کو بھی کمخواب اور زربفت کے پردون سے آراستہ کیا اور ہر پیشہ اور ہنر والے کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام مین مشغول ہون اور حکم دیا کہ انواع اقسام کے میوے اور طرح طرح کے عمدہ کھانے ہمیشہ سب شہر والون کو پہونچا کرین بارہ برس کے عرصے مین یہ شہر اس سجاوٹ کے ساتھ تیار ہوا بعد اُسکے حکم کیا کہ تمام اُمرا اور ارکان بکمال تجمل اور زینت کے ساتھ اس شہر مین جاکر رہین اور خود بھی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر بکمال غرور اور تکبر سے کوچ کیا اور راستے مین بطور تجمل اور تمسخر کے ان واعظون اور نصیحت کرنے والون کو کہنے لگا کہ تم یہی بہشت کے واسطے مجھکو کہتے تھے کسی دوسرے کے روبرو سر جھکانے اور ذلیل ہونے کو اب تم نے میری قدرت اور ثروت دیکھی اور بے پروائی اور بے نیازی کو میرے معلوم کیا کہتے ہین کہ جب قریب اُس شہر کے لوگ غول کے غول استقبال کے واسطے شہر کے دروازے سے باہر آکر زر و جواہر اُس پر نچھاور کرنے لگے اور تحفے تحائف نذر گزرانے اسی طرح سے جب دروازے پر شہر کے پہونچا اور ایک قدم اُسکا دروازے کے باہر اور ایک قدم اندر رہا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک اور آواز سخت آئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہوگئی اور بادشاہ بھی وہین دروازے مین گر پڑا اور مر گیا اور اُس شہر کے دیکھنے کی حسرت کہ کس محنت اور مشقت سے اُسکو تیار کیا تھا دل مین رہ گیا اور بعضی کتابون مین دیکھنے مین آیا ہے کہ ملک الموت سے حق تعالی نے پوچھا کہ تجھکو کسی بندے کی جان نکالنے کے وقت کبھی رحم بھی آیا ہے یا نہین ملک الموت نے

عرض کیا کہ بارخدایا مجھکو دو شخصون کی جان نکالنے مین کمال رقت ہوئی اگر تیرا حکم ہوتا تو
مین ہرگز اُن کی جان نہ نکالتا ایک تو ایک بچہ تھا نیا پیدا ہوا اپنی مان کے ساتھ کشتی کے
تختے پر رہ گیا تھا حکم ہوا کہ اسکی مان کی جان قبض کرے اُسوقت مجھکو اُس بچے پر نہایت رحم آیا
کہ اُس بچے کا اُسکی مان کے سوا کوئی خبرگیر نہ تھا دوسرا ایک بادشاہ تھا کہ اُسنے ایک شہر کمال
آرزو سے بنایا تھا کہ ویسا کہین دنیا مین نہین بنا جب تیار ہو چکا اور وہ اُس کے دیکھنے
کو آیا جسوقت کہ قدم دروازے مین رکھا حکم ہوا کہ اسکی جان قبض کرے اُسوقت بھی مجھکو
نہایت رقت آئی کہ وہ کیا کچھ حسرتین اپنے دل مین لے گیا ہوگا جناب الٰہی سے ارشاد ہوا
کہ یہ بادشاہ وہی لڑکا تھا کہ ہم نے اُسکو بغیر مان باپ کے پرورش کیا اور اس حشمت اور ثروت
کو پہونچایا جب اس مرتبے کو پہونچا تو ہماری فرمانبرداری سے منھ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر
اپنی سزا کو پہونچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ کہ یہ بچہ اُسپر رہ گیا تھا بہتا بہتا دریا کے کنارے
آلگا اُس گانوں کے دھوبی وہان کپڑے دھوتے تھے جو دیکھا کہ ایک بچہ اپنی مان کی لاش
کے پاس تختے پر پڑا ہے تو اُس تختے کو کھینچ لائے اور مُردے کو مدفون کر دیا اور بچے کو اپنے
مہتر پاس لے گئے مہتر اُسکا حُسن اور جمال دیکھکر ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اُس
مہتر کی اولاد نہ تھی پس اس بچے کو فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا یہانتک کہ
سات برس کا ہوا لیکن اُسکی عقل اور دانائی اور چالاکی اُسیوقت سے کچھ اور طرح کی نظر آتی
تھی ایک روز گانوں کے باہر بچون کے ساتھ کھیلتا تھا کہ ایکبارگی شور ہوا کہ بادشاہ کی
سواری آتی ہے اور لوگون کا گذرنا شروع ہوا سارے لڑکے ہیبت سے بھاگ گئے
اور یہ شوخ ایک ٹیکرے پر کھڑا بادشاہ کی سواری کا اور لشکر کا تماشا دیکھتا تھا یہانتک
کہ سارا لشکر چلا گیا اور چند ڈولی کے پیادے کہ گرے پڑے کی خبرگیری کے واسطے لشکر کے
پیچھے پیچھے آتے تھے گذرنے شروع ہوئے ایک پیادے نے اُن پیادون مین سے ایک
پوٹلی پائی اُسمین سرمہ دانی اور سلائی تھی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ مین نے سرمہ پایا ہی
اگر تمھاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن کہ میری بینائی مین فرق ہو گیا ہی شاید کہ فائدہ
کرے اُنھون نے کہا کہ اوّل تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اُٹھانا نہ چاہیے خیر اگر تو نے

اٹھالی تو بغیر آزمائے ہوے آنکھون مین لگانا ہرگز مناسب نہین پہلے کسی اور کی آنکھون مین لگا جب اُسکو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال مین لا اُس پیادے نے ادھر اُدھر دیکھا تو کوئی وہان نہ تھا مگر یہ لڑکا ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اُسنے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکھون مین سُرمہ لگا دین کہ تیری آنکھین اچھی لگین یہ لڑکا دوڑتا ہوا اُس پیادے کے پاس گیا اور سرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لیکر اپنی آنکھ مین لگائی لگانے کے ساتھ ہی تمام زمین کے خزانے اُسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہی لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے چلایا اور فریاد کرنے لگا کہ اے خانہ خراب ظالمو تم نے میری آنکھین پھوڑ ڈالین مین بادشاہ کے پاس فریاد کرونگا اور تم کو سزا دلواؤنگا پیادون نے جو یہ بات سُنی سُرمہ تو وہین چھوڑا اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر بھاگے یہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوئے اپنے گھر آیا اور یہ حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدھے خچر جو موجود ہین رات کو جب لوگ سو جاوین تو بھاڑے کداریان لیکر جو جو مزدور اپنے اعتباری ہین اُن کو ساتھ لے جس جاے پر تجھکو خزانہ نظر آوے وہان سے کھود کے اپنے گدھون خچرون پر لاد اُس لڑکے نے اسی طور سے کیا آخر لا لا کر بہت سا مال جمع کیا اور سب گاؤن والون کو اپنا رفیق کر لیا اور اُس گانوُن کے سردار کو مار ڈالا اور اُسکی جاے پر آپ ہو بیٹھا ہوتے ہوتے یہ خبر حاکمون فوجدارون کو پہونچی تو اُنھون نے ارادہ اُسکے سزا دینے کا کیا اس لڑکے نے بھی فوج رکھکر مقابلہ کیا اور اُن سب کو مار دیا آخر چند روز کے بعد وہ بادشاہ مر گیا تو اُس لڑکے نے فوجکشی کی آخر ہوتے ہوتے بادشاہ ہو گیا اسی طرح سے بڑھتے بڑھتے تمام روے زمین کا بادشاہ ہو گیا اور سارے جہان کے بادشاہ اُسکے مطیع اور فرمانبردار ہوے ۔ اب سُننا چاہئے کہ وہ شہر کیا ہوا معتبر تفسیرون مین لکھا ہی کہ اُس بادشاہ اور لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس شہر کو لوگون کی نظرون سے پوشیدہ کر دیا مگر کبھی کبھی رات کو عدن کے گرد نواح کے لوگون کو اُسکی جھلک اور روشنی اس جاے پر معلوم ہوتی ہی کہتے ہین کہ یہ روشنی اُسی شہر کے دیوارون کی ہی اور عبداللہ بن قلابہ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابون مین سے تھے اتفاقاً اس نواح مین وارد ہوے کہ ناگاہ ایک اونٹ اُنکے اونٹون سے چھوٹ کر بھاگ گیا وہ اُسکے ڈھونڈھنے کو نکلے جب اُس شہر کے نزدیک جو پہنچے تو اُن منارون اور دیوارون کو دیکھکر بیہوش ہو گئے اور اپنے دل مین کہنے لگے

کہ شہر کی تو صفات اُسی بہشت کی سی صورت ہی جسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ فرمایا ہی
شاید یہ معاملہ خواب مین دیکھتا ہون جب اس شہر کے دروازے پر پہونچے اور اندر گئے تو دیکھا
کہ تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہان کے سب بعینہ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی
آدمی نہین تھوڑے سے جواہر اور یاقوت کہ مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جاے پر بکھرے
پڑے تھے اپنی چادر مین لے لئے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بھاگے اور دمشق کو گئے
جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو یہ سارا احوال بیان کیا تو حضرت معاویہ رضی نے
اُن سے پوچھا کہ یہ شہر تمنے خواب مین دیکھا ہی یا بیداری مین اُنھون نے کہا بیداری مین اور
نشانیان اُس شہر کی خوب دل مین یاد رکھی ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اسقدر
فاصلہ رکھتا ہی اور دوسری طرف فلانے درخت کی نشانی ہے اور ایک طرف کو فلانا کنوان ہی
اور یہ جواہر اور یاقوت کہ وہان سے لایا ہون میرے پاس موجود ہین حضرت معاویہ رضی اس بات
کے سُننے سے نہایت متعجب ہوئے اور اُسوقت کے عالمون کے پاس آدمی بھیجا کہ دنیا مین کوئی
شہر ایسا بھی ہی کہ سونے روپے سے بنا ہو اور ایسا ایسا ہو اسوقت کے علمانے کہا کہ ہان
قرآن مجید مین اسکا مذکور آگیا ہی اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ مگر اس شہر کو اللہ تعالی نے لوگون
کی نگاہ سے پوشیدہ کر دیا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت مین سے ایک
شخص اُس مین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ اور ابرو اور گردن پر اسکے دو خال ہونگے
اور اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اُس شہر مین جا پہونچے گا اور وہان کے عجائبات
دیکھے گا جب حضرت معاویہ رضی نے یہ سب نشانیان اُن مین دیکھین تو برابر کلین فرمایا واللہ
یہی شخص ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اس شہر کی اس سے زیادہ کوئی کیا تعریف کریگا کہ خود
رب العزت باوجود احاطۂ علم کے تمام علوم پر اسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ
مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا روے زمین کے شہرون مین وَثَمُودَ
الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے پتھرون
کو تراشتے تھے وادی القریٰ مین اور ثمود قوم عاد کے ہی عم تھے کہ عادیون کے ہلاک ہونے
کے بعد حجاز شہر ... اور شام مقدس کے درمیان مین اپنا مسکن مقرر کیا تھا اور حجر سے وادی القریٰ

تک ایک ہزار سات سو بستیان اپنے تصرف مین رکھتے تھے اور ہر ہر بستی مین بڑے
بڑے محل اور اٹاریان اور دروازے اور طاق پتھرون کے تراشے تھے اور تصویرین گل اور
ریاحین کی ان مین بنائی تھین اور طرح طرح کے اسباب عیش و عشرت کے جمع کر کے بیٹھے عیش
کرتے تھے مگر بت پرستی مین تھے یہانتک کہ حضرت صالح کو اللہ تعالیٰ نے رسول کر کے انکی
طرف بھیجا اور انکا قصہ والشمس کی سورۃ کی تفسیر مین مذکور ہی اور وادی القریٰ ایک شہر کا نام ہے
کہ عرض و طول مین مکۂ معظمہ کے برابر ہی اور نخلستان اور چشمے ہمین بہت ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے فتح کے بعد اُسپر جمیع متعلقات کے ساتھ قابض اور متصرف ہوے
ہر چند کہ بہت سے باغات اور عمارات ثمودیون کی حجر اور اُسکے گرد و نواح مین تھین لیکن
بالتخصیص ذکر وادی القریٰ کا اس جہت سے واقع ہوا کہ یہ مکان انکے شہرون کی انتہا کا تھا
حجاز کے متصل اور ہنوز آباد تھا برخلاف حجر کے کہ اتصال اُسکا شام کی طرف ہی حجاز سے دور
اور حجاز کے لوگ کماحقہ اُسکے احوال پر مطلع بھی نہ تھے اور اوجڑ لق و دق پڑا تھا طول حجر کا نجومی
ستر درجے اور تیس ۳۰ دقیقہ ہے اور وادی القریٰ کا بہتر درجے اور عرض نجومی دونون کا برابر ہے
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ اور کیا کیا فرعون میخون والے سے جو لوگون کو چومیخا کر کے
مارتا تھا چنانچہ کئی مسلمانون کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اسی طور سے
شہید کیا ان مین سے ایک کا نام حزبیل تھا کہ اُسکے خزانے کے داروغہ تھے حضرت موسیٰ
علیہ السلام پر پوشیدہ ایمان لائے تھے جب فرعون کو خبر ہوئی تو انکو چومیخا کر کے شہید کیا اور
ایک حزبیل کی بی بی کہ فرعون کی بی بی کی مشاطہ تھین انکے ایمان لانے کی بھی فرعون کو
خبر پہونچی تو اُن کو بلا کر کہا کہ تو اسلام سے باز آ اُنھون نے کہا کہ یہ بات تو ممکن نہین پھر خفا
ہو کر حکم دیا کہ اُن کو زمین پر ڈالکر چارون ہاتھ پانون پر میخین ٹھونک کر مارنا شروع کرو آخر اسی
حالت مین انکی روح پرواز کر گئی اُن ہی مین سے ایک حضرت آسیہ فرعون کی بی بی ہین
وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھین جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کی ایذا کا ارادہ
کرتا تھا تو وہ سمجھا کر اُسکو روک دیتی تھین یہانتک کہ ایک روز اسپر غصے ہو کر حکم کیا کہ ان کو چار
میخون سے باندھ کے چکی کا پاٹ اُنکے سینے پر رکھدو غرض ان کو دھوپ مین گرم زمین پر

لٹاکر چکی کا پاٹ اُنکے سینے پر رکھ دیا اُسوقت حضرت آسیہؑ نے جناب باری میں دعا کی کہ
یا اللہ تو میرے واسطے بہشت میں گھر بنادے اور ان ظالمون کے ہاتھ سے مجھکو نجات دے
اُسی وقت جبرئیل علیہ السلام حکم الٰہی سے آئے اور انکی روح مبارک کو بہشت مین لیجا کر ایک موتی
کے محل مین کہ ان کے واسطے تیار رہوا تھا داخل کیا فرعون نے جب دیکھا تو تن بیجا
پڑا تھا مایوس ہوکر چلا گیا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ میخون سے مراد لشکر کی میخین ہین کہ لشکر کا
کاروبار سب میخون پر موقوف ہی کیونکہ گھر ان کے تنبو شامیانے بے چوبے قناتین ہین وے
سب میخون پر کھڑے ہوتے ہین اور جو اُنکے جانور ہین جیسے ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر بیل
یہ سب بھی میخون ہی سے بندھتے ہین اسی واسطے لشکری لوگ میخ دینے مین اسقدر بخل
کرتے ہین کہ شہر کے لوگ روپیہ پیسہ دینے مین اتنا بخل نہین کرتے اور فرعون کا لشکر گنتی سے
باہر تھا کہتے ہین کہ اُسکے لشکر کا یہ دستور تھا کہ ایک دوسرے رسالے کی یا ایک دوسرے
مثل کی پہچان گھوڑون کے رنگون سے ہوتی تھی مثلاً کمیت گھوڑون کی ایک مثل اور
مشکیون کی ایک مثل اسیطرح ابلق گھوڑون کے سوار کہ یہ رنگ اور رنگون کی نسبت بہت
کم ہوتا ہی ستر ہزار تھے کہ لشکر کے آگے ہراول مین چلتے تھے پس جاے سے اسکے لشکر کی
تعداد قیاس کرلیا چاہیے جبکہ بیان کرنے سے تینون فرقون کے کہ دلالت کرتے ہین بدلہ
لینے پر بڑے بڑے سرکش زور آورون کی جماعت سے آن واحد مین اس دنیاکے اندر کہ
جزا کا محل بھی نہین ہی فارغ ہو چکے تو اب فرماتے ہین کہ ہلاک کرنا ان تینون سرکشون کے
گروہون کا انکے مال اور ملک کی طمع کے واسطے نہ تھا جیسے کہ دُنیا کے بادشاہون کو اپنے
دشمنون کے مارنے مین منظور ہوتا ہی بلکہ انکی سرکشی اور ظلم دفع کرنے کے واسطے تھا اسواسطے
کہ انکا حال یہ تھا الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ جنھون نے سرکشی کی تھا یا تھا شہرون مین اور
تخصیص شہرون کی اسواسطے ہے کہ اکثر محل امن وامان کا اور بنی آدم کے ہر قسم کے فرقون کی
سکونت کا مقام شہر ہوتے ہین اور ہرچند کہ ملک کے مالک ظالم اور ستمگار ہوتے ہین لیکن اپنے
شہرون مین عدل اور انصاف کا طریقہ جاری رکھتے ہین اور اگر ظلم اور تعدی کرتے ہین تو جنگلون
پہاڑون لشکرون مین کہ خارج اپنے قلمرو سے ہوتے ہین اور یہ تینون فرقے بے باک اپنے لشکرون

مین ظلم وتعدی کرتے تھے فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ۵ پھر بہت کرتے تھے اُن شہرون مین
فساد اور بہت کرنا فساد کا یہ ہی کہ شہر والون کے عقیدے بھی فاسد کرتے تھے اور بُری
رسمین اور مار دھاڑ اور پرائے مال زور سے چھین لینا اور گالی گلوج کرنا جاری رکھتے تھے
پس دین بھی لوگون کا برباد جاتا تھا اور جان و مال عزت آبرو بھی بخلاف اور ظالمون کے کہ اکثر
اُنھون سے مال و جان ہی کو ضرر پہونچا تھا فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ پھر برسایا ان پر تیرے
رب نے کہ ربوبیت اسکی عام اور جامع ہی جیسا کہ مفسدون کا رب ہی ویسا ہی مظلومونکا بھی ہے
سو ربوبیت اُس ذات پاک کی یہی بات کو چاہتی ہی کہ مظلومون کا بدلہ ظالمون سے پورا پورا
لیا جاوے سَوْطَ عَذَابٍ ۵ ایک کوڑا عذاب کا اور کوڑے کے لفظ مین اشارہ اسی بات کا
ہی کہ یہ تمام سخت عذاب کہ مینھ کی طرح سے ان تینون گروہ پر برسا بہ نسبت اُن عذابون کے
آخرت مین اُن کے واسطے تیار ہی اور رشتہ اُسکے سزاوار مین حکم کوڑے کا رکھتا ہی بہ نسبت
شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب کے واسطے دو استعارے فرمائے
مین اول مینھ کہ صب کا لفظ اُسکی تشریح ہے دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اسکی تصریح ہے
اور ایک عبارت مین دو استعارے جمع فرمانا آئین کلام اللہ کا ہی بشر کے کلام مین پایا نہین
جاتا چنانچہ اس آیت مین بھی فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ مذکور ہی اور
بالتخصیص ان تینون قصون کے لانے مین نکتہ یہ ہی کہ لوگون کے ذہنون مین جو بدلہ لینا
جمع کثیر سے مشکل معلوم ہوتا ہی سو یا تو اس سبب سے ہوتا ہی کہ وہ جماعت کثیر بڑے زور اور قوی
ہیکل ہوتے ہین کہ کوئی انکے مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو اُسکے واسطے قصہ شداد اور
عاد کا بیان فرمایا اور یا اُنھی کوٹ کی مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی سو اس شبہے کے دفع کے
واسطے ثمود کا قصہ ارشاد ہوا یا فوج اور لشکر کے باعث سے ہوتا ہی سو اسکے لیے فرعون کا
احوال مذکور فرمایا ہی اب اُس مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمین اور تین قصے تمہید ہوئے
تھے ارشاد فرماتے مین اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۵ تحقیق ثابت ہوا کہ تیرا رب البتہ گھات
مین ہی جیسے کوئی شخص پوشیدہ سر راہ بیٹھا آنے جانے والون کا احوال دیکھتا ہی اور معلوم کرتا
ہی کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کر گیا اور فلانا گیا اور کیا لے گیا کہ ملاقات کے وقت اسکے موافق

عمل مین لاوے پس جناب باری کہ دنیا مین انتقام نہین لیتا محض بنی آدم کی بھلائی
برائی پوری ہوجانے کو کہ وہ بغیر فنا ہوجانے نوع انسانی کے ممکن نہین نہ کہ اُنکے بھلے
برے کامون سے غافل ہو یا بے پروائی کی راہ سے بدلہ لینا منظور نہین رکھتا پس یہ سب
اہمال ہی یعنی ڈھیل ایک مدت تک ہی اہمال نہین یعنی مہمل چھوڑ دینا نہین ہی اور راکئت یہ
کمین گاہ اور انتظار بندون کے حق مین مال اور جاہ اور عزت اور نعمت کے دینے اور نہ دینے
کے سبب سے ہوتا ہی تاکہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے شکر کرتا ہی اور اپنی حد کے
انداز سے قدم باہر نہین رکھتا ہی یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہی اور مال اور جاہ اور نعمت
نہ دینے کی حالت مین بھی دیکھتا ہی کہ کفران نعمت اور جزع اور فزع کرتا ہی یا صبر اختیار کرتا ہی اور
رضا بقضا پر یعنے اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہی لیکن اس گھات اور انتظار کو سوائے اللہ تعالیٰ
اور پیغمبرون اور صدیقون اور اولیاؤن اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم
غیب کے معاملے کی کیفیت سے غافل ہین ہرگز اس بھید کو نہین جانتے اور نہ ظاہر کی نعمت اور
مال پر فریفتہ ہوجاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور ناامید
ہوجاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین فَاَمَّا الْاِنْسَانُ پس آدمی اس چھپے معاملے سے غافل ہے
اور اُسکی غفلت کی دلیل یہ ہی اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ جب آزماتا ہی اُسکا پروردگار کہ گھات
مین ہی مال دیکر فَاَكْرَمَهٗ پس عزت دیتا ہی اُسکو بسبب اس مرتبے کے کہ مال دینے سے
اُسکو حاصل ہوا ہی وَنَعَّمَهٗ اور نعمت مین رکھتا ہی اسکو کیونکہ مال سے ساری نعمتین حاصل
ہوتی ہین فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ پھر کہتا ہی میرے رب نے مجھکو عزت دی بے سمجھے
بوجھے یہ نہین جانتا سب آزمائش ہی پکڑ الٰہی سے نڈر ہونا نہ چاہیے اور دھوکا نہ کھائے کہ
جو اول بار مین مال اور عزت دی ہی تو آخرت مین بھی اسی طرح سے کرین گے یہ بات ہرگز
نہین ہی بلکہ مقدمہ ہنوز پردے مین ہی دیکھیے کیا ہو وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ اور مگر آدمی
جب آزماتا ہی اُسکو پروردگار اسکا فقر و فاقہ سے فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ تو تنگ کرتا ہی اُسپر
رزق اُسکا اگرچہ حاجت ضروری کے موافق کہ زندگانی اسپر موقوف ہی میسر ہو فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ
پھر کہتا ہی میرے پروردگار نے مجھکو ذلیل کیا بے سمجھے بوجھے اس بات کے کہ یہ سب آزمائش ہی

میرے صبر کی اور عزت اور ذلت کا مقدمہ تو پوشیدہ ہی نہین معلوم کر کیا ہی کیونکہ بہت ہوتا ہی کہ نقر آخرت کی عزت کا سبب ہوجاتا ہی اور بہت ہوا ہی کہ مال اور دولت آخرت کی ذلت اور اہانت کا سبب ہوا سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور ہونا اور ان دونون صورتون مین یعنی نعمت اور بلا مین غیب کے معاملے کو کہ امتحان اور آزمائش ہی نہ سوچنا بڑی غفلت ہی اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے مضمون سے باقی رہے یہان پر چند سوال کہ جواب انکا بہت ضرور ہی اول یہ کہ لفظ فَ کا تفریع کے واسطے آیا ہی اور عرب کے لغت مین اما کلمہ مجمل کی تفصیل کے واسطے ہوتا ہی وہ مجمل جو سابق کے کلام مین گذرا ہو سو اس کلام مین وہ مجمل کہان ہے اور تفریع تفصیل کی کس چیز سے علاقہ رکھتی ہی جواب اُسکا یہ ہی کہ وہ مجمل کلام مضمون اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کا ہی اس واسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار عالم آزمایش اور امتحان کے درپے ہی اور بندون کے احوال سے غافل نہین اور یہ بات اُسکو چاہتی ہے کہ بندے بھی ڈرتے اور ہوشیار رہین غافل نہوجاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار رہے اور اُسکی غفلت کا بیان دونون صورت مین عزت ہو یا ذلت ہو یا فقر تفصیل اس مضمون کی ہوئی اور اُس تفصیل کو اس اجمال پر فَ کے لفظ سے تفریع فرمایا ہی دوسرے یہ کہ دولت کی آزمایش کی جاے پر فَاَكْرَمَهٗ ارشاد ہوا اور بندے کی زبانی بھی فَاَكْرَمَنِ نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش کی جاے پر فَاَهَانَهٗ نہ فرمایا اور بندے کی زبان سے فَاَهَانَنِ فرمایا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہی پس فقر کو اہانت کہنا غافل بندے کا کام ہی کچھ موافق واقع کے نہین ہی کیونکہ اکثر ہوتا ہی کہ فقر ظاہری دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہوجاتا ہی بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بھی ہوجاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء اللہ کے احوال سے ظاہر اور ہویدا ہی اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہی اکثر حالات مین گو کہ آخرت کی عزت کا سبب نہ ہو بہر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہی دُنیا اور آخرت کے خسران سے سُو اس نکتے کے واسطے فَاَكْرَمَ کے لفظ کو اس جاے پر بڑھایا تیسرے یہ کہ اصل کلام یون معلوم ہوتا ہی کہ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ اَكْرَمَنِ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَاَكْرَمَهٗ وَاَمَّا هُوَ فَيَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ

پس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہی دونون جاے پر واما اذا ما ابتلٰہ ظرف ہی یقول کا اور
کلام مجید مین اول اما کو انسان پر داخل کیا اور دوسرے اما اذا ما ابتلاہ پر کہ ظرف یقول کا ہی لائے
اس تعبیر مین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ حقیقت مین اما ظرف پر داخل ہی اسواسطے کہ اما کا لفظ
لانے سے انسان کی تفصیل منظور نہین ہی بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہی
اور پہلے قرینہ مین کہ انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہی ضمیرون کے مرجع کی تعیین کے
واسطے ہے جو کہ سابق مین مذکور نہین ہوئے سو باعتبار اصل معنے کے کلام کو یون سمجھنا چاہیے
کہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ و الانسان غافل عن ذلک فی کلتا الحالتین فاما اذا
ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ و نعمہ فیقول ربی اکرمن و اما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ
رزقہ فیقول ربی اہانن بلکہ اگر خوب غور کیجیے تو یہان دو تفصیلین منظور ہین اول
یہ کہ اما الانسان فھو غافل عن کون ربہ لبالمرصاد فی کلتا الحالتین اور دوسرے
یہ کہ اما فی حالۃ الابتلاء بالنعمۃ والمال فلا یتلقی النعمۃ بالشکر و اما فی حالۃ
الابتلاء بالفقر والضیق فلا یتلقیہ بالصبر و لا یدری ان ربہ مترقب لمجازاتہ
علی معاملتہ اور جو تفصیل اول کے مقصود بالذات نہ تھی تو انسان کے لفظ کو اس تفصیل
کے واسطے شروع مین اس تفصیل کے زیادہ کیا تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسرے تفصیل کو
اشباع کے طور پر لائے ہین اس واسطے کہ یہی تفصیل بالذات مقصود تھی واللہ اعلم سوال یہ ہے کہ انکار
اور مذمت انسان کی جو اکرمن اور اہانن کے لفظ سے سمجھی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ
ہے حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اس کے مطابق خود بھی ارشاد
فرمایا ہی پھر اگر بندے نے بھی اسکے موافق کہا تو کیا جاے انکار کی ہی اور اہانت کی جاے
پر ہر چند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہے کیونکہ فقر اور معاش کی تنگی اکثر اوقات مین
سبب ذلت اور حقارت کا ظاہر بینون کی نظرون مین معلوم ہوتی ہی چنانچہ کہا ہے عِزَّةُ الدُّنْيَا
بِالْمَالِ وَعِزَّةُ الْاٰخِرَةِ بِالْاَعْمَالِ جواب اسکا یہ ہی کہ انکار اور مذمت کہنے پر اکرمن اور
اہانن کے نہ اسواسطے ہی کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہی کہ بندہ اکرام اور اہانت
دنیوی مین گرفتار رہی اور اس آزمایش سے کہ پردے مین اکرام اور اہانت کے مخفی اور مستور رہی

غافل ہوجاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی کہ قیامت کے روز ظاہر ہوگی نہین جانتا اور سوا اکرام اور اہانت دنیوی کے کسی طرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا پس بندہ مانند بےعقل بچے کے ہے کہ زہر شکر آلود کو مانند شکر کے جانتا ہی اور بدمزہ دوا کو کہ سراسر اُس کے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہ انکار اور جھڑکیان اُسکی بیوقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چھوڑ کے ظاہر پر ریجھ رہا ہی پانچوین یہ بات ہی کہ ابتلا کے معنی عرف کے موافق فقر مین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنی ہون گے جواب اسکا یہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہین سو جیسے کہ فقر مین آزمائش منظور ہی یعنی صبر کریگا یا نہین اسی طرح دولت مین بھی وہی آزمائش منظور ہی کہ شکر کریگا یا نہین شعر بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل ست ¤ گر بدولت برسی مست نگردی مردی ¤ پس ابتلا سے اس جاے پر لغوی معنی مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے حال کی تفصیل بیان کرنے سے فقر ہو یا غنا فارغ ہو چکے تو اب اُسکو ادا نہ کرنے پر ان حقوق کے جو لوازمات غنا کے ہین اور ادا نہ کرنے پر اُسکے شکر کے زجر اور توبیخ فرماتے ہین کَلَّا بات یون نہین ہی کہ ملنے سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہوکر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالی کے نزدیک لازم جانو اور اسکی نعمتون کو اسکی مرضیات مین صرف نکرو جس طرح بیان بنی آدم کرتے ہین بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۙ بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ اللہ تعالی نے تمکو مرتبہ اور عزت اسواسطے دیا ہی کہ بے عزت لوگون کی عزت کرو خصوصاً یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اُس پر برستی ہی چنانچہ بہت سا مال اور دولت تم کو اسواسطے دیا گیا ہی کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور انکا پیٹ بھرو اور تم لوگ یہ کام نہین کرتے وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۙ اور ایک دوسرے کو تقید نہین کرتے ہو کھانا کھلانے پر مسکین کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوے سے دینا تو کیا ممکن ہی غیر کے مال سے بھی جو بے محنت اور بے مشقت تمکو ملتا ہی خرچ نہین کرتے ہو اور اُسکو بھی بیدھڑک چکھ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۙ اور کھاتے ہو میراث باپ دادون کی بے موقع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہی اور اپنے شریکون کے حق کے کہ حرام ہی پس تمھاری سمجھ بوجھ جانورون کی سمجھ بوجھ سے بھی کمتر ہے کہ اپنی گھاس کو اول سونگھ

لیتے ہین پھر اگر قابل کھانے کے ہوتی ہی تو کھاتے ہین نہین تو نہین اور اگر کوئی یہ کہے کہ
نہ تو میرے پاس مال ہی کہ یتیم اور مسکین کو ہمین سے دون اور نہ باپ دادے کی میراث ملی ہی
کہ ہمین سے شریکون کا حق کھالیا ہوگا اُس کے جواب مین فرماتے ہین وَ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ
حُبًّا جَمًّا ؕ اور دوستی رکھتے ہو تم مال سے جی بھر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمھارے دلمین
مال کی محبت بھری ہوئی ہی اگر تمھارے ہاتھ مین آوے تو تم بھی وہی کرو جو دوسرے کرتے
ہین اور یہان پر جمّاً کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی کہ فی الجملہ محبت مال کی اور تعلق دل کا اُس کے
طرف اگر موافق حاجت ضروری کے ہو تو معیوب نہین ہی کیونکہ عالم کے انتظام کی بقا اُسی پر موقوف ہی
اور وہ محبت جو بد ہی سو اسی قدر ہی کہ زیادہ حاجت سے ہو کَلَّا یون سمجھا چاہیے کہ حق تعالیٰ نیک اور
بد کامون سے بندون کے غافل ہی یا بدلہ دینا نیک اور بد کامون پر منظور نہین ہے
بلکہ اللہ تعالیٰ گھات مین ہی اور منتظر ہی ایک وقت کے آنے کا جو اُسکی حکمت نے اعمالون کی
جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہی اور بیان اُس وقت کا یہ ہی اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ
یعنی جب کوٹی جاویگی زمین جیسا کہ حق ہی کوٹنے کا یہانتک کہ ریزہ ریزہ ہو جاوے اور پہاڑ اور
اونچی نیچی زمین سب برابر ہو جاوے اور یہ حالت بھونچال کی شدت کے سبب سے ہوگی جو قیامت
کے دن آویگا اور اُسی زلزلے کے سبب سے مردے قبرون سے نکلین گے اور پھر نکلنے سے صور کے
روحین بدنون سے ملجاوینگی وَّ جَآءَ رَبُّكَ اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت
سے اور تجلی فرماویگا اور جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہوگا وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ اور
آوینگے فرشتے صفین کی صفین یعنے فرشتے ساتون آسمان کے سات صفین ہو جاوینگی اور
حاملان عرش کی ایک صف دوسری اور علیٰ ہذا القیاس وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ اور
لائی جاویگی اس روز دوزخ یعنے ظاہر کیجاوے گی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ؕ اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کو
اپنے مقام سے ستر ہزار باگون سے کھینچتے ہوئے بائین طرف کو عرش معلےٰ کے لاوینگے
اور جب دو سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہے گی تو چنگھاڑ مارن اور لپلین اُس کی
اُٹھینگی اور اُسکی جوش و خروش کی آواز اتنی دور سے سب اہل محشر سنین گے اُسوقت محشر کے

لوگون پر نہایت خوف غالب ہوگا اور پیغمبر منبرون اور کرسیون سے اُتر پڑینگے اور ساری
مخلوق گھٹنون کے بل بیٹھ جاویگی اور نفسی نفسی پکار اُٹھین گے یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ
اُس دن سوچ گا اور یاد کریگا آدمی کہ وہ جو پیغمبر اور نصیحت کرنے والے کہتے تھے کہ بدلہ نیک
اور بد کامون کا حق ہی قیامت آنیوالی ہی بیشک سچ تھا کیونکہ اسباب جزا اور سزا کے سب موجود
دیکھے گا قیدخانہ تو دوزخ سا اور فرشتے مارنے دھاڑنے والے پیادے اس کثرت کے ساتھ
حاضر اور حاکم حق تعالی ایسے قہر اور جلال کے ساتھ متجلی اور زمین کہ اجسام اور ارواح کے
رہنے سہنے کی جائے تھی سب ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئی نہ تو کوئی ٹھکانا بھاگنے کا اور نہ کوئی پہاڑ
قلعہ گڑھی کھوہ ہمین کہین نظر آتا ہی کہ وہان جا چھپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اسوقت کا کچھ فائدہ نہ کریگا
چنانچہ فرماتے ہین وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی ؕ اور کہان ملے اسکو سوچنا یعنے سوچنا اور یاد کرنا اسکو
کچھ مفید نہوگا کیونکہ وہ دن سوچنے اور یاد کرنیکا نہین ہی بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہی ہان آج
اگر سوچے تو اس روز کام آوے نہین تو سوائے حسرت اور افسوس کے کہ یہ بھی ایک بڑا عذاب
ہی کچھ ہاتھ مین نہ آویگا چنانچہ فرماتے ہین یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ۚ کہنے لگے گا آدمی افسوس
اگر مین نے کچھ بھی آگے سے بھیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک جیسے
ایمان اور طاعت اور یہ حسرت اسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ
عَذَابَهٗ اَحَدٌ ۙ پس اُس روز نہماریگا اُسکا سا مارنا کوئی نہ آگ دوزخ کے موکل نہ سانپ
نہ بچھو کہ اس آگ مین ہونگے کیونکہ مارنا اور دکھ دینا اُنکا عذاب جسمانی ہی اور حق تعالی کا عذاب
اس طور پر ہوگا کہ تقصیروار کی روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کر دیگا اور یہ عذاب روحانی
ہی پس عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت ہی وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ؕ اور
نہ باندھے گا اسکا سا باندھنا کوئی کیونکہ دوزخ کے پیادے ہرچند کہ دوزخیون کے گلے مین طوق
ڈالین گے اور زنجیرون سے جکڑین گے اور دوزخ کے دروازون کو بند کرکے اوپر سے
سرپوش بند کردین گے غرض طرح طرح کے عذاب کرینگے لیکن عقل اور خیال کو اُن سے
نہ بند کر سکین گے اور عقل اور خیال کی عادت ہی کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہی اور
بعضی باتین ان مین سے دوسری باتون کی حجاب ہوجاتی ہین یہی واسطے عین قید مین

انسان کو کمال وسعت عقلی و خیالی حاصل ہوتی ہی برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالی عقل و
خیال کو ادھر اُدھر کے جانے سے روک رکھے اور بالکل ذکر و دہی کے متوجہ رکھے
تو ایسی قید ہزارون درجے بدنی قید سے سخت ہی اسی واسطے سودائیون اور مجنونون کو
عین سیر میں باغون اور جنگلون کے خفگی اور گھبراہٹ وہم اور خیال کے سبب سے پیدا ہوتی
ہے کہ وہ باغ اور بڑے بڑے جنگل اُن کی نظر مین تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے معتبر
قاریون نے مجہول کے صیغے سے پڑھا ہی اور اس صورت مین معنے ظاہر ہین کہ نہ عذاب
کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی کیونکہ
دوسرے گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کئے تھے لیکن اس دن سے غافل نہ تھے کبھی اُس
دن کا خوف اُن کے خیال مین گذرا کرتا تھا جب اُس دن کو دیکھین گے تو اسقدر خائف اور
بیہوش نہو جاوینگے کیونکہ اول سے دہشت اُسکی رکھتے تھے سو واسطے اُن کے حق مین وہ روز
بلائے ناگہانی نہ ہوگا اور اُن کے عذاب اور قید مین منکرون کے عذاب اور قید سے تخفیف
ہوگی اور اس ہول و دہشت کے دن مین سب نیکون اور بدون کو اول مرتبے مین خوف اور
اضطراب غالب ہوجاویگا تو سوقت فرمانبردارون اور نیکون کو تسلی بخشین گے اور ایک
منادی ندا کریگا یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے جی چین پکڑے ہوئے ساتھ
حق کے کہ تو التفات سوائے حق کے کسی اور کیطرف نہ رکھتا تھا تجکو بس جانے سے زمین کے
اور فرشتون کی صفون کے دیکھنے سے اور پُرہول آواز سننے سے دوزخ کی کیا پرواہ ہی
ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ پھر اپنے پروردگار کی طرف کہ ہمیشہ تو سی کی حضور مین مستغرق
رہتا تھا اور اُسکے ماسوا کی طرف التفات نہ کرتا تھا رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ایسی
حالت مین کہ تو خوشوقت ہونے والا ہی تو دیکھنے تجلی سے جمال حق کے اور پسند کیا گیا ہی تو
ساتھ ظہور آثار جمال جمیل مطلق کے فَادْخُلِي فِي عِبَادِي پھر داخل ہو میرے مقرب
بندون کے گروہ مین کہ دیدار کے مقام مین رہیجہ رہے ہین اور یہ تیرا مرتبہ ہی سعادت روحانی
کا وَادْخُلِي جَنَّتِي اور داخل ہو میری جنت مین کہ وہ مقام ہے لذت جسمانی کے
مزہ اُٹھانے کا رَزَقَنَا اللهُ الْفَوْزَ بِالسَّعَادَتَيْنِ اس جگہ پر سمجھ لیا چاہیے کہ نفس انسانی کو

ع

قرآن مجید مین تین صفتون سے موصوف کیا ہی امّارہ اور لوّامہ اور مطمئنہ امّارہ کہ صفت ہی کافرون اور فاسقون کے نفس کی کہ کفر اور فسق سے منھ نہین پھیرتے اور اُنکا نفس اُن کو ہر وقت اُن ہی کامون کی طرف رغبت دلاتا ہی اور لوّامہ اُن گنھگارون کے نفس کی تعریف ہی کہ وہ اپنی بدی پر ندامت کھینچتے اور گناہ ہوجانے کے بعد اپنے کو آپ ملامت کرتے ہین کہ یہ کام مین نے کیون کیا اور بہت بُرا کیا اور مطمئنہ ہونا انبیا اور اولیا اور اصحاب کے نفسون کی صفت ہی کہ ایمان اور اطاعت اور ذکر اور فکر مین حق تعالیٰ کے ایمان رکھتے ہین اور کشمکش سے خواہشون کی اور خطرات سے گناہون کے اُن کے احوال پراگندہ اور اُنکے اوقات مکدّر نہین ہوسکتے اور بعضے کہتے ہین کہ امارگی ہر ہر نفس کی صفت ذاتی ہی کہ شہوت اور غضب کے وقت عقل اور شرع کے حکم پر ظہور کرتی ہی اور لوّامگی بھی ہر نفس کی صفت ہی مگر جسوقت کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر و شر کو پہچانے اور اطمینان بھی ہر نفس کی صفت ہی مگر جبکہ ذکر کا نور تمام بدن کے اجزا پر غالب ہوجاتا ہی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ سارے نفس قیامت کے دن لوّامہ ہون گے اور اپنے کو ملامت کرین گے کہ طاعت تو نے زیادہ کیون نہ کی اور گناہ کیون کیا اور بعضے کہ اصل اس ندا اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہی کہ قیامت کے روز ہوگا لیکن نمونہ اُسکا وقت مرنے ہر مومن کے ظاہر ہی چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا ہی کہ جب باایمان آدمی کو اجل آتی ہی تو سرہانے اُس کے فرشتے خوبصورت جنتی لباس معطر آتے ہین اور کہتے ہین کہ اے جان بحق آرمیدہ خوشی اور آسانی سے نکل آ کہ تیرا پروردگار تجھ سے خوش ہی یہ بات سُنکر مسلمان کی جان بکمال خوشی سے نکل آتی ہی اور ایک عالم اُسکی خوشبو سے معطر ہوجاتا ہی اور فرشتے اُس کو ریشمی معطر کپڑون مین لیجاتے ہین اور دروازے آسمان کے کھُل جاتے ہین اور وہان کے دربان مرحبا کہتے ہوے استقبال کرتے ہین اور اس کے واسطے بخشش طلب کرتے ہین اور اُس کو عرش معلے کے نیچے لیجاتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہی کہ اس جان کو مسلمان اور نیکوکارون کے ارواح کے مقام مین داخل کرو اور اسکی قبر کو فراخ کردو کہ آرام اور راحت اسکو پہونچتی رہے اور اُسکو کہدو کہ آرام سے سورہے نئی دُلھن کے مانند کہ اسکو کوئی بدخواب نہین کرتا اور کافرون کے ساتھ اُس کے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہے

سورة البلد

یہ سورۃ مکی ہی اس مین بائیس ۲۲ آیتین اور بیاسی کلمے اور تین سو اکتیس ۳۳۱ حرف ہین اور اس سورۃ کا سورۂ بلد اسواسطے نام رکھا ہی کہ اسکے شروع مین مکۂ معظمہ شہر کی قسم کھائی ہی اور بلد عرب کے لغت مین شہر کو کہتے ہین اور دیکھنا اس شہر کے حال کا اسوقت کہ قسم کھانے کا وقت تھا دلیل صریح ہی اس بات پر کہ آدمی کو دنیا اور آخرت مین اٹھانے سے مشقت اور رنج کے چارہ نہین ہی کیونکہ جب ایسا شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہووے تو دوسرے شہر تو بطریق اولی بڑے بڑے رنج اور مشقتون سے خالی نہونگے اور انسان جو مدنی الطبع ہی یعنے اسکی طبیعت مین شہر کی محبت بسی ہوئی ہی بغیر شہر کے رہ نہین سکتا اور کوئی شہر مقام راحت کا نہین مصرع ہیچ گنجے بے دد و بے دام نیست ✤ اور شہر مکے کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہی ان مین یہ ہی کہ حرم الٰہی کا مکان ہی اور مقام امن کا اور مرجع خلق کا کہ ہر سال مین ہزارہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا کرتے ہین اور وہ عمدہ نسک کی جاے ہی کہ حج اور عمرہ ہی اور اول ہی سب دنیا کی بناؤن سے اور قبلہ ہی عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بھی وہان ہی اور ان سب سے بڑھکے یہ بات ہی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تولد کی جاے ہی اور اس جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہونے کی جگہ ہی اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ والفجر سے یہ ہی کہ اس سورۃ مین تاکید عزت اور حرمت کرنے پر یتیم کے اور کھانا کھلانے پر مسکین کے اور بدمت مال کی محبت کی مذکور ہی اور اس سورۃ مین بھی یہی مضمون منظور ہین اور اس سورۃ مین ہلاک کرنا بڑے بڑے زبردست سرکشون کا گناہون کی شامت کے سبب سے مذکور ہی جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورۃ مین بھی ایسے کافر پر جھڑکی ہی کہ اپنی قوت پر اترا تا تھا اور کسی کو خیال مین نہ لاتا تھا اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونیکا یہ ہی کہ قریش مین ایک کافر کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زور آور تھا اور ابو الاسد اسکی کنیت مقرر کی تھی اور قوت اسکی اس مرتبہ کو تھی کہ چمڑا عکاظی گاے کا اپنے پانون سے دبا لیتا تھا اور لوگون سے کہتا تھا کہ اس چمڑے کو میرے پانون کے نیچے سے کھینچ لو تمام آدمی ملکر زور کرتے تھے یہانتک کہ وہ چمڑا پرزے پرزے ہوجاتا تھا لیکن اسکے پانون کے نیچے سے جنبش نہین کرتا تھا جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُسکو اسلام کی طرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور کلام سخت کیے کہ تو مجکو ایک قیدخانہ سے ڈراتا ہی جس کے کل انیس پیادے ہین انکو تو مین ایک بائین ہاتھ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہی کہ میرا سامنا کرے اور مجھ سے عہدہ برآ ہووے اور ایک باغ پر مجھکو پھُسلاتا ہی کہ مین نے شادیون مین اور خاطرداریون مین ڈھیرون مال خرچ کیے ہین اگر ان مالون کو گنیے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب اور درختون اور نہرون سمیت اُسکے روبرو بے حقیقت ہی پس اُسکی ان باتون کے جواب مین اللہ تعالی نے یہ سورۃ بھیجی اور مضمون اس سورۃ کا یہ ہی کہ آدمی کو اپنی قوت اور زور پر اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی مغرور ہونا نہ چاہیے اور ابتدا کو اپنی پیدایش کی اور موت کی نہایت تک نظر مین رکھنا چاہیے کہ کیا کیا سختیان درپیش ہین کہ طاقت اُن کے اُٹھانے کی بغیر اللہ تعالی کی مدد کے ممکن نہین ہی اور مال کو سوقت نعمت جاننا چاہیے کہ آخرت کی سختیون مین کام آوے نہین تو نام اور جاہ دنیا کا جیسے سراب کا پانی اور نقش برآب ہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ لا قسم کھاتا ہون مین اس شہر کی دراصل مین نفی کے معنون مین ہی اور یہان ہر قسم کی تاکید کے مقام پر اِس لفظ کو لاتے ہین اور وجہ تاکید کے سمجھانے کی اس لفظ سے یہ ہی کہ قسم اکثر اُس بات پر کھاتے ہین کہ اُس بات سے کوئی منکر ہو پس اول لا کے کلمے سے منکر کے انکار کو نفی کرتے ہین بعد اسکے اس قسم سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہین پس گویا مطلب دو طور سے ثابت ہوتا ہی باطل کرنے سے نقیض کے اور ثابت کرنے سے عین مدعا کے اور اگر فقط قسم ہی کو ذکر کرتے تو اثبات ایک ہی طور سے ثابت ہوتا اسواسطے نفی کے کلمے کو لائے تا کہ تاکید کی زیادتی ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ قسم کی نفی مراد ہی یعنی اس مطلب پر قسم کی حاجت نہین ہی کہ خود ظاہر ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلمہ مقسم بہ کی بزرگی پر دلالت کرتا ہی کہ اُس چیز کا رتبہ اس سے برتر ہی کہ ایسی چھوٹی سی بات پر اسکی قسم کھائی جاوے اور دونون صورتون مین اشارہ ہی ثابت ہونے پر مطلب کے دعوی کرنے سے اسکے ظہور کے پس اس راہ سے بھی تاکید ثابت ہوئی اور جو مطلب قسم کا یہ ہی کہ حقیقت مین آدمی ابتدا سے انتہا تک

مشقت اور رنج مین گرفتار ہی پس قسم اُس شہر کی کہ شہر مکہ ہی نہایت مناسب اس مطلب کے واقع
ہوئی کیونکہ شہر مکہ اصل تمام زمین کا ہی کہ اول پانی پر یہی نقطہ پیدا ہوا تھا بعد اُسکے اس نقطے سے
تمام زمین کو پھیلا کر بچھایا اور زمین انسان کے مادہ کی اصل ہی پس اصل الاصول اس کا جو محل مشقت
اور رنج کا ہووے تو اُسکو کہان سے توقع رکھنا چاہیئے کہ مشقت اور رنج سے خلاصی پاویگا
اب آئے ہم اس بات پر کہ یہ شہر کس جہت سے مقام مشقت اور رنج کا ہی سو اُسکا بیان یہ ہی
کہ اول تو یہ زمین سنگلاخ اور ریگستان واقع ہوئی ہی اصلاً قابل زراعت کے نہین اور پانی بھی
کھاری ہی اور زمین کے نیچے بہت دور ہی کہ بسبب سنگلاخی کے کنوان کھودنا اُسمین نہایت
دشوار ہی تو قحط دانے اور پانی کا سدا یہان کے رہنے والون کے واسطے موجود ہے اور
اس وضع سے واقع ہوا ہی کہ آفتاب گرمی کے موسم پر کہ دو مہینے جوزا اور سرطان کے ہین
متصل سمت الراس اُن کے ہوتا ہے یعنے اُن کے سر کے نزدیک دائین
بائین رہتا ہے اور سبب گرمی کی شدت کا ہوتا ہے اور آفتاب کی طپش کے
سبب سے رات کو بھی پہاڑون مین گرمی کی شدت ہوتی ہے اور سموم
یعنے گرم ہوا ہلاکت کی چلتی ہے ان سب بے برگی اور بینوائی کی جہتون سے
عیاشون اور خوش طبعون کے رہنے کے قابل نہین ہو سکتا اور اسی واسطے قدیم الایام سے
بڑے بڑے بادشاہون نے ارادہ اس ملک کا نہین کیا اور اپنے قلمرو سے خارج رکھا ہی اور
جو شخص کہ قصد اُس مکان کا کرتا ہی تو فقط زیارت کی نیت سے کرتا ہی کیونکہ عیش وخوش گزرانی
سے کوئی چیز یہان نہین ہی اور اس مقام معظم کی بھی زیارت کے سفر مین جو جو مشقتین اور رنج
کہ بحر و بر مین کھینچتے ہین ظاہر اور موجود ہین اور یہ سب چیزین جو مذکور ہوئین مشقت اور
رنج دنیاوی کے سبب سے اس مکان عالیشان مین قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی ذات مبارک کے موجود تھین اور جب وہ جناب پاک مبعوث ہوئے تو ایک اور گل
کھلا اور ایک دینی مشقت نہایت بری نمودار ہوئی کہ ایک گروہ اس شہر والون مین سے اس
جناب کے ساتھ گرویدہ ہوئے اور اپنے باپ دادون کے باطل مذہبون کو چھوڑ دیا اور عبادت
بتون کی بالکل دست بردار ہوئے تو ہر گھر مین مخالفت اور پھوٹ اور جھگڑا اور لڑائی پیدا

ہوئی اور کافرون نے قتل و ایذا پر اس جماعت کے اور آنحضرت صلعم کی دشمنی پر کمر باندھی اور اوقات اس شہر کے رہنے والون کے بسبب اس مہلک واقعہ کے نہایت رنج و مشقت سے گذرنے لگے اور رات دن دونون طرف والے مار دھاڑ لڑائی بکھیڑے مین مشغول ہوے تو اب اشارہ اس نئے رنج و مشقت کی طرف اس عبارت مین فرماتے ہین وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ اور قسم کھاتا ہون میر اس شہر کی اسوقت ہی کہ تو اس شہر مین آیا ہی یعنے وجود مین آیا کیونکہ تیری روح نازل ہونے کے سبب اس شہر کی بھی شرف و بزرگی زیادہ ہوئی کہ شرف المکان بالمکین اور اسباب بھی دینی رنج و مشقت کے بڑھ گئے اور اس شہر کے لوگ اکثر کبائر مین یعنے بڑے گناہ مین کہ قتل و ایذا ہے تین خلق اللہ کی تھی گرفتار ہوے اور حرمت کو حرم کی اور اسکے ملاحظے کیواسطے موذی جانورون کو نہ مارتے تھے اور کٹیلے درختون کو نہ کاٹتے تھے یکقلم صاف جواب دیکر مخالف اس عقیدت کے ہوگئے اُسوقت جو جو ظلم کہ یہان کے رہنے والون سے واقع ہوتے تھے آدم کے وقت سے اسدم تک کسی سے نہ ہوے ہونگے پس زیادہ کرنے سے اس قید کے یعنے وانت حل بھذا البلد اس قسم کو بستگی مطلب کے ساتھ ہوگئی اور جو اس قسم مین اور مناسبت مین اُسکے ساتھ مطلب کے ایک طرح کی پوشیدگی تھی کہ سواے اوکیا کے اسکو کوئی دریافت نہین کرسکتا تھا تو ایک دوسری قسم جو عام فہم ہی مذکور فرمائی وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ اور قسم ہے جننے والی کی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال مشقت اور رنج مین گرفتار ہین کیونکہ جننے والی کو اول تو بوجھ اُٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جننے کا درد اٹھانا چاہیے اور بعد اس کے بیچے کے پالنے مین سختیان اور رنج کھینچنا چاہیے اور جس کو جنتی ہی اسکو یہ مصیبتین ہین کہ اول اسکو اندھیرے مین بچہ دان کی کمال عجز و ناتوانی سے گذران کرنا چاہیے اور بعد اس کے اس محنت سراے فانی مین یعنے دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور روحانی مین مبتلا ہونا چاہیے سو واسطے کہا ہی کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونے کے ساتھ اشارہ اسی بات کی طرف ہی کہ اس جہان مین زندگانی رو دھو کے کاٹیگا اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے قطعہ

لما تؤذن الدنیا من صروفها + یکون بکاء الطفل ساعة یولد + والا فما یبکیه منها وانما + لاوسع فیما کان فیه وارغد یعنے اس سبب سے کہ خبر دیتی ہی دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہی رونا لڑکے کا وقت پیدا ہونے کے اور اگر ایسا نہو تا تو نہ روتا لڑکا جننے کے وقت اور البتہ

وہ فراغت مین آتا ہی اُس چیز سے کہ تھا اسمین اور کشادگی مین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی
کہ مراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام ہین کہ کس لیے بہشت سے نکالے گئے اور دیکھی بھالی
کھائی پی نعمتون کو اُن سے چھین لیا اور مراد ماولد سے اُنکی ذریات یعنی اولاد ہین کہ تمام عمر
مین اپنے سوا اس دار المحنت کے کچھ نہین دیکھا اور وصف اپنے وطن اصلی کے کمال حسرت و
افسوس سے سُنے اور ان دونون جنس سے قسم ثابت ہوئی کہ آدمی کی اصل ترابی بھی مشقت اور
رنج ہی اور اصل آبی بھی مورد مشقت اور رنج کی ہی اس دلیل پر مدلول کو متفرع کرکے فرماتے
ہین لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ مقرر پیدا کیا ہمنے انسان کو مشقت اور رنج مین
کیونکہ اصل آدمی کی عالم خاک مین مکہ کی زمین ہی اور اصل اسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام
کا ہی اور دونون مشقت اور رنج مین گرفتار ہین اور کبد کو یہان پر بے کے زبر سے پڑھنا
چاہیے کہ مشقت کے معنون مین ہی اور کبد بے کے زیر سے کہ جگر کے معنون مین ہی وہ بھی اسی سے
مشتق ہی کیونکہ آدمی کے بدن مین باورچی گری اُسی کا ذمہ ہی غذا کو اپنے اندر لانے مین اور
اسکے پکانے مین اور اسکے تقسیم کرنے مین بڑی بڑی مشقتین اُٹھاتا ہی اور دوسرے اعضا
لقمہ بے دود ھ پر قابض و متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت و رنج آدمی کے تفصیل کے ساتھ
بیان کیے جاوین تو ایک بڑا دفتر چاہیے لیکن مجمل اسقدر سمجھنا چاہیے کہ آدمی کی خلقت چار ضدون
سے ہے حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور یہ چارون اسکے مزاج مین اپنا
اپنا غلبہ چاہتی ہین اور اُسکے اعتدال خراب کرنے کے پیچھے پڑی ہین مصرع پیوستہ در کشاکش
این چار اژدہاست ؎ پھر کتنے دنون قید خانے مین بچہ دان کے قید رہتا ہی پھر کتنے دنون
کمال عجز و ناتوانی سے جھولے مین مردے کی طرح پڑا رہتا ہی نہ تو زبان ہی کہ اپنے دل کا حال بیان
کرے اور نہ ہاتھ پانون ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اُس سے پورا کرے پھر دانت نکلنے کے
درد مین اور دودھ چھڑانے کی ایذا مین مبتلا ہوتا ہی پھر مکتب مین اُستاد کی مار دھاڑ کا رنج اُٹھاتا
اور جب عقل کے شکنجے مین گرفتار ہوا اور کشاکش مین کن مکن کی پڑا تو طرح طرح کے رنج و
ملال مین گھر گیا طبیعت اُسکو کبھی قوت شہوانی کے زور سے چارپایہ کے مانند ذلیل بنا دیتی ہی
اور گرفتار حرص کا کر دیتی ہی اور دو پیسے کے واسطے اُس کے سر پر بھاری بوجھ دھراتی ہی اور

تمام دن اُسکو ایک ذلیل مزدوری کے واسطے آگ اور دھوئین مین مقید رکھتی ہی اور چند پیسون
کی محبت کے واسطے دُکان کا قیدی رکھتی ہی اور آرزو مین مٹھی بھر دانون کے اُسکو بیل کے پیچھے
دوڑاتی ہی اور کبھی اُس کو قوت غضبیہ کے غلبے سے درندے چارپایون مین ملادیتی ہی اور بدگوئی
خلق کی اور پھٹکار عالم کی اس کے نصیب ہوتی ہی اور مانند بھیڑیے اور چیتے کے پنجہ کھولتا ہی
اور مخلوق کو ایذا دیتا ہی اور ان سب سے طرفہ ایک اور دشواری ہی کہ مفید طبیعت کا بھی ہی اور مامور
شرع کا بھی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہی اور طبع موافقت نفس کی کرتی ہی اور عبادت سے
روکتی ہی اور یہ عبادت کا مامور ہی بے عبادت کیے اُسکی نجات نہین ہی اور باوجود گناہ کے
اسباب موجود ہونے کے گناہ سے بچو رہے کوئی رنج عالم مین زیادہ تر جمع ہونے سے ضدون
کے اور راضی کرنے سے مخالفون ہمزادکے نہین ہی اور یہ تمام مشقتین اور رنج ہر شخص کی
ذات سے تعلق رکھتے ہین لیکن جو مشقتین کہ غیر کے حق سے تعلق رکھتی ہین پس ان سب سے
زیادہ تر سخت ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین بادشاہ کی گرفتار ہی اور بادشاہ رعایت
کرنے مین عدل و احسان کے رعیت پر ناچار اور اولاد رنج مین مان باپ کی خدمت کے اور
مان باپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسی طرح سے خاوند کا حال ہی جورو سے اور جورو کا
حال ہی خاوند سے اور میان کا غلام سے اور غلام کا میان سے اور پڑوسی کا پڑوسی سے پس
کوئی شخص اس طرح کی مشقت سے بھی خالی نہین اور ان سب دنیا کی مشقتون کے سوا جانکنی
کی مشقت اور مال کی مفارقت کا اور اولاد کے فوت ہونے کا رنج اور قبر کی تنگی کا اور لحد کے
اندھیرے کا اور اُس مقام مین تنہا پڑے رہنے کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور ہول قیامت
کا اور اُٹھنے کے دن کا اور ہیبت صور پھونکنے کی اور اولین و آخرین کے سامنے فضیحت ہونیکا
خوف اور شرمندہ ہونیکا حساب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کا اور کھڑا ہونا روبرو حضرت
رب العزت کے اور اگر معاذ اللہ ساتھ ان مشقتون کے دوزخ کی مصیبت نصیب ہوئی تو ذلت اور
ہمیشہ کا ٹوٹا اُسکے نصیب ہوا اور مشقت اور رنج اُسکا حد سے گذر گیا اور جو کوئی ابتدا سے عمر
انتہا تک اس قسم کی مشقتون اور تکلیفون مین گرفتار ہوا اُسکو فخر کرنا اپنے زور بازو پر اور بہت مال
خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نا زیبا ہی چنانچہ فرماتے ہین أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ

کیا گمان کرتا ہی آدمی ساتھ اُن مشقتون اور رنجون کے کہ قدرت نہ پاویگا اُس پر کوئی تاکہ
جزا اُسکی دے اور بھلے بُرے کامون سے پوچھے حالانکہ دم بدم مقہور قہر الٰہی کا اور فرمانبردار
اُسکی قدرت نامتناہی کا ہی بلکہ اُسکی ضعیف سے ضعیف مخلوق سے جوکھی اور مچھر ہی عہدہ برآ نہین
ہوسکتا اور جو اکثر فخر اسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تھا اور اس دعوی مین کہ مجھ پر کوئی قدرت نہ پاسکیگا
اکثر اعتماد اسکا اپنی عزت اور جاہ پر تھا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس عزت وجاہ کو حاصل کیا
تھا کیونکہ جو شخص کہ بہت مال خرچ کرتا ہی سب کے دلون مین عزیز اور سب کی نظرون مین بڑا
مرتبے مین معلوم ہوتا ہی اور کوئی شخص اُسکی خفگی اور بُرا بھلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کی جہت سے
کہ اُس سے رکھتا ہی اُسکا سامنا کرنے پر پیشقدمی نہین کرتا ہی سو اب دفع کرنے مین اُس کے
اُس غرور کے فرماتے ہین یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ یعنی فخر کے مقام مین اور ثابت کرنے مین
اس بات کے کہ مجھ پر کوئی قدرت نہ پاوے گا کہتا ہی کہ کھپا دیا مین نے ڈھیرون مال اور اکثر
بڑے بڑے عمدہ کامون مین بہت سا مال خرچ کیا ہی اس سبب سے بڑائی اور عزت میری لوگون
کے دلون مین قائم ہوگئی ہی کوئی شخص پیشقدمی میرے مقابلے پر نہین کرسکتا اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ
یَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ کیا گمان کرتا ہی کہ نہین دیکھا ہی اُسکو کسی نے اسوقت کہ ان کے پیٹ سے ننگا
بھوکا پیدا ہوا تھا اور کچھ اپنے پاس نہ رکھتا تھا پھر جو مال کمانا شروع کیا تو کس وجہ سے حلال سے
یا حرام سے پھر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف مین جا یا بیجا اور کس نیت سے خدا کے واسطے یا
فخر وریا کے واسطے پس اُسکو خرچ کرنے پر اُس مال کے کہ اُسکے ہاتھ مین عاریت محض ہی اور
اکثر حرام کی وجہ سے حاصل کیا ہی اور حرام جگہ پر صرف ہوا ہی بری نیت سے پس ایسی چیز پر فخر
اور بڑائی سزاوار نہ تھی اور اگر یہ فخر اور بڑائی اُس شخص کے روبرو کرتا کہ ابتدا سے اُسکے حکم سے اور
اُسکی کمائی سے اور اسکی نیت باطنی سے آگاہ نہوتا تو گنجائیش تھی یہ تو اسکی کمال بےحیائی
ہے کہ مقابلے مین رب الارباب کے اور عالم السر والخفیات کے جو جاننے والا احوال و استقبال کا ہی
زبان ساتھ فخر کے کھولی ہی اور اگر وہ کفر اور جہل کے راہ سے انکار حق تعالی کے دیکھنے کا کرتا
ہے تو حق تعالی اُسکے جواب مین یون فرماتا ہی اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۙ کیا نہین بنا دین ہم نے
اُسکو دو آنکھین تا کہ چیزون کو دیکھے اور جو کہ غیرون کو بینائی بخشتا ہی اور اسباب بینائی کے

درست کر دیتا ہی تو آپ کس طرح سے بینائی مین قصور رکھتا ہوگا اور اگر اللہ تعالی کے دیکھنے
کو مسلم رکھتا ہی اور کہتا ہی کہ وہ جو میرے دل مین نیتین ہین اُنکو تو کوئی نہین جان سکیگا سو
اسکے جواب مین فرماتے ہین وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ کیا نہین بنا دیے ہمنے اُسکے واسطے
ایک زبان اور دو ہونٹھ اور جسنے کہ قدرت دل کے بھید ظاہر کرنے کی دوسرون کو بخشی ہے
وہ کیونکر دوسرے کے دل کے بھیدون پر مطلع نہوگا اور فائدہ زبان کا آدمی کے اندر
ظاہر ہی کہ سبب ہی بات کرنیکا اور دل کی چھپی باتین ظاہر کرنیکا بھی وہی سبب ہی اور دونون
ہونٹون کے فائدے مین کئی چیزین ہین اول تو چوسنا دودھ کا اور اسی طرح میوون کا چوسنا
جیسے انبہ وغیرہ دوسرے چھپانا منھ کا کہ خاک دھول مکھی مچھر بھنگا اُسمین نہ جائے تیسرے دانتو
چھپانا کہ کھلا رہنا دانتون کا نہایت بدزیب معلوم ہوتا ہی چوتھے مددگاری کرنا بات مین کیونکہ شفتی
حروف جیسے بے اور واو کہ بغیر ہونٹھون کے نہین نکلتے اور دوسرے حرفون مین بھی انکی مدد
ضرور ہی پانچوین یہ کہ کھانا کھانے مین اور پانی پینے مین اور چابنے مین اور حلق سے اُتارنے
مین اور گٹھلی چھلکے پھینکنے مین منھ سے مدد انکی ضرور ہی چھٹا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے
پھونکنے کی چیزون مین منفعت اُنکی ظاہر ہی اور دقیقہ شناس عالمون نے کہا ہی کہ حق تعالی نے
آدمی کو دو آنکھین اور ایک زبان دی ہی تا اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ بولنا اُسکا دیکھنے
سے کم چاہیے کیونکہ دیکھنا اُسکا شامل ہی خیر و شر کو اور بولنا سوا بھلائی کے اچھا نہین
اسی واسطے ایک زبان پر دو نگہبان مقرر فرمائے ہین کہ دونون ہونٹھ ہین تا کہ معلوم کرے
کہ زبان کو اپنی لگام رکھنا چاہیے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ
رَقِيبٌ عَتِيدٌ نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر یہ کہ اُسکے نزدیک مقرر ہین نگہبان تیار ہی
کام کے واسطے اور حدیث صحیح مین ہی کہ جو شخص خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے
پس چاہیے کہ نیک چیز کہے یا خاموشی اختیار کرے اور ترمذی مین عقبہ بن عامر سے روایت
کی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز مین ہی فرمایا کہ اپنی زبان کو
بند کر اور گھر مین بیٹھ رہ اور اپنے گناہون پر رو اور سلف کے قول کہہ گئے ہین کہ آدمی کی زبان
ایک مہلک اژدہا ہی کہ سوراخ اُسکا دہن ہی اور کیا خوب کہا ہی اِحْفَظْ لِسَانَكَ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ

وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ یعنی نگاہ رکھ زبان کو اپنی اے آدمی نہ کاٹ کھائے تجکو
وہ کہ وہ ایک اژدہا ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہو کہ جب آدمی چاہے کہ بات
کرے تو اول چاہیئے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورت لے پھر اگر جانے کہ میری بات کرنے
مین سراسر مصلحت ہی اور اُسمین کسی طرح دین و دنیا کی مضرت نہین تو البتہ بات کرے اور اگر
مضرت کا بھی شک ہو تو ہرگز سکوبات کرنا روا نہین ہو پھر اس بات کا کہان ٹھکانا جسمین مصلحت
نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہ بھی حدیث شریف مین ہو کہ جب آدمی صبح کو اُٹھتا ہو تو تمام
اعضا اور جوارح اسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے ظالم
انصاف کر کہ ہم سب تیری اچھائی اور بُرائی کے ساتھ متعلق ہین اگر تو سیدھی راہ پر رہیگی
تو ہم بھی نجات پائینگے اور نہین تو تیرے کیے پر ہم بھی گرفتار ہونگے اور اس آیت مین
تخصیص ان تینون نعمتون کی بیان کی گئی آنکھ اور زبان اور ہونٹھ ہین ایک وجہ دوسری بھی ہی
وہ یہ ہو کہ جب آدمی اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہی تو بھوکا ہوتا ہی اور پہلی چیز کہ اپنی قوت
کے واسطے دنیا سے حاصل کرتا ہو وہ دودھ ہی کہ پستان سے پیتا ہی اور دودھ پینے مین یہ
تینون عضو ضرور ہین تاکہ دودھ پلانے دائی کو دیکھے اور پستان کو ہونٹھون سے چوسے اور
دودھ کو زبان کی مدد سے مزہ چکھکے حلق سے اُتارے پس جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنے
قادر نہو کہ بقا اُسکی زندگی کی اُسپر موقوف ہی تو دوسرے مکسوبات پر اپنی خودی سے کس قسم سے اُسکو
اترانا روا ہوگا اور اگر مقابلے مین وہی کافر کہے کہ ہرچند خدا تعالی اسب چیزون کو ظاہر و باطن سے
دیکھتا ہی اور جانتا ہی لیکن مین نے جس جائے پر کہ مال خرچ کیا ہی اور جس نیت سے کیا ہی
معذور تھا کیونکہ مجکو وہی محل اور وہی نیت بہتر و خوب معلوم ہوئی تھی دوسرے محل اور دوسری نیت
کو مین جانتا ہی نہ تھا کہ اُس محل اور اُس نیت سے مال خرچ کرون اسکے جواب مین فرماتے ہین
وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اور بتادین اور دکھادین اُسکو ہم نے دونون راہین خیر اور
شر کی پس دعوی مین بے علمی اے رب مجھے نہ جانتا ہی کیونکہ اول اُسکو ہم نے عقل دی پھر انبیا
اور عالمون اور واعظون کے واسطے سے اُسکے کان مین عذاب مین نیک راہ کی اور بد راہ کی
پہونچادین اور دونون راہون کو جدا جدا اُسکی نظرون مین دکھادیا اُسنے بُری راہ کو اختیار کیا

اور سیدھے راستے کو چھوڑ دیا اور ہرگز اپنے مال کو نیک جگہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہین فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ پس اُس کا ذرے نہوسکا کہ ہکتا سخت گھاٹی پر اور سختی اور دشواری بھی ایک عمدہ علامتون سے ہی نیک راہ کی کیونکہ بری راہ نفس کی موافقت اور اسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سبک معلوم ہوتی ہی اور خرچ کرنا مال کا خواہشون مین اور لذتون مین آسان ہوجاتا ہی مال خرچ کرنا تو وہان مشکل ہوتا ہی کہ کچھ لذت اور توقع منفعت کی اسمین نہو اور محض ابتغاء مرضاۃ اللہ واقع ہو یعنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے ہین وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَۃُ اور کیا بوجھا تو اے آدمی کہ کیا ہی وہ سخت گھاٹی کہ خرچ کرنا مال کا اسمین طبیعت اور نفس پر شاق اور بھاری معلوم ہوتا ہی فَكُّ رَقَبَۃٍ وہ گھاٹی سخت اور دشوار خلاص کرنا گردن کا ہی اور یہ کئی قسم سے ہوتا ہی اول آزاد کرنا غلام یا لونڈی کا اپنے مالک کی قید سے دوسری قسم خلاص کرنا جان کا ہی قصاص اور خون سے کہ اسکے عوض مین خون بہا دیکر اسکی جان بخشی کرے۔ تیسری قرضدار کا چھڑا دینا کہ اسکو اُس کے قرضخواہون نے اپنے قرض کے بابت پکڑ کر قید کیا ہو اُسکا قرض ادا کرکے قرضخواہون سے چھڑا دے چوتھی قیدی کا خلاص کرنا ہی کہ کوئی کافر یا ظالم اُسکو زور سے پکڑ لے گیا ہو اور بغیر مال دینے کے نہین چھوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجکو ایک کام بتاؤ کہ اسکے سبب سے بہشت مین داخل ہون فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ دونون ایک چیز نہین ہین فرمایا نہین آزاد کرنا بردے کا یہ ہی کہ فقط اُسکو قید سے اپنی غلامی کے آزاد کردے اور خلاص کرنا گردن کا یہ ہی کہ مدد کرے تو اُسکے تاوان سے چھڑانے مین یا خون سے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فَكُّ رَقَبَۃٍ کے اِطْعَامُ مِسْكِيْنٍ پر کہ اس آیت مین واقع ہوا ہی استدلال کیا ہی اس بات پر کہ یہ خرچ صدقے سے بہتر ہی اور دوسرے علما اُس کے برعکس پر قائل ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جان کا بچانا ہی ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہے اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہے اور قید اسقدر موذی نہین ہی کہ اس سے خوف ہلاک ہونیکا ہو اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَۃٍ یا کھانا کھلانا ہی بھوک اور احتیاج کے دن مین جیسے قحط کہ اسمین کھانا کھلانا بہرے موتیون سے

عزیز ہوجاتا ہی یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ٥ یتیم ناتے والے کو جیسے بھتیجا یا چچا کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا اور سوا اسکے اور یہ قید اسواسطے لائے ہین کہ کھانا کھلانا ہر وقت مین عبادت ہی کیونکہ کھانے والا بغیر بھوک کے کھا نہین سکتا پس ہر شخص کیا غنی اور کیا فقیر کھانے کے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہی اور کھانا کھانے سے اُسکی روح تازہ ہوجاتی ہی اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کونسا ہی فرمایا کھانا کھلانا اور جو ملے اُن سے سلام علیک کرنا اور نماز پڑھنا رات کو جب لوگ سوتے ہون اور جو کھانا کھلانا قحط اور غلّے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اُسکا اجر کتنے درجے بڑھ جاتا ہی کیونکہ دوسرے وقتون مین اگر کوئی شخص ابتداے بھوک مین اذیت اٹھاویگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سر جا لگیگا اور خوف جان جانیکا نہوگا بخلاف قحط اور غلّے کی نایابی کے دلون مین کہ خوف ہلاکت کا ہی اور ان وقتون مین بھی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر ہین یا والی وارث رکھتے ہین انکو ایک دو روز کے بعد کھانے کو مل رہتا ہی اور ذمہ دار اُنکی معاش کے تھوڑی بہت اُنکی خبر گیری کرتے رہتے ہین اور یتیم کو ان علاقون مین سے ایک بھی نہین رکھتا ہی اور خوف اسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو پہونچتی ہی علی ہذا القیاس ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بھی اُس سے رکھتا ہو بہ اُسکے کھلانے مین صدقہ بھی ہی اور صلہ رحم بھی کہ یہ جدی ایک عبادت ہی اور یہ بھی ہی کہ کھلانے مین یتیم کے علی الخصوص کہ ناتے والا بھی ہو کوئی نفع حال یا آیندہ کا متوقع نہین ہی سواے آخرت کے ثواب کے کیونکہ بسبب بچہ پن کے کوئی کام اُسکے ہاتھ سے نہین ہوسکتا اور تعریف اور برائی کا اُسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اسکے کھانا کھلانے کے وقت کوئی دیکھے بھی تو دل مین یہی سمجھے کہ رشتہ داری کی سبب سے اسکو کھلاتا ہی پس دروازہ ریا اور برائی کا بالکل بند ہوجاویگا اور خلوص نیت کا کماحقہ ثابت ہوگا اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ٥ یا کھانا کھلانا اس مسکین کا جو خاک مین رلا ملا ہی اور یہ قید اسواسطے بڑھائی ہی کہ مسکین کبھی اُس محتاج کو بھی کہتے ہین کہ خرچ اسکا اسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورۂ کہف مین واقع ہے وَاَمَّا السَّفِيْنَۃُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ لیکن وہ مسکین خاکساری اور اُفتادگی کے مرتبے کو نہین پہونچا کہ اُسکی جان جانیکا خوف دمبدم لگا ہو اور جب نوبت فقر کی اس مرتبے کو پہونچتی ہی تو اُسوقت مین وہ بھی

محل کسیطرح کی نفع کے توقع کا حال اور استقبال مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالے کی رضامندی کیواسطے ثابت ہوتا ہی اور خرچ کرنا مال کا ان تینون وجہون مین کہ مذکور ہوئی ہین کبھی کبھی کافرون اور بداعتقادون کے ہاتھ سے بھی جنسیت کے اور رحم کے حیلے کے سبب سے واقع ہوتا ہی اور آخرت کے حساب مین رائیگان اور برباد ہی تو ناچار احتراز کیواسطے اس قسم کے مال خرچ کرنے پر تھوڑا سا اور بھی بڑھا کر فرماتے ہین ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پھر ان باتون کے ساتھ ان لوگون کے گروہ مین سے ہو کہ ایمان لائے ہین اور تصدیق دین اور شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی کی ہی تاکہ یہ عمل خیر اُس شخص کا آخرت مین شامت سے کفر کی اور تکذیب سے پیغمبر کی بیفائدہ اور برباد نہ جاوے اور ثم کا لفظ ہر چند کہ ان اعمالون سے تراخی اور تاخیر پر ایمان کی دلالت کرتا ہے حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتون کے قبول ہونے کی شرط مقدم ہی مشروط پر لیکن مراد تاخیر اور تراخی بیان مین ہی نہ واقع ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز سُو وقت مین مقبول ہوتی ہی کہ ابتدا ے تکبیر سے سلام تک اسکے ارکان ترتیب سے ادا کرے پھر وضو بھی کیا ہو حالانکہ وضو نماز کی شرط ہی پہلے نماز سے کیا چاہیئے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچھے ہے مشروط کے مرتبے سے سُو اس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثم کے لفظ کو استعمال فرمایا ہی اور اگر اول سے ایمان کو مذکور فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان بھی عقبہ بالی کے ارکان مین داخل ہی اور واقع مین سطور سے نہین ہی اور بعضے علما نے کہا ہی کہ تاخیر وقوع مین مراد ہی کیونکہ کافرون کے عمل توقف مین رہتے ہین اگر آخر عمر مین ایمان لائے تو وہ سب اگلے اعمال برکت سے ایمان لاحق کے مقبول ہو جاتے ہین اور اُنپر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہی حکیم بن حزام نے جو بھتیجا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کیئے ہین فرمایا کہ تیرے اسلام نے اُن سب کامون کو نیک کر دیا اور مقبول ہو گئے پس معنے اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرچ وجوہ مذکورہ مین کیا اور بعد اس کے توفیق ایمان کی بھی پائی تو سخت اور کٹھن گھاٹی سے گذر گیا اور عربیت کے علما کو ترکیب مین اس آیت کی ایک اشکال مشہور ہے اسکا حاصل یہ ہی کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ نہین آتی ہی مگر دعا مین چنانچہ لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ بَخِيْلٍ یا تکرار کے ساتھ چنانچہ

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ٥ مین ہی اور اس آیت مین یعنی فَلَا اقْتَحَمَ مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ ہے دونون نوع سے خارج ہی جواب اسکا یہ ہی کہ جو عقبہ کئی چیزون کے ساتھ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی مکرر پیدا ہوگیا اور کلام مین زیادہ اعتبار معنے کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اس کے ساتھ بھی قرآن خود حجت کافی ہی گواہ لانے کی حاجت نہین ہی اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہونچے تو مرتبہ کمال کا خرچ کرنے مین مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اس باب مین ارشاد ہوتا ہی کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور آپس مین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہی اور کتاب اللہ مین تین اور کئی آیتون مین اسپر تاکید واقع ہی اور حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھی اسکا حکم فرمایا ہے کہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ اور اسی جاے سے صبر کی بزرگی کو سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مین اسکا ذکر نماز پر بھی مقدم رکھا ہی جس جاے پر کہ فرمایا ہی يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اور اپنی رفاقت کو بھی صبر والون کے ساتھ مخصوص کیا ہی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ اور کسی جاے پر اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُصَلِّيْنَ اور مَعَ الصَّائِمِيْنَ اور مَعَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ نہین فرمایا ہی اور یہ بھی ہی کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہی اور صبر کیواسطے بیحساب اجر کا وعدہ دیا ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکھا ہی وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت سے عزت دین اور دنیا کی بخشی کہ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا فرمایا اب حقیقت کو صبر کی سمجھ لینا چاہیے تاکہ معلوم ہوجاوے کہ صبر کی وصیت کرنا گویا سب وصیت کمالون کی وصیت کرنا ہی اور حقیقت صبر کی یہ ہی کہ آدمی اپنے دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کے وقت ثابت رہے اور بے پروائی کرے اور یہ استقبال اور اثبات کبھی تو جسم سے ہوتا ہی اور وہ دو قسم ہے ایک تو عبادات شاقہ سے تکاسل اور سستی نکرنا اور دل نہ چرانا اور تکلیف اور ایذا کے آجانے سے ہراسان نہ ہونا اور وضع دینی کو اپنے نہ چھوڑنا اور کبھی ساتھ نفس کے ہوتا ہی پس اگر دونون شہوتو سے کہ شہوت بطن کی اور شہوت فرج کی ہی نفس اسکا نہ جھکا اور خلاف دین کے کوئی حرکت اور خواہش اس سے سرزد نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل اسکے مجاہدت[۱] اور عجز ہی اور اگر پرہیز کرنے مین

له مجاہدت [illegible] ۱۲

مکروہات سے اور طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو اسکو صبر مطلق
کہتے ہین اور ضد اسکی اضطرار اور بیتابی ہے اور اگر مالداری اور دولتمندی کی حالت مین اپنے
نفس کو حکم شرع کی ضبط مین رکھے اور تکبر اور خودپسندی کو دخل نہ دے اور اترائی اور فخر نہ کرے تو
اسکو حوصلے کی وسعت کہتے ہین اور اسکی ضد تنگی حوصلہ کی ہی اور اگر لڑائی مین بھاگنے سے اور سستی
کرنے سے اپنے کو بچاوے تو اسکو شجاعت کہتے ہین اور ضد اسکی جبن ہی یعنے نامردی اور اگر غصہ پی جائے
کے وقت استقلال کرے تو اسکو حلم کہتے ہین۔ اور ضد اسکی طیش ہی اور اگر سرانجام مین ہون کے
تنگدل نہووے تو اسکو کشادگی سینے اور حوصلے کی کہتے ہین اور ضد اسکی تنگدلی ہی اور اگر رازداری
مین اور چھپانے مین بھیدون کے جو بیجا نہووے تو اسکو کتمان کہتے ہین اور ضد اسکی اظہار ہے
اور اگر نگاہ رکھنے مین حقوق کے جیسے امانت اور قرض مین احتیاط کرے تو اسکو امانت کہتے ہین
اور ضد اسکی خیانت ہے اور اگر لذتون پر دنیا کی رغبت نہ کرے اور ضروریات پر اکتفا کرے تو اسکو
زہد اور قناعت کہتے ہین اور ضد اسکی حرص ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اکثر اخلاق ایمان کے صبر ہین
اسیواسطے حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ اور صبر حرام سے فرض ہی
اور مکروہ سے نفل اور دین مین صبر سے بہت بڑی کوئی چیز نہین ہی اسواسطے کہ بنا عبادت
کی صبر پر ہے کیونکہ داخل ہونا عبادت مین نفس کی مرضی کے مخالف ہی اور تمام کرنا عبادت کا
زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہی اگر صبر نہو تو کوئی عبادت سرانجام نہو یعنی تمامی کو نہ پہونچے اور
یہ بھی ہی کہ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہے اور جزع و فزع روکنے والی طاعتون سے اگر صبر نہو تو دنیا
کی محنتین ہمیشہ آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار رکھین اور کبھی اسکو فراغت عبادت کے واسطے
میسر نہو اور یہان سے وجہ صبر کے تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون
ہین اور شرع مین ہر رنگ سے مطلوب ہی پس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامون
کے چاہیئے وہ یہ ہو کہ میل اور التفات اُس جانب کو نہ کرے اور رعایت حق تعالی کی منظور رکھے
اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہیئے سو پہلے مین اول نیت کو بچانا ہی ریا سے اور دوسری چیزون سے
کہ اخلاص کے منافی ہین پھر اُس عبادت کے ادا کرنے کی محافظت فساد اور ابطال سے پھر
محافظت اسکے ثواب کی ہی ضائع ہونے سے اور محافظت عبادت کی کاہل سے اور وقتون

اور شرطون کی رعایت معدوم ہونے سے اور جو صبر کہ گناہون کے مقابلے مین چاہیے سو یہ ہے کہ
ریاضت سے نفس کو اُن گناہون کی طرف رغبت کرنے سے روکے اور ورع کا قصد کرے اور
ورع کہتے ہین گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہی
وہ دو قسم پر ہے اسواسطے کہ مصیبت دو قسم کی ہی اول مصیبت کہ انتقام اور بدلہ لینا اُسکا بندے
کی قدرت مین ہی تو اس قسم کی مصیبت پر صبر یہ ہی کہ تحمل کرے اور اُسکا بدلہ نہ لے نہ زبان سے
نہ ہاتھ سے اور اس مقدمے مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بددعا کرنے سے بھی احتراز
کیا ہی اور اُسکو موجب صبر کے نقصان کا جانا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا ایک چور کو کہ اُنکا اسباب چرا لے گیا تھا بددعا کرتی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وصحابہ وسلم نے سُنکر ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہی کہ اُس چور کا عذاب کم ہو جاوے اور بوجھ اور وبال
اُسکا خفیف ہو جاوے اور تیرا اجر بھی گھٹ جاوے اُس کو بددعا نہ کرتا کہ وبال اسکا سخت اور اجر
تیرا زیادہ ہو دوسری مصیبت کہ تدارک اُسکا بندے کے ہاتھ مین نہو اور صبر اس قسم کی مصیبت
پر وہ ہی کہ فریاد نہ کرے اور شکایت اصلاً قولاً اور فعلاً نہ کرے وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور
وصیت کرتے ہین ایک دوسرے کو مہربانی اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہ خلق حضرت الوہیت
کے اخلاق سے ہی جس پر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دلالت کرتا ہی اور عمدہ صفات سے حضرت
نبوت کی ہی کہ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ ان کے حق مین ارشاد ہوا ہی اور بہت سے اخلاق محمودہ
کا منبع ہی اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خلق سے پیدا ہوتے ہین اسی واسطے حدیث صحیح مین
وارد ہوا ہی اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ
یعنی رحم کرنے والے اُنپر رحمت کرتا ہی رحمان رحم کرو اُنپر جو زمین مین ہین رحم کرے تمپر جو آسمان پر
ہے اور ابو یعلیٰ طبرانی نے روایت کی ہی انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
تھے کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا مگر رحیمون پر صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص
ہم مین سے رحمت رکھتا ہی فرمایا کہ رحیم وہ نہین کہ اپنی جان پر اور اپنے خویش و اقربا پر رحمت
کرے رحیم وہ ہی کہ مسلمانون پر مہربان ہو بڑے کو باپ اور برابر کو بھائی اور چھوٹے کو بیٹا جانے
اور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری
خلق پر رحمت کرو اور طبرانی نے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کو
چاہیئے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا کرین اور مانند ایک تن کے ہون کہ اگر
ایک عضو بدن مین درد کرتا ہی تو تمام بدن اُسکی رفاقت مین بیچین رہتا ہی اور تپ مین گرفتار ہو جاتا
ہے اور طبرانی نے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد کہا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک
روز خواب مین دیکھا اور اس حدیث کو پوچھا آپنے اپنے دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا صحیح صحیح
صحیح اور ایکدن عامل عاملون سے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب کے انکی ملاقات کے واسطے
آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ وہ لیٹے چت لیٹے ہین اور غریبون کے بچے انکے پیٹ پر چڑھتے ہین اور کھیلتے
ہین عرض کی یہ حرکت خلافت کی شوکت کے لائق نہین ہی فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتھ
ایسا سلوک نہین کرتا اُسنے عرض کی کہ مین جسوقت دربار مین بیٹھتا ہون تو بڑے بڑے گردنکش
اُس جگہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے ہین نہ یہ کہ فقیرون اور غریبون کے بچے میرے پیٹ
پر کھیلین فرمایا کہ تو ہمارے کام کا نہین معزول ہو کہ ہمکو محبت اور شفقت اپنے پیغمبر کی اُمت پر
منظور ہی ریاست کی ہیبت اور شوکت دکھانا منظور نہین اور بعضی حدیثون مین بھی مذکور ہی
کہ میری اُمت کے ابدالون کو یہ منصب اعمالون کے زور سے حاصل نہین ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت
اور سینے کی صفائی اور مہربانی کرنے سے اللہ تعالی کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہونچتے ہین سو اب
سمجھ لیا چاہیئے کہ حق تعالی نے عبادت مالی کے کامل کرنے کے حق مین ان دونون وصفونکو
یعنی صبر اور مرحمت ہی کسواسطے تخصیص فرمایا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ خرچ کرنا مال کا وجوہ مین خیرات اور
مبرات کے بغیر ان دونون چیزون کے متصور نہین اول چاہیئے کہ حرام مال سے صبر کرے اور
نفسانی لذتون سے بھی اگرچہ حلال ہون اپنے نفس کو باز رکھے اور بعد اس کے بسبب مرحمت اور
شفقت کے اس مال کو محتاجون اور مسکینون اور یتیمون پر صرف کرے پس یہان پر صبر بجائے
دور کرنیوالے مانع کے ہے اسواسطے کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنے کو مانع ہی بسبب صبر کے زائل ہو جاتی
ہی اور مرحمت اور شفقت مانند وجود مقتضی کے ہے اسواسطے کہ یہ صفت اخلاق سے حضرت
ربوبیت کے ہی اور ربوبیت احسان اور پرورش کو تقاضا کرتی ہی اور وجود رفع مانع کا وجود مقتضی پر

مقدم ہی تو ذکر مین بھی صبر کو مرحمت کے اوپر فرمایا اور یہ بھی بیان پر سمجھ لیا چاہیے کہ جاہلون کے
ذہنون مین اکثر وقتون مین قوت قلب اور سختی دل کے ساتھ صبر کے مشتبہ ہو جاتی ہے
اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت و سختی مین بیتاب ہونا اور قلق کرنا صبر کے خلاف ہی
اور اسی خیال فاسد سے اقربا کی اور دوسرے مخلوقات الٰہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہین
سو حق تعالیٰ نے دفع کرنے کو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتھ قریب کیا ہی
تا کہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اُس جاے پر محمود ہی کہ لاحق ہونا ضرر کا
کسی بندے کو خدا کے بندون سے مظنون ہو و الا بموجب اس بیت کے بیت اگر بینم کہ
نابینا و چاہ ست ؛ وگر خاموش بنشینم گناہ ست ؛ محمود نہین ہی اور اسی واسطے عرب کے بزرگ
اپنی مثالون مین کہہ گئے ہین کہ صبرک فی مصیبتک خیر من جزعک وجزعک
فی مصیبۃ اخیک خیر من صبرک یعنی صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین بہتر ہی جزع اور فزع سے
اور بیقراری اپنے بھائی کی مصیبت مین بہتر ہی صبر سے اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ وے
لوگ کہ آپس مین یہ وصیتین کرتے ہین اور اُسکے موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ ہین اللہ
برکت والے ہین کیونکہ معنے یمن اور برکت کے یہ ہین کہ کسی چیز سے بہت سا نفع علی سبیل الدوام
یعنے سدا حاصل ہوتا رہی اور اُن سے لسبب وصیتون کے خلق اسپر قیامت تک عمل کرینگے
اور احسان فقرا اور مساکین پر اور یتیمون خاکسارون پر قیامت کے ہونے تک مروج اور
مرسوم ہوا ہی اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو پہونچا ہی اور ان کے واسطے ثواب ان سب
احسانون کا ان کے نامۂ اعمال کے دفتر مین لکھا گیا ہی اور بعضے مفسرون نے میمنہ کو سیدھی جانب
پر قیاس کیا ہی کیونکہ عرب کے عرف مین سیدھی جانب کو میمون اور مبارک جانتے تھے اور اسیواسطے
سانح سے تبرک لیتے تھے اور اُلٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے تھے اور اسیواسطے بارح سے
بدشگونی پکڑتے تھے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ کی سیدھی طرف
سے نکالا ہی اور قیامت کے دن اعمالنامے اُن کے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور بہشت مین کہ
اُس روز سیدھی جانب کو عرش عظیم کے ہوگی اُنکو داخل کرینگے پس ان معنون سے بھی اصحاب المیمنہ
یہی بزرگ لوگ ہین وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا اور جن لوگون نے کہ انکار کیا ہمارے حکمون کا

ہر چند کہ واسطے نیتوں فاسدہ اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو گردنین خلاص کی ہونگی اور یتیمون مسکینون کو کھانا کھلایا ہوگا اور آپس مین صبر اور مرحمت کی وصیت کی ہوگی لیکن بسبب کفر کی شومی کے کوئی چیز اُنکے کام مین نہ آوے گی بلکہ هُمْ اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ یہوہی ہین شامت اور بدبختی والے کہ ایک ضرر عظیم دائمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے ان کے نصیب ہوا اور تمام خیرات اور مبرات ان کے برباد ہوگئے پس کفر کے ذکر سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ وہ سب خیرات جو کفر کے ساتھ ملی ہوتی ہین محض رائیگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جاے نہین ہے اور کافر جیسے کہ شامتی اور بدبخت ہین اسیطرح سے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ کی بائین طرف سے پیدا ہوے ہین اور قیامت کے دن اعمالنامے بائین ہاتھون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے کہ دوزخ کی راہ ہی چلینگے پھر اگر مشائمہ کو بائین کے معنون مین کیئے تو بھی درست ہی اور جو اسقدر بیان فرمایا کہ کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہی کیونکہ اُسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اُسکا کفر کافی ہی اب بیان فرماتے ہین کہ ان کے حق مین سقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہوگی بلکہ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ اُن پر مسلط ہوگی ایک آگ کہ سرپوش کیگئی ہی اور دروازے اُسکے بند کردیے ہین تاکہ گرمی سے گرم بھاپ باہر نہ نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نہ جاوے۔ تاکہ فی الجملہ کچھ تخفیف حاصل ہو اور اُسوقت مشقت اور رنج ان کا نہایت کو پہونچے نعوذ باللہ من اہل النار

سورۃ الشمس

یہ سورۃ مکی ہی اس مین پندرہ آیتین اور چوّن کلمے اور دوسو چھیالیس حروف ہین اور اس سورۃ کا ربط سورۂ لا اقسم کے ساتھ اس جہت سے ہی کہ اُس سورۃ مین بھی ہدایت خیر و شر کی راہ کی مذکور ہے جیسے وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ویسے اس سورۃ مین فجور اور تقوی کے الہام کا یعنی دل مین ڈالنے کا بیان ہی اور اُس سورۃ مین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشامہ کا ہی اور اس سورے مین بیان نفس کے پاک کرنے والون کا اور نفس کے ذلیل کرنے والون کا ہی اور یہ دونون مضمون ایک دوسرے کے قریب ہین اور اس سورۃ کا سورۂ والشمس اس جہت سے نام رکھا ہے کہ

عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والے کو درکار ہی سو آفتاب نبوت کا نور ہی اس نور کے سبب سے
اُسکی نگاہ ایسی روشن ہو جاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کر لیتا ہی اور دوست
دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوّت کے آفتاب کو
انوار حسیہ کے عالم مین کمال مناسبت اور مشابہت آفتاب ظاہری کے ساتھ ہی کہ عرب کے لغت
مین اُسکو شمس کہتے ہین اور توضیح اس ابہام کی یہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین کہ مزرعہ آخرت کا ہی مانند
ایک کسان کے ہے کہ اُسکو معرفت الٰہی کا بیج دیکر اور اسباب اس تخم کے بونے کے کہ قویٰ اور اعضا
ہین عنایت فرماکے اس مزرعہ مین بھیجا ہی اور ہر مزارع کو چند چیزین ضروری ہین کہ بغیر اُن چیزون کے
عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اول ان سب مین سے آفتاب ہی کہ اُسکی شعلہ سے زمین صلاحیت
کھیتی کی قبول کرتی ہے اور زمین کے اندر گرمی پیدا کرتی ہی اور اُس گرمی کے سبب سے قوت
نامیہ زور کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجیے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کھیتی کے حق مین ایسا ہی
جیسے حرارت غریزی حیوانون کے حق مین کیونکہ جب بیج کو زمین مین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا
اور پانی تینون ملکر استعداد حیات نباتی پیدا کرتی ہین لیکن پکانے کو اور عفونت کے دفع کرنے کو
ایک حرارت درکار ہی پھر اگر اس حرارت کو آگ کے عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوے ناچار حکمت الٰہی
نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اُسپر مسلط فرماوین تاکہ منفعت آگ کی حاصل ہو اور نقصان اُٹھ جاوے
اور یہ بھی ہی کہ بدلنا فصلون کا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی حرکت کے سبب سے ہی اور آنا فصلون کا
اور بدلنا موسم کا کھیتی کے واسطے ضروریات سے ہی حاصل کلام یہ ہی کہ فائدے آفتاب کے
کھیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والون پر پوشیدہ نہین ہین دوسرا چاند کہ دانے
پڑنے کے وقت اور پھل لگنے کے وقت اور اُسکے اُبھرنے کے وقت زمین کے پانی کی رطوبت
کفایت نہین کرتی پس ایک دوسری رطوبت اوپر کی بھی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پُر مغز اور
بڑا پیدا ہو اور میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاند کی تاثیر ضرور ہی چنانچہ یہ بات بھی فلاحت کے
علم والون پر ظاہر اور روشن ہی تیسرا دن کہ وقت تلاش اور محنت کا اور ہل چلانے کا اور
پانی کھینچنے کا اور دوسرے مشکل کامون کا ہی چوتھے رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل
آرام نہ پاوین تو آٹھون پہر کی دھوپ میوہ دانہ اور درختون اور کھیتی کو جلا دینے کی نوبت کو پہونچا دے

تو شبنم کہ سرسبزی اور تازگی کا باعث ہی بند ہوجاوے پانچوان آسمان کہ مینھ کا برسنا اور ہوا
کا چلنا موافق حاجت کے ہر وقت اُسی کی جہت سے ہی چھٹے زمین وسیع اور کشادہ نہ ہموار نہ تھوڑی
اور کسان کی حاجت ان دونون چیزون کی طرف ظاہر ہی اور جو نفس انسانی کو دنیا کے کھیت
مین کسان بنا کر بھیجا ہی تو اُسکو بھی یہ چھ چیزین لازم ہین ایک تو آفتاب کہ اُسکے کام آوے
سو اُسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب ہی کہ اُسکی شعاعین دور اور نزدیک سے پہونچتی ہین
اور چاند کہ اُنکے کام آوے وہ نور ولایت ہی اپنے صاحب طریقے کا اور جس طرح سے کہ ماہتاب
ظاہری خلیفہ آفتاب ظاہری کا ہی اسی طرح سے نور ولایت کا قائم مقام نور نبوت کے ہی
بلکہ حقیقت مین وہی نور ہے کہ اُسنے دوسری کیفیت پیدا کی ہی اور اگر فرق درمیان دونون فرقون
کے کسی کو سننا مرغوب ہو تو سُن لے کہ نور نبوت کا بڑا ہوا قہر اور سیاست سے ہی اسیواسطے انبیا
اپنی اُمت پر ایسا حکم رکھتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر اور اطاعت اُنکی ان سب لوگون پر
جنکی طرف بھیجے گئے ہین واجب اور فرض ہی اور مخالفت کرنا اُن سے سبب خرابی دنیا اور آخرت
کا ہی اور معجزون قاہرہ کا دکھانا اور جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی اُن پر لازم اور واجب ہی اور
ولایت کا نور بڑا ہوا ہی جمال اور تالیف قلوب سے اور کشش اور اُلفت سے اسیواسطے یہ چیزین وہان یعنے
نبوت مین ضروری نہین اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے شعر آن بادہ شعلہ گون کہ از خورشید
در کاسۂ ماہ چون شدہ شیر شود ❊ اور ایک فرق یہ بھی ہی کہ ایک نور ان مین اصل ہی اور دوسرا
عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اُسکی ذات کو لازم ہی اور چاند کا نور کہ اُسکی صفائی کے سبب سے اور
آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہی اسیواسطے مقابلہ اور نزدیکی اور تربیع کی حالت مین مختلف
اور متبدل ہوجاتا ہی اسی طرح سے نبوت کا نور اصل ہی اور ولایت کا نور عکس اسکا ہی اور اسکے
واسطے بجاے دن کے ریاضت کا وقت ہی کہ سالک طریقت کو اور آخرت کی کھیتی کرنے
والے کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہی کہ نور نبوت نور ولایت کو اسی ریاضت کے وقت مین سعی
اور کوشش اور رنج اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہی یعنے اس سے فائدہ حاصل کرتا ہی اور
بجاے رات کے زمانہ آسایش اور راحت کا ہی اور نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور اہل و عیال
اور تمام مخلوق کے حق ادا کرنیکا زمانہ ہی کہ اُسکے حق مین رات کے مانند ہی اور اگر یہ رات

اُس کے واسطے شوق تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت کی اسکے دل پر قرار پکڑکے دُنیا کے
کامون سے اُسکو بیکار کردیتی اور انسانیت کے مرتبے سے نکلکر کہان سے کہان پہونچ جاتا اور
آسمان کی جگہ پر اُسکے واسطے شریعت کا آسمان ہی کہ تمام اعمال اور اخلاق اور احوال اور مقامات
اور عقائد اور مذاہب اُسکو گھیرے ہوے ہی اور اسی آسمان شریعت سے رحمت آلہی کا فیض مینھ
کی طرح اسپر برستا ہی اور جذب اور کشش کی بادین بہ رہی ہین کہ اُسکو نئی نئی حالتون اور مرتبون
کی طرف جھکاتی ہین تاکہ اپنے کمال کو پہونچے اور اُسکے واسطے زمین کی جگہ اُسکی استعداد ہی کہ اُس کی
کشادگی اور صفائی قدر نشو ونمائی یعنی پیدا ایش احوال اور مقامات کی اُسکو میسر ہوتی ہی یعنے مرتبے
باطنی اُسکے بڑھتے ہین اور روح عمدہ ان کامون کا اور اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہی اور آفتاب
روشنی مین اس نور سے مناسبت رکھتا ہی اسی واسطے اس سورۃ کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور عمل
معرفت کے وسیلے کے بیان مین ہی بڑی آفتاب ہی کے نام سے شروع کیا اور اسی آفتاب کے نام اسکا نام رکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالشَّمْسِ قسم کھاتا ہون مین آفتاب کی کہ اپنے زمانے کے پیغمبر کے دل کے مانند ہی وَضُحٰهَا اور
قسم کھاتا ہون مین اُسکی روشنی کی کہ نبوت کے نور کی روشنی کے مانند ہی سب مخلوقات پر وَالْقَمَرِ
اور قسم کھاتا ہون مین چاند کی کہ مرشد طریقہ والے اور استاد تعلیم کرنے والے کے مانند ہی اور پیغمبر کے
خلیفہ کے قائم مقام ہے بعد پیغمبر کے یعنی بعد مرنے یا دور ہونے پیغمبر کے اِذَا تَلٰىهَا جب پیچھے چلے
اُسکے یعنی ماہتاب آفتاب کے اور اس شرط کو یعنی پیروی کو اسواسطے لائے ہین کہ مرشد کی حرمت
مشروط ہی نور نبوت کی پیروی پر اور کمال پیروی کے سبب سے اُسکو خلافت کا منصب نصیب ہو
اور ماہتاب کا پیروی کرنا آفتاب کو کئی وجہون سے ہی اول استفادے مین یعنی فائدہ روشنی کا حاصل
کرنے مین اور دوسرے اُسکی پیروی غروب مین کرنا اور یہ اول مہینے مین ہوتی ہی تیسرے طلوع
مین اُسکی پیروی کرنا اور یہ بیچ مہینے مین ہوتی ہی چوتھے جثہ یعنی جسم کی بزرگی مین بموجب ظاہر
حس کے کہ کوئی تارا آفتاب سے حسن مین برابری نہین کرسکتا سواے ماہتاب کے اگرچہ ابعاد اور
اجرام کی دلیلون کے موافق بزرگ اور بڑا اور دوسرا بھی ہو پانچوین یہ کہ دنیا کی مصلحتین ان ہی
دونون کی حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ سال کی فصلونکا بدلنا اور روحساب کہ سال سے

تعلق رکھتے ہین اور بڑے بڑے کام سب آفتاب کی حرکت سے تعلق رکھتے ہین اور بدلنا ہر مہینے کی شکلون کا اور حساب کہ مہینے سے تعلق رکھتے ہین یہ سب ماہتاب کی حرکت سے ہین اور زیادہ بیماریون کا بڑھنا جیسے خارش اور جاندار کی آنتون مین رطوبت کا زیادہ ہونا اور ہڈیون مین مغز پیدا ہونا اور دودھار جانورون مین دودھ کا زیادہ ہونا اور خون کا جوش کرنا بدن مین اور بڑھنا گھٹنا سمندر کا یہ سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کی ریاضت کے وقت کے مانند ہی اس جگہ پر بھی ایک شرط زیادہ کی ہی تاکہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ وقت ریاضت کا اُسی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہی کہ اُس ریاضت کے سبب سے نبوت کا نور سالک کے دل پر تجلی ہو جاوے اور حجاب اُٹھ جاوے ورنہ باطل ریاضتین جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والون کی کہ نبوت کے نور سے متجلی نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اُٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ حرمت اور بزرگی حاصل نہین ہوتی اور اس جگہ اکثر تفسیر والے شبہہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہی نہ یہ کہ دن آفتاب کو روشن کرتا ہی ایسی اُلٹی عبارت یہان کس واسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے اس شبہے کو قوی جان کر ضمیر کو آفتاب کی طرف سے پھیر کر زمین اور دنیا کی طرف عاید کیا ہی اور تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرنے اس لزوم سے اپنا بچاؤ کیا ہی اور حق بات یہ ہی کہ اتنی ضمیرون کی جدائی لازم آتی ہی اور ضمیرون کی تفریق خوب نہین اس واسطے کہ ضحٰها اور تلٰها مین بلاشبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہی اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹھہرانا اچھا نہین ہی لیکن اس ترکیب کی وجہ کو کہ ظاہر مین اُلٹی معلوم ہوتی ہی سُن لیا چاہیے کہ عادت وہم کی یہ ہی کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہی تو اُس وقت کے آنے کو سبب اُس چیز کا جانتا ہی اور عقلی قاعدے کے موافق بھی ہی کہ وجود اثر کا دلیل مؤثر کے وجود کی ہی چنانچہ بحث مین برہان اِنّی کے مقرر ہی اور جو دن کا وقت دونون وجہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہی یعنی جب دن ہوتی ہی تب ہی آفتاب روشن ہوتا ہی تو نسبت اُسکی طرف کیگئی اور اس مجاز کو کہ اس جا سے پر استعمال کیا ہی سو مثل کی حقیقت کے لحاظ سے کہ وقت ریاضت کا ہی اور موجب روشن

ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا اور یہ بھی احتمال ہی کہ معنے اذا جلّٰہا کے یہ
ہون کہ اُس روز ابر اور غبار حائل نہو اس صورت مین روشنی کی نسبت دن کی طرف بے تکلف
درست ہوجاتی ہی وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰہَا اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیتی ہی آفتاب کو
کہ مانند وقت راحت کے اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زمانہ غفلت اور حجاب کے
ہے نور نبوت سے اور یہ بھی آخرت کی کھیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہی ورنہ
کارخانہ دُنیا کا درہم برہم ہوجاوے اور ان عبادت کے کامون سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق
ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات اقربا کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے
یا اور جو اُسکے سوا ہین محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے نقصان کا سبب پڑے اور حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک روز مجلس مقدس نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم سے اُٹھکر اپنے گھر کو تشریف لئے جاتے تھے کہ ناگاہ ایک شخص صحابۂ کرام سے
کہ انکا نام حنظلہ رض تھا راستے مین ملے اور پکار کر بولے کہ حنظلہ رض منافق ہوگیا حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ جسوقت حضور پر نور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حاضر ہوتا ہون تو مجھکو غیب کا عالم ایسا منکشف ہوجاتا ہی کہ گویا ان آنکھون سے دیکھتا
ہون اور جب اُس مجلس مقدس سے اُٹھکر گھر کو آتا ہون اور جورو بچون کے ساتھ مشغول ہوجاتا
ہون تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب کا یہی
حال ہی آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جاکر عرض کرین دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پھر حنظلہ رض نے اسی طور سے پکار کر کہا کہ حنظلہ رض منافق ہوگیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہی اُنھون نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا کہ اگر تم کو ہمیشہ
یہی حالت رہے جو میرے حضور مین یا ذکر اللہ کی مجلس مین ہوتی ہی تو ہرگز تم لوگ اپنی عورتون سے
حظ نہ اُٹھاؤ اور نعرے مارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلون کو چلے جاؤ اور فرشتے تم سے
مصافحہ کرین لیکن یہ حالت کسی کو ہمیشہ نہین رہتی بلکہ ایک ساعت اس حالت مین گذرتی ہی اور
ایک ساعت غفلت مین تا توجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہین نہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت
کے وقت بھی بزرگی رکھتے ہین کہ آیندہ کی ریاضتون کو مددگار ہوتی ہین اور ان عبادتون کے

ثوابون کے حاصل ہونیکا باعث ہوتی ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکھتے ہین چنانچہ معاذ
بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی یعنی مین اپنے خواب مین بھی
متوقع اجر اور ثواب کا رہتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین سوا اسکے کہ اگر تہجد مین اللہ تعالی کا حق ادا ہوتا ہی
تو سونے مین نفس کا حق ادا ہوتا ہی اور یہ دونون حق اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوے
ہین مگر جو غفلت کہ مددگار طاعت کی نہو اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنے کی نیت سے
نہو تو ایسی غفلت کی کچھ حرمت اور بزرگی نہین ہی بلکہ حرام مطلق ہی اور یہین سے معلوم ہوا کہ
یہ چارون قسمین حقیقت مین آفتاب سے متعلق ہین اسیواسطے اس سورۃ کا آفتاب کے نام پر نام رکھا گیا
وَالسَّمَاۤءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ اور قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اُس حکمت الٰہی کی کہ اُس نے آسمان کو
محیط بنایا ہی اُن چیزون پر جو اُسکے درمیان مین ہین اور یہی مثال شریعت کی ہی کہ مانند آسمان کے
محیط ہی مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا حکم اُسمین موجود ہی اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی
ہی ضمن مین چار مثلثے کے پہلا مثلثہ کہ مثلثہ اعتقاد کا ہی شامل ہی تین برجون کو ایک برج ذات
اور صفات اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابون کا اور تیسرا برج معاد کا اور مثلثہ دوسرا کہ مثلثہ
عبادت کا ہی بنایا گیا ہی تین برجون سے ایک برج تو عبادتون بدنی کا ہی جیسے نماز اور روزہ اور
تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور دعا اور درود اور اسکے سوا اور دوسرا عبادتون مالی کا جیسے
زکوٰۃ اور صدقہ اور وقف او مسجدین اور مسافرخانے اور خانقاہین اور مدرسے اور کنوین اور
پُل اور مہمانسرائین اور تیسرا عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد اور
نماز عیدین تیسرا مثلثہ معاملات کا ہی وہ بھی مرکب ہی تین برجون سے پہلا برج اُسمین ذو معاملے ہین
کہ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح اور خدمت ماں باپ کی اور پرورش اولاد کی
اور لونڈی اور غلام کی اور پڑوسی کے حق کی اور ہمنشین کے حق کی اور مہمان کے حق کی اور سوائے
اسکے اور دوسرے ناتے والون کے حق کی رعایت اور دوسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ کوئی
وجہ عبادت سے نہین رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور گرو اور شرکت اور وکالت اور
ضامنی اور سوا اسکے اور تیسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک وجہ تبرع اور احسان کی بھی اسمین
ملی ہوئی ہی جیسے ہبہ اور قرض اور اقراض اور مضاربت چوتھا مثلثہ کہ سیاست کا مثلثہ ہی وہ بھی

ملا ہوا تین برجون سے ہی پہلا کفارات ہین کہ سیاست کے ساتھ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتی ہی
جیسے کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑنے کا اور ظہار کرنیکا اور حیض کی
حالت مین جماع کرنیکا اور سواے اسکے اور دوسرا حدون اور تعزیرون اور قصاص کا کہ سیاست
محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی حد اور بٹمارون اور رہزنون کی حد
اور گالی دینے کی حد اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانتون کا کہ ہمراہ سیاست کے ایک وجہ معاملے
کی بھی رکھتے ہین اور وہی آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہی کہ حکمون کی دلیلین ہین اُن سب
مین سے سات ستارے سیارہ ہین کہ احکام کے فنون مین دورا ور سیر کرتے ہین کتاب اور سنت
اور اجماع اور قیاس اور استصحاب اور تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے ثابت ہین کہ
اپنی اپنی جگھون اور مکانون مین ٹھہرے ہوئے ہین جیسے مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرد مین پائے جاتے ہین اور
بنا ہس آسمان کی کہ عبارت شریعت سے ہی سطور سے واقع ہوئی ہی کہ جسوقت مکلفین مقتداس کی
خواہش کے ہوجاوین تو عمل نیک انکی قبولیت کے مقام پر چڑھ جاوین اور اسطرف سے وہ قبولیت
صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑ کر مینھ کے مانند برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اُٹھتے ہین
اور آسمان کی طرف جاکر پانی کی صورت پکڑ کر پھر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا
موجب ہوتے ہین وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ؕ اور قسم کھاتا ہون مین زمین کی اور اُس حکمت
الٰہی کی جسنے اسکو ایسا چوڑا اور فراخ بچھایا ہی اور وہ نفس انسانی کی استعداد کے مانند ہی کہ بسبب
فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہی اور جو نفس انسانی کو عالم حس مین کوئی مشابہ اور نظیر کہ
قابل تعظیم کے ہو اور اُسکی قسم کھائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کھاکے فرماتے ہین وَنَفْسٍ
ور قسم کھاتا ہون مین اُس نفس کی کہ دو چیز رکھتا ہے اوّل قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے
فقدان اُس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا اُسکو میسر ہوتا ہے اور وہ
نفس انسانی ہی کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالونکو بالفعل حاصل رکھتے مین اُن کو کمالات طلب
رنے کی حاجت نہین ہی اور نفوس حیوانی کمالات حاصل کرنے کی قابلیت نہین رکھتے ہین پس
بنا معرفت کے تخم کا اُنسے ممکن نہین اور اسی نکتہ کے واسطے نفس کو نکرہ لائے ہین تاکہ دلالت
رے ایک نوع پر نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ معرفہ لائے ہین کیونکہ وہ

سب چیزین ایک رنگ رکھتی ہین تعدد نوعی ان مین متصور نہین ہی جیسے آفتاب اور ماہتاب اور آسمان اور زمین یہ سب کلیات منحصر فرد واحد مین ہین اور دن اور رات ہرچند کہ موافق نظر عقلی کے جدا جدا معلوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی اعادہ اور تکرار یعنی بار بار اور لوٹ لوٹ آنے پر اُن کے ایک ہونیکا حکم کرتی ہی اور تعدد اور جُدا جدا ہونے پر اُن کے یقین نہین رکھتی وَمَا سَوّٰھَا اور قسم اُس حکمت آلٰہی کی کہ درست کیا ہی اس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوای طبیعیہ اور حیوانیہ اور نفسانیہ سب اُسکو دیے تاکہ قابل تعلیم اور سمجھ کے ہو جاوے اور اُٹھانے والا مشکل کامون کا اور صبر کرنیوالا اور ثابت رہنے والا اور معرفت کے تخم کو ان اسبابون سے بو سکے اور بعضے مفسّرون نے وجہ ان چھ قسمون کے خاص ہونے کی سوا نفس انسانی کے یون ذکر کی ہی کہ حق تعالی کو اس سورۃ مین حال بیان کرنا نفس انسانی کا منظور ہے اور مختلف ہونا اسکا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقویٰ کے اور مذکور کرنا اُسکی وسعت اور فراخی کا تاکہ موافق قوت علمیہ کے نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم اپنے وجود ظلی سے اُس مین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہو کہ ہر چیز کو مخلوقات مین سے ایک کام مین صرف کرے اور کمال حاصل کرنا صنعتون مین اور پورا بہرلینا منفعتون اور مصلحتون کا جو ہر ذرّے مین عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرے پس ابتدا مین کلام کی چھ چیزون کو بطور قسم کے یاد فرمایا کہ وہ چھ چیزین عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کی ہین تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق تعالی نے دو چیزون کو عالم مین ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہے کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہی اول تو زمان اور دوسرا مکان لیکن وسعت مکان کی ایک رنگ رکھتی ہے اور وسعت زمان اُسکی دوسرا رنگ مکان نے عرش سے فرش تک ایک آن واحد مین بیشمار مخارقات کو گھیر لیا ہی اور سب کو اپنے اندر جاے دی ہی اور آپ ایک طور پر ثابت ہی اور اُسکے اندر کی چیزین گذرنے والی ہین مصرع یکے میرود دیگر آید بجاے اور عام ہونا زمانے کا اس طور سے ہے کہ آپ گزرنیوالا ہی اور اُسکے درمیان کی چیزین اپنے مکان پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظہ اور کوئی لمحہ اُن کے ساتھ قرار پکڑنے والا نہین ہے اس بے ثباتی کے ساتھ محیط اور گھیرنے والا اپنے اندر بیشمار اور بے انتہا چیزون کا ہے

سو یاد دلائے کو ان دونون عام قسمون کے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانون سے ہین ذکر فرمایا اور رات اور دن کو کہ اجزا سے زمانے کے ہین اور اختلاف ظاہر اور امتیاز باہر رکھتے ہین اور باوجود تھوڑی دیر گذرنے کے تغیر اور تبدل قبول کرتے ہین لائے ہین اور اس جگہ پر ایک قسم اور ہے کہ اُس کے نور کا فیض سب کو شامل ہی بدون فرق کے درمیان مین وضیع اور شریف اور غنی اور فقیر اور مسلمان اور کافر اور صالح اور فاسق کے اور کمال مشابہت رکھتی ہی حضرت الوہیت سے فیضان وجود اور لوازم صور نوعیہ مین اور یاد کرنے سے آفتاب اور ماہتاب کے بو اُس قسم کی دماغ مین اذکیا کے پہونچائی ہی باقی رہی یہ بات کہ ان تینون عام قسمون مین کسواسطے دو چیزون کی قسمیں کھائی ہین جواب اُسکا یہ ہی کہ باوجود عام فائدہ دینے کے اختلاف کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت اور اصالت اور تبعیت کا بھی منظور ہے تاکہ آگاہی اختلاف پر نفوس انسانی کے باوجود عام ہونے تصرف کے ان صفتون کے کیجاوے پس اس بات کے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون قسمون مین دو دو چیزین یاد کیجاوین سو اُسکا بیان یہ ہی کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہی اور ماہتاب عکس اُسکا ہی اور دن اجزاؤن مین زمانے کے نورانی ہی اور رات اندھیری اور آسمان بلند اور محیط ہی اور زمین پست اور محاط یعنی گھیرے ہوے ہی اور جو عام ہونیکو نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزون کے قیاس کرین تو اُسکی دورنگی بھی ظاہر ہوجاوے چنانچہ فرماتے ہین فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا پس الہام کردی یعنی دل مین ڈالدی اس نفس کو بدکاری اُسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کھانا ڈالنے کو کسی شخص کے حلق مین اسطور سے کہ اُس شخص کو دانت اور ہونٹ ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے عرف مین عبارت ہی ڈالنے سے کام کے داعیہ کے دل مین بغیر واسطہ پہلی فکر کے اور جو اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب تابع داعیہ اور ارادہ کے ہین پس سر رشتہ نیک اور بد کا بندھا ہوا اسی داعیہ اور ارادے سے ہی اور اللہ تعالی نے اس سر رشتہ کو اپنے دست قدرت مین رکھا ہی اور کسی سرکیو نفس و شیطان اور مشیرون اور مصاحبون کو نہین سونپا ہاں یہ چیزین مددگار اور سبب نیک اور بد داعی کے فیضان کی عالم غیب سے ہوتی ہین اور اسی سبب سے محل عتاب اور ملامت کے ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ان قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبہا کیف یشاء یعنی

بنی آدم کے دل دو انگلیون میں ہین اللہ تعالیٰ کی انگلیون سے پھراتا ہو اُن دلون کو جس
طرف چاہتا ہو اور اگر اس جاے پر کسی کے دل مین شبہہ گذرے کہ جب دل مین انسان کے ڈالنا
بدی اور نیکی کے داعیکا اُس جانب سے ہی تو پس جبر لازم آیا اور بے اختیاری ثابت ہوئی اور
کا رخانہ جزا دینے کا اور نصیحت کرنیکا اور خوف اور رغبت دلانیکا سب برباد ہوگیا اور بھیجنا پیغمبرون کا
اور نازل کرنا کتابون کا اور قائم کرنا قیامت اور حشر اور نشر اور سوال و جواب اور حساب کتاب کا
سب بے فائدہ اور بیکار ہوگیا تو جواب اسکا یہ ہی کہ جبر اُس صورت مین لازم آتا ہی کہ ارادہ اور
اختیار درمیان مین نہ ہو اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچھ کرتے ہین سو اُس شخص کے
ارادے اور اختیار سے کرتے ہین پھر جبر کس واسطے لازم آویگا اور ہر شخص اپنے نیک اور بد
کامون کو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہو اور حرکتین اختیاری اور جمادات کی ہین جیسے
پانی کا بہنا اور پتھر کا پڑا رہنا ان مین فرق ظاہر ہی پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اُسکو اور جزا دینے
کے واسطے اور سوا اسکے اور جو ایسا امر ہو اُسکے واسطے وجود اختیار کا کافی ہی نہ یہ کہ اختیار
بھی اپنے ہاتھ مین ہو اور جو بندے کی ذات نے قوام اور وجود دوسری جاے سے پیدا کیا ہی
تو اختیار اُسکا کیونکر اپنی ذات سے ہوگا کہ مرتبہ صفت کا موصوف سے ادنیٰ ہی اور فجور کے معنی
کی تحقیق یہ ہی کہ آدمی کو حق تعالیٰ نے تین قوتین عنایت کی ہین ایک قوت عقلی ہی جس کے سبب سے
نیک اور بد کو دریافت کرتا ہی اور دوسری قوت شہوی یعنی خواہش کی ہی جس کے سبب سے چیزون کی
طرف خواہش کرتا ہی اور اپنی لذتون کو حاصل کرتا ہی اور تیسری قوت غضبی ہی کہ اُسکے سبب سے
اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع اور دور کرتا ہی سو آدمی کی جب یہ دونون قوتین یعنی شہوی اور
غضبی اُسکی عقلی قوت کی فرمانبردار ہوجاوین اور بے اُسکی صلاح کے کوئی کام نہ کرین جس چیز کو
حکم کرے وہی کام کرین اور جس سے منع کرے اُس سے دور رہین اور جس سے کہ لڑنے کو
فرماوے لڑین اور جسکو منع کرے اُسکو روک دین اور وہ شخص اپنی قوت عقلیہ کو شریعت کے نور سے
روشن کرے اور انبیا کے طریقے پر چلاوے اور نیک کو نیک سمجھے اور بد کو بد پہچان کے ان دونون
قوتون کو کام مین لگاوے تب مرتبہ تقویٰ کا حاصل ہوتا ہی اور اگر خدانخواستہ قوت عقلیہ
اُسکی نور شرع سے منور نہ ہووے اور نیک کو بد اور بد کو نیک جانتا یا با وجود منور ہونے کے

شریعت کے نور سے علم قوت عقلیہ کا ان دونوں قوتوں پر جاری نہ ہو اور یہ دونوں
قوتیں اُسکے کہنے پر نہ چلیں بلکہ اس قوت عقلیہ کو بھی اپنا فرمانبردار کر لیا اور جس طرف چاہا
خواہش کی اور جس سے چاہا لڑ بیٹھے سو قوت مرتبہ فجور کا حاصل ہوتا ہی پس حقیقت فجور کی غالب
ہوجانا قوت شہویہ کا اور غضبیہ کا ہی قوت عقلیہ پر وَتَقْوٰىهَا اور الہام کیا اُس نے نفس کو
تقوی اُسکا اور تقوی کی حقیقت قوت عقلیہ کو قوت شہویہ اور غضبیہ پر غالب کرنا ہی اور جو قسم کھانے
سے فراغت پائی تو اب وہ مضمون جس پر قسم کھائی ہی یاد فرماتے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
تحقیق خلاصی پائی جس شخص نے پاک کیا اُس نفس کو اور نفس پاک کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ قوت
شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کا تابع کرے اور عقل کو فرمانبردار شریعت کا تاکہ روح اور دل
دونوں تجلی آلہی کی روشنی سے روشن ہوجاویں اور مرتبہ اُسکا فرشتے کے مرتبے سے بھی بڑھجاو
اسواسطے کہ فرشتے صرف قوت عقلیہ رکھتے ہیں قوت شہویہ اور غضبیہ سے پاک ہیں اور اس
شخص نے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پست کر کے قوت عقلیہ کا تابع اور فرمانبردار کر دیا ہی اور اپنی عقل
کو خادم شرع شریف کا کیا ہی اور یہ مرتبہ بڑی کوشش اور مجاہدے سے حاصل ہوتا ہی کہ فرشتوں کو
یہ بات ہرگز میسر نہیں ہوسکتی اور یہ بھی ہی کہ شہوت اور غصہ اُس کے شرع کے فرمانبردار ہوگے
عجیب اور غریب حالتیں شوق اور ذوق اور غیرت آلہی کی اور مقابلہ دین کے دشمنوں سے کرنے
رہتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ باتیں اور یہ مرتبے ہرگز نصیب نہیں ہیں اور نفس کے پاک کرنے کیواسطے
طریقت والے بزرگوں نے رسالے اور کتابیں تالیف اور جمع کی ہیں جیسے قوت القلوب اور
احیاء العلوم اور تعریف اور عوارف اور سوائے اُن کے بہت سی کتابیں ہیں اس فن میں لیکن
جو قرآن مجید سے دریافت ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ بعض آیتوں میں قرآن شریف کی فلاح کے لفظ کو بعض
نیک عمل پر لائے ہیں اور اس آیت میں فلاح کو تزکیہ نفس سے مربوط کیا ہی تو ان عملوں کو بجالانا
بموجب اس اشارے کے نفس کے تزکیہ اور پاکی کے واسطے کافی ہوگا اور حقیقت میں وہ رسالے
اور کتابیں جو طریقت کے بزرگوں نے جمع کی ہیں اُن ہی بعض آیتوں کی شرح ہی عمدہ اُن آیتوں میں
وہ ہیں جو سورۂ بقر کے اول میں ہیں جیسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ تک اور سورۂ مومنون میں جیسے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک

اور اسی طرح سورۂ روم میں اور سورۂ توبہ میں اور سوائے اُن کے دوسری سورتوں میں بھی متفرق مذکور ہین وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا اور تحقیق نامراد ہوا اور اپنا نقصان کیا جسنے گمنام کیا اس نفس کو اور خاک مین ملایا اور نفس کے گمنام کرنے کے یہ معنی ہین کہ اُس پر تجلی الٰہی کے نور کی روشنی نہ پڑے اور یہ بات بسبب رائج اور غالب کرنے شہوت اور غضب کے اور مقتضیات کے اس عقل کے مقتضیات پر جو شرع کی تابع ہے حاصل ہوتی ہی اور جب اس نور سے محروم رہا تو اسکا مرتبہ حیوان کے مرتبے سے بھی کمتر ہو گیا اسواسطے کہ حیوان کو اس نور کی تحصیل کے اسباب دیے نہین گئے ہین اور اس شخص نے باوجود موجود ہونے ان اسباب کے اس نور کو حاصل نہ کیا بلکہ ان اسباب کو مغلوب کرکے ایک پردہ اپنے دل پر ڈال لیا کہ اُٹھانا اُسکا دشوار ہی اور جو غالب کرنا شہوت اور غضب کا عقل اور شرع کے مقتضیات پر نزدیک عوام الناس کے نقصان اور محرومی کا سبب نہین ہی بلکہ اس قسم کے کامون پر جرات کر بیٹھنے کو بڑی دانائی جانتے ہین اور نام اور مرتبے دنیاوی کے حاصل کرنے مین اس جرات کو سبب قوی جانتے ہین اسیواسطے عاقلون نے کہا ہی مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّاتِ الْجَسُوْرُ یعنی جس نے خوف کیا لوگون سے تو مرا جل جل کر اور پہونچا مراد کو جسنے دلیری کی اور بعضون نے یہی مضمون کو اس طور سے بھی کہا ہی اَلرِّزْقُ یُخْطِیْ بَابَ عَاقِلِ قَوْمِہٖ وَیَبِیْتُ بَوَّابًا لِبَابِ الْاَحْمَقِ یعنی رزق چوک جاتا ہی قوم مین عاقل کے دروازے کو اور رہتا ہی نگہبان بن کے احمق کے دروازے پر اسیواسطے ضرور ہوا کہ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰہَا کے مضمون پر تمثیل اور شاہد کے طور پر ایک قصے کو بیان کرین تاکہ اُس قصے کے مضمون سے خودبخود ظاہر ہوجاوے کہ شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور تکذیب کا سبب پڑتا ہی اور ہمیشگی کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہی بلکہ بعضے وقت دنیا مین بھی سوائے خرابی اور رسوائی کے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا اب اُس قصے کی طرف اشارہ فرماتے ہین كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ انکار کی پیغمبر اور حق تعالیٰ کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے سبب سے یعنی اپنی شہوت اور غضب کی خواہشون کو شرع اور عقل کے حکمون پر غالب اور حاکم کیا اور یہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب ہو گیا۔

اُن کے حق مین آور طغویٰ کے لفظ مین ایک اشکال ہی مشہور اسواسطے کہ طغیان سے مشتق ہی
تو موافق قاعدے کے چاہیئے تھا کہ طغیا ہوتا یے کو واو سے کسواسطے بدل کیا سو صرف
کے عالمون نے اس اشکال کے جواب مین یون لکھا ہی کہ فعلے کبھی کبھی اسم ہوتا ہی اور کبھی صفت
تو واسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم مین یا کو واو سے بدل کرتے ہین اور صفت مین
اپنی اصل پر رہنے دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین اِمرَأَۃٌ صَدْیَا وَ خَزیَا یعنی ایک عورت پیاسی
اور رسوا اور ثمود نام ہی ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے یعنے بیٹا عابر بن ارم
بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہی کہ چھٹی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہی سو اس شخص
کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پھیلگئی تھی اور اُن ملکون کی مالک
ہوگئی تھی اور اُنکا ملک اصلی یعنی وطن شام اور حجاز کے درمیان مین تھا اور اُن کے شہرون
مین سے جو شہر شام کے قریب تھا نام اُسکا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تھا نام اُسکا
وادی القریٰ تھا اور ان دونون کے درمیان مین ایک ہزار سات سو بستیان چھوٹی بڑی
ملاکے یعنی گانون اور قصبے اور شہر اُن کے تصرف مین تھے اور بستی مین سنگین عمارتین بنائی
تھین اور کھیتی کرتے تھے اور کنوین اور تالاب کھودتے تھے لیکن اُس زمین مین پانی کم تھا
اور پتھر کے سبب سے کنوان اور تالاب دشواری سے کھودا جاتا تھا اور اکثر مال اُن کا عمارت
کے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتھر تراش کے مکان بنانے مین اور کنوان اور
تالاب پہاڑون کے اندر کھدانے مین خرچ ہوتا تھا یہان تک کہ بڑے بڑے سنگتراش
کاریگر پہاڑون پر عمارتین منقش تراشتے تھے آخر کو ہوتے ہوتے پتھرون کی صورتین عجیب
غریب تراشنے لگے اور اُن کو پوجنا شروع کیا اور یہ رسم اُن مین رائج ہوئی یہان تک کہ بالکل
بُت پرستی اُن مین پھیل گئی اور حق تعالیٰ سے بالکل غافل اور بیخبر ہوگئے تب حق تعالیٰ نے
حضرت صالح بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل مین سب سے بہتر تھے اور حسب و نسب مین بھی
سب سے اعلیٰ اور خوبتر اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیان اُن مین پائی جاتی تھین
مرتبہ رسالت کا عنایت فرماکے وحی نازل فرمائی اور حکم الٰہی اُنکو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجھاکے تبون کی
عبادت سے باز رکھو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب کی طرف اُن کو رغبت دلاؤ اور مشغول

کرو اور یہ حکم الٰہی اُن کو پہونچاؤ اور خوب اچھی طرح سے سمجھاؤ کہ یہ سب نعمتیں کہ تم کو حاصل ہین
اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی ہین ان نعمتونکا شکر ادا کرو اور ان نعمتون کو غیر خدا کی طرف منسوب نکرو
اور سرکشی اور تکبر کو چھوڑ و حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الٰہی کے تبلیغ احکام اور دعوت اسلام
اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا
آپنے فرمایا کہ اگر مین بموجب تمھاری خواہش کے معجزہ تم کو دکھاؤن اور پھر تم اُنکے پیرا کہنا نہ مانا
اور ایمان نہ لائے تو تم سب عذاب الٰہی مین گرفتار ہوگے ان لوگون نے اس بات کو یقین
نہ کیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ ہر سال شہر کے باہر جاتے ہین اور پوشاک اور زیور سے
بتون کو آراستہ کر کے باہر نکالتے ہین اور حاجتین تمام سال کی ان بتون سے اُس دن مانگتے
ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تو بھی اُس دن ہمارے ساتھ چل اور اپنے خدا سے اپنا مطلب
طلب کر دیکھین تو تیرا خدا کیا دیتا ہی حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور
اُس دن جسکا وعدہ ہوا تھا اُن سب کے ساتھ باہر نکلے اور تھوڑے سے لوگ جو ایمان اُنپر لائے
تھے وے بھی اُن کے ساتھ ہوے اور جب عیدگاہ کو پہونچے دیکھا کہ بتون کو نہایت زیب و زینت
سے آراستہ کر کے اپنے سامنے تختون پر بٹھایا ہی اور نہایت ادب اور لحاظ سے سب قوم
اُن کے سامنے کھڑی ہوئی اپنی اپنی حاجتین مانگ رہی ہین حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ تم اپنے
بتون سے کوئی چیز انوکھی مانگو تاکہ ہم بھی دیکھین کہ یہ تمھارے بُت کیسی قدرت رکھتے ہین
اُن لوگون نے کہا کہ اچھا پھر اُن بُتون سے ایک چیز انوکھی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور فریاد
اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سوائے محنت بے فائدہ کے کچھ بھی حاصل نہوا
آخر کو عاجز ہو کے بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب جو تم کہو مین بھی اپنے
اُس مالک الملک اور قادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگون اور اُسکی قدرت کو بھی
دیکھو کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریاد رسی کو پہونچتا ہی اور جو مانگون سو دیتا ہی جندع بن عمرو نے
کہ اُن کے سردارون مین بڑا سردار تھا دوسرون سے کہا کہ انسے ایسی چیز طلب کیا چاہئے
کہ عقل کے نزدیک محال ہو تاکہ ان سے لائی نہ جائے اور ہمارے بتو نکی بھی عزت اور آبرو
باقی رہ جائے والا ہم خفیف اور ذلیل ہو جائینگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اور عقل

اور دانائی مین بھی سب سے زیادہ ہوشیار تو کوئی ایسی تجویز کرکے کہہ کہ یہ عاجز ہو جاوین اور
لا نہ سکین تب جندع نے صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پشتے سے کہ عیدگاہ کے
سامنے ہے اور اس پشتے کو اُن کے عرف مین کاثبہ کہتے تھے ایک اونٹنی ہمارے واسطے
نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اُسکا سفید اور بال اُسکے بڑے ہون اور نرم اور اُسکے
دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اُسکا بہت بڑا ہو کہ ہم سب کو اس ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے
اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بھی اسی کے مانند ہو شکل و رنگ
اور ڈیل مین حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مین اسی طرح کی اونٹنی اس پتھر سے نکالون تو تم
ایمان لاؤگے اور حق تعالی کے دین اور حکم کے فرمانبردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہ امر ظہور
مین آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات پر عہد اور پیمان
کیا اور قول اور قرار اُن سے مضبوط لیا پھر اُن لوگون کو جو اُن پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ
لے کر اُس پتھر کے نزدیک تشریف لیگئے اور دو رکعت نماز ادا کی اور درگاہ مین جناب الٰہی کے
دعا مین مشغول ہوئے اور ان مسلمانون کو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کھڑے ہو کر آمین کہو اور
اُس قوم ثمود کے سردار مع فوج اور لشکر گرد اگرد اُنکے گھیر کے کھڑے ہوے اور تماشا دیکھنے
لگے کہ کیا ہوتا ہی کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اُس پہاڑ کے پشتے سے آواز جانور کے
چلانے کی آنے لگی جسطرح جانور جننے کے وقت آواز کرتا ہو یہان تک کہ وہ پشتہ پھٹا اور ایک
اونٹنی جیسی اُسنے طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل مین چرنے لگی اور بعد ایک ساعت کے
اُسکے بھی درد زہ شروع ہوا اور وہ بھی ایک بچہ جنی اپنے برابر قد و قامت مین اور صورت و شکل مین
اس ماجرے کو دیکھ کر لوگ ایک آواز کر اُٹھے اور سب اس بات کے قائل ہوے کہ حضرت صالح ع
کا معبود بڑی قدرت رکھتا ہی اُسی پر ایمان لانا چاہیے اور جندع بن عمرو چھ ہزار آدمیون سے
ایمان لایا اور اسلام سے مشرف ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدمون پر گر پڑا اور پچھلی
تقصیرون سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اُسکی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے نفس
کی شامت سے اسی انکار پر قائم رہے اور اپنے فرمانبردارون کو بھی سمجھایا اور بہکانا شروع کیا
کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہو اور اپنے دین اور مذہب کو مت چھوڑو اور اسی پر مضبوط رہو کہ

یہ وقت آزمائش اور امتحان کا ہی اُن بدبختون نے اپنے رئیسون کے بھڑکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کیئے اور حضرت صالح کو جادوگر قرار دیکر پھر گئے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمنے خلاف عہد کے کیا اور پھر ایمان نہ لائے اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہ صورت ہی کہ اس اونٹنی اور اسکے بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک مین رکھو کسی طرح سے اسکو رنج مت دو اور بُری طرح سے مت چھیڑو کہ تمھارے امن اور بچاؤ کی سبب ہی اور جب تک یہ اونٹنی اور اسکا بچہ تم مین رہیگا عذاب الٰہی پر نہ آویگا اور جو کسی طور سے تم نے اسکو برائی پہونچائی تو عذاب الٰہی مین گرفتار ہوگے اب اس جگہ یہ جاننا چاہیئے کہ اس معجزے کے خاص ہونے مین اُس قوم کے واسطے بھید یہ تھا کہ اُن کو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے مین بڑا دخل تھا اور اس کام مین بڑی بڑی باریکیان اور کاریگریان کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے مین اُس گروہ کے واسطے اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ ہرچند تم لوگ پتھر کی تصویرین عجیب اور غریب بناتے ہو لیکن جان اُسمین نہین ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جاندارون سے بڑا ہو نکال سکتے ہین شعر کافران از بت بیجان چہ توقع دارید ✤ بارے آن بت بپرستید کہ جانے دارد ✤ اور اُس مین اشارہ اس بات کی طرف بھی ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہدایت پتھر کے دلون کو نرم کرسکتی ہے اور اُس سے روح کے وصف ظاہر کرسکتی ہی اب آئے ہم باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل اور ڈول مین بھی بہت بڑی تھی چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بڑے جلیل القدر صحابیون مین سے ہین وہ فرماتے ہین کہ مین ثمود کے شہر مین جسکا حجر نام ہی گیا تھا اُس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کہ مشہور ہی اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہین اپنے ہاتھ سے مین نے ناپی تھی تو ساٹھ گز دور اُسکا ہوا تھا اور اُس اونٹنی کی خاصیت یہ تھی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اُسکے دیکھنے سے خوف کھاکر بھاگتے تھے اور جس جنگل مین وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہین رکھ سکتا تھا اور جس کنوئین اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب پانی اُسکا پی لیتی تھی اور جس چراگاہ مین وہ چرتی تھی اُس مین گھاس کا نام بھی نہین رہتا تھا اور شام کے وقت جو شہر مین آتی تھی تو سب شہر والے اپنے اپنے برتن لاکے اسکے دودھ سے بھر لیتے تھے اور تمام شہر والون کو اُسکا دودھ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت

اسی طور سے گذری تو مواشی اور جانوروں والے اُسکے پھرنے اور سیر کرنے سے عاجز ہوے
اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپنے مصالحت کے طور پر ایسا ٹھہرایا کہ ایک دن تم سب
اپنے جانور چرایا کرو مگر اُس دن اونٹنی کو ہم اپنے گھر مین بند رکھین گے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی
کو چھوڑ دینگے اُس دن تم اپنے جانورون کو بند رکھو اس قول و قرار پر ایک مدت تک گذران
کرتے رہے لیکن شہر والون پر جو جانورون کی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تھے یہ قسمت بھی
گران گذری اور اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کسی حیلے اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دور
کیا چاہیئے تاکہ ہمارے جانور اچھی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کرین لیکن عہد کے ٹوٹنے
اور قول و اقرار کے خلاف ہونے سے خوف کھاتے تھے اس درمیان مین ایک نوجوان اُسی قوم
کا کہ نہایت شورہ پشت اور ذنگی تھا اور اُسکا نام قذار بن سالف تھا کوتہ گردن چار شانہ ماں
باپ کو آزار دینے والا زبان دراز بہت جھوٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور
اس عورت کا نام عنیزہ تھا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین وہان
مشہور تھی اور اس فاحشہ کے گھر مین آٹھ شخصون سے جو اُسکے ہمشرب اور ہم وضع تھے اور
اُن مین سے ایک کا نام مصدع بن واہر تھا کہ اُسکے چچا کا بیٹا تھا جاتا تھا اور اُس سے حظ نفسانی
حاصل کرکے روسیاہی دونون جہان کی کمایا کرتا تھا اور اُس کے یار ہمنشین شراب خواری کرکے
اُسکے گھر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منہ کالا کیا کرتے تھے ایک روز اس جوان نے یعنی
قذار نے اُس فاحشہ سے کہا کہ کبتک یہ آشنائی چوری چھپے رہے گی تو کھُل کے مجھ سے نکاح کیون
نہین کر لیتی ہی کہ عمر بھر ہنسی خوشی سے گذران کرین اُس قحبہ نے کہا اگر اس بات کا تجھکو خیال ہی
تو ایک فرمائش میری ہی اگر اسکو تو بجا لائے تو مین مع مال و اسباب اور لونڈیون کے تیری فرمانبردار
ہو کر رہون اور وہ کام یہ ہی کہ اُس اونٹنی کو جسنے مجھکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکھا
اور تمام جانورون بے زبان کو بھوک اور پیاس کے عذاب مین گرفتار کر رکھا ہی کسی طرح مار ڈال
اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب بلا سے نجات پاوین اور اُس قحبہ کے جو جانور بہت تھے اس
سبب سے اور لوگون سے زیادہ اُسکو اُس اونٹنی سے دشمنی تھی غرضکہ قذار نابکار نے اس
ادنی اور خسیس کام کے واسطے ایسے بڑے گناہ کرنے کا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے [illegible]

تدبیر مین بڑا مدد گار ہوا اپنے یارون اور آشناؤن کو بھی اُس کام مین اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی مین جو اُس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اُسکی راہ روک کے گھات مین بیٹھا اور اپنے یارون کو بھی اُس کوچے مین گھات کی جگہون مین بٹھایا جسوقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پھری اور اُس کوچے مین پہونچی تو پہلے مصدع نے تیر اُسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص تلوار کھینچ کے غل مچاتے ہوے اونٹنی تک پہونچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسی کو اپنے پاس آنے نہین دیتی تھی اور جسطرف حملہ کرتی تھی سب کو بھگا دیتی تھی آخر کو قدار نابکار نے اُسکے پیچھے پہونچکر ایک تلوار اُسکی کونچون مین ماری کونچون کے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گر پڑی زمین پر گرتے ہی جب اُسکے یار گرد سے پہونچے تو تلوارون سے اُسکو پرزے پرزے کر ڈالا اس بات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوے اور اُسکے گوشت کو تقسیم کرکے شہر والے اپنے گھر کو لے گئے اُسکا بچہ پیچھے سے آیا اور اپنی مان کا یہ حال دیکھا تو وہان سے بھاگ کر اُسی پہاڑ کی پشت پر جا کر کھڑا ہوا یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہونچی تو افسوس کرتے ہوے باہر نکلے اور شہر والون سے فرمایا کہ یہ تم نے اچھی بات نہ کی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا اب بھی ایک بچاؤ کی صورت ہی کہ میرے ساتھ آؤ اور اُسکے بچے کو اپنے شہر مین لاؤ تاکہ اس کے سبب سے حق تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے اس بات کو نہ سُنا اور اُس بات کی کچھ حقیقت نہ جانی تب تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون کے ساتھ اُس بچے کے لانے کو جنگل کی طرف گئے جون ہی بچے نے حضرت صالحؑ کو دیکھا تین[۳] مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا پھٹا اور وہ بچہ اُسکے اندر گھس گیا تب حضرت صالح علیہ السلام اس حال کو دیکھکر افسوس کرتے ہوے پھر آئے اور شہر والون سے کہا کہ تم نے اپنی خرابی اپنے ہاتھ سے کی اور اُس بچے کے تین[۳] مرتبے آواز کرنے کی تعبیر یہ ہی کہ تمکو تین[۳] دن مہلت ہی عذاب الٰہی سے پہلے دن منھ تمھارے زرد ہو جاوینگے اور دوسرے دن سُرخ ہو جاوینگے اور تیسرے دن سیاہ اور یہ ماجرا اتوار کے دن رہے بدھ کو ہوا تھا جمعرات کی صبح شہر والے جو سوکے اُٹھے تو دیکھا کہ سب کے منھ زرد ہو گئے ہین تو سب کو یقین ہوا کہ جو کچھ حضرت صالحؑ نے کہا تھا سب سچ

[illegible] اُسوقت اُنکی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول [illegible]

یعنی قدار نے اپنے آٹھون یارون سے قسمیہ ہو کر یہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح علیہ السلام کا کام تمام کیجیے یہ ارادہ دلمین ٹھان کہ اسی رات کو یہ نو آدمی حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی کرنے کو چلے سو وقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد مین تھے ایک درخت اُس مسجد مین تھا وہ بلند آواز سے بولا قدار اپنے یارون کے ساتھ آپ کے مارنے کو آتا ہی سو آپ اپنے گھر مین تشریف لیجایئے اور دروازہ بند کر لیجیے حضرت صالح نے اُسکے کہنے کے بموجب عمل کیا اور گھر مین دروازہ بند کر کے جا بیٹھے جب قدار نابکار اپنے یارون کے ساتھ مسجد مین آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہان نہ پایا تو ارادہ کیا کہ آپکے مکان کا دروازہ توڑ کے اندر گھس کے آپسے بے ادبی کرین وے سب اسی سوچ مین تھے کہ یکایک فرشتے بموجب حکم الٰہی کے آپ کی حمایت اور مدد کو پہونچے اور اپنے پرون سو اُن بدبختون کے منھ پر مار مجرد اس مارنے کے وہ سب اندھے ہو گئے اور حیران اور پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہان سے بھاگے اور اُس بھاگنے مین کسی کا سر دیوار مین لگ کر پھٹ گیا اور کوئی کنوئین مین گر کر مر گیا یہانتک کہ سب کے سب مر گئے اور خسر الدنیا والآخرہ ہوے دوسرے دن شہر والے جو اٹھے تو سب کے منھ سرخ پائے اور قدار وغیرہ کے وارثون نے جو اُن کی تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب ان سب کو مرا ہوا پایا پھر اس حال کو شہر کے رئیسون اور سردارون سے جو کافر تھے ظاہر کیا تو سردار سب شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر چڑھ آئے اور گھر کو گھیر لیا اور کہا تم نے اُس اونٹنی کے عوض مین ہمارے جو نو آدمی رات کو مار ڈالے ہین ہم اُن آدمیون کے عوض مین تمکو اور تمھارے سب گھر والون کو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ان لوگون کے گھر مارنے کو نہین گئے تھے یہ خود ہمارے گھر پر رات کو چڑھ کے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے غیب سے اُن کو سزا دی وہ سب اسی جواب اور سوال مین تھے کہ جندع بن عمرو اُس شہر کا بڑا رئیس کہ مع اپنی فوج کے اسلام سے مشرف ہوا تھا اور بڑا معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پاکے مع اپنی فوج حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہونچا اور اُن رئیسون اور شہر والون سے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمیون نے درمیان مین آکے اس بات پر صلح ٹھہرائی کہ حضرت صالح علیہ السلام اُس شہر سے باہر جا دین حضرت صالح نے اس بات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور

دوسرے مسلمانون کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر چلے گئے اور تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا صبح کو شہر کے لوگ جو اُٹھے سب کے منھ کالے پائے اُس دن دن بھر تشویش مین رہے کہ کیا ہونیوالا ہی آخر یہ بات سُوجے کہ سنگین مکانات خالی کیجیے اور خدا کا عذاب جب آویگا تو اُن مکانون مین چھپ رہین گے کیونکہ عذاب الٰہی آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ اور ان سب چیزون سے ان مکانون مین بچاؤ ہی سو اسطے کہ یہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہین ایسی چیزون سے ان مکانون مین کچھ دہشت نہین ہی یہ نہ سمجھے حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی چیز بچا نہین سکتی حاصل کلام کا پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام بموجب حکم الٰہی کے درمیان مین آسمان اور زمین کے ایک بڑی صورت دہشتناک سے ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت آواز کی کہ اُس کے سبب سے پہاڑ جنبش مین آگئے اور تند ہوا آندھی کے طور سے چلنی شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کھا کے اُن ہی سنگین مکانون مین گھُسے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بھی زیادہ سخت کی کہ اُسکے سبب سے سب شہر والے اوندھے اپنے زانوؤن پر گر پڑے اور اُنکے پتے پھٹ گئے اور سب جہنم واصل ہوئے ایک بھی اُن مین سے باقی نہ رہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہ ماجرا سُنا تو مسلمانون سے فرمایا کہ یہ شہر غضب الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہوئی یہان پر رہنا ہرگز مناسب نہین ہی اسکو چھوڑو اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندھو اور وہین چلکر رہو چنانچہ [illegible] حضرت صالح علیہ السلام کے فرمانے کے بموجب عمل [illegible]

اللّٰھُمَّ ارزقنا اتباع نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے سفر مین شہر حجر کے دروازے پر پہونچے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص اس شہر مین نہ بیٹھے اور پانی نہ پیے مگر یہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحین اُن کافرون کی اس شہر مین عذاب الٰہی مین گرفتار ہین اور جس جا پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہی وہان سے دور رہنا خوب ہی اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ ثمود کی قوم کے کافرون سے کوئی آدمی نہین بچا مگر ایک شخص جسکا ابو رغال نام تھا کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ مین آیا تھا سو جب تک حرم شریف کے اندر رہا تب تک عذاب الٰہی سے محفوظ

رہا جو ن ہی حرم سے باہر نکلا اور طائف کی طرف چلا راستے مین اُسی عذاب مین جسمین اسکی قوم ہلاک ہوگئی تھی یہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مہم پر جانے کے وقت جب اُسکی قبر پر پہونچے اور عادت وہان کے لوگون کی یہ تھی کہ جب اُس قبر کے نزدیک پہونچتے تو اُس کو سنگسار کرتے تھے تب آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ قبر کس کی ہی صحابہؓ نے جواب مین عرض کیا کہ اللہ اور اُسکا رسول خوب جانتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قصہ اُسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہ ہی کہ اس شخص کی چھڑی سونے کی اُسکے ساتھ ہی دفن ہوئی ہی صحابہؓ نے جو یہ کلام سُنا دوڑے اور اُسکی قبر کو تلوارون سے کھودا اور وہ سونے کی چھڑی اسکی نکال لائے اور اُسکی قبر کو پھر اُسی طرح بند کر دیا یہ ہے ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہ قصہ بعضی بعضی سورتون مین زیادہ تفصیل سے مذکور ہے مگر اس مقام پر حق تعالیٰ نے تھوڑا اس قصے سے جتنا مناسب تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم نے سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشون کے غالب کرنے سے عقل اور شرع کے حکمون پر حکم آلٰہی کا انکار کیا اور پیغمبرؑ کو اور اُس کی لائی ہوئی چیز کو جھوٹا جانا اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰـهَا ۪ۙ جب اُٹھا اتراتا ہوا بدبخت اُس قوم کا یعنی قدار بن سالف اور عقل اور شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی فرمانبرداری کی یعنی اونٹنی کی کوچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ پھر کہا اُنکو اللہ کے رسول نے یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جاے پر رسول اللہ فرمایا اُنکا نام یعنی صالح نہ فرمایا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور اُنکا ڈرانا بعینہٖ خدا کا ڈرانا تھا اس واسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہی اُسی کا پیغام پہونچاتا ہی اور جو کچھ کہتا ہی اُسی کی زبانی کہتا ہی گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہی اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہ فائدہ بوجھا نہ جاتا نَاقَةَ اللّٰهِ یعنی چھوڑ دو اور نہ کو مت اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسی طرح کا رنج اور اذیت مت دو اور اُس کی ہلاکت کے پیچھے مت پڑو اس واسطے کہ گنوار اور زمیندار بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے اور بوجھتے ہین کہ زور اور حکومت

والے کے جانور کو چارے پانی پر سے ہانکا نہ چاہیے بلکہ کسی طرح نہ چھیڑنا چاہیے تو خدا کے جانور کو
جو سب حاکمون کا حاکم ہی اور سب زبردستون کا زبردست اور ہر وقت سزا دے سکتا ہے
اور جو چاہے کر سکتا ہی بطریق اولی چھیڑا نہ چاہیے اور اُسکے قتل کے پیچھے نہ پڑیے کہ یہ بات بالکل
عقل کے خلاف ہی پھر گنوارون اور زمیندارون اور بکریون کے چرانے والون کے برابر بھی نہ سمجھنا
کمال نادانی اور بیوقوفی ہی اور یہ بلا عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنے
سے سر پر پڑتی ہی اور اُس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسی کی ملک مین
سواے خدا کے نہ تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہی کہ بے مان باپ کے پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حق تعالیٰ
کی قدرت کا ظہور تھا اور دلیل بھی قیامت کے قائم ہونے پر اور مُردون کے زندہ ہونے پر
گور سے ان سب باتون کے جمع ہونے کے سبب سے اُسکو ایک مرتبہ عالی ایسا حاصل ہوا تھا
کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دُنیا کے مکانون مین
بیت اللہ کا مرتبہ ہی وَ سُقْیٰهَا اور چھوڑ دو پانی اُسکے پینے کا تاکہ تمھارے جانور اُسکے پانی کے
حصے مین شریک نہ ہونے پاوین اسواسطے کہ تم نے عہد باندھا ہی اور قول و اقرار کیا ہی راضی
ہو کہ ایک روز یہ اونٹنی پانی پیے اور دوسرے روز تمھارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور
قول و اقرار کے خلاف کرنا سب شریعتون مین اور سب دینون مین حرام ہی اور منع اور شہوت
اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی فَكَذَّبُوْهُ پھر جھٹلایا اُس سب
قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اُس ڈرانے اور سمجھانے مین اور اُن کی نصیحت کو کہ اس آیت
کا مضمون تھا لا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب الیم قبول نہ کیا فَعَقَرُوْهَا پھر کاٹین
اُس اونٹنی کی کونچین ہر چند کہ کونچین کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تھا اور اُسکے آٹھون یار جو
اُس کے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والونکی مرضی کے موافق یہ کام تھا اور سب اُس کے خوش
ہوئے تھے تو گویا سب اسمین شریک تھے اسی واسطے گروہ مین سے ایک شخص کا کام جو
سب کے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون اس شعر کے
شعر چو از قومی یکی بیدانشی کرد نہ کہرا منزلت ماند نہ مہ را اور سورۂ قمر مین فتعاطی فعقر
جو واقع ہی تو اس سے مراد فقط اُس فعل کا کرنے والا ہی اور بس تو ان دونون مین تعارض

لازم نہوا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پھر اُلٹ مارا اُن پر زمانے کو اُن کے پروردگار نے
جیسا کہ اُن لوگون نے اللہ تعالیٰ کی اچھی ترتیب کو اُلٹ ڈالا تھا یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکو قوت شہویہ
اور غضبیہ اسواسطے دی تھی کہ ان دونون کو عقل کا فرمانبردار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار
کرین اور ان لوگون نے اسکا عکس کیا یعنی شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے
کیا بِذَنْبِهِمْ اُن کے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الٰہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اُسکی
ضد پر عمل کرنا تھا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جا کر قتل کر وہ غلام جا کے
اُس کے لڑکون کو مار ڈالے فَسَوّٰىهَا پھر برابر کر دیا اس فرقے کو اور خاک مین ملا دیا اسواسطے
کہ اُس اونٹنی کے قتل مین سب شریک تھے باطن مین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسوقت زمین
پر کوئی گناہ ہوتا ہی پھر جو کوئی اُس مجلس مین حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اُسکو برا جانتا ہو تو وہ
شخص گویا اُس گناہ سے منزلون دور رہا پھر گناہ کی برائی اُسکو نہ لگے گی اور جو اُس مجلس سے دور رہے
اور دل سے راضی اور خوش ہوا اُس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گویا اُس مجلس مین موجود ہی اور
اُس گناہ مین شریک وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور نہین ڈرتا ہی اللہ تعالیٰ اُس قوم کی ہلاکے انجام
سے اسواسطے کہ انجام کار سے وہ شخص ڈرتا ہی جسکو یہ معلوم نہووے کہ انجام اُسکا اچھا ہی یا برا اور نادانستہ
وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اُسکے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اُس کام کے پیچھے
اُٹھے اُس کام کا تدارک قرار واقعی نہ کر سکے سو اللہ تعالیٰ ان سب باتون سے کہ موجب نقصان
کے ہین پاک ہی وہ تو علام الغیوب ہی اور پرلے درجے کی قدرت اور غنا رکھتا ہے اُسکو
کیا پروا ہی جو ایک فرقہ اُسکی مخلوقات سے کم ہو جائیگا اور اسکا کچھ افسوس بھی نہین ہی کہ مین نے
مدتون سے اس فرقے کو پالا ہی سو سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش
کیا تھا وہ کام نہوا اب یہان پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین جو مسند امام احمدؒ وغیرہ معتبر
کتابون مین پائی جاتی ہی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
ارشاد فرمایا کہ کچھ تم کو معلوم ہی کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی اُمتون کا کون شخص ہی اور اس اُمت مین
زیادہ بدبخت کون ہی حضرت علیؓ نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بڑا بدبخت اگلی اُمتون کا ایک سُرخ رنگ ثمود کی قوم سے تھا یعنے قدار بن سالف کہ حق تعالیٰ

کی اونٹنی کی کونچین کاٹین اور اِس اُمت کا بڑا بدبخت وہ شخص ہی جو تیرے سر پہ تلوار ماریگا اور تیری
ڈاڑھی اُس خون سے رنگین ہوگی اور اُسی تلوار سے تو شہید ہوگا اب یہان پر ضرور ہوا کہ اگلی امتون سے
قدار کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ اور اِس اُمت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کے
زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ بیان کی جاوے اور اُسکا بیان موقوف ہی کئی مقدمون کی تمہید پر
پہلا مقدمہ یہ ہی کہ فرج کی شہوت سب شہوتون سے خسیس اور بدتر ہی سواسطے کہ اس حالت مین
آدمی عقل سے بہت دور ہوجاتا ہی اور جانورکی سی حرکتین آدمی سے اُسوقت ظاہر ہوتی ہین اور
اس شہوت کی جاے بھی نجاست اور ناپاکیون سے بھری ہوئی ہی اور عورت کی جگہ کا کھلنا اس
شہوت کو لازم ہے جسکا تمام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہی اسی واسطے عادت پیدائشی
آدمی کی ہی کہ اس شہوت کے نکالنے کے وقت بہت پردہ کرتا ہی اور سب سے چھپاتا ہی اور اسکا
نام مجلس اور محفل مین کھولکر نہین لیتا سواے اشارے اور کنایے کے اور جو گالی دُنیا مین سُنی
جاوے سو اُسی شہوت سے کچھ کمتی زیادتی کرکے نکلی ہوگی دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ شہوت کسی طرح کی ہو
اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری قسم جیسے کھانے کی ہو یا پینے کی ہو یا مکانات کی سواری کی ہو یا
سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے اُسکے سُننے کی ہو یا خوشبویون کے سونگھنے کی اور جو سواے
اُسکے ہین یہ کمتر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہین سیواسطے عرف مین ان لوگون کو جو اِن شہوتون کے
مغلوب ہوتے ہین بدتر جانتے ہین اُن لوگون سے جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوئے
ہین جیسے بادشاہ عیاش اور تماش بین کو بُرا جانتے ہین بادشاہ سفاک خونریز سے اور اُسکا
بھید یہ ہی کہ غضبیہ قوت سبب ہی غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہویہ قوت باعث ہی تملق اور
چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگون کے نزدیک فاعلیہ قوت بہتر ہی اسواسطے کہ یہ زبردست
ہی منفعلہ قوت سے سواسطے کہ یہ زبردست ہی تیسرا مقدمہ یہ ہی کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے
واجب حق تلف ہونے لگین تو سب لوگون کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہوجاتا ہے
اور جسقدر وہ حق بزرگ ہوگا اُسی قدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہوگی تو اول بدبخت وہ شخص ہی
جو اپنے نفس کے حق پر شہوت اور غضب کو مقدم رکھے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے
بدبخت وہ شخص ہی کہ اپنی لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے اور اس سے

بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہی کہ ان دونون لذتون کے سبب سے بہت آدمیون کے حقون کو تلف
کرے پھر حق بھی آپس مین مختلف ہین جیسے دنیا کا حق کہ اُسکا تلف ہونا سہل اور آسان ہی
آخرت کے حق تلف ہونے سے کہ اُسکا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہی جو تھا مقدمہ یہ ہی کہ آدمی پر تین
حق بڑے اور عمدہ ثابت ہین پہلا حق تعالی کا حق ہی کہ اُسکا پیدا کرنیوالا اور نعمت دینے والا اور
سب کام کا درست کرنیوالا وہی ہی اور کسی وقت اور کسی دم آدمی اُسکے احسان سے باہر نہین ہو سکتا
اور ہر کام مین آدمی اُسی کی مدد اور مہربانی کا محتاج ہی اسی واسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس
حق کی برابری کر نہین سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا ہی کہ اپنی زندگی اور موت مین اُنکا
محتاج ہی اور ہر طرح کی مدد کا اُن سے اُمیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا اور اس حق کی حقیقت خود
ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین ہی پس سب بدبختون سے بدبخت وہ شخص ہی کہ ان تینون حقون کو
ایک خسیس شہوت کے عوض مین تلف کرے سو یہ وصف اگلی امتون مین قدار بن سالف
مین تھا کہ ادنی اور خسیس کام کے واسطے ان تینون حقون کو تلف کرڈالا اول اپنے نفس کے
حق کو تلف کیا اور کافر مرا اور دوزخ کا کُندہ ہوا اور اپنی زندگی برباد کی دوسرے اپنی قوم کے
حق کو تلف کیا کہ اُسکے سبب سے سب حق تعالی کے عتاب مین گرفتار ہوے اور کسی کا نشان
بھی باقی نہ رہا تیسرے حق تعالی کا حق تلف کیا یعنی اُس اونٹنی کو جس کو اللہ تعالی نے اپنی طرف
منسوب کیا تھا اور اللہ تعالی کی ہدایت کی صورت تھی اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول
کی سبب تھی اور بیت اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تھی اُسکی کونچین کاٹین اور ہلاک کیا اور اس
اُمت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل یعنی ابن ملجم ایسا ہی بدبخت ہی توضیح اس ابہام کی اور
تشریح اس مقام کی یہ ہی کہ وہ اللہ تعالی کی اونٹنی جسطرح حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تھی
اور اُن کی نبوت پر گواہ صادق تھی اور قوم ثمود کی ہدایت کیواسطے جو حق تعالی کی عنایت متوجہ ہوئی
تھی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبہ رسالت کا مرحمت کرکے اُس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور نبی
اُن کے سوال کے بموجب ناقے کی شکل ہوکے اُن مین ٹھہری تھی اور قرار پکڑا تھا یہان تک
کہ اُس ناقے کی تعظیم اور اُسکے حق کو ادا کرنا گویا حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول
کرنا تھا اور عذاب الٰہی کے دفع کرنے کے واسطے اُن کے دین قبول کرنے کے ...

گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کے مرتبے کی بزرگی اور اُن کی دعا کی قبولیت اس جھروکے سے ظاہر ہوتی تھی اسیطرح سے وجود جسمانی حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا کہ ختم کرنے والے خلافت حقہ کے تھے اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا نور اِس راہ سے جلوہ گر تھا اور اُس جناب کے قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت اور نیابت اسوقت مین اُسی ذات قابل الصفات مین منحصر تھی اسیواسطے حدیث شریف مین جس طرح بیت اللہ کے حق مین وارد ہی کہ اَلنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا بیت اللہ کا عبادت ہے اور قرآن شریف کے حق مین وارد ہی کہ اَلنَّظَرُ اِلَی الْمُصْحَفِ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا قرآن کے حرفون کی طرف عبادت ہی اسی طرح حضرت علیؓ کے حق مین آپنے فرمایا ہے کہ اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ یعنی دیکھنا حضرت علیؓ کے منھ کی طرف عبادت ہی سو اُسوقت مین وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مثل وجود شریف حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھا اسواسطے کہ اُسوقت مین تشنگان اُمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی چشمۂ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اُسوقت مین بسبب جمع ہونے تمام صفات کمال بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقت مین اُس وجود کو اُس بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو گویا ہدایت کی شمع کو گل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو تلف کیا اور تمام اُمت کے حق کو بھی تلف کیا یعنی ایسی ذات کو کہ اُسوقت مین اپنا ثانی اور قائم مقام فضیلت اور بزرگی مین نہ رکھتی تھی ہلاک کر کے تمام اُمت کو چھار و بے رسّی کے مانند منتشر اور فوج بے سردار کی طرح پریشان کر دیا اور اپنے نفس کے حق کو بھی تلف کیا اور کندہ دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہ سب بُرائی اُس بدبخت کو اسی شہوت کے سبب سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ روایات صحیحہ مین وارد ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان اُسکی نظر ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام قطام تھا پڑی اور دل وجان سے اُسپر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی یہی مذہب باطل رکھتی تھی اور باپ

اور بھائی اسکے نہروان کی لڑائی مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے جہنم واصل
ہوئے تھے جب ابن ملجم کو اسکی ملاقات کا خیال دل مین پڑا اور خط کتابت اس سے [illegible] اُس سے
شروع کی اور آدمیون کو درمیان مین ڈالا تب اُس عورت نے جواب مین یہ کہا کہ ایک میرا کام ہی اگر
تجھ سے ہوسکے اور تو اسکے کرنیکا اقرار کرے تو البتہ مین تجھکو قبول کرونگی اور اپنے تئین تیرے نکاح
مین دون اور وہ کام یہ ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر اُس ملعون نے کہ مغلوب شہوت کا
تھا اس بات کو اُس ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر مین پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خریدی اور
اسکو زہر کے پانی سے بجھایا اور اپنے یارون سے اس کام کی تدبیر پوچھی اُسکے یارون نے کہا کہ
یہ کام کچھ مشکل نہین ہی بہت آسان ہی [illegible] کوئی نگہبان اپنے ساتھ نہین رکھتے ہین
اور اکیلے رات کو اندھیرے مین مسجد کو جاتے ہین تم بھی [illegible] اندھیرے مین چھپ رہو اور اپنا
کام انجام کو پہونچا اکیسوین رمضان مبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت
علی رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف مسجد مین لائے [illegible] مستعد اسی کام پر
کھڑا تھا اور آپ کی عادت تھی [illegible] آدمیون کو [illegible] سے
بیدار کرتے تھے تاکہ وے سب اُٹھ سکے [illegible] جونہی آپ نے مسجد مین
قدم مبارک رکھا وہین اُس ملعون نے پیچھے سے غفلت مین ایک تلوار کا ضربہ آپکے سر مبارک
پر مارا اور بھاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑکے قید کیا ہرچند کہ زخم چندان کاری نہ تھا
لیکن زہر کی تاثیر سے آپ کا کام تمام ہوا اور اس خاکدان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال
فرمایا اکیسوین رات کو رمضان کی [illegible] آپکو نجف اشرف مین کہ ایک جگہ کا نام ہی کوفے
سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرة النعمان کی راہ مین وہان مدفون کیا اور
آپکی قبر کو بلند نہ کیا بلکہ بالکل بے نشان رکھا [illegible] کہ اس زمانے مین کوفے کے خوارج
مین بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپکی [illegible] اور یہ قصہ سال چالیسوین ہجری مین
واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قائم مقام اس مرتبے کا نہ رہا
یہی بات صحابہ نے سمجھ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہی کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہین سو کرین اب

ایسا کوئی نہ رہا کہ اُنکو کسی بدکام سے منع کریگا اب جاننا چاہیے کہ صحابہؓ مین بعد وفات
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیون کو بدکامون سے
بے محابا یعنے بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا بنی اُمیہ کے بادشاہون سے یا دوسرے سردارون
سے لحاظًا اور خاطرداری سچی بات کہدینے مین نہین کرتے تھے لیکن اُنکی امر و نہی مانند سمجھانے علما
کے اور رہنمائی اولیا کے تھی نہ پیغمبرون کے حکم کے مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر
ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا اسی جگہ سے قاتل
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقی ہونے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ اسوقت مین تمام کمالات اُس ولایت
کے جو قائم مقام نبوت کے ہی اُنکی ذات مبارک مین منحصر تھے دوسرا کوئی اسوقت مین ویسا نہ تھا
بخلاف خلفای سابقینؓ کے کہ اُن کے زمانے مین دوسرے بھی جو لیاقت اس امر کی رکھتے تھے
موجود تھے کہ اُن کے معدوم ہونے کے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور اُنکے شہید ہونے سے دین
مین خلل نہ پایا گیا بخلاف شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفا تھے تو اُنکی شہادت
گویا اللہ تعالی کے نور کا بالکل بجھا دینا تھا اور ہدایت کی شمع کو گل کر دینا اسیواسطے اُنکی شہادت سے
ایسی خرابی دین مین ہوئی کہ پھر تدارک اُسکا نہ ہوسکا اور اگر کسی کو یہ شبہ خاطر مین گذرے کہ اُس
بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اس اُمت کے بدبخت ترین کی حرکت سے
باقیماندہ کو کچھ آسیب بھی نہ پہونچا اسکا کیا سبب اسکا جواب یہ ہی کہ ان دونون مین فرق دو وجہ سے ہے
اور اول وجہ یہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود کی قوم راضی اور خوش ہوئی اور
اس اُمت مین اکثر لوگ حضرت علی رضی اللہ کے شہید ہونے سے راضی نہوئے تھے بلکہ اس
حرکت کرنے والے پر لعنت اور نفرین کرتے رہے دوسری وجہ یہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے کے
بعد اُسکا بچہ بھی غائب ہوگیا تھا اور بالکل اُسکا نام اور نشان نہ رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی وفات کے بعد آپکی اولاد امجاد باقی رہی اور آپکا نام و نشان قائم رہا اور نور اس ولایت کا
جسکے آپ حامل تھے نسلاً بعد نسل ایک حامل آپکی اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت
کا پیدا ہوتا رہا ہر چند کہ وہ ہیات اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہوکے موافق
استعداد کے ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے قائم رہا ان سببون سے یہ اُمت اسطرح کے عذاب سے

بچ رہی اور ایک سوانحہ عجیبہ سے آپ کی شہادت کے یہ ہی کہ اُس دن بیت المقدس میں
کوئی پتھر نہ تھا جس کے نیچے سے خون جوش نہ مارتا تھا واللہ اعلم

سورۃ اللیل

یہ سورۃ مکی ہی ہمین اکیس آیتین اور اکہتر کلمے اور تین سو دس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط والشمس کی سورۃ سے یہ ہی کہ دونون کو قسم سے شروع کیا اور اس امر مین یہ دونون سورتین مناسبت تمام رکھتی ہین اور اُس سورۃ مین انسان کے نفسون کا اختلاف مذکور رہے اور بعضون کے دل مین بدکاری ڈالی جاتی ہی اور بعضون کے دلمین پرہیزگاری اور اُن لوگون کا حال مذکور ہی جو اپنے نفس کی پاکی مین مشغول ہین اور دوسرے اُن لوگون کا حال ہی جو اپنے نفس کی ذلت اور خواری کے پیچھے پڑے ہین شہوت اور غضب کی فرمانبرداری کے سبب سے اور اس سورۃ مین بھی بنی آدم کے عملون سے اختلاف کا بیان ہی نیکبختی اور بدبختی مین اور بعضونکو اچھی راہ چلنے پر توفیق دی ہی اور بعضون کو بری راہ بدبختی مین ڈال کے شرمندہ کر رکھا ہے اور یہ بھی ہی کہ دونون سورتون مین بدبختون کا حال بیان ہی چنانچہ اُس سورۃ مین ثمود کی قوم کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جسکا نام قدار تھا اور اس سورۃ مین اُس بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جو اس امت کے شروع مین تھا جسکا نام امیہ تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے شخص کی ایذا دینے مین پڑا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے ایک بڑا رتبہ حاصل کیا تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقے سے مشابہت بہم پہونچائی تھی اور اس سورۃ کا نام والیل اس سبب سے رکھا ہی کہ عرب کی زبان مین لیل رات کو کہتے ہین اور اس سورۃ مین آدمیون کے عملون کے اختلاف کا بیان منظور ہی نیکی اور بدی مین اور بڑا عمدہ وقت اس اختلاف کا رات ہی کہ عابد لوگ عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور چور چوری مین اور عیاش لوگ حرامکاری اور شرابخواری مین اور آزادی دُکھ اور مصیبت مین بعضے محبوبون کی جدائی مین تڑپ تڑپ کے رات کاٹتے ہین اور بعضے بالغ وصال سے اور چمن باغ خوشی سے اپنی آرزو کے دامن کو مراد کے پھولون سے پُر کرتے ہین **مصرع** شب تو زگذشت وشب سمورہ گذشت **بیت** فرق ست میان آنکہ یارش در بر تا آنکہ دو چشم انتظارش بر در

ہرچند کہ دن مین بھی ہی قسم کے اختلاف اور رنگ برنگ کے معاملے ہوتے رہتے ہین لیکن جو وقت ظہور اور روشنی کا ہی تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ کرتا ہی جو رعابد بن کے نکلتا ہی اور فاسق صالح کے لباس مین اپنے تیئن ظاہر کرتا ہی بخلاف رات کے کہ تاریکی کے سبب سے حجاب کا پردہ اُٹھ جاتا ہی اور شرم اور حیا بالکل جاتی رہتی ہی اور ہر شخص اپنے نفس کی خواہش کے موافق بے تکلف اور بے پردہ ہو کے اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی اور ظاہر کا تکلف اور بناوٹ بالکل جاتا رہتا ہی اور سبب نزول اس سورۃ کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ مین دو شخص رئیسون مین بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونون کا معاملہ مال کے صرف کرنے مین مختلف ہوا اُمیہ مال بہت رکھتا تھا اور بارہ غلامون کو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا چنانچہ ایک غلام کو کھیتی کا داروغہ کیا تھا اور ایک کو میوون کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑون کی تجارت کے واسطے مین اور شام کی طرف بھیجتا تھا اور ایک کو جانورون پر مقرر کیا تھا کہ دودھ اور دہی اور نسل کی خبرداری کر کے اُسکے حاصل کو جمع کیا کرے اور اسی طرح ہر غلام کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے مال بہت جمع کیا تھا اور باوجود اس ثروت اور مالداری کے ایک کوڑی فقیر کو نہین دیتا تھا اور اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ ادھی دمڑی کبھی دیتا تو اُسپر خفا ہوتا بلکہ اُسکو اُس کام سے موقوف کرتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کمبخت کو بطور نصیحت کے کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالی کی راہ پر محتاجون اور مسکینون کو کسواسطے نہین دیتا ہی اور آخرت کا ذخیرہ کیون نہین کرتا ہی تو وہ بدبخت اُسکے جواب مین کہتا تھا کہ اول تو آخرت ہی کہان اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اسقدر مال اور اسباب اور اولاد مین نے جمع کیا ہی کہ مجھکو کچھ احتیاج بہشت کی نعمتون کی نہین ہی اور اُن چیزون سے جنکی طمع اور لالچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیرون اور محتاجون کو دیتے ہین اور اس سبب سے ان لوگون کو اپنا گردیدہ کرتے ہین مجھکو کچھ پروا نہین ہی اور اُسکے غلامون مین سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی مین اُنکا مرتبہ اُس حد کو پہونچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو عالم معاملہ مین اپنے آگے آگے جنت مین دیکھا اور اُن کے حق مین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال رضہ جسوقت مین کہ مملوک اس بدبخت کے تھے تو پوشیدہ اسلام لائے تھے آخر کو رفتہ رفتہ ان کے اسلام لانے کی خبر اسکو پہونچی تو اول انکو معزول کیا اور خزانے اور بتخانے کی داروغگی جو آنسے تعلق رکھتی تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر اُن کو اپنے سامنے بلوا کے پوچھا کہ تو کس کو پوجتا ہی حضرت بلال رضہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو اُس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دو نہین تو مین تجھسے بُری طرح سے پیش آؤنگا اور مارتے مارتے مار ہی ڈالونگا حضرت بلال رضہ نے کہا کہ مین تو اس دین سے پھر نہین سکتا تیرا جو جی چاہی سو کر مین تیرا غلام ہون اُس شقی ازلی نے اپنے غلامون کو ایسا حکم کیا کہ دن چڑھتے ان کے بدن مین ببول کے کانٹے چبھو دیا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ مین انکو چت لٹا کر سر سے پیر تک انپر گرم پتھر رکھ دیا کرو تاکہ ہل نہ سکین اور گرد انکے آگ جلا دیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان مین قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہ مار موقوف نہ کرو اسی طرح سے کتنے دنون تک حضرت بلال رضہ اس مصیبت مین گرفتار رہے اور پکار پکار کر خدا خدا کہا کیے یعنی معبود میرا ایک ہی ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اُس طرف گذرے اور اُس ملعون کے گھر سے آواز نالہ وزاری کی آپکے کان مین پڑی پوچھا کہ اس گھر مین کیا ہوتا ہی اور یہ آواز کیسی ہی لوگون نے کہا کہ بلال رضہ نام ایک غلام ہی وہ مارا جاتا ہی یہ آواز اُس غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات سُنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے وقت اُسکے گھر مین آپ تشریف لیگئے اور اُس مردود کو نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اسواسطے کہ اُسنے سچے دین کو قبول کیا ہی اور اللہ تعالے کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہی تجھکو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اسکے ساتھ احسان کر کہ آخرت مین تیرے کام آویگا اور تجھکو اُس دن کی سختی سے بچاویگا اس ملعون نے کہا کہ آخرت ہی کہان اور یہ دین کہان سے معلوم ہوا کہ سچا ہی اور اگر بالفرض آخرت ہونی بھی تو مجھکو دُنیا مین کسی چیز کی کیا کمی ہی کہ آخرت کی نعمتون پر جو فقط وہم اور خیال ہی فریفتہ ہون میرے پاس اس دُنیا مین بھی بہشت موجود ہی چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی نہین جو

جو میرے کارخانے مین کثرت سے موجود نہین ہی اور مضمون ان بیتون کا اداکرتا تھا
قطعہ صبح تو عام سے گذرتی ہے ÷ شب دل آرام سے گذرتی ہی ÷ عاقبت کی خبر
کسے معلوم ÷ ہان تو آرام سے گذرتی ہی ÷ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر اُسکو سمجھایا
اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ اُس بدبخت نے
کہا کہ اگر تمھارا دل اسپر ترس کھاتا ہی تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکھتے ہو تم ہی ثواب
کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید کرلو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اس بات
کی آرزو رکھتے تھے فرمایا کہ اس سے کیا بہتر ہی اسکے عوض مین جو تو طلب کرے مین دونگا
اور اسکو خرید کرونگا اُس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو نہ خرید سکوگے اور اگر یون ہی تمہین
منظور ہی اور تمھین اسکے خریدنے کا بڑا شوق ہی تو اپنے غلام نسطاس رومی کو کہ وہ آپکے غلامون
مین سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکھتا تھا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی
جمع کی تھی مجھکو دو اور اس غلام کو یعنے بلال رض کو مجھ سے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ
نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے مین عذر نہ رکھتے تھے اس بات کو
دل و جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اُسپر زیادہ کرکے اُس کافر کو دیے اور حضرت بلال
رضی اللہ عنہ کو قیدخانے سے باہر نکالکر اپنے ساتھ لیکر چلے وہ کافر آپکو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے
مصاحبون سے کہتا کہ اس شخص نے باوجود اس عقل و دانائی کے اس معاملے مین کسقدر دھوکا
کھایا ہی اور اپنا نقصان کیا ہی اور ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا تھا ایسے
نکمے غلام کے عوض مین جو کسی کام کا نہین ہی اور ایک کوڑی بھی پونجی نہین رکھتا ہو دیا ہی اور جو مین
ایسے غلام کو یعنے بلال رض کے مانند کو ایک دانق کے عوض مین کہ درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہی نہ خرید
کرون بلکہ مفت بھی نہ لون حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس
غلام کا مرتبہ یعنے بلال رضی اللہ عنہ کا اسقدر میرے نزدیک ہی کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے
عوض مین تو بیچتا تو بھی مین بے لیے نہ چھوڑتا پھر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی حضوری مین حاضر کیا اور سب حال جو گذرا تھا عرض کیا کہ اسطرح سے مین نے انکو خرید کیا ہی اور
آپ گواہ رہیے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے ان کو مین نے آزاد کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ

علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابتداے اسلام سے
کہ مسلمانون کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے
واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصارف اور حاجتون مین اور کافرون کے ہاتھ سے
مسلمانون کو چھڑا لینے مین اور سواے اسکے دوسرے اچھے کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت
کا جمع کیا تھا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے مین جو کچھ خرچ کیا سو ابھی معلوم ہو چکا
اسی طرح سے سات شخص غلام اور لونڈی قریش کے کہ دین اسلام کو کہ دل سے قبول کیا
تھا اور اُن کے مالک اس سبب سے اُنکو ایذا دیتے تھے خرید کرکے اللہ کی رضامندی کیواسطے
آزاد کر دیا تھا چنانچہ اُن مین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی جدعان کے غلام تھے حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے مالکون سے ایک رطل بھر سونے کی عوض مین خرید
کرکے آزاد کر دیا تھا اور وہ ہجرت کے سفر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی مین مشرف تھے
اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور وہ بڑے اولیاء اللہ مین سے تھے اور اُن مین ایک زنیرہ ہین
کہ کمال کی نہایت کو پہونچی تھین اور بڑا ایمان کامل انکو نصیب ہوا تھا انکو بھی ان کے مالکون سے
لیکر آزاد کر دیا تھا لیکن قضاے کردگار سے بعد آزاد ہونے کے انکی آنکھوں مین درد ہوا اور بینائی
اُن کی آنکھون کی جاتی رہی اُنکے مالکون نے یہ بات سُنکر اُنکو طعن کے طور پر سے کہا کہ دیکھا
لات اور عزیٰ کی مارنے تجھکو کیسا اندھا کر دیا اُنھون نے جواب مین فرمایا کہ یہ بات تمھاری
جھوٹی ہی لات اور عزیٰ کو ہرگز یہ قدرت نہین ہی کہ کسی کا کچھ اچھا یا بُرا کر سکین سواے
اللہ تعالیٰ کے کہ وہ مالک ہی جو چاہتا ہی سو کرتا ہی یہ بات اُنکی اللہ تعالیٰ کی جناب مین پسند
ہوئی اور اُسی وقت اُنکی آنکھین اچھی ہوگئین اور جیسی بینائی تھی ویسی ہی ہوگئی اور اُن ہی
مین سے نہدیہ اور اُنکی بیٹی ہے کہ یہ دونون ایک عورت یعنی عبدالدار کی لونڈیان تھین
اور وہ عورت اُن کو نہایت ایذا پہونچاتی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن کے
حال سے خبر پاکے اس عورت کے گھر تشریف لے گئے اور اُسکو نصیحت کی کہ اُن کو ایذا
مت دے اور جو کچھ کہ اُنکی قیمت ہو مجھ سے لے اُس عورت نے قیمت بہت مانگی آپنے
بلا تکرار انکی قیمت موافق اُنکی خواہش کے اُسکو ادا کی اور اُن دونون سے کہ اُس عورت کے

آٹا پیسنے مین مشغول تھین کہا کہ خوشخبری ہو جیو تم کو کہ مین نے تم دونون کو مول لیکر اللہ تعالے
کی رضا کیواسطے آزاد کر دیا اب اٹھو اور آٹے کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ آؤ اُن دونون نے
عرض کی کہ یا ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت برسون سے ہمنے اسکے گھر مین پرورش پائی ہی
اور اُسکا نمک کھایا ہی اب یہ اُسکا کام ادھورا چھوڑنا مناسب نہین ہی اسکے آٹے کو پیس کے
اور اُسکو دیکر ہم آتے ہین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنکر اُن پر آفرین کی اور
اُن کو اُن ہی کہنے کے بموجب اجازت دی اور ان ہی مین سے ایک عورت وہ ہی کہ بنی مومل
کی مملوک تھی اور بنی مومل ایک فرقہ ہی بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو وقت ایمان سے
مشرف نہوے تھے اُس لونڈی کو اسلام لانے کے سبب سخت تعزیر اور تعذیب کیا کرتے تھے
یہانتک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسکو خرید کرکے آزاد کر دیا اور اسی طرح سے
اُمّ عبیدہ رض کو بھی خرید کر کے آزاد کیا تھا اور سوائے اُنکے جو مذکور ہوے اور بہت بردون کو آزاد
کیا ہی اور بعد اس تمام خرچ کے چالیس ہزار درم کہ سرمایہ اُنکے پاس باقی رہا تھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر اور بموجب آپکے فرمانے کے دوسرے مسلمانون پر تیرہ ۱۳ برس کے عرصے مین
صرف کیا اور پانچ ہزار درم کہ باقی رہے تھے کچھ ہجرت کے سفر مین اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے
خرید کرنے مین اور کچھ دوسرے نیک کامون مین خرچ کیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمے کو ارشاد فرمایا ہی ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی
مال ابی بکرؓ یعنی کسی کے مال سے مجھکو اسقدر فائدہ نہین پہونچا جس قدر ابو بکر کے
مال سے مجھکو فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اور ابو طالب اور عبد المطلب
کا مال آپکے کھانے اور لباس مین اور صلۂ رحم مین یعنی خویش و اقربا کے دینے لینے مین اور
مہمانون کی ضیافت مین اور محتاجون کی خبر گیری مین صرف ہوا تھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی
عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دبدبے کی زیادتی مین اور مسلمانون کی خلاصی کافرون کے
غلبے سے اور ضعیف مسلمانون کی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا تھا اور دونون مصرفون مین
آسمان اور زمین کا تفاوت ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جسوقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب مال
تمام ہوا اور اللہ تعالی کی راہ مین خرچ ہو چکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک روز ایک کملی کو

کرتے کی طرح گلے مین ڈالکر اُسکو کانٹے سے گونتھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوے تھے اُسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابوبکرؓ تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہ کیا ہوا کہ فقیرون کے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہین جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھون نے سب مال اپنا مجھپر اور میرے واسطے خرچ کرڈالا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو سلام فرمایا ہی اور پوچھا ہی کہ اس فقیری مین تم مجھسے راضی ہے یا کچھ رنج دل مین رکھتا ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سُننے سے ایک عجب حالت پیدا ہوئی اور ارباب حال کے مانند بیخود ہوگئے کہا مین کیونکر اپنے پروردگار سے کدورت رکھونگا اور اس کلمے کو بار بار اپنی زبان پر لاتے تھے انا عن ربی راض انا عن ربی راض یعنی مین اپنے پروردگار سے راضی ہون اور مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالیٰ نے اس سورۃ مین ان دونون شخصون کا ذکر فرمایا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب بھلائی اور برائی کو اور آدمیون کی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی خصیص مین مختلف ہوتی ہی ان ہی دونون شخصون پر قیاس کرلیا چاہیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیوے اور چھا جاوے یعنی آفتاب کے نور کو چھپا لیوے اور سب دنیا کے نور کو تاریک کردے اور وہ ایک نمونہ ہی بد عمل کا یعنی اسیطرح بُرے کام کی سیاہی روح اور دل کی روشنی کو چھپا لیتی ہی اور رات چھپانے اور پردہ پوشی کا وقت بھی ہی اور بُرے کام کو حیا اور پردے سے تعلق رکھتے ہین اسوقت بہت ہوتے ہین جیسے کوئی بھید کھانا یا بھاگنا جیسے اور چوری کرنا یا زنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانون کے تصرف اسی وقت ہوتے ہین وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ اور قسم کھاتا ہون دن کی جب روشن ہوجاوے آفتاب نکلنے سے اور ہو نابدی اور عبادت کا نمونہ ہی نیک عمل کا روح اور دل کے روشن کرنے مین اور جو کام سوداگری اور بے پردگی سے علاقہ رکھتے ہین وہ اکثر اسی وقت واقع ہوتے ہین جیسے روزی طلب کرنا اور آدمیون کا کمائی کو اور آپسمین ملاقات کیواسطے ادھر اُدھر جانا اور فائدہ دینا لینا جیسے پڑھنا پڑھانا

اور سیکھنا یا سکھاتا وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۙ اور قسم کھاتا ہون مین اس حکمت الٰہی کی کہ پیدا
کیا ہی نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپسمین جفت ہون یعنی جفتی کرین اور نسل بڑھے اور نیز دودھ
اور دہی اور گھی پیدا ہو اور یہ پیدا کرنا اور نر اور مادہ کا خیر اور شر کے اختلاط کا نمونہ ہے اور کمال اور
نقصان کے ملنے کا نشان ہی سب کامون مین اور بنی آدم اور سب جانورون کی اولاد کی زیادتی
کا سبب ہی اور اس اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے متصور ہین جو ہر واحد مین یعنی فقط نر یا
فقط مادہ مین یہ اچھائی اور برائی اور کمال کو پہونچنا اور ناقص اور نکما رہنا ہو نہ سکتا تھا اور وہ مضمون
جسپر یہ تینون قسمین کھائی ہین وہ یہ ہی اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ؕ تحقیق کوشش تمھارے عملون
اور شغلون کی بہت مختلف اور رنگا رنگ ہی جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل
اسی طرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے نیک اور بد کامون کا مختلف ہونا اسقدر کثرت سے ہی
کہ اسکا شمار کوئی نہین کر سکتا مگر اصل اور جڑ انکی تین۳ قسم سے باہر نہین ہی پہلے نری خیر کہ کچھ بھی ملاو
شر کا نہین رکھتی دوسرے نری شر جسمین کچھ بھی بھلائی کی نہو تیسرے خیر اور شر ملی ہوئی چنانچہ
تینون قسمون مذکورہ مین ان ہی قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہی اب جاننا چاہیے کہ عملون مین خیر محض
وہ ہین جو ظاہر اور باطن مین نیک ہون اور ان کے واسطے تین۳ شرطین ضروری ہین اول۱ یہ کہ
صورت انکی شرع کے موافق ہو دوسرے۲ یہ کہ نیت خالص ہو تیسرے۳ یہ کہ اعتقاد صحیح اور
یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وہ ہین کہ تینون شرطین مذکورہ اسمین پائی نہ جاوین یعنی صورت
اسکی خلاف شرع کے ہو اور نیت بھی بری ہو اور بد اعتقادی سے اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور
شر ملی ہووے اسکی بھی کئی قسمین ہین ایک۱ تو یہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو
جیسے نماز کسی کے دکھانے کے واسطے پڑھنا دوسری۲ قسم یہ ہے کہ صورت اسکی شرع کے خلاف
ہووے مگر نیت نیک ہووے جیسے رونا پیٹنا کربلا کے شہیدون کے واسطے یا باجون کا سننا تاکہ ذوق
شوق حق تعالیٰ کا زیادہ ہووے تیسرے۳ یہ صورت اور نیت دونون درست ہون لیکن اعتقاد
کی درستی سے نہ کیا ہو جیسے کافرون کو خیرات کرنا اور ہر ایک مین ان تینون قسمون سے
بہت سی قسمین ہو سکتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پھیلاو ہو سکتا ہی چنانچہ فکر کرنے والے اور سوچنے
والے پر یہ بات چھپی نہین ہی لیکن ان سب قسمون کا مرجع ان ہی تینون قسمون کی طرف پھرتا ہے

اور یہی تین ٣ قسمین جزا اور سزا کے اختلافون کا سبب پڑتی ہین اور ہر ایک انمین سے علیحدہ علیحدہ
یا ملنے ثواب کو یا عذاب کو چاہتی ہے چنانچہ اس اختلافات کی تفصیل مال کے خرچ کرنے کے
بیان مین کہ بیان اسی اختلاف کا اس سورۃ مین منظور ہے ارشاد ہوتا ہے فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی
پھر جس کسی نے دیا اپنا مال وَاتَّقٰی ڈرا اور بچا یعنی دکھلانے اور سنانے سے خلقت کے اور بچا
گناہون مین اور نفس کی خواہشون مین اور بدعتیون اور گنہگارون کی مدد کرنے مین خرچ کرنے
سے اور بعد دینے کے بھی بیجا احسان رکھنے اور بدلا چاہنے سے وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی اور سچا جانا
پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو جسکا بعد مرنے کے امیدوار رہی تو اس شخص نے ایسا کام کیا
کہ سب طرح سے اچھا ہی اور برائی کا لگاؤ بھی نہین ہی یعنی اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ کرنا ہے
اور سب دینون اور شریعتون مین بہتر ہی اور اسکا باطن کا عمل اتقا ہی یعنے بچنا ریا اور سمعہ سے کہ
نیت کی درستی مین اور فائدے کے باقی رہنے مین کافی ہی اور اسکا اعتقاد بھی درست ہی
یعنے پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا ہی اور نیک کام کے ثبوت کا آخرت مین امیدوار ہی اور اسی امید
پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہی تو نیک جزا کے لائق بھی ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی
پھر جلد ہی آسان کر دینگے ہم اسپر راہ آسانی کی یعنے اسکو دنیا کے سب اچھے کامون کی توفیق دینگے
اور ان سب عبادتون کی توفیق دینگے جو آخرت مین اسکے کام آوین تا کہ اس توفیق کے سبب سے
اسپر عبادتون کا کرنا آسان ہو جاوے اور دل اور زبان سے انمین مشغول رہے اسواسطے کہ نیک کام کا
خاصہ ہی کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہی تو اسکے نفس مین ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہی کہ اسکے سبب سے اچھی
راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اسپر آسان ہو جاتا ہے بلکہ وہ ظاہری تکلیف اسکی عادت ہو جاتی
ہے اور بموجب حکیمون کے قول کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ یعنی عادت ایک دوسری
طبیعت ہی کہ رنج اور مشقت اسکو اس کام کے کرنے مین نہین ہوتا ہی بلکہ اس کے نہ کرنے سے
اسکے دل کو رنج ہوتا ہی پھر جب موت اسکی آتی ہی اور اس عالم سے جدا ہونیکا وقت پہونچتا ہے
تو اسکو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہی کہ گویا قید سے چھوٹتا ہے اور بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب
اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب کا خوف اور میزان کا دغدغہ اور پل صراط کے اترنے کی سختی سب
اسپر آسان اور سہج ہو جاتی ہین اور کچھ بھی رنج اور مصیبت ان سختیون کی اسکو معلوم

نہین ہوتی ہی وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی اور جس کسی نے بخل کیا اپنے مال دینے مین اور بے پروائی کی آخرت کی نعمتون سے اور اس مال کو سبب جانا بے پروائی کا وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی اور جھٹلایا پیغمبر کی شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اُس آدمی نے ایسا کام کیا کہ بڑا بُرا ہے اسواسطے کہ بخل سب دینون اور مذہبون مین بُرا ہی اور معیوب اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کے گھمنڈ پر ضرکی نیت بالکل درہم اور برہم ہے اور پیغمبر کی شریعت جھٹلانے کے سبب سے اسکا اعتقاد فاسد ہو گیا تو کسی وجہ سے اسکے عمل مین بہتری باقی نہ رہی اسواسطے کہ ظاہر عمل اس کا بخل ہی اور باطن عمل اُسکا بے پروائی ہی مال کے گھمنڈ پر آخرت کے ثواب سے اور اعتقاد اسکا شریعت کو جھوٹا جاننا ہی اور یہ سب باتین بد ہین تو سزا بھی اسکی بڑی بد ہوگی چنانچہ فرماتے ہین فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۝ پھر شتابی آسان کرینگے ہم اُسپر سختی اور دشواری کی راہ کو تا کہ باطل راہون مین اور بد عملون مین محنتین اور مشقتین کھینچے اور رنج اٹھاوے اور نماز کی دو رکعتین پڑھنے مین سستی کرے اور دل چوراوے چنانچہ دوسری جگہ ایسے شخصون کے حق مین ارشاد ہوا ہی وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی اور دوسری جگہ فرمایا ہی وَاِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ اور جب موت ایسے لوگون کو پہونچتی ہے تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا ہے گویا باغ سے نکل کے قیدخانے مین پڑا اور منکر نکیر کے سوال مین اور حشر اور نشر مین اور حساب اور میزان مین طرح طرح کی سختیان اور عذاب دیکھتا ہی اور بعد ان سب کے دوزخ مین پڑنا سب سے زیادہ عذاب ہی اعوذ باللہ منہا اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکھا تھا اس امید پر کہ سختی اور مصیبت کے وقت کام آویگا اور اس کے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاویگی سو ایسے وقت مین اس سے جدا ہو گیا اور وارثون کے ہاتھ مین پڑا اور اُنھون نے بموجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بے رحم لٹا کے برابر کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰی اور کچھ کام نہ آویگا مال اُسکا اس سے جب ہلاک ہوگا اور قبر مین جائیگا اور سوائے دو ہاتھ کفن کے کچھ ساتھ نہ لیجائیگا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جیسا کہ قسم کے ذکر مین اشارہ ہوا ہی تین ۳ قسم کے ہین اور جزا کے بیان مین دو ہی قسمین ذکر ہوئین یعنی نری خیر اور نری شر اور جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہوا ہے کچھ بیان نہوئی اسکی وجہ یہ ہے کہ عاقل بعد

دریافت کرنے کے ان دونون قسمون کے حکم کو اسکے حکم کو بھی دریافت کرے گا اسواسطے کہ
جب خیر اور شر یعنے اچھا اور برا ملجاتا ہے تو بموجب اس قول کے النتیجۃ تتبع الاخس والارذل
یعنی نتیجہ خسیس اور ذلیل کے تابع ہوتا ہے ماں باپ یعنے ماں اور باپ مین جو کمینہ اور بد خصلت
ہوتا ہی بچہ اسکی عادت سیکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا حکم غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم مغلوب جس طرح
شریعت مین مقرر ہے کہ جو بچہ حلال و حرام جانور سے ملکے پیدا ہوئے تو وہ حرام ہوتا ہے
جیسے خچر کہ گھوڑے اور گدھے سے ملکے پیدا ہوتا ہی اور اسکا کھانا حرام ہے اور اسی طرح سے جو
مال حلال کہ حرام مین ملکر ایکسان ہوگیا جیسے اپنا دودھ غصب کے دودھ مین ملگیا اور اپنی مٹھائی
غصب کے پانی مین ملکر شربت ہوگئی تو یہ سب قسمین حرام ہین اسکا کھانا کسی طرح درست
نہین ہی تو اسی قیاس پر بوجھ لیا چاہیے کہ جس عمل مین خیر اور شر جمع ہوجاوینگے وہ عمل شر کا حکم
پیدا کریگا اور بہتری اسکی مغلوب ہوجائیگی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمون کی
تخصیص کی وجہ مین ایسا ذکر کیا ہی کہ جو بیان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا
منظور ہے تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ یہ عملون کے مختلف ہونیکا زمانہ ہی جیسے رات
چورون کی اور رات عابدون کی اور رات زانیون کی اور رات نیکبختون کی جو اختلاف اور
فرق رکھتی ہی ظاہر ہے کچھ حاجت بیان کی نہین ہی اسیطرح دن کے کامون کا حال ہی کہ صالحون
اور فاسقون کے کامون مین تفاوت زمین اور آسمان کا ہی اسکے پیچھے جوڑا اور بنیاد بنی آدم کی نر
اور مادہ ہی کہ آپسمین بڑا اختلاف رکھتے ہین مردون کے باطنی عمل اور ظاہری فعل در ہمت اور
رغبت اور طرح کی ہی یعنے بہت بلند ہی اور عورتون کی دوسرے طرح کی یعنے پست ہی چنانچہ
مردون کی رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنے مین مصروف ہی اور عورتون کی رغبت پوشاک
اور زیور سے آراستہ ہونے مین تو قسم ان دونون کے اصل کی بھی یاد فرمائی یعنی نر اور مادہ کے اختلاف
کی تاکہ بنی آدم کے عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر
جاری ہی جیسا کہ کہا گیا ہی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یعنی بیٹا بھید ہے اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو
قدس سرہ فرماتے ہین قطعہ در جوانمردی و مردی ہر کہ کاری میش برد + ناجوانمردی بود گر بر زبان آرد سخن + آنکہ او کرد و نگفت او را شمر مرد تمام + و آنکہ او کرد و بگفت او زن بود بے ہیچ ظن +

آنکہ نکرد و نگفت آزادان ہیز نیم مرد + وانکہ ناکردہ بگفت اور اخوان جز نیم زن + یعنی اگر کسی نے کوئی کام اچھا جوانمردی کا کیا اسکا زبان پر لانا نامردی ہی پھر جسنے کیا اور نہ کہا تو وہ پورا مرد ہے اور جسنے کیا اور کہا وہ بے شبہہ عورت ہی اور جس نے نہ کیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہی اور جسنے نہ کیا اور کہا وہ آدھی عورت ہی اور زمانے کا حکم بھی اکثر زمانے والون پر جاری ہوتا ہی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ اَلنَّاسُ بِزَمَانِهِمْ اَشْبَهُ مِنْهُمْ بِاٰبَائِهِمْ یعنی اکثر آدمی اپنے زمانے مین آپس مین ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہوتے ہین بھائیون سے باوجود ایک باپ سے پیدا ہونے کے یا یہ معنے ہون کہ ایک آدمی اپنے زمانے کے آدمیون سے بہت مشابہ ہوتے ہین چال ڈھال مین اپنے باپ دادون سے اور حدیث شریف مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہی کہ آپ نے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے جنازے کے ساتھ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونے کے انتظار مین بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرد بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص نہین ہی مگر اسکا مکان اللہ تعالیٰ کے علم مین مقرر ہے بہشت مین ہو یا دوزخ مین اور لوح محفوظ مین لکھا جا چکا ہی اور تغیر اور تبدل یعنی مٹنا مٹانا اُسکا کسی طور سے ممکن نہین ہی ہمنے کہا یا رسول اللہ اگر یہی بات ہی تو تقدیر پر بھروسہ کرکے کیون نہ بیٹھ رہین اور عمل کو کیون نہ چھوڑ دین سو اسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہی وہی ہوتا ہی اُسکا خلاف کسی طرح سے ممکن نہین ہی تو عمل کرنا بے فائدہ ہی جو کچھ ہونا ہی سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کیے جاؤ اسواسطے کہ ہر شخص کو توفیق اُسی کام کی دیجاتی ہی جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی سو اگر اسکو نیکبخت پیدا کیا ہی تو کام بھی نیکبختون کے اُس سے کراتے ہین اور اگر بدبخت پیدا کیا ہی تو کام بھی بدبختون کے اُس سے کراتے ہین سو جسطرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت مین مقرر ہے یا دوزخ مین اسی طور سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہین پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى لیکن اس مقام پر پڑھنے سے اس آیت کے معنی دوسرے بوجھے جاتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ کے علم مین تمھارے کام مختلف اور رنگارنگ ہین کیونکہ کسی کو بھلا اور کسی کو برا تقدیر مین لکھا ہی اور اسی سر نوشت کے موافق ہر ایک سے

بھلائی اور برائی دنیا مین ہوتی ہی تو مراد اَعْطٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی سے یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ
کے علم مین یہ عمل اُسکے مقدر مین ہین خواہ مخواہ کرے گا اور مراد فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی سے
یہہ ہی کہ اُن کامون کی توفیق دنیا مین ضرور پاویگا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اعمالون کو جس مرتبے مین
لحاظ کیجیے خواہ علم آلہی مین خواہ دنیا کے پاے جانے مین ہر طرح سے ایک ثمرہ رکھتے ہین سواسطے
کہ عمل خیر اور شر کے علم آلہی مین مقدر ہین اور ثمرہ اُنکا حاصل ہونا توفیق کا ہی خیر مین اور حاصل
ہونا خذلان اور رسوائی کا ہی شر مین دنیا کے پائے جاتے اسواسطے کہ دنیا سایہ ہی تقدیر کے
عالم کا اور دنیا کی نسبت تقدیر کے عالم سے ایسی ہے جیسے ڈھلی ہوئی چیز کی نسبت اُسکے سانچے
سے ہوتی ہی کہ اُسکے سانچے سے وہ چیز کم اور زیادہ نہین ہوسکتی اور اگر اُن عملون کو صادر ہونے
اور کرنے کے بعد ملاحظہ کیجیے تو اُسکا پھل جزا ہی آخرت کی اسواسطے کہ آخرت اُس کھیتی کے کاٹنے کا
وقت ہے جو دنیا مین بو گئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہی **اشعار** از مکافات عمل غافل مشو٭
گندم از گندم بروید جو زجو٭ اینچنین گفتہ است پیر معنوی٭ کای برادر ہر چہ کاری بدروی٭
یعنی عمل کے بدلے سے غافل نہو۔ گیہون بونے سے گیہون پیدا ہوتا ہی اور جو سے جو ایسا
کہا ہی پیر معنوی نے کہ اے بھائی جو کچھ بوؤگے وہی کاٹوگے۔ اور جو اس مسئلے مین اس بات
کا شبہہ ہی اگر نیکی اور بدی کی توفیق جناب آلہی کی طرف سے ہی تو کسواسطے سب کو توفیق نیکی
کی نہین دیتے ہین اور بدی سے زبردستی کیون نہین روکتے ہین تاکہ سب آدمی آسانی کی اچھی
راہ چلین اور کوئی شخص سختی اور بُرائی نہ دیکھے تو اس شبہے کے جواب مین دو مقدمے ارشاد ہوتے
ہین پہلا یہہ ہی کہ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی ٥ بیشک ہمارے ذمے پر ہی راہ دکھلانا اور پہونچانا
نیکی یا بدی کی طرف اور اس ہدایت کو سب کے ساتھ معروف کیا ہی ہمنے کئی واسطون سے پہلے
تو حواس خمسہ ظاہری کہ سمع اور بصر اور شم اور ذوق اور لمس ہین اور حواس خمسہ باطنی کہ حس مشترک
اور خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ ہین اور قوت عقلیہ کہ جس کے سبب سے اچھائی اور برائی
مین فرق اور تمیز کرتے ہین ہر شخص کو دیے ہین پھر بعد اسکے رسولون کو بھیجنے سے اور کتابون کے
اُتارنے سے اور شریعتون اور حکمون کے بیان کرنے سے اور بہشت کی نعمتین اور دوزخ
کی سختیان ذکر کرنے سے اور مرشدون اور نصیحت کرنے والون کو مقرر کرنے سے اور ہوشیاری

اور سمجھ کے اسباب پیدا کرنے سے سب کو سیدھی اور ٹیڑھی راہ مین جدائی اور فرق تبلا دیا ہمنے اب بعد ان سب باتون کے نیک راہ پر زبردستی چلانا اور بد راہ سے زور سے روکنا ہمارا ذمہ نہین ہی بلکہ اُن دونون راہون مین سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اُسپر چلنا بنی آدم مکلّف یعنی عاقل بالغ کے ارادے اور قصد پر وابستہ اور حوالہ کیا ہے ہمنے کہ ان دونون مین سے جو چاہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہو تو آزمائش اور اختیار ثابت نہووے اور فرمانبردار اور گنہگار مین کچھ فرق اور جدائی نہ رہے اسواسطے کہ اس صورت مین سیدھی راہ چلنے مین سب مجبور اور بے اختیار ہوجاتے اور نیکبخت کی بدبخت اور گمراہ پر کچھ زیادتی اور بہتری نہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے معنی بھی بوجھے نجاتے اور آدمی بھی آسمان اور ستارون اور ہوا اور خاک اور پانی اور آگ کی طرح چار اور ناچار قید اور بے بسی مین رہتا اور انسان کی پیدائش کے فائدے جو ایسی چیزون مین بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے ہین سب معطّل اور بیکار ہوجاتے اور کیا نہ کیا برابر ہوجاتا اور دوسرا مقدمہ یہ کہ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ۝ اور بیشک ہمارے واسطے ہی اور ہمارے ہی تصرف مین ہی آخرت کا عالم اور دُنیا کا عالم سو جو کوئی ہمسے آخرت چاہتا ہی اُسکو ہم آخرت دیتے ہین اور جو دُنیا مانگتا ہی اسکو ہم دُنیا دیتے ہین اور جو کوئی ان دونون کو طلب کرتا ہی تو ہم دونون دیکر اُسکو سرفراز کرتے ہین اور اگر سب کو زبردستی اور زور سے آخرت ہی کی راہ مین چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقدر ہوجاتا اور زیبائشین اور بناوٹین دنیا کی نیست اور نابود رہتین اور کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرتا سو دونون جہان کے آباد کرنے کے واسطے خواہشین اور ارادے بنی آدم کے بھانت بھانت کے کئے ہمنے اور ہر شخص کے دل مین محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی ایک کے دونون جہانون کی آبادی مین درکار اور مطلوب ہی ڈالی ہمنے وَنِعْمَ مَا قِيْلَ یعنے کیا اچھی بات کہی ہو کسی شاعر نے **شعر** ہر کسے را بہر کارے ساختند ۞ میل او را در دلش انداختند ۞ یعنی ہر کسی کو ایک کام کے لیے پیدا کیا ہی اور اُس کام کی محبت اُسکے دلمین ڈالدی ہی اور جو فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی کی لفظمین اُن سختیون کا بیان جو بدکارون کو درپیش ہین مجمل یعنے گول مذکور ہوچکا تھا اب اُن سختیون مین سے جو بہت سخت

اور بُری ہی اُسکو ذکر کرکے ڈراتے ہین فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی پھر ڈر سناتے ہین ہم تم کو بھڑکتی آگ سے جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے کافر کو اپنے اندر کھینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہی کافرون کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہی لَایَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَی ۙ نہ پیٹھے گا اُسمین مگر بڑا بدبخت کہ وہ کافر ہی اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بدبختی کئی قسم کی ہوتی ہی کسی کو دنیا کے ظاہر کامون مین بدبخت کرتے ہین کہ بدن اُسکا سخت بیماریون مین گرفتار رہتا ہی اور ہر کسب اور دھندے مین مال پیدا کرنے سے محروم رہتا ہی یہانتک کہ آدمیون کی نظرون سے گر پڑتا ہی اور سب کے نزدیک ذلیل اور بیقدر ہوجاتا ہی اور کسی کو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہین اور اُس کے بہت مرتبے ہین کسی کو گناہ صغیرہ کے اصرار پر اور عبادت مین سُستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین اور کسی کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ کی توفیق سے دُور رکھتے ہین اور کسی کو شرک اور کفر مین کہ پرے درجے کی بدبختی کے مرتبے ہین گرفتار کرتے ہین پھر جو دُنیا کے کام ایک دن نیست اور نابود ہونے والے ہین تو یہان کی بدبختی چندان اعتبار نہین رکھتی ہی حقیقت مین بدبخت عنداللہ وہ شخص ہی جو آخرت کے کامون مین بدبخت ہی اسمین بھی دو قسم ہین ایک اس قسم کے بدبخت ہین کہ سختیون کے دیکھنے اور عذاب کے چکھنے سے عالم برزخ مین اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب اور میزان کا رنج اور مشقت کھینچنے سے قیامت کے میدان مین اور انبیا اولیا کی شفاعت سے اُنکی بدبختی بالکل جاتی رہے گی جیسے گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنیوالے اور کبیرہ کرکے بے توبہ مرنے والے اور دوسری قسم کے وہ بدبخت ہین جنکی بدبختی ہرگز اُن سے جُدا ہونیوالی نہین ہی جیسے کافر اور مشرک کہ کسی کی شفاعت اُنکے حق مین کام نہ آوے گی اور قبول نہو گی سو جو پہلی قسم مین مبتلا ہین وے شقی ہین اور جو دوسری قسم کے گرفتار ہین وہ اشقی ہین سو واسطے اشقی کی تفسیر میں یہ ارشاد ہوا اَلَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ؕ یعنی سب بدبختون سے بڑا بدبخت وہ ہی جسنے دین کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے منھ کو موڑا اور یہ تفسیر مطابق نہین ہوتی مگر کافر پر اسواسطے کہ مسلمان کتنا ہی بڑا گناہ کرے لیکن دین کی تصدیق مین اُسکے کچھ فرق نہین آتا یعنی دین اسلام کو ہرگز جھوٹا نہین جانتا اور اللہ تعالیٰ کے قبول کرنے سے کبھی منھ نہین موڑتا یعنے یہ نہین کہتا ہی کہ یہ حکم جھوٹے ہین بلکہ یہی کہتا ہی کہ یہ برحق ہین مگر نفس کی شامت سے

مجھ سے ہو نہین سکتے اب یہان پر باقی رہا ایک سوال اور وہ سوال یہ ہی کہ جب اشقی سے
مراد کافر ہوا تو آگ مین جانیکا انحصار کافر ہی کے واسطے ہونا اسکے کیا معنی ہون گے سو اسطے
کہ گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اُسکے گناہ کی قدر ثابت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ پہلے بیان ہوچکا ہی
کہ یہان وہ آگ مراد ہی جسکی لپک دو سو برس کی راہ سے کافرون کو کھینچ لے گی اور یہ آگ
خاص ہی کافرون کے واسطے اور مومن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ مین رہیگا لیکن وہ آگ
اور ہے یہ آگ نہین ہی جو کافرون کے واسطے خاص ہی تو اس صورت مین حصر درست ہوگیا
اور بعضے مفسرون نے اس شبہے کے جواب مین ایسا کہا ہی جو کہ مسلمان گنہگار کا دوزخ مین
جانا چشم نمائی یعنی گھڑکی اور ادب دینے کے طور پر ہوگا تو گویا آگ مین جانا نہوا آگ مین جانا
وہ ہی جسکے بعد کبھی نکلنا نہوا ایسا جانا خاص ہے کافرون کے واسطے تو حصر سے اسطرح کا
داخل ہونا مراد ہی نہ مطلق داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت نہ پائی
مگر عمرو نے یعنی لڑنا جیسا چاہیئے ویسا کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت کا مال بہت کسی نے
نہ پایا مگر عمرو نے اور جو اگلی آیت مین سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ؕ کی لفظ وارد ہی حصر کا حرف مذکور
نہین ہی تو وہان یہ شبہہ بھی نہین وارد ہوتا ہی اور جو بعضون نے کہا ہی کہ جب نَارًا تَلَظّٰى ۚ
کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہی تو اُس آگ سے دور رہنے مین سب
ایماندار شریک ہین خاص اتقی کی تعریف بوجھی نہ گئی اُس کے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اُس
آگ سے دُور رہنا بھی بہت طرحون سے ہوتا ہے سو انتہا دوری کی اتقی کے واسطے ہے
اور دوسرے مومنون کو وہ دوری حاصل نہین ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ سیجنبہا کی ضمیر آگ
مطلق کی طرف پھرتی ہو آگ مقید مذکور کے قرینے سے یعنی جب اُس آگ کا جو کافرون کیواسطے
خاص ہی ذکر ہوا تو مطلق آگ بھی ذہن پائی گئی تو اس مطلق کی طرف ضمیر پھر سکتی ہے اور اس
صورت مین متقیون کی تعریف بھی نکل آئی یعنے اُس آگ سے بالکل بچ جاوین گے تو سَيُجَنَّبُهَا
الْاَتْقَى ؕ اور نزدیک ہی کہ دُور رکھا جاویگا اُس آگ سے جو بڑا متقی ہی اور اہل شرع کی اصطلاح
مین تقوی اُسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور کبھی کوئی گناہ
اُس سے ہو جاوے تو اُس سے اُسی وقت نادم ہو کے توبہ اور استغفار کرے تا کہ

اُس گناہ کا اثر اور نشان دل پر باقی نہ رہو اور گناہ دلمین گھر کرنے نہ پاوے آور اتقی کا مرتبہ
اس سے بھی بڑھکر ہی یعنی شریعت اور طریقت کے آداب کو بھی نہ چھوڑے اور گناہ کا خطرہ
اور بُری نیت کا خیال بھی دلمین نہ آنے دے اور اپنے ظاہر اور باطن کو ایکسان رکھے سُو یہ بات نہایت
بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے کرم وفضل سے یہ رتبہ نصیب کرے اُسکو ملتا ہی
آور اس جگہ پر اتقی سے سب مفسّرون کے نزدیک مُراد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہین اور یہ سورۃ
ان ہی کی شان مین نازل ہوئی ہی جیسے اشقی سے اُمیّہ بن خلف مُراد ہی کہ کفر کی شقاوت
اور بدبختی کو بخل اور دوسرے گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا کے ساتھ جمع کرکے
اشقی کے مرتبے کو پہونچا تھا اور اہل سنت اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خصلت اور
بزرگی سب اُمت پر بعد پیغمبرون صلی اللہ علیہم وسلم کے سب باتون مین سب مسلمانون سے علحدہ
ہونے مین نکالی ہی اور یہی آیت اُسکی دلیل ہی اور تقریر اس دلیل کی سطرح پر ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کو حق تعالی نے اتقی فرمایا ہی اور دوسری آیت مین فرمایا ہی کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک بڑا بزرگ تم مین سے اللہ تعالی کے نزدیک وہ ہی کہ جو متقی ہو توان دونون آیتون
مین تطبیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیون مین بڑے بزرگ ہین
اللہ تعالی کے نزدیک اور یہی معنی ہین افضلیت کے اور تفضیلی لوگ کہتے ہین کہ یہان پر اتقی
سے مراد متقی ہی نہ یہ کہ جو سب سے زیادہ تقوی مین ہو وہ مراد ہو سو اسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاشبہ کمتر تھے تو اُن معنون سے آپپر اتقی ہونا ثابت نہوا
بلکہ یہ لفظ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر البتہ صادق ہوتی ہی اور جب اتقی تقی کے معنون
مین ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا سب امت پر ثابت نہوا اور اہل سنت ان کے جواب
مین کہتے ہین کہ اتقی کو تقی کے معنون مین کہنا عربی لغت کے خلاف ہی اور اللہ تعالی کے
کلام کو کہ ٹھیٹ عربی ہی ایسے معنون پر ڈھالنا جو عرب کے محاورے کے خلاف ہو درست نہین ہے
اور جو ضرورت کہ ان معنون کی مراد لینے مین بیان کرتے ہین وہ مردود ہی کیونکہ کلام دوسرے
آدمیون مین ہی پیغمبرون مین نہین ہی اسواسطے کہ شریعت کے قاعدون سے معلوم ہوچکا ہی کہ سب پیغمبر
بزرگی اور مرتبے مین اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑے ہین پیغمبرون کو دوسرے آدمیون پر اور

دوسرے آدمیون کو پیغمبرون پر کسی امر مین قیاس نہ کیا جاہیے اسواسطے کہ ایسے لفظون کے
بولنے سے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر عرف شرعی مین اُمت ہی مراد ہوتی ہین پیغمبر ہرگز اس سے
مراد نہین ہوتے اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے قوی ہوتی ہی جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے
کہ گیہون کی روٹی دوسری روٹیون سے اچھی ہوتی ہی تو اس کلام سے یہ نہ بوجھا جائیگا کہ بادام
کی روٹی سے بھی بہتر ہوتی ہی باوجود اس بات کے کہ بادام کی بھی روٹی ہوتی ہی لیکن وہ اس
کلام سے عرفاً مین خارج ہی اس واسطے کہ اس کلام کے بولنے سے وہ روٹی مراد ہی جو غلہ سے
ہو نہ وہ جو میوے سے بنی ہو اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے بزرگون سے سُنا گیا ہے کہ فرماتے
تھے کہ اتقیٰ یہان اپنے اصل معنے تفضیل پر ہے یعنے وہ شخص کہ تقویٰ مین زیادہ ہو اپنے سوائے
کل پر خواہ پیغمبر ہون خواہ اُمت لیکن یہ خاص اُن لوگون کی نسبت سے ہی جو زندہ ہین تو
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخر عمر مین بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اُنکی
خلافت کا زمانہ تھا اس کلمے کے مصداق ہوسکتے ہین یعنی اتقیٰ کا لفظ اُسوقت مین اُن پر
صادق آتا ہی اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو زمین پر نہین ہین بلکہ آسمان پر
دُنیا والون کے نزدیک مردے کا حکم رکھتے ہین اور اتقیٰ کو یہ لازم نہین ہی کہ ہر وقت اور ہر شخص کے
نسبت سے زندہ ہو یا مُردہ تقویٰ مین زیادہ ہو اور اگر ایسا ہو تو کسی کو متقی کہنا بھی درست نہو
اسواسطے کہ لڑکپن مین تقویٰ ہو نہین سکتا ہی اور ہر منصب اور ہر مرتبے کو جو شرع مین محمود
ہین اُن سب مین آخر عمر کا اعتبار ہے جیسے صالح ہونا یا غوث ہونا یا قطب ہونا یا ولی ہونا
یا نبی ہونا اسی واسطے جو شخص کہ اپنی عمر مین ان مرتبون کو پہونچے ہین اُن کو بھی ان ہی
القابون سے ذکر کرتے ہین اگرچہ لڑکپن مین اور جوانی مین ان کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا تھا تو
معلوم ہوا کہ اتقیٰ اُسی کو کہتے ہین جو اپنی آخر عمر مین کہ وہی عملون کے اعتبار کا وقت ہے اپنے
زمانے کے لوگون سے جو زندہ ہین افضل ہو اور تقویٰ مین زیادہ پس اس تقریر سے اپنا
مطلب ثابت ہوا بغیر تکلف اور تاویل کے اور جو دوزخ کی آگ سے دور رکھنے مین ابوبکر رض
کو اتقیٰ فرمایا ہی تو اب وے عمل اُن کے جو اس سورۃ کے اُترنے کے وقت درگاہ الٰہی مین مقبول
ہونے تھے یاد فرماتے ہین اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یعنے وہ تقویٰ والا اور دُنیا لاکر اپنے

مال کو دیتا ہی اللہ کی راہ مین چنانچہ بلال رضہ سے شخص کو اور سواے اسکے دوسرے غلام اور
لونڈیون کو کہ اسلام لائے تھے اور اُس اسلام لانے کے سبب سے اُن کے مالک اُنکو ایذا دیتے
تھے اور طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے تھے ان سب کو اُن کافرون سے مول لے کر آزاد کردیا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامون مین اور ہجرت کے سفر کے سامان مین اور مسجد نبوی کی زمین
کے خرید کرنے مین اپنے مال کو خرچ کیا اور غرض اُسکی اُس مال کے خرچ کرنے سے یہی تھی کہ پاکیزگی
اپنے تئین پاک کرے اور دمبدم مال کے دینے مین اس نیت سے ترقی کرتا ہی اور اُسکا کمال
نئے پودھے کی طرح سے کہ پانی اور ہوا کے پہونچنے سے بڑھتا ہی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی
سو اسطے کہ زکوٰۃ کی لفظ مین دو معنی پائے جاتے ہین ایک طہارت اور دوسرے زیادتی
اور یہ دونون باتین اُسکو حاصل ہین وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ۙ اور نہین ہے
اُسپر کسی کا احسان کہ اس مال کے دینے سے اسکا عوض اور بدلہ کیا جاوے ہرچند کہ مال کا دینا
احسان اور سلوک کے بدلے مین بھی نیک ہی لیکن جو تمین اپنا نام بھی منظور ہوتا ہی تو کمال
اخلاص کے مرتبے کو نہین پہونچتا ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ کسی کا سلوک اور احسان مجھپر ایسا نہین ہی جسکا عوض اور بدلہ دنیا مین مین نے
اُسکے ساتھ نہ کیا ہو سواے ابوبکر رضہ کے کہ اُسکے احسان اور سلوک کا عوض مین نے نہین کیا
اسکا عوض اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن عنایت فرماویگا اسی جگہ سے ثواب کا اندازہ اور مرتبے کا
کمال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوجھا چاہیے کہ کسقدر ہی ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ اس پر بھی اگر کسی کو اُن کے مرتبے مین شک اور شبہ باقی رہی تو یہ سمجھ لے کہ ایمان
کے آفتاب کا پرتو بلکہ پرچھا نون بھی اسکے دل پر نہین پڑا شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭ اور دوسری حدیث صحیح مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑھا اور سہین تعریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت
ارشاد فرمائی اُنھین سے یہ بھی فرمایا کہ کسی کا احسان مال کا اور سلوک حق الخدمت بدن کا اور
جان کا مجھپر اسقدر نہین ہی جسقدر ابوبکر رضہ کا ہی اپنی بیٹی میرے نکاح مین دی اور مجھسے مہر لیا
اور بلال رضہ کو اپنے خالص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین سب

اسباب زاد اور راحلے کا درست کرکے مجھکو پہونچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غمخواری
کرتا رہا سوا اب سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر رضؓ کے دروازے کے کہ اسکو
کھلا رہنے دو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علام الغیوب
خود اُن کے اخلاص پر گواہی دیتا ہی اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ وہ یہ کام نہین کرتا
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار کے جو سب
بڑون سے بڑا اور بزرگ ہی اور کسی طرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین اسکو منظور نہین ہی بلکہ
ثواب کا لالچ اور عذاب سے دوری بھی اس دینے مین اسے مقصود نہین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین
آیا ہی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلامون اور لونڈیون کو جو اسلام لائے تھے
بڑی بڑی قیمتون سے خرید کرکے آزاد کیا ابوقحافہ نے جو آپکے باپ تھے اس بات پر نصیحت کرنا
شروع کیا کہ اگر تم کو لونڈی غلامون کا آزاد کرنا ہی منظور تھا تو اچھے جُسیت اور چالاک جو سب
کام کے قابل ہوتے اور تمھارے ہر کام مین مدد کرتے اُن کو لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچھ فائدہ بھی تھا
ایسی لونڈی غلامون کو جو کسی کام کے نہین ہین مول لیکر آزاد کرنا اور پھر آزاد کرنے کے بعد
اُن کے کھانے کپڑے کا بھی ذمہ دار ہونا اس سے کیا فائدہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے اپنے باپ کے جواب مین یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی
منظور ہی اسکے سوائے کوئی دوسری چیز منظور نہین ہی اور جامع عبدالرزاق مین صحیح طریق سے
مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مال مسلمانون مین سے میرے ایسے کام
نہین آیا جیسا ابوبکر رضؓ کا مال میری ضرورت پر کام آیا راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اسطرح سے صرف کرتے تھے جیسے کوئی اپنا مال خرچ
کرتا ہی اور کسی طرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابوبکر رضؓ کے مال مین نہین جانتے تھے اور ابن ماجہ
کی سُنن مین مذکور ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے
مجکو اسقدر نفع نہین ہوا جسقدر ابوبکر رضؓ کے مال سے مجھکو نفع ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
وہان پر حاضر تھے گریہ وزاری کرکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین بھی آپکا ہون اور میرا
مال بھی آپکا ہی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہی اور بڑے

کمال کے مرتبے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ
نے جسطرح سے اپنے پیغمبرؐ کی دلجوئی اور خاطرداری کے واسطے والضحیٰ کی سورۃ مین وعدہ
فرمایا ہی کہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اسی طرح سے اس سورۃ مین حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہی وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ اور یقین ہی کہ ابوبکرؓ راضی ہوگا
حق تعالیٰ سے یا حق تعالیٰ جل شانہٗ ابوبکرؓ سے راضی ہوگا اسواسطے کہ یرضی مین جو ضمیر ہی وہ ذو احتمال رکھتی ہی
ایک احتمال یہ ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے دوسرا احتمال یہ ہی کہ حق تعالیٰ
کی طرف پھرے لیکن دونون صورتون مین اپنا مطلب حاصل ہی وَلِنِعْمَ مَا قِيلَ یعنے کیا اچھی
بات کہی ہی کسی شاعر نے شعر بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف ۞ گر بکشم زہے طرب ور بکشد
زہے شرف ۞ یعنی اگر اپنے نصیب کی مدد سے معشوق کا دامن ہاتھ مین آوے پھر اگر مین اُسکو
کھینچون تو زہے نصیب میرے اور اگر وہ کھینچے تو زہے بزرگی اپنی اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ
سے مروی ہے کہ کہا ہی اُنھون نے کہ مین اور بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس حاضر تھے اور لوگون کی فضیلت
اور بزرگیان آپس مین بیان کر رہے تھے کہ فلانا اس رتبے کا ہی اور فلانا اس رتبے کا
اور اسی گفتگو مین آوازین ہماری بلند ہوئین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم
دولتخانہ مبارک سے تشریف باہر لائے اور ہم لوگون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس
شغل مین مشغول ہو ہم نے عرض کیا کہ بعضے لوگون کی بزرگیان بیان کرتے ہین تب آپنے اپنی
زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اس طرح کا ذکر ہے تو خبردار ابوبکرؓ پر کسی کو بزرگ مت
جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہی تم سب کا دُنیا اور آخرت مین اور ابو درداؓ سے دارقطنی مین
صحیح سند سے روایت آئی ہی کہ کہا ابو درداؓ نے ایک روز مین آگے آگے حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے راستے مین جاتا تھا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے مین مل گئے
اور فرمایا کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہی جو دُنیا اور آخرت مین تجھ سے بہتر ہی قسم ہے
خدا کی کہ آفتاب نے طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو
ابوبکرؓ سے اور ابن السمانؒ کتاب الموافقہ مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند

روایت کرتاہے کہ وے اپنے بزرگوار امام باقرؓ سے اور وے اپنے بزرگوار امام زین العابدینؓ سے
اور وے اپنے والد ماجد حضرت شہید کربلا حضرت امام حسینؓ سے اور وے حضرت امیر المومنین
علی مرتضی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے سُنا ہی کہ آفتاب نے طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد پیغمبرون اور رسولون کے کہ بہتر
ہوا ابوبکر صدیقؓ سے اور حافظ بغداد کا خطیبؒ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہی کہ مین ایک دن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اسوقت ایک شخص ایسا
آتا ہی کہ حق تعالی نے میرے بعد اُس سے بہتر کسی کو پیدا نہین کیا اور اُسکی شفاعت قیامت کے
دن پیغمبرون کی شفاعت کے مانند ہوگی جابرؓ کہتے ہین کہ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور اُنکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوکر
ایک ساعت انسیت حاصل کی اس بات سے معلوم ہوا کہ جسطرح سے رضامندی حضرت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی شفاعت مین منحصر ہے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی
رضامندی اُمت کی شفاعت مین ہی اسواسطے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
رضا مین فانی تھی اور یسرو اللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ الضحی

والضحی کی سورۃ مکی ہے اسمین گیارہ[۱۱] آیتین اور چالیس[۴۰] کلمے اور ایک سو بانوے[۱۹۲] حرف ہین
اور اسکو سورۂ والضحی اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورۃ مین اول قسم ضحی کی کھائی ہی اور ضحی کے
معنی دن چڑھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونیکا وقت ہی اور اُسوقت کا ہر روز مین رات کے اندھیرے
کے بعد آنا وحی بار بار آنے کی دلیل ہو اور اس سورۃ کے نازل ہونے سے یہی مقصود ہی کہ وحی اکثر
اوقات آیا کریے اسواسطے کہ اسکے نازل ہونیکا سبب ایسا کہتے ہین کہ جب رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ مین اسلام کی دعوت شروع کی اور لوگون کو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے
تب مکے والون نے مدینے کے یہودیون کے پاس آدمی بھیجے کہ ہم مین سے ایک شخص
ایسا پیدا ہوا ہی جو نبوت اور پیغمبری کا دعوی کرتا ہی اُسکے دعوی کی سچائی آزمانے کے واسطے
کچھ نشانی بتلاؤ کہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اُس نشانی سے

ہم اُسے امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اُس سے تین چیزین پوچھو سکندر ذوالقرنین کا احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی کیفیت کفّے کے کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان تینون چیزون کا سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزون کی خبر تم کو کل دونگا اور اُسوقت انشاء اللہ تعالیٰ کہنا آپکی زبان مبارک پر نہ آیا تو کئی دن تک وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک اور بعضون نے اس سے بھی زیادہ کہا ہے یعنے چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن اسکی خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہان تک کہ ابولہب سرمجلس کہتا تھا کہ ان محمدا ودعہ ربہ وقلی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے خدا نے چھوڑ دیا اور ناخوش ہوا اور ابولہب کی دُو جورون سے ایک جورو بڑی بے شرمی اور ہنسی ٹھٹھولی سے کہ عورتون کی طبیعت مین ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شریف مین آکر بولی کہ مَا اَرٰی شَیْطٰنَکَ اِلَّا قَدْ تَوَلّٰکَ یعنے تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تھا تجھکو چھوڑ کر چلا گیا ایسی وحشتناک باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر یہ بات کہنے لگے کہ اُسی حالت مین یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندھیرے کے ہیر پھیر پانے کا بیان فرمایا کہ تا اس رمز کو سمجھین کہ دنیا کی چال ڈھال ایک حالت پر نہین کبھی روز روشن سارے جہان کو روشن کرتا ہی اور کبھی اندھیری رات اندھیرا کر دیتی ہے جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا ویسا اندھیرا بھی سدا نہین ٹھہرتا اندھیرے کے بعد اُجالا آتا ہے اور اُجالے کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہی اسی موجب وحی کا آنا اور اُسکا بند ہونا سمجھا چاہیے اگر کبھی روز اٹک جاوے تو دلتنگ نہ ہوا چاہیئے کہ اُسمین بھی حکمتین ہین جسطرح رات کے آنے مین حکمتین ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالضُّحٰی ۝ قسم کھاتا ہون مین ضحی کے وقت کی یعنی پہر دن چڑھے کی کہ آفتاب بلند ہونے کا اور اُسکی پادشاہی ظاہر ہونیکا وقت ہی اسلیے کہ آفتاب دن رات مین دُو چالین چلتا ہے ایک چال چڑھنے کی کہ آدھی رات ہونے سے شروع ہوتی ہو اور دوپہر دن تک رہتی ہے اور

یہ ضحیٰ کا وقت آفتاب کے اُس پہلی چال کے انتہا کا وقت ہی تو یہ وقت نزول وحی کے وقت سے
کہ ربانی اور امکانی حقیقتوں کے پورے ظاہر ہونیکا وقت ہی نہایت مشابہت رکھتا ہی اور یہ وقت
اور بھی خصوصیتین رکھتا ہی ایک یہ کہ روزی کے تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنیکا اکثر یہی وقت
ہے دوسرے یہ کہ یہ وقت فرض نماز سے خالی ہی اور نفلی عبادت کے واسطے فراغت تیسرے
یہ کہ اسی وقت خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا چوتھے یہ کہ اسی وقت
مین فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھکر ایمان لائے تھے اور سجدہ کیا لیس یہ وقت
نور حق کے کمال ظاہر ہونیکا وقت ہی باطل کے اندھیرے پر کہ اسکا اثر اگلی امتون پر ہو گیا تھا۔
پانچوین یہ کہ ضحیٰ کی نماز جسکی ادنیٰ چار رکعتین اور اعلیٰ بارہ رکعتین ہین اور اس نماز کی بہت سی
فضیلتین جو حدیث شریف مین آئی ہین اسی وقت مین مقرر ہی اور تجربہ والون نے کہا ہی کہ جو فقر
وفاقے سے ڈرتا ہو اُسے چاہیے کہ ضحیٰ کی نماز پڑھا کرے اور جو قبر کے اندھیرے سے ڈرتا ہو تو
چاہیے کہ تہجد کی نماز پڑھتا رہی اور مشائخون کے اوراد مین مقرر ہی کہ ضحیٰ کی نماز کی چار رکعتون
مین یہ چار سورتین سورۃ والشمس اور سورۂ واللیل اور سورۂ والضحیٰ اور سورۂ الم نشرح پڑھتے ہین
وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۙ یعنی مین سوگند کھاتا ہون رات کی اُس وقت کہ اپنے اندھیرے سے چیزونکو
خلائق کی نظرون سے ڈھانک لیوے اور ڈھانک لینا رات کا جب ہوتا ہی کہ اُس رات مین
چاند اور مشعل اور شمع اور چراغ کی روشنی نہووے اس طور کی رات جاہلیت کے زمانے کا نمونہ
ہے اور ضحیٰ کا وقت کہ نور کے کمال کا وقت ہی سو وحی کے نازل ہونے کے وقت کا نمونہ ہی اور
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہونے سے اور اُن کے خلفای
راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی نہ رہنے سے گویا کہ رات آئی لیکن ایسی رات مین شروع سے
آخر تک چاند کی چاندنی موجود ہی اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہی کہ اسکی روشنی اپنی ذات مین
سمیٹ کر عالم کے روشن کرنے کو اُس آفتاب کی جگہ پر بیٹھا ہی ویسا ہی خلفاے راشدین رضی اللہ
عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے نور حاصل کرکے عالم کو اپنے نور سے
روشن کیا ہی اور خلافت کا زمانہ گذر جانے کے بعد رات کی اندھیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے
ہر گروہ اپنے مقدور بھر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین اور اُس اندھیرے کو

دفع کرتے ہین اسی سبب سے کہ مجتہدون کے مذہب اور اولیاء اللہ کے طریقے اس نور کا فیض پہونچانے مین قسم قسم اور جُدا جُدا ہوئے ہین پس ضحی کا وقت گویا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور الٰہی کی تجلی ہونیکا وقت ہی اور رات ظلمت بشری کے مانند یعنی انسانی کثافت اور میل کے مانند ہی جو تن من پر غلبہ اور ہجوم کرکے ہر چیز کو نگاہ سے چھپا دیتی ہے اور یہان ایک بحث یہ ہی کہ سورۂ واللیل مین اوّل رات کی قسم کھائی ہے بعد اُس کے دن کی اور سورۂ والضحی مین برخلاف اُسکے فرمایا یعنی پہلے ضحی کی قسم کھائی ہی کہ روز ہے اُسکے بعد رات کی اسکا کیا سبب ہی مفسرون نے یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے رات کو بھی ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہی کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہے علی ہذا القیاس دن کو بھی ایک طور کی بزرگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہی کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا ایک دوسرے کی ملاقات کا آمد و رفت کی آسانی کا اور دوسری جہت سے کامونکا باعث ہی اسلیے قسم کھانے مین کبھی رات کو دن پر اور کبھی دن کو رات پر مقدم کیا ہی تا کہ مقدم ہونے کی بزرگی سے دونون بہرہ مند ہووین اور یہان سے معلوم ہوا کہ جو اسدطوسی نے دن رات کے مناظرے اور جھگڑے کی بیتون مین کہا ہی کہ اللہ تعالی نے قسم مین رات سے دن کو پہلے ذکر کیا ہی سو یہ اُسکا کہنا سورۂ واللیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہی اسواسطے سورۂ واللیل کے شروع مین رات کی قسم ہے اور اسدطوسی کی وہ ساری بیتین جو فارسی بولی مین ہین سو یہ ہین

نظم

بشنو از بحث گفتار شب و روز بہم | سر گذشتیکہ ز دل دُور کند شدت غم
ہر دو را خاست جدل از سبب بیشی فضل | در میان رفت فراوان سخن از زحمت و ذم
گفت شب فضل من از روز فزون آمد ازانکہ | روز را کرد ز شب باز خدا وند قدم
نزد یزدان ز پرستندۂ زعابد روز | ساجد و عابد شب راست فزون قدر قدیم
قوم را سوی مناجات بشب برد کلیم | ہم بشب گشت جُدا لوط ز بیداد و ستم
تمسیح بشب کرد محمد بدو نیم | سوی معراج بشب رفت ہم از بیت حرم
ہست در روزۂ او تا کہ منع است نماز | در نماز ہمہ شب فخر نبی بود و امم
آسمان از تو بود ہیچ یکی فرش کبود | وز من آراستہ بر مثل یکے باغ ارم

ہر مہ و سال عرب را عدد از ماہ من ست
روز کین قصہ شنیدہ شدہ آشفتہ و گفت
روز را عیب بطعنہ چہ کنی کاینِ عرش
روزۂ خلق کہ دارند بروزست ہمہ
روز خواہد کہ بود خاستنِ خلق بحشر
روی آفاق زمن خوب نمایند تو زشت
مرمرا گونۂ اسلام و ترا گونۂ کفر
سپہ و خیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک
گر زماہ تو شناسند مہ و سال عرب
ماہِ تو از ضوءِ خورشید من افزاید نور
از فریضہ سہ نماز ست بروز و دو بشب
نیز از ماہ من ست از پر جبریل رقم
خامشی کن چہ در آئی بسخن بس محکم
روز را پیش ز تو کرد ستایش بقسم
بہ حرم حج بروز ست ہم از بیت حرم
روز شد نیز وجودِ ہمہ مردم زعدم
دیدۂ خلق زمن نور فزاید ز تو نم
مرمرا جامۂ شادی و ترا جامۂ غم
بگریزند چو خورشید من افراخت علم
ز آفتابم ہمہ دانند مہ و سال عجم
از پے خدمتِ خورشید کنند پشت نجم
زان نماز تو کم آمد ز من ہستی کم

اب آئے ہم اس بات پر کہ کسواسطے سورۂ واللیل کو رات کی قسم مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحیٰ کو کس سبب اس ڈھب سے یعنے ضحیٰ کی قسم اوّل مین لانے سے مخصوص فرمایا اسمین یہ بھید ہے کہ واللیل کی سورۃ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین ہی اور اُنکو نور اسلام کے اوّل کفر کی تاریکی لاحق تھی اور یہ والضحیٰ کی سورۃ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہی اور اُنکو ابتدا سے عصمت کا نور حاصل تھا اسلیئے والضحیٰ کی سورۃ کو روز کے ذکر سے شروع کیا اور نور ایمان کے مانند ہی اور اس جگہ ایک لطیفہ اور ہی کہ اگر شروع مین رات کو ذکر کرین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب ہی پھر اس سے اوپر چڑھین تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملین کہ دن کے مانند ہین جیسا کہ رات کے بعد دن آتا ہی اور اگر روز کو شروع مین ذکر کرین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے بعد ازان اُترین بلا فاصلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پا دین کہ رات کے مانند ہین کیونکہ روز کے پیچھے بلا فاصلہ رات آتی ہی اور اس لطیفے سے ان دونون بزرگوارون کی رفاقت ایک تن ایک تن کی بہت اچھی طرح سے جلوہ گر ہوتی ہی چنانچہ اس رفاقت کا اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتون سے

ظاہر ہوا ہی حاصل کلام اس سورۃ کے شروع مین دن اور رات کی قسم آئی ہے سو گویا اسمین یہ اشارہ ہی کہ ہم کبھی دن کی ساعتین گھٹاتے ہین اور رات کی ساعتین بڑھاتے ہین اور کبھی اُسکے برعکس یعنے دن کی گھڑیان زیادہ کرتے ہین اور رات کی گھڑیان کم کرتے ہین اور یہ گھٹانا بڑھانا کم زیادہ کرنا کچھ محبت اور عداوت کی راہ سے نہین ہی بلکہ حکمت کے طور سے ہی اسیطرح رسالت اور وحی نازل ہونے کے مقدمے کو سمجھا چاہیے کہ کبھی حبس ہی یعنی بند اور کبھی فیضان یعنی جاری اور یہان ایک لطیفہ یہ ہی کہ جب کافرون نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ بہتان کیا کہ تجکو تیرے پروردگار نے چھوڑ دیا اور رخصت کیا اور مدعی ہوئے تب مدعی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کھانا ضرور پڑا تو پہلے اُن کو کہا کہ تم اس دعوی کے شاہد لاؤ جب شاہد لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو قسم کھانا لازم ہوا تو دن اور رات کی قسم کھا کر انھون کے مدعا کا انکار کیا اور اس قسم مین اشارہ ہی کہ دن رات بھی بڑھنے اور گھٹنے سے نہین بچے تجکو کہان سے طمع رکھنی چاہیے جو خلق کی زبان سے بچے اور یہ بھی ہی کہ رات تنہائی اور وحشت کا وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دھندے کا وقت ہے پس گویا ایسا فرمایا کہ خوش رہا کرو کہ وحی بند ہونے کی وحشت کے بعد تجکو فرشتون کے ساتھ مل بیٹھنا میسر ہوگا اور یہ بھی ہی کہ دن عیش وعشرت کا وقت ہی اور رات کلفت اور وحشت کا وقت اور دن سے ضحی کا وقت پسند کیا اور اُسکی قسم کھائی اور رات کی قسم کھانے مین ساری رات لائے اسمین اس بات کا اشارہ ہی کہ دنیا کے غم اُسکی خوشی سے بہت زیادہ ہین اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہی اور لیل سے مراد معراج کی رات اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا چہرہ مبارک ہی اور لیل سے مراد انسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جو سیاہی مین رات کے مانند ہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت مین مشغول ہونے کی رات اور بعضے کہتے ہین کہ ضحی سے مراد اُس علم کا نور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور اُس کے سبب سے عالم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوتے ــــ لیل سے مراد اُنہو اور جسکو منع ہی جس سے امت کے عیبون ڈھانکا

اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہی جو خلق اللہ
اُس سے آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد اُنکا باطنی احوال کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو اُسکی خبر
نہین اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد اسلام کا اقبال ہی اور لیل سے مراد اسلام کے غریب اور
سُست ہوجانیکا زمانہ چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی اِنَّ الاِسلَامَ سَیَعُودُ غَرِیبًا
یعنے تحقیق اسلام نزدیک ہی کہ غریب اور سُست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہین کہ ضحیٰ سے مراد
زندگانی کا وقت ہی اور لیل سے مراد قبر مین جانیکا وقت ہی اور یہ سب باتین ہوسکتی ہین مَا وَدَّعَكَ
رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ٥ یعنے تیرے پروردگار نے تجھکو جدا نہ کیا اور ناخوش نہ رکھا یعنی وحی بند ہونیکی
مدت جو دراز ہوئی سو اسواسطے نہین کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت کرنے مین کچھ قصور رہی یا تمھارے
کمال صفا تو ان مین کچھ نقصان اور فتور بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہی اور عنقریب پھر وحی کا آنا ہوگا
جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پھر آتا ہی اگر بعضے اوقات بشریت کے اندھیرے کے آجانے
کے باعث وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچھ اندیشہ نہ کر آخر نور حق کا غالب آویگا اور ظلمت بشریت کو
بالکل مٹا دیویگا اور وصال بے فراق حاصل ہوویگا چنانچہ فرماتے ہین وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ
مِنَ الْاُوْلٰی ٥ اور بیشک پچھلی ہر حالت بہتر ہی تیرے واسطے اگلی معاملت سے یہانتک کہ تیری
بشریت اصلا نہ رہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھپر رہا کریگا اور اگر آخرت کو بعد الموت کے احوال
پر خیال کرین تو بھی بجا ہی آخرت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا مرتبہ اور
اُنکی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور اُنکی مبارک ذات کے چشمے سے بخشش اور فیض الٰہی
کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج مین ہوگا یہانتک کہ قیامت کے دن سب
اگلے پچھلے لوگ اُنکی شفاعت کے محتاج ہونگے اور اُن کے جھنڈے کے تلے چھانون مین
آرام پاوینگے اور اُن کے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات
بانٹ دینا اُن ہی سے ہوگا یعنی جسکو جس لائق دیکھینگے ویسے اُسکو مرتبے اور منزلین تقسیم
کردینگے اور رَبُّكَ کے لفظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تسلی ہی یعنی کہان
ہوسکتا ہی کہ جس خاوند نے تمکو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اپنی طرح بطرح کی تربیتین
تمھارے حق مین عنایت فرمائی ہون اس حد تک کہ اپنے نور کی تجلی بے واسطہ اور بے وسیلہ

کسی مرشد اور پیغمبر کے تمھاری روح مبارک پر نازل کی ہو وہ تم کو چھوڑے اور جدا کرے یہ بات مجازی خاوندوں سے بھی بعید ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کیے ہوے کو گرا یا نہ چاہیے تو اُس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونے کے پیشتر اُس کے حوصلے اور اُس کے عمل سمجھ بوجھ کر ہر ایک کو کسی مرتبہ اور منصب سے مختار اور مخصوص کرتا ہی اور کیا خوب کہا ہوا ہی رباعی چون بعلم ازل مرادیدی + دیدی انگہ بعیب بگزیدی + من بعیب آن و تو بعلم ہمان + رد مکن انچہ خود پسندیدی + ترجمہ جس گھڑی تو نے مجھے علم ازل سے دیکھا دیکھا اور عیب کے ساتھ اُس گھڑی برگزیدہ کیا - مین ہون وہ عیب سے اور علم سے ہے تو بھی وہی رد نہ کر تو نے جو کچھ آپ پسندیدہ کیا - یہان سمجھا چاہیے کہ جب کوئی صاحب مہربان قدردان اپنے نوکرون سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر مامور اور مقرر کرتے ہین اور وہ نوکر بڑی کوشش اور کمال استقلال سے اُس خدمت مین مشغول رہتا ہی تب حاسد بہتانی اور غیبتی اُس نوکر کی شکنی کے درپے ہو کر جھوٹی باتین بے اصل مشہور کرتے ہین کہ فلانا اپنے خاوند کی نظر سے گرا اور اس خدمت سے کہ مشغول تھا معزول ہوا تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف اور اشفاق کی رو سے اُس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہی اور اُن جھوٹی باتون کے سننے سے جو اُس کے دل پر گرانی اور آزردگی کا اثر پہونچا ہی سو دفع کرنے کے واسطے خلعت اور انعام اور اُس کے منصب کی ترقی کا وعدہ دینے سے اُسکو ممتاز اور مخصوص کرتا ہی سو اسی نوع کا یہ کلام ہی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ یعنی اور بیشک دیویگا تجھکو پروردگار تیرا اسقدر کہ تو راضی ہوگا اور اُس سے تیری استعداد اور حوصلے کا جام بھرپور ہو جاویگا اور کچھ آرزو اور خواہش باقی نہ رہیگی اور یہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہی خصوصًا وہ مخاطب یعنی وہ پیغمبر جنکو وعدہ دیا ہی ایسے پیغمبر عالی شان مین کہ اُنکے حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے دیکھا چاہیے کہ کسقدر اور کیا کیا الٰہی بخششین اور عنایتین اُن کو دیجاوینگی تا محظوظ اور خوشنود ہووین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اُسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابون سے بولے کہ مین ہرگز راضی نہین ہونیکا جبتک کہ اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو بہشت مین داخل نہ کرونگا اور اُس جناب رسالتمآب کے حق مین اُنکی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششین

اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور ہونگی سُو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنے کی حد سے باہر ہین اُن مین سے کچھ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے مین آتا ہی سمجھا چاہیئے کہ جب کوئی کسی اپنے وسیلے رکھنے والون سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہے تو اُسکو بہت چیزون سے پوشاک مین سواری مین بیٹھنے کی جگہ مین اور اس سوا اور احوال مین ممتاز فرماتا ہی تا اُسکا پیارا پنا اور محبوبیت یہ خاص و عام کی نظر مین جلوہ گر ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی قسم وہ ہی جسمین پیغمبر بھی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے آگے اور اُن سب سے زیادہ دی ہو اس سبب سے ان کو سب سے ممتاز فرمایا ہی اور دوسری قسم وہ ہی جو اُن ہی کو مخصوص ہو اور خاصہ اُن ہی کا ہی دوسرے کسی کو اُسمین شرکت اور بہرہ نہین اور بیان مختصر کرنے کے سبب ان دونون قسمون سے باہم ملا کے کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہون تا کہ اس آیت کے معنے بہت اچھی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گذرین اور دل نشین ہو وین ان خصوصیتون سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین تھین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندھیرے مین ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو اور روشنی مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منھ مبارک کا لعاب کھاری پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیر خوار بچّون کو اپنے منھ کے لُعاب سے ایک قطرہ چکھا لیتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ طلب نہ کرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن اہل بیت کے بچّون سے تجربہ ہوا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین سفید رنگ اُجلی شفاف تھین اُن مین اصلا بال کا نام نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی دور جاتی تھی جو اورون کی آواز اُسکے دسوین حصّے تک نہ جاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سنتے تھے جو اورون کی آواز اُس پلے سے سُن نہ سکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھین سو جاتی تھین اور دل جاگتا رہتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری عمر مین جمھائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہ تھا اور اُن کے بدن مبارک کا پسینا مشک سے بہت خوشبودار تھا یہانتک کہ اگر کسی راستے سے تشریف لیجاتے تو لوگ اُن کے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اُس ہوا مین پھیل رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لیگئے ہین

اور کسی آدمی نے اُنکے جھاڑے یعنی بول و براز کو زمین پر نہ دیکھا تھا زمین پھٹ کر نگل لیتی تھی اور اُس جگہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کئے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک صاف کہ اصلا اُن کے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نہ تھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے آئے اور اُن کے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو اُن کی ماں کو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے اُنکا جھولا جھلاتے تھے اور چاند اُن کے ساتھ بچپن کے وقت جھولے میں باتین کرتا تھا اور جب اُسکو اشارہ کرتے تو اُنکی طرف جھکتا تھا اور رہا جھولے مین جھولتے کلام کیا ہے اور بادل اُن پر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر درخت کے تلے آتے درخت کا سایہ اُن کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور اُنکا سایہ زمین پر گرتا نہ تھا اور اُنکی پوشاک پر مکھی بیٹھتی نہ تھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کی سواری کی مدت تک لید اور پیشاب نہ کرتا تھا اور عالم ارواح مین جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جسنے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب مین بلیٰ کہا سو بھی آپ تھے اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپ کو تھی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہونچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا اور فرشتون کو اُنکی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح اُنکے ہمراہ ہوکر پڑے یہ بھی خاصہ اُن ہی کا ہی اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی اُن ہی کے ساتھ مخصوص ہین اور قیامت کے دن جتنا اُنکو ملیگا اتنا کسی اور کو نہ ملیگا اور جو پہلے قبر سے اُٹھے گا سو بھی آپ ہون گے اور جو پہلے بیہوشی سے ہشیار ہوگا سو بھی آپ ہون گے اور اُن ہی کو حشر مین براق پر لادین گے اور ستر ہزار فرشتے اُن کے بیچ گرد ہون گے اور اُن ہی کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھاوینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء الحمد یعنے الحمد کا جھنڈا اُن کے ہاتھ مین دیوین گے حضرت آدمؑ اور اُنکی تمام اولاد اس جھنڈے کے تلے ہون گے اور سارے انبیا اپنی امتون سمیت اُن ہی کے پیچھے چلین گے اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے اُن ہی سے شروع ہوگا اور اُن ہی کو شفاعت عظمیٰ سے مخصوص کرینگے اور پل صراط پر جو پہلے گذر کریگا سو آپ ہی ہونگے اور محشر کے سارے خلائق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ اُن کی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

پل صراط پر سے تشریف لیجاوین اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولیگا سو آپ ہون گے اور ان ہی کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کرینگے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہی جو مخلوقات سے کسی کو میسر نہو اور اسکی حقیقت یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جناب الٰہی سے قرب و منزلت مین ایسے ہونگے جیسے وزیر بادشاہ سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب شریعتون مین جن چیزون سے مخصوص ہین سو بہت ہین انکی گنتی طول و طویل ہی اُن مین سے ایک یہ ہی کہ اُن کو کافرون کی غنیمت کا مال حلال کیا اور اُن کے واسطے زمین کو مسجد بنا دیا یعنی جس جگہ چاہین نماز پڑھین اور اُن کے واسطے زمین کی مٹی کو پاک کرنے والی کیا اور پانچ وقتون کی نماز اور وضو اس طریق سے اور اذان اقامت اور سورۂ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روز اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز مین ہی اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین کہ یہ سب اُن ہی کے واسطے مخصوص ہین اور یہ خصوصیتین دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہونچتی ہی اور آپ کی وے خصوصیتین جو باطنی مراتب کے موجب ہین اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑھتے اور زیادہ ہوتے جاتے ہین اور وہ احوالات اور مقامات جو [illegible] امتیون کو انکی پیروی اور فرمانبرداری کرنے کے طفیل سے حاصل ہوے اور ہوتے ہین اور قیامت تک حاصل ہون گے اور وہ علوم اور عرفان جو اُن کو عطا ہوئے ہین سو بے انتہا ہین اور اس ولسوف کی آیت مین ان سب چیزون کا اشارہ ہے یعنے یہ سب نعمتین ملینگی سو اسطے عطا کو خاص نکیا یعنی یہ کچھ اور اتنا کچھ نفرمایا اور جسوقت کسی کو کچھ نعمت زمان مستقبل مین دینے کا وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمان ماضی مین ہوئی تھی اس نعمت کے مشاہدون اور علامتون سے اپنے اُس وعدے کو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچھلے وعدے کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اُسکی قوی ہوجاوے اسی واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے کے بعد اُن اگلی خدمت کے عوض اور بدون درخواست کرنے کے ملی تھین اور کبھی کسی کے خیال مین نہین آتا کہ وہ نعمتین کس خدمت اور ثواب کے عوض مین ملی ہین چنانچہ فرماتے ہین اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى کیا نہین پایا تجھکو یتیم پھر جگہ دی اس نعمت کا بیان یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ مین تھے آپکے والد عبد اللہ نے وفات پائی [illegible] جب تولد ہوے اور قریب چھ برس کے تھے آپکی والدہ نے انتقال کیا اسلیے دو یتیم ہوے

بعد آپکے دادا عبدالمطلب نے بھی رحلت کی اور آپ کو تین طرح کی یتیمی مان اور باپ اور
دادا کے گذرجانے سے حاصل ہوئی اور اسطور کی حالت مین اندیشہ تھا کہ پڑکا ضائع ہوجاوے
اور بخوبی پرورش نہ پاوے اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے آپ کی پرورش ہونے کی صورت اسطرح پر ظاہر
فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد اُن کی مان کے اور دادا عبدالمطلب کے دل مین آنحضرتؐ کی محبوبی اور
دلبری کے کرشمے اُن کی مان اور دادا کو دکھلاتا تھا تا عاشق ہوکر عاشقون کے طور پر اُن کے پالنے
اور سنبھالنے مین بڑی کوشش کرتے تھے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے پھر جب عبدالمطلب
کی وفات کا وقت آیا تب اُنھون نے آنحضرتؐ کو اپنے بیٹے ابوطالب کو جو آپکے حقیقی چچا تھے سپرد کیا
اور نہایت تاکید سے آپ کی خدمت اور خبرگیری کی ترغیب دی ابوطالب اُنکی تاکید اور وصیت کے
موافق حضرتؐ کی خبرداری اور خدمت گذاری مین نہایت سرگرم رہتے تھے اور اس بیچ مین باطنی
تربیت اور تعلیم الٰہی مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ آداب پر لانے مین اپنا کام کرتے تھے یعنی آپکا
چال چلن اور سارے بھلن سب کو من بھاؤنے لگتے تھے یہانتک کہ حد بلوغ کو پہونچے اور بالغ ہوے
اور کمالات کی خوبیان جمع کرکے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى
اور پایا تجھکو راہ بھولا ہوا پھر راہ بتائی تجھے اس ہدایت اور ضلال کا بیان وہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بالغ ہونے کے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے اسقدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر و
جاہلیت کی رسمین سب بے اصل اور پوچ ہین تو دین حق کی کھوج اور تلاش کے درپے ہوے
اور بڑے بوڑھون کی زبان سے سُنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال بندھا اور تدبیر سوجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا کی طرف
پورا رجوع ہوجاؤن اور اُسکی عبادت بندگی کرون لیکن جب دین ابراہیمی نہ کسی کو یاد رہا تھا اور نہ
کسی کتاب مین لکھا ہوا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑھ سکتے تھے بالضرور اس دین کے
احکام کی کھوج اور تلاش کرنے مین بیقرار ہوکر تسبیح تہلیل تکبیر اعتکاف جنابت کا غسل حج کے
مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے امورات سے
جسقدر معلوم ہوا اسیقدر مشغول رہتے تھے اُسوقت تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے اُنکو پاک
دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروعات بہت اچھی طرح سے

ف بعض مفسرین نے ضال کے معنی محبت کیلئے بھی لکھے ہیں یعنی تو محبت والا پایا اور راہ بتائی اور یہ معنی مستند درست ہیں جیسے سورہ یوسف میں مذکور ہے کہ بیشک تو ضلال قدیم میں ہے یعنی یعقوب [illegible]

اُن کے لئے معین و مقرر فرمائے اُسد م د ہ اُنکی بیقراری جو حق دین نہ پانے کے سبب ہتی تھی
جاتی رہی گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تھے اور وہ راہ سوجھ پڑتی
نہ تھی سو راہ آپ کو دکھائی اس باعث اس راہ کے نہ پانے کی بیقراری کو راہ بھولنے سے
نسبت دی یعنی ضَآلًّا فرمایا اور تفسیر والے جنھون نے یہ بات جیسی چاہیے ویسی پوری نہ
سمجھے سو اس بھولنے کی تفسیر مین بہت دور پر جا پڑے ہین بعضے کہتے ہین کہ ضلال سے مراد ظاہری
راہ بھولنی ہی جو لڑکپن کی حالت مین مکے کے پہاڑون کے بعضے درون مین گھر کی راہ بھول کر
حیران بھٹکتے پھرتے تھے کہ ابوجہل اونٹنی پر سوار اچانک اُدھر جا نکلا اور آپ کو اُٹھا کے اونٹنی پر
سوار کر کے عبدالمطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا ہم نہین جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہم کیا
کچھ پہونچے گا عبدالمطلب نے پوچھا کیون ابوجہل بولا کہ مین نے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستا
بھولا ہوا بھٹکتا پایا سو اسکو اُٹھا کر پہلے اپنی پیٹھ کے پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹھ بیٹھ جاتی
تھی جب اسکو مین نے اپنے آگے بٹھلایا تب یہ اونٹنی اُٹھ کر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسے
علیہ السلام کے قصے سے وہ مشابہت ہی کہ جیسا اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو اُن کے دشمن کے
ہاتھ سے جو فرعون تھا پرورش کروایا ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے دشمن کے ہاتھ سے
جو ابوجہل تھا اُن کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچوایا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ رضہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی آپ کو اپنے گھر سے عبدالمطلب کے یہان پہونچانے کو لائین اور
مکا معظمہ کے دروازے پر آپ کو گنوایا تو بیقرار ہو کر ہبل کے پاس گئین کہ وہ ایک بڑا بت تھا اور اُس
جا کر بلند آواز سے رونے لگین جون ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا وہین سارے
بت اوندھے منھ گر پڑے اور بتون کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ ہے ہے یہ کیا نام لیتی ہی
کہ اسی لڑکے کے ہاتھ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہی اس عرصے مین جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اُنکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچادیا آپ کی دائی بی بی حلیمہ رضہ
بت خانے سے بے آس ہو کر اس ارادے سے نکلین کہ عبدالمطلب کو آپکے گم ہو جانے کی خبر
دون تا آپ کو ڈھونڈھین وہان گئین تو کیا دیکھتی ہین کہ آپ عبدالمطلب کے پاس بیٹھے ہین یہ
دیکھ کر بہت اچنبھے مین پڑین اور دنگ ہو گئین پس اس وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کی

آیت مین اس قصے کی طرف اشارہ ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ضال سے مراد ہجرت کی رہ کا
بھولنا ہی کہ کس طرف جانا چاہیئے یا تو قبلے کا گم کرنا یا تو جبرئیل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا
یا تو دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادت مین نہایت مشغول
ہونے کے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تھے اور سروکار نہ
رکھتے تھے یا تو آسمانی راستون کا گم کرنا کہ وہ راستے معراج کی رات معلوم ہوئے اور بعضے
کہتے ہین کہ ضلال اس جگہ ملجانے کے معنے مین ہی چنانچہ عرب کہتے ہین ضَلَّ الْمَآءُ فِی اللَّبَنِ یعنی
ملگیا پانی دودھ مین ایسا کہ فرق اور تمیز نہین کر سکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے
آگے کافرون مین رلے ملے تھے کوئی آپ کو ممتاز کر نہ پہچانتا تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ ضلال
کے معنے محبت اور عشق کا مرتبہ ہی چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کے
کمال عاشقی اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رکھتے تھے اس لفظ سے کہا
ہے کہ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلَالِكَ الْقَدِیْمِ اسکے یہ معنی کہ بیشک تو اپنی قدیم ضلال مین یعنی تو
اُسی اپنے اگلے عشق اور محبت مین ہی اور ہدایت سے مراد وہ ہی کہ ہم نے تجھے اپنے محبوب اور
مطلوب سے ملنے کی راہ بتلادی الغرض تفسیر اون کی باتین اسی طرز کی ہین یہان اسقدر سمجھنا
چاہیے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے بھی اور پیغمبری پانے کے بعد بھی جبلی
اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور محفوظ ہین بلکہ جان بوجھ کر گناہ کرنے سے بھی پاک
ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ مین نے کبھی کوئی کام اُن کامون مین سے جو جاہلیت
والے کرتے تھے نہ چاہا کہ مین بھی کرون مگر دو وقت اور اُن دونون وقت مین لطف الٰہی نے
مجھے وہ کام کرنے نہ دیا اور اللہ تعالیٰ کا تھامنا اور نگاہ رکھنا میرے اور اُس کام کے بیچ مین حائل
اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہ تھے کہ دن قریش کے ایک نوجوان کو جو شہر مکہ کے باہر میرے
ساتھ بکریان اور بھیڑیان چراتا تھا مین نے کہا میری بکریون اور بھیڑون کی خبرداری کرنا کہ مین
شہر مکہ مین جاکر جو کئی ایک نوجوان گبرو مل بیٹھے کہانیان کہتے ہین سو سُنون جب اس عزم سے
شہر مکہ مین داخل ہوا تو پہلے ہی گھر مین سے جو میرے سر براہ تھا گانے بجانے کی آواز سنی اور
پوچھا کہ یہان کیا ہی بولے کہ فلانے شخص کی فلانی عورت سے آج شادی ہوتی ہی یہ سُنکر مین گیا اور

چاہا کہ بیٹھ کر تماشا دیکھوں بیٹھتے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھپر نیند ایسی غالب کر دی کہ دن نکلے تک
نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ مجلس برخاست ہوگئی اسیطرح پھر بھی دوسری مرتبہ قصد کیا
تو پھر بھی میرے اور باجے گاجے کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوئی اور
خدائیتعالیٰ کے تھامنے اور نگاہ رکھنے کے سبب سے مین بچ رہا پھر اُسدن سے کبھی میرے خیال مین
نہ گذرا یہانتک کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اُس پاکی
پرہیزگاری کو دوچندان کیا لیکن شریعتون کے احکام نہ جاننے اور اُن کی سمجھ نہ پڑنے کی بیقراری
پیغمبرون کو بھی پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہی اور حق دین کی تلاش مین رہتے ہین اور لفظ
ضلال کے معنی کے لئے اس قدر بس ہی جیسا کہ اوپر بیان کرنے مین آیا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ
اور تجھکو پایا نادار بے مایہ پھر غنی اور بے پروا کیا تجھے یہ وہ نعمت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو پہلے اُن کے دادا عبد المطلب کے مال سے مستغنی کیا کہ آنکو اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز
جان کر پرورش کرتے تھے اُن کے بعد ابو طالب کے مال سے کہ وہ چچا تھے نباہ لیا کہ وہ بھی
انکو اپنے والد عبد المطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون پر مقدم کرکے سبھون سے
زیادہ چاہتے تھے پھر جب آپ پچیس[۲۵] برس کے ہوے تب حضرت بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا
کو کہ نہایت مالدار تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین اسقدر اُن کی محبت
اور خدمت پر تُلایا کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس اُن کے آگے لا رکھا اور قریشون کے رئیسون کو
بلا کر شاہد کیا کہ اب یہ سب مال اس شخص کا ہی چاہے لٹا دیوے چاہے رکھ لیوے جب
بی بی خدیجہ کبرےٰ رضی اللہ عنہا خلد برین کو سدھارین تب حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل مین
اسقدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آ پڑی کہ اپنی پونجی کے
چالیس ہزار درم اُن کے کاروبار مین خرچ کر بیٹھے پھر بعد ہجرت کے مدینے کے رہنے والے
انصار کے مال سے غنی کیا اسکے پیچھے کفار نابکار کی فتوح اور غنیمتون کے مال سے نہال کر دیا
اگرچہ اُن مین سے بعضے معاملے اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد ظہور مین آئے ہین پر
جو کچھ کہ علم الٰہی مین ہی سو گویا ظہور مین آئے ہوے کے مانند ہی اسواسطے اُنکو بھی منت رکھنے

کے مقام مین فرمایا اور باوجود ان سب ظاہری بے پروائیون کے باطنی بے پروائی جسے قناعت کہتے ہین اس نہایت تک عنایت فرمائی تھی جو آپکے نزدیک سونا اور پتھر برابر تھا سو تواریخ والے خوب بیان کرتے ہین اور تحقیق والے صاحب کمالون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے یتیم کیا کہ لوگ یتیمون کی حقارت نہ کرین اور جب کسی یتیم کو دیکھین تو یاد کرین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی وقت مین یتیم تھے اور یتیم کو مان دیوین کم سے کم اتنا مان جتنا جاہل لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو مان دیتے ہین اور اس سبب سے بھی ہے تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیمون کی قدر بوجھین اور یتیمون پر مہربانی رکھین اور یاد کرین کہ یتیمی کا دکھ کتنا کچھ بھاری ہی اور اس باعث سے بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہ تھا کہ اپنی عمر کے شروع سے آخر تک خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور پر بھروسا نہ رکھین اور سب سے عالی توکل کا مرتبہ ان ہی کو تھا اور یہ بات یتیمی کے سوا نہین ملتی اور اس بات سے بھی ہی کہ یتیم ہونا سو عادت کے بموجب بچون کے اوقات ضائع ہونے اور ان کے بے ادب ہو جانیکا سبب ہی اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت مین پورے ستھرے لچھن اور بھلی چال سے سدھر جاوے تو بلا شک معجزے کے طور سے مانتے ہین اور اسکو نبوت کی نشانی جانتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و مسکینی مین اور دادا چچا زوجۂ محترمہ یار غار اور انصار جان نثار کے مال سے مستغنی ہونے مین یہ بھید ہی کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدارون کے اخلاق کہ فی الجملہ بڑائی خودپسندی خودبینی اور خودنمائی کو چاہتے ہین سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ مین اثر کرتے اور آپ کی نشست برخاست اٹھ بیٹھ مالدارون کے ساتھ ہوتی اور آپ کو تواضع اور ملنساری اور آشنا پروری اور اللہ کی طرف دمبدم التجا کرنے اور مسکینی کی لذت معلوم نہوتی اور یہ بھی ایک سبب ہی کہ جس صورت مین آپکو آپ ہی کے مال سے مستغنی کرتے تو آپکے فرمانبردارون پر بدگمانی دھرتے کہ شاید لوگ اس شخص عالیشان کی شانداری اور مال کی خواہش کی طمع کے سبب سے اس شخص کے فرمانبردار ہو گئے ہین اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی پاسداری سمجھی نہ جاتی ان باتون کے واسطے آپکو فقر بے مایہ پیدا کرکے لوگون کو آپ کی صحبت کی کشش سے گرویدہ کیا تا خود بخود ایسی جانی ہا ہو

آپ پر نثار کرین اور یہ بات آپکے کمال پر پہلی دلیل ہو کہ لوگ ظاہری اسباب کے بغیر اسقدر آپ پر گرویدہ ہوتے ہین اور یہان ایک نکتہ ہے سمجھا چاہیئے کہ ہر آدمی کیا فقیر کیا غنی ابتدا مین بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہی اور دوسرون کے مال سے جمعیت پاتا ہی لیکن اگر وہ آدمی اپنی طرف سے ہوس اور لالچ کر کے مال زیادہ کرنے کی تلاش مین سرگردان رہتا ہے تو سب کی نظرون مین ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور اگر وہ آدمی اورون کو ظرافت اور دانائی کی تدبیرون سے اپنا تابع اور فرمانبردار کر کے اُن کے مال سے فائدہ لیتا ہے تو اُسکی عزت اور شوکت کا باعث ہو پڑتا ہے اور یہی باعث ہی کہ بادشاہ عزیز ہے باوجود اس بات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی ہی اُن کے پاس سے ایک تدبیر کے ساتھ اناج خراج اور محصول کے پیسے لیتا ہے اور فقیر طمع رکھ کے آدمیون سے طلب کرتا ہی بلکہ اُس سے بہت کم مانگتا ہے مگر وہ ذلیل ہی پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہین ہوتا اور اسکا نہونا ذلت اور حقارت کا واسطہ نہین۔

ہان سچ ہی جمال کہ قناعت بے پروائی اور لالچ ترک کرنے سے ہاتھ آوے سو عزت کا باعث ہے اور جو فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب دوڑ دھوپ مین لگا رہی سو ذلت اور خواری کا موجب ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اورون کے مال سے عزت اور حرمت اور غلبے کے طور پر استقلال حاصل ہوا تب آپکا جاہ و جلال زیادہ اور کامل ہوا اور کبھی کوئی ننگ اور عار کا کلنگ نہ لگا اور جب اللہ تعالیٰ ان مین نعمتون کا بیان پورا کر چکا تب اُن کے شکر کی درخواست کے لئے فرمایا کہ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ه یعنے پھر یتیم کو تو بھی مت دبا اور قہر مت کر یعنے یتیم کا مال اور حق تلف مت کر اور اُس کے ساتھ بات کرنے مین تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجھے خوب معلوم ہے کہ ذرا سی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہو جاتا ہی اور یہ شکر وہ ہی جو أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ کی نعمت سے بدل اور مقابلے مین ہے وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ه یعنے اور مانگتے کو نہ جھڑک کیونکہ تو بھی عیالدار اور مسکین تھا اور تو مسکینی کا دکھ درد خوب جانتا ہی اور یہ وہ شکر ہے جو وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ کی نعمت کے عوض اور مقابلے مین ہو وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ه یعنے اور اپنے پروردگار کی نعمتون کو بیان کر کیونکہ تجھے بہت نعمتین دی ہین اور بہت علوم

اور عرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہی جو اوروں کو بھی اُن کے پانے کی راہ بتا دین اور حقیقتہ عنایت فرما دین اور ایک بیان لطیف ہے سو یہ ہی کہ منت گذاری کے مقام مین دین کی نعمت کو جو ہدایت ہی دنیا کی نعمت پر کہ تو انگری ہے مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کے عوض اور مقابل تھا اسکو اسواسطے پیچھے لائے کہ دنیا کی نعمت کے بدل و مقابلے مین خلق اللہ پر شفقت منظور ہے اور دین کی نعمت کے مقابلہ مین باطنی نعمتون کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضرور ہے اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا اُن کے ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہی اسواسطے کہ جبتک قوت اور گذران کا انتظام نہ پاوین تب تک شرعی احکام عمل مین لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش مین رہنے کی خاطر جمعی میسر نہین ہوتی اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ سائل کو یتیم کے ساتھ پوری برابری ہی اسلیئے اُسکے جو شکر گذاری کہ سائل کے حق سے نسبت رکھتی ہے سو یتیم کے بیان سے لگا دی اور نعمتون کی گنتی مین ہدایت کی نعمت کو تو انگری کی نعمت پر مقدم کیا اسواسطے کہ تو انگری اُسوقت نعمت ہوتی ہی کہ جب مال مین تصرف کرنے کی چال معلوم ہو اور تصرف کی چال ہدایت مین خیال مین آتی نہین اور ان تینون شکر گذاریون کی مناسبت تینون نعمتون کے ساتھ ظاہر ہی جیسا کہ بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہے کہ یہ تینون شکر گذاریان قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہو سکتی ہین کیونکہ یتیم سب ناتوانون سے نپٹ ناتوان ہی اُسکی مدد کرنے مین کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور رحمت کی دلیل ہی اور سائل اکثر اوقات بے محل چاپلوسی اور منت اور زاری کے ساتھ سوال کرنے سے ستاتا ہی پس باوجود اس اذیت کے اُس کے ستانے پر صبر کر کے اُسکے ساتھ احسان کرنا اُمت کے گناہون سے درگذر نے کی اور کیئے ہوئے کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کی دلیل ہے اور اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان کرنا ایک مشقت چاہتا ہی اور اُمت کے فائدے کے لیئے اس مشقت کی برداشت کرنی جناب الٰہی مین عرض و معروض کرنے کی مشقتین اُٹھانے کی اور اُن کو عذاب سے چھُڑانے کی دلیل ہی اور یہ آیت وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس بات کی دلیل ہی کہ خدا تعالی کی نعمتون کو جو اپنے اوپر اور اپنے دوستون پر ہون سو ظاہر کرنا کہہ سُنانا سنت ہی لیکن اُسوقت کہ نیت خالص ہو

جیسا کہ پروردگار کے شکر کرنے کا زبان سے رواج دینے پر یا پیروی اور لوگون کو حاصل ہونے پر
ارادہ اور جو کوئی ان نعمتون کے ظاہر کرنے سے اپنے حق مین شیخی اور خودپسندی کا خوف رکھتا ہو تو اُسکے
حق مین چھپا رکھنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر روز
اپنی شب بیداری کا احوال لوگون سے کہا کرتے تھے کہ مین نے آج رات کو اسقدر نماز پڑھی
اور اسقدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نا فہمون نے اُن پر اعتراض کیا کہ یہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہے
اُنھون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و اما بنعمۃ ربک فحدث اور میرے نزدیک کوئی نعمت اس
نعمت کے برابر نہین جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عبادت بندگی کی توفیق عنایت فرمائی مین کسواسطے
اس نعمت کو ظاہر نہ کرون اور اس شکرگذاری سے محروم رہون سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس
سورۃ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزون کی بہت تاکید فرمائی ہے ایک یتیم کے حق کی
رعایت رکھنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور دھیان دھرنا اور تیسرے اللہ تعالیٰ کی نعمتونکا
بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے بموجب تینون چیزون مین نہایت کوشش
کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق اور اطوار کے واقفکارون کو خوب
معلوم ہے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ
یتیم اُسکا قرابت والا اُسکا ہو خواہ بیگانہ کہین کا ہو قیامت کے دن بہشت مین میرے ساتھ ایسا
ملا رہیگا جیسے یہ دو اُنگلیان میرے ہاتھ کی ملی ہوئی ہین اور اپنی اُنگلیون سے بتایا اور یہ بھی
حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) میرا دل نہایت سخت ہے کچھ علاج فرمایئے آپنے ارشاد فرمایا کہ یتیمون پر شفقت
کیا کر اور اُن کے سر پر ہاتھ پھیر اکر تیرے دل کی سختی دور ہو جاویگی اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے
کہ جو کوئی پیار سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اُسکے واسطے جتنے اُس یتیم کے سر پر بال ہونگے
اُتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جاویگی اور زمان سلف کے بزرگون نے کہا
ہے کہ جب یتیم روتا ہے تو عرش ہلنے لگتا ہے پھر جو یتیم کو دلبری اور خاطرداری کے ساتھ رونے سے
خاموش کرے لاگو یا عرش کو ہلنے سے ٹھہرایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور
دادودہش مانگنے والون پر یہانتک تھی کہ کبھی لا یعنی نہین آپ کی زبانِ مبارک سے نہین نکلی

چنانچہ صحیح بخاری مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپ نے اُس کے جواب مین لا فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغہ کے طور پر اس شعر مین نظم کرکے کہتا ہے **شعر** ماقال لا قط الا فی تشہدہ ٭ لولا التشہد کانت لاءہ نعم ٭ **ترجمہ** نہ بولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد مین ٭ تشہد گر نہوتا تو وہ لا ان کا نعم ہوتا + اور صحیح ترمذی مین روایت کی ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوّے ہزار درم آئے آپ اُن کو اپنی مسجد کے حصیرون پر ڈھیر کروا کے صبح کی نماز پڑھ کے بانٹنے لگے پھر ظہر تک اُن مین سے ایک درم بھی باقی نہ رہا اور اس بیچ مین جو مانگنے والا آیا اُسکو دیا بانٹنے سے فارغ ہونے کے بعد اتفاقاً ایک مانگنے والا وہان آنکلا اُس سے آپ نے فرمایا کہ اب میرے پاس کچھ باقی نہ رہا جو تجھے دون پر تو بازار کو جا اور بیوپاریون سے میرے نام پر جو کچھ چاہے سو خرید کر اور میرے ذمّے پر لکھوا دے جب کچھ میرے ہاتھ آویگا تب مین ادا کر دونگا اتنے مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آپ کو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہین پھر کاہے کو اسقدر اپنے اوپر قرض کا بوجھ اُٹھاتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات خوش نہ آئی اور آپکے چہرۂ مبارک پر خفگی کے آثار ظاہر ہوئے ایک انصاری نے جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا **ترجمہ** دیئے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونیکا خوف مت کر یہ سخن سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپکے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ اسی طور سے مجھے حکم ہی اور مامور ہون حاصل کلام یہ ہی کہ آن سرور انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بخشش اور انعام نہایت عام اور از بس تمام تھین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو مبالغہ روی سے مامور کیا اور بہت دینے اور زیادہ خرچ کرنے پر نہی کی آیت نازل ہوئی چنانچہ سورۂ اسریٰ کی تفسیر مین مذکور ہی کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ ایک لڑکے نے آکر گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مان عرض کرتی ہی کہ میرے پاس کوئی کرتا نہین جو پہنون ایک کرتا مجھے عنایت کیجیے آپ نے فرمایا کہ گھڑی بھر رہ کر آ مین دونگا وہ لڑکا گیا اور پھر آکر عرض کرنے لگا کہ میری مان عرض کرتی ہی کہ جو کرتا آپ پہنے بیٹھے ہین مجھے عنایت فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اُسیدم دولتخانہ کو تشریف فرما ہوئے اور اُس کرتے کو اپنے بدن مبارک سے اُتارا اور تہ کر کے
اُس لڑکے کے پاس بھجوا دیا کہ جا اپنی ماں کو دے اور آپ ننگے بدن بیٹھے رہے اصحاب آپ کے
آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے بہ تنگ ہو کر اُٹھ کر چلے گئے حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
ولا تبسطھا کل البسط یعنی اسقدر اپنا ہاتھ کشادہ مت کر کہ برہنہ ہو کر گھر بیٹھ رہے اور اپنے
مخلص یارون مصاحبون سے جو دین کے فائدے حاصل کرنے کو تیری خدمت مین آتے ہین
صحبت چھوٹ جاوے اور صحیح بخاری مین آیا ہی کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر
اپنے ہاتھ سے سی کر اور درست کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گذرانی اور التجا کی
کہ میری آرزو یہی ہی کہ اسے آپ ہی اوڑھین کہ مین نے اپنے ہاتھون سے سی ہی اور کنارے
بہت ستھرے لگائے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شوقت چادر درکار تھی لیکر اوڑھی اتنے مین
ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہ چادر کیا خوب ہی اور اس کے کنارے بہت خاصے
خوش اسلوب دلچسپ اور مرغوب ہین یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چادر مجھے عنایت کرو
آپ نے فرمایا بہت خوب وہین وہ چادر اُسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک
برخاست فرمائی تب اصحابون نے اُس شخص کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کیونکہ وہ چادر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ضرورت اور رغبت سے اوڑھی تھی اور تو جانتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کبھی سائل کو رد نہین کرتے پھر تو نے کسواسطے سوال کیا اُسنے کہا کہ مین نے یہ چادر اس
دنیا مین اوڑھنے کے لئے نہین مانگی بلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگ لی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مبارک دل کی مقبول اور محبوب ہوئی تھی اور بہت مطلوب اور مرغوب تھی اور
اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا بیان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین جناب اقدس الٰہی سے دنیا
اور آخرت مین برسات کے مانند برستی تھین سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات دن ظہور
پاتی تھین اور شکر گذاری کے مقام مین یکسر دفتر کے دفتر اُن سب کا بیان فرمایا ہی چنانچہ حدیث
شریف کی کتابون کے واقفون پر ظاہر اور باہر ہے اُس مبارک سورۃ کی ایک عجب خاصیت
یہ ہی کہ گم کی ہوئی چیز کے واسطے اس سورۃ کو سات مرتبہ پڑھکر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد
پھراوے پھر تمام ہونے پر اصبحت فی امان اللہ و امسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان

الله واصبحت فی جوار الله سات مرتبے پڑھ کر دستک دیوے تو وہ گیا ہوا مال پھر ہاتھ آویگا

واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الم نشرح

یہ سورۃ مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور اٹھائیس کلمے اور ایکسو تیس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط والضحی کی سورۃ سے پورا ہو وہ یہ ہی کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کو اپنی نعمتون کی گنتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہے اور دونون صورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہی اسی واسطے بعض اسلام کے فرقون مین سے یعنی رافضیون نے ان دونون سورتون کو ایک ہی سورۃ گنا ہے اور دونون کو بیچ مین بغیر بسم اللہ لانے کے نماز کی ایک رکعت مین ملاکر پڑھنا مقرر کیا ہی لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتون مین غور کرین تو البتہ انکو معلوم ہووے کہ اسمین ایک باریک بات ہی کہ اس سبب سے ان دونون کو ایک کہنا درست نہین ہی نہ لفظ مین نہ معنون مین سو لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا سو اسواسطے نہین درست کہ والضحی کی سورۃ مین استفہام غائب کے صیغے سے ہی جیسے الم یجدك یتیما فاوی آخر تک اور اس سورۃ مین متکلم کے صیغے سے ہے اور یہ بڑا فرق ہی کہ اسکے سبب سے دونون کا ایک ہونا درست نہین ہی کیونکہ یہ بات جدائی پر دلالت کرتی ہی اور اگر اس بات کے نظر کرنے سے کہ ان دونون سورتون مین شمار نعمتون کا پیغمبر صلعم پر منظور ہے تو دونون ایک ہوئین بیچ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نہ چاہیئے تو یہ بات غلط ہی کیونکہ ایسی مناسبت بہت سورتون مین پائی جاتی ہی بلکہ اگر سچ پوچھو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہے تو اس صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکال ڈالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہی اور یہ بات غلط ہو اور معنون کے اعتبار سے بھی ان دونون سورتون کو ایک کہنا درست نہین ہی اسواسطے کہ جو جو نعمتین کہ حق تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین دو قسم کی نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تھین اور سب عام و خاص اُن کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تھین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھین سو اُن دونون قسمون کی نعمتون کو علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسی واسطے حق تعالی نے اول قسم کو والضحی مین اور دوسری قسم کو اس سورۃ مین

بیان فرمایا تاکہ کسی طرح کا اس بات مین شبہہ اور دھوکا باقی نہ رہے اور یہ بھی ہی کہ وے نعمتین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص تھین اُن کی دو قسمین تھین پہلی وہ قسم جو آپکے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپکے باطن سے علاقہ رکھتی تھی سو سورۂ والضحی مین پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورۃ مین دوسری قسم کا تو گویا ایک سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیان مین ہی اور دوسری سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین ہی اور ظاہر اور باطن مین جو فرق ہی سو اظہر من الشمس ہی اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان کیا ہی کہ ایکبار رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے درگاہ آلہی مین عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیمؑ کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰؑ کو کلیمی کے خلعت سے نوازا اور حضرت داؤدؑ کا لوہے اور پہاڑون کو فرمانبردار کرکے ممتاز کیا اور حضرت سلیمانؑ کو جنون اور آدمیون کی سلطنت دیکر اور آگ اور ہوا کو انکا فرمانبردار کرکے سرفراز کیا میرے واسطے کونسی چیز خاص کی تو نے اس سوال کے جواب مین حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ سوال معراج کے ہونے سے پہلے ہوا ہو اسواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیاؤن سے عشر عشیر اُسکا حاصل نہوا تھا اور سورۂ الم نشرح کے نکتون سے ایک یہ بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے یہ مرتبہ یعنی شرح صدر کا بدون طلب کرنے کے عنایت فرمایا اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب آلہی سے کہ رب اشرح لی صدری تو بھی یہ مرتبہ حاصل نہوا بموجب ہندی مصرع کے ع بن مانگے موتی ملین مانگے ملے نہ بھیک ؛ چنانچہ اُس قصے سے جو اُنسے اور اُن کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام سے واقع ہوا تھا یعنے داڑھی کا کھینچا بڑے بھائی کی یہ بات ظاہر ہے جو اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالیٰ کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست آدمی کے ہوتا ہی اُسکا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہی اور اس سورۃ کا نام سورۃ الم نشرح اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ کا مضمون کلام محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل

اور حجۃ برقرار واقعی دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہے کشادہ اور وسیع ہو کے تجلیات الٰہی کی روشنیوں سے پُر ہو جاوے اسی مضمون کا اس سورۃ مین بیان ہی اور اس سورۃ کی خاصیتوں سے ایک یہ بھی ہی کہ جو شخص اس سورۃ کو سونے کے وقت ستر مرتبے پڑھ کے اپنی چھاتی پر پھونک دے تو اسکو وسوسے اور خطرے شیطانی کبھی حیران اور پریشان نہ کرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہ ہونے پاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ کیا نہین کھولدیا ہمنے لَكَ صَدْرَكَ تیری بہتری کیواسطے سینہ تیرا تاکہ وحی کا بوجھ سنبھالے اور حق تعالیٰ کے بھیدون کا وہ سینہ گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنی امت کو اسلام کی طرف بلانیکا اور احکام الٰہی کے پہونچانیکا غم اور اُمت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اسمین سما جاوے یعنی تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور میل اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بُری خصلتین اس سے نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان اور حکمت کی اسمین بھر جاوے اور لَكَ کی لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ تیرے سینہ کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کے واسطے ہے تاکہ تو بڑا کمال حاصل کرے تو اور اگر یہ لفظ لَكَ کی نہوتی تو یہ معنی نہ سمجھے جاتے اور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین اور طریقت والون کی اصطلاح مین ایسا مقرر ہی کہ قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف ہی اُسی کا نام صدر ہے اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہے وہ بہت کشادہ اور وسیع ہی صدر کی نسبت سے اور صدر اُسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہی پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہی کہ وہ دوسرا دروازہ اُس سے زیادہ کشادہ ہو جاوے گا اسی واسطے اس جگہ صَدْرَ کے لفظ کو لائے اور قلب کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ صدر بجائے قلعے کے ہے قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون کی اور اُسکے ظاہری اسباب کی حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کی طرف سے دھوم مچاتا ہی اور تنگ کرتا ہے اور اُسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہو جاتا ہی اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزہ دل کی تنگی کے سبب سے کم ہو جاتا ہے اور جب قلب کی یہ طرف یعنی صدر کی کشادہ ہو گئی تو عبادت کا ادا ہونا بخوبی دل کی خوشی سے میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ شرح صدر عبارت ہی

حوصلے کی فراخی سے اور حوصلے کی فراخی ہر شخص کی اُسکی استعداد کی قدر اور اُسکے کمال اور مرتبے
کے اندازے اور قدر کے ہوتی ہے اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی اور ہر کمال کی جبتک
کہ اُس مرتبے اور اُس کمال کو نہ پہونچے ہرگز دریافت نہین کر سکتے اسی واسطے کہا ہے
لا یعرف الولی الا الولی ولا یعرف النبی الا النبی یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہی اور نبی کو نبی اور اسی
مضمون کی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہی یعنی ولی را ولی میشناسد علی الخصوص شرح صدر
معنوی کو کہ کسی بشر کو ممکن نہین ہی کہ قرار واقعی اُسکو دریافت کر سکے اسواسطے کہ آپکے کمال کا
مرتبہ کہ نبوت کا خاتمہ ہے کسی کو حاصل نہین ہی تو آپکے مرتبے کی پہچان بھی کسی کو حاصل نہین ہوگی
ولنعم ما قیل یعنی کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے

قطعہ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر	من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی اے صاحب جمال اور اے سردار آدمیون کے تیرے چہرۂ روشن سے تحقیق روشن ہوا ہی
چاند نہین ممکن ہی تعریف کرنا جیسا کہ لائق ہی اُن کے بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہی قصہ کوتاہ * لیکن
وہ شرح صدر یعنے حوصلے کی فراخی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل ہوئی
ہے تمثیل کے طور پر تھوڑا سا مجمل یعنے گول گول بیان کرنا ضرور ہی سو شرح صدر معنوی یعنی حوصلے
کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح پر سمجھا چاہیے کہ آپ کے سینے مین ایک
بڑا میدان لق و دق واقع ہی اور اُس میدان مین ایک بڑی عمارت عظیم الشان بنی ہی اور
اُس عمارت مین بارہ مجلس ہین کہ بعضی اُن مین دنیا سے تعلق رکھتی ہین اور بعضی آخرت سے
اور بعضی دین اور دنیا سے اور ہر ایک مجلس مین یہ خیال کیا چاہیے کہ ایک بڑا بادشاہ عظیم القدر
اُسمین بیٹھا ہے اور سب روے زمین کے بادشاہ اُسکی حضوری مین حاضر ہین اور سلطنت
کے دستور اور ملک گیری کے آئین پوچھتے ہین اور توقیعات کسریٰ اور توزک تیموری اور کلمات
طیبات عالمگیری اور واقعات بابری اور آئین اکبری ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے
ہین کہ یہ آئین اور قاعدے جو اُن کتابون مین لکھے ہین ٹھیک ہین یا نہین اور ملکون کے

انتظام کی تدبیرین اور صلح اور لڑائی کی گھاتین ہر ہر اقلیمون اور ہر ہر شہرون کی اُس بادشاہ عالی جاہ سے پوچھتے ہین اور سیکھتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق بیٹھا ہوا یعنے دانا ہوا تدبیرین خانگی اور اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہیے بیان فرما رہا ہے اور بڑے بڑے زمانے کے حکیم اور جہان کے دانا یہ قاعدے اُس سے سیکھ رہے ہین اور جو قاعدے کہ وہ ارشاد فرماتا ہی ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سوا ان کے جو بڑے بڑے دانا ہین بہت سے علم اُس سے نکلتے اور اپنے اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی عدالت کی مسند پر بیٹھا ہوا جھگڑے اور قصے لوگون کے چکا رہا اور دونون جھگڑنے والون کو راضی کر رہا ہے اور تمام جہان کے قاضی اُسکے حکمون اور فیصل ناموں کو دستور العمل جان کر بڑی احتیاط سے لکھ رہے ہین اور چوتھی مجلس مین ایک مفتی علامۂ دہر فتوی کی مسند پر بیٹھا ہے اور ایک فتوون کا دریا اُسکی زبان سے جوش مار رہا ہے اور ہر ایک نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے کتاب اور سنت سے نکالکر بیان کر رہا ہی اور روایتون کے لکھنے والے اور فرائض کے سمجھنے والے جہان کے اُسکے گرد بیٹھے ہوئے ہر ہر لفظ کو اُسکی نقل کر کے اپنی اپنی حاجتون کے وقت اُس پر عمل کرتے ہین اور پانچوین مجلس مین ایک محتسب حکومت پر بیٹھا ہی اور جلاد اُسکے سامنے کھڑے ہین اور گنہگارون کو اور فاسقون کو اُسکے سامنے لاکر ہر ایک کو موافق اُسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر حد جاری ہی اور کسی پر تعزیر اور کوئی قیدخانے مین اور کسی کو فقط چشم نمائی ہو رہی ہی اور احتساب کے قاعدے یعنے کوتوالی کے علم اور حدون اور تعزیرون کی اقامت اور بدعتیون کی تنبیہ اس کام کے لوگ اُس سے سیکھ رہے ہین اور وہ برائیون کے بند کرنے کی گھاتون مین اور شہوت اور غضب اور ظلم کے راستون سے روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہی اور چھٹی مجلس مین ایک قاری خوش خوان اور خوش الحان ساتون قرأتین وغیرہ اور روایات سے یاد کئے ہوئے سب کے سامنے پڑھ رہا ہے اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت کی تحقیق اُس سے کر رہے ہین اور وہ کسی سے ادغام کا قاعدہ ارشاد فرما رہا ہی اور کسی سے ہمزے کی تخفیف کی بحث اور کسی سے نونون کا قاعدہ اور کسی سے اظہار اور اخفا اور اسی طرح سے ہر ایک

کی تعلیم ہو رہی ہی اور ساتوین مجلس مین ایک عابد ورد اور وظائف اور نوافل مین ایسا
مشغول ہے کہ دنیا اور ما فیہا سے کچھ خبر نہین رکھتا اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک
تلاوت قرآن مجید مین اور اذکار امام نووی اور حصن حصین جزری اور حزب اعظم ملّا علی قاری اور
اوراد شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہے اور انوار و اذکار کی کثرت سے
فرشتے آسمان اور زمین کے اسکی مجلس سے انسیت حاصل کر کے گروہ کے گروہ گرد اگرد اسکے
آتے ہین اور اسکو اُن کی حضوری مین نہایت اُنس اور بڑی لذت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا
اور ما فیہا کو فراموش کر دیا ہے اور اس کام کے متلاشی لوگ وہان حاضر ہو کے اُس سے اس
بحث مین پوچھ پاچھ کرتے ہین اور وہ کسی کو دن اور رات مین نفلون کے ادا کرنے کی کیفیت
تعلیم کر رہا ہے اور کسی کو کپڑا پہننے کی اور پانی پینے کی اور کھانا کھانے کی اور نئے چاند دیکھنے
کی اور سوائے اس کے دعائین بتا رہا ہے اور سب لوگ اُسی کی ہدایت کے سبب سے ذکر
اور ورد سے اپنے اپنے عمر کے وقتون کو معمور رکھتے ہین اور آٹھوین مجلس مین ایک عارف
کامل سب ذات اور صفات اور افعال آلٰہی کے اسرار جو سب جہان مین پھیل رہے ہین اور
اُن کے سوائے دوسرے علوم بے نہایت اپنی زبان سے اسطرح بیان کر رہا ہے کہ گویا موتی
جھڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے مضمون اور عبارت کو
اسکی زبانی لکھ رہے ہین اور اُسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر
بیٹھا ہوا کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت توضیح اور تشریح سے بیان کر رہا ہی اور ایک
مجلس عام جمع ہی اور اُسکے کلمات پند آمیز کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین
ہین کسی کو بڑے ثواب کی رغبت دلا کر راہ پر لاتا ہے اور کسی کو بڑے عذاب دردناک سے
خوف دلا کر توبہ کراتا ہی اور قبر کے احوال اور حشر نشر کی تکلیفین اور حساب اور میزان کی کیفیتین
اور پُل صراط پر چلنے کی مشقتین اور دوزخ کے طرح طرح کے رنج اور عذاب اور بہشت کے
بڑے بڑے مرتبے اور ثواب اور وہ عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہونچاوین ان
سب کا احوال خوب شرح اور بسط سے بیان کر کے خاطر نشان کر رہا ہی تا کہ کسی طرح کا شبہ اُنکے
دلون مین باقی نہ رہے سو اُسکی مجلس مین کافر زنار یعنی جنیئو کو توڑتے ہین اور گنہگار فاسق فاجر

توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہوجاتے ہین اور حق نا شناس حق شناس ہوجاتے ہین اور دسوین مجلس مین ایک رسول اولو العزم بیٹھا ہوا اُمت کو راہ پر لانے اور سمجھانے کے واسطے ہزارون تدبیرین اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہے اور جن لوگون کو اس کام کی تدبیر کے واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہے اُن مین سے ہر ایک کو اُن کے حوصلے کے موافق احکام الٰہی کے پہونچانے کے واسطے اور لوگون کو اسلام کی طرف بُلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہی اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسول سے سنکر اس معاملے کے بندوبست کے واسطے تدبیرین کارگر اپنی عقل اور فکر سے خوب سوچکر اُن رسولون کو تعلیم کر رہا ہی اور گیارھوین مجلس مین ایک مرشد کامل طریقے والا بیٹھا ہے اور ہزارون مرید خدا کے طالب اُسکی خدمت مین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اُس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کی استعداد اور حوصلے کے موافق بیگانگی کے پردے کے دور کرنے مین کوشش کر رہا ہی اور مطلب کے پہونچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہی اور ہر ایک احوال اور مقامون اور مرتبون اور نصیبون کی راہ نمائی کر رہا ہی اور مُریدون اور فائدہ لینے والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہونچا رہا ہی اور ہدایت اور نفس کی پاکی کے کارخانے کو رونق دے رہا ہے اور بارھوین مجلس مین ایک محبوب نازنین چاند کا سا ٹکڑا بلکہ کعبے کے مانند بیٹھا ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے جمال کی تجلی نے اُس گلبدن کے بدن کو اپنا گھر پاک بنا رکھا ہی اور طور کی طرح کی ایک شکل ہے کہ حسن ازلی کے انوارون نے اُسکو روشن کر کے خدا کی محبوبیت کی شان مین جلوہ گر رکھی ہی اور اپنی محبت کی کشش سے لوگون کے دلون کو شکار کر رہا ہے اور لاکھون اس ازلی حسن کے عاشق بڑی بڑی دور سے بغیر اُمید کسی منفعت کے اور بدون خواہش کسی کمال کے حاصل کرنے کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانون کی طرح دوڑے چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اُسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور اُسکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہین اور یہ مرتبہ اُن مرتبون سے ہے کہ کسی بشر کو حاصل نہین ہوا مگر اُسی محبوب اور مقبول کے طفیل سے اور اُسی امت کے بعضے اولیاؤن کو تھوڑا حصہ اس محبوبیت الٰہی سے نصیب ہوا ہی اسی سبب سے وہ اولیا جو اس مرتبے سے بہرہ مند ہوئے ہین تو سب دلون کے محبوب اور خلائق کا مرجع ہوگئے ہین اور تمام مخلوقات کا جھکاؤ اُنکی طرف ہوا ہی جیسے حضرت غوث الاعظم

شیخ عبد القادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہما
اور اگر کسی کو ان بارہ مجلسون مین یا ان مجلسون کے مضمونون مین کسی طرح کا شک یا شبہہ خاطر
مین آوے، تو اُسکو چاہیے کہ ان معاملون مین جو ان بارہ مجلسون مین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب
غور کرکے دیکھے کہ ان سب کامون کی اصل کہان سے ہی تو بیشک اُسکو یقین ہو جاویگا کہ یہ سب
کارخانہ ایک جھلک ہی کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارون سے جیسے درخت کی جڑ کی تازگی
سے شاخ شاخ اور پتا پتا ہرا رہتا ہی اور جیسے دریا سے نہرین نکل کے چارون طرف جاری ہوتی
ہین اسی طرح سے حقیقت مین سینۂ بے کینۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کے خزانے کے
مانند تمام کمالات ظاہری اور باطنی سے بھرا تھا اور ہر ملت اور مذہب اور طریقے مین دن اور
رات وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فوارے کے مانند اُسی خزانے سے جوش مار رہا ہی اور ان
گروہون کو اپنے مجلسون سے ممتاز کر دیا ہے چنانچہ تاریخ کے جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات مطالعہ کیا کرتے ہین یہ بات چھپی نہین ہی اور یہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ ہمیشہ
ایک طرح پر کامون کا ہونا بغیر حاصل ہونے اُن کامون کے ملکہ کے نہین ہوتا اور وہ کام کمال
کے مرتبے مین جسقدر منتظم ہون گے اُسی قدر اُس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری
شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہی سو وہ
مقدمہ یہ ہی کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہی جیسے اصل کی نسبت فرع سے
ہوتی ہی اور جیسے آدمی کی نسبت اس کے سایے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہری مین پائی جاتی
ہے اگر عالم غیب مین اُسکی کچھ اصل ہی تو بہتر ہی اور جو نہین ہی تو جیسا دھوکا کہ ایک دم مین مٹجاتا ہی
اور جیسے جھوٹا خیال کہ کچھ اصل نہین رکھتا اسیطرح سے جو چیز کہ عالم غیب مین پائی جاتی ہے
اگر اُسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین ہی تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے بے پھل
کا درخت اور مدلل بے دلیل اور بے نشان ہی واسطے کہا ہی کہ جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب
مین ہی وہ معنی اور روح ہی اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری مین ہی وہ مظہر اور شاخ اُسکی ہے
پھر جب یہ مقدمہ جانا گیا تو اب جاننا چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی شرح صدر
عالم غیب مین ثابت ہوا تو عالم ظاہری مین یہ معاملہ چار مرتبے ظہور پایا پہلے مرتبے مین

اُسوقت ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی ماں کے پیٹ مین تھے کہ آپکے باپ نے وفات پائی پھر جب آپ پیدا ہوے تو آپ کی ماں نے چاہا کہ پرورش کے واسطے کسی دائی کو سپرد کرین اسواسطے کہ عادت عرب کی اس طور کی تھی کہ اپنے لڑکون کو پرورش کے واسطے باہر کی دائیون کو دیدیتے تھے اور وے دائیان اپنے اپنے گھرون مین لیجا کر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہونچا دیتی تھین اتفاقاً اُن دنون مین بھی کتنی عورتین دودھ والیان بنی سعد کے قبیلے کی کہ طائف کے گرد و نواح مین رہتی تھین بچون کے لینے کے واسطے مکۂ معظمہ مین آئی تھین اور مالدارون کے بچون کو لیکر اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیمی کے سبب سے کسی نے قبول نکیا ایک عورت جنکا نام بی بی حلیمہ تھا اُن ہی عورتون کے ساتھ آئی تھین اور بہت مفلس تھین اس سبب سے کسی نے اپنا بچہ پرورش کرنے کو اُن کو نہ دیا تھا وہ بیچاری نہایت حیران اور پریشان تھین کہ بغیر کوئی بچہ لیے خالی ہاتھ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی ہے ناچار ہوکر یہی دل مین ٹھہرائی کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچھ نفع ان کے پرورش کرنے مین نہین ہے کر چلیے یہ سوچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر روانہ ہوئین اور اُن کی سواری کا ایک گدھا نہایت دُبلا تھا کہ چل نہ سکتا تھا جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود مین لے کر اُسپر سوار ہوئین وہین وہ گدھا اسقدر قوی اور تیز رو ہوگیا کہ سب گدھون سے آگے نکل گیا باوجود اسکے کہ وہ سب آگے سے چلی تھین تمام قافلہ والون کو اس بات کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا جب بی بی حلیمہ رضہ اپنے گھر مین پہونچین اپنی بکریون کو کہ دُبلی بے دودھ چھوڑ آئی تھین سب کو موٹا تازہ دودھار پایا ان سب باتون کے دیکھنے سے اُن کو یقین ہوا کہ یہ سب اس بچے کے قدمون کی برکت سے ہی تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگین یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر مین چار سال کے ہوئے ایک دن بی بی حلیمہ رضہ کے بیٹون کے ساتھ بکریان چرانے کو تشریف لے گئے تھے اور وہ لڑکے آپ کو جنگل مین بکریون کے پاس چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے تھے اور آپ اکیلے بکریون کے پاس کھڑے تھے کہ یکایک دو گدھ کی شکل کے جانور نمودار ہوے سو ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہ وہی شخص ہے دوسرے نے کہا ہان یہ وہی شخص ہے

پھر دونون آپ کی طرف متوجہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنسے خوف معلوم ہوا تو وہان سے
آپ بھاگے آخر اُن جانورون نے آپ کو آگے لیا اور دونون بازو آپ کے پکڑ کر زمین پر
چت لٹایا اور اپنی چونچ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور
سینے کے اندر سے دل کو بھی نکالکر چاک کیا اور اُس دل کے اندر سے ایک پھٹکی جمی ہوئی
سیاہ خون کی نکالکر پھینکدی اور کہا یہ خون جما ہوا مُردار شیطان کا حصہ ہوتا ہی ہر آدمی مین
اسی واسطے اُن کے دل سے نکال ڈالا تاکہ کبھی شیطان کے وسوسے کو انکا دل قبول نہ کرے
بعد اسکے ایک نے دوسرے سے کہا وہ برف کا پانی لایا پھر اُس سے آپکے سینے کو دھویا پھر اولے
کا پانی منگوا کے اُس سے دل کو دھویا اُس کے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز بھی
زردور کی طرح اور ذرور کہتے ہین چھڑکنے والی چیز کو اُسکو آپکے قلب مبارک پر چھڑکا پھر ایک نے
دوسرے سے کہا کہ اب اُسکو سی دے پھر اُسکو سی دیا اور نبوت کی مُہر کردی پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو بھی سی کر برابر کردیا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خاص خادم تھے کہتے ہین کہ مَین نے اُس سینے کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
سینۂ مبارک پر دیکھا تھا القصہ بی بی حلیمہ رضؓ کے لڑکے کہ کھانا لینے گئے تھے آ پہونچے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھکر بہت گھبرائے اور اُسی وقت اپنی مان سے جا کر کہا وہ بھی
یہ حال سُنکر نہایت گھبرائین اور اپنے خاوند کو لیکر اُسی وقت آپکے پاس اُس جنگل مین پہونچین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھونچک سے کھڑے ہین اور رنگ مبارک آپکا زرد ہو رہا
ہے بی بی حلیمہ رضؓ نے آپ کو نہایت شفقت سے اپنی گود مین لیکر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال
پوچھا کہ کیا گذرا آپنے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ کہ گذرا تھا سب بیان فرمایا بی بی حلیمہؓ نے
اُس روز سے آپ کی نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپ کو اکیلا گھر سے باہر نہ جانے دیتی تھین
یہانتک کہ اُن کے خاوند نے اُن سے کہا کہ یہ لڑکا کچھ عجیب و غریب ہی ایسے ایسے معاملے اس کے
ساتھ ہوتے ہین کہ ہماری عقل مین نہین آتے ایسا نہو کہ اسکو کسی طرح کی اذیت یہان پہونچے
بہتر یہ ہے کہ اس کو ان کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچا دین چنانچہ آپ کو کسی عمر مین آپکے
دادا پاس پہونچادیا اور اسوقت کی شرح صدر سے حق تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ لڑکون کے

دلون مین جو رغبت کھیل کود کی اور دوسرے نالائق کامون کی ہوتی ہی وہ آپکے دل سے
نکل جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن اور طفولیت کی حالت مین بھی
کھیل کود کی طرف رغبت اور خواہش نہ تھی جسطرح اس عمر مین دوسرے لڑکون کو ہوتی ہی
اور آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایک انداز سے تمکین اور وقار سے ساتھ تھا اور دوسرے مرتبے
کا بیان یہ ہی کہ ابن حبانؒ اور حاکمؒ اور ابو نعیمؒ اور ابن عساکرؒ اور ضیاء مقدسیؒ اور عبد اللہ
بن احمدؒ نے مسند کی زوائد مین صحیح سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب
دس برس کے ہوئے تو ایک جنگل مین تھے وہان دو آدمیون کو دیکھا اور آپ فرماتے ہین
کہ مین نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہین دیکھے اور ایسی خوشبو اُن مین آتی تھی
کہ مین نے کسی عطر مین نہین سونگھی ہے اور اُنکے کپڑے ایسے نفیس اور صاف اور براق تھے
کہ پھر ایسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر مین نہین آیا اور وہ دونون شخص جبرئیلؑ اور میکائیلؑ تھے
اُن دونون نے میرے دونون بازو ایسے آہستگی سے پکڑے کہ مجکو کچھ بھی معلوم نہوا اور مجکو پیٹھ کی
ہڈی پر چت لٹایا کہ کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا اور دُکھ نپایا پھر اُنھون نے میرا پیٹ چاک کیا
اسطرح سے کہ کچھ درد نہوا اور خون بھی نہ نکلا اور ایک اُن مین سے سونے کے طشت مین
پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ اُن کے دلکو
چاک کر کے کینہ اور بدخواہی کو اُس سے دور کردو اُسنے دل کو چیرے ایک پھٹکی بندھے خون
کی نکال کے پھینکدی پھر کہا شفقت اور مہربانی کو اُن کے دل مین ڈالدے سو ایک چیز
چاندی کے تل کی طرح کی لاکر میرے دل مین ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور
یعنی چھڑکنے کی چیز کیطرح لاکر اُسپر چھڑکی پھر انگوٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر کہا جاؤ ہمیشہ
خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ مین اُسوقت سے اپنے دل مین ہر چھوٹے
بڑے پر شفقت اور رحمت پاتا ہون اور اسوقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم
سن بلوغ کے قریب پہونچے تھے اور جوانی کے لوازمات مین سے شہوت یعنے نفس کی
خواہشون کی طرف جھکنا اور غضب کا جوش مارنا ہی سو اُن گناہون کے بچانے کے واسطے
جو شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہین اور اکثر اُن کا جوش اور خروش جوانی مین یا بعد اُس کے

ہوتا ہے آپکے سینۂ مبارک کا چاک کرنا دوسری مرتبے ہوا تیسری مرتبے کا بیان یہ ہی کہ جب
زمانہ بعثت کا قریب پہونچا اور وقت وحی کے نازل ہونیکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک
یعنی ہی ہونیکا
پر نزدیک آیا تو پھر تیسری مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور
قوت دینے کے واسطے چاک کیا اور اس قصے کو بیہقی نے اور ابونعیم نے دلائل مین اور ابوداود
طیالسی نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندون مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے روایت کی ہی کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا
اور اپنے اوپر لازم کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپکے ساتھ اس اعتکاف مین شریک
ہوئی تھین اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور دونون ایک غار مین اعتکاف کی
نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتون سے وقت کے دیکھنے اور ستارون
کے پہچاننے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے کہ یکایک آواز السلام علیک
کی آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے جانا کہ یہ آواز جنون کے جھپٹ کی سی ہی
یعنے کسی جن کا اس مکان مین گذر ہوا ہے یہ سوچ کو مین دوڑا اور غار مین پہونچا اور حضرت خدیجہ رض
کو اس حال سے خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ خوشخبری کی آواز ہے اسواسطے
کہ سلام علیک کا لفظ امن اور انسیت کا نشان ہی اس آواز سے مت ڈرو پھر دوسرے
مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک تخت پر جسکی چمک
آفتاب کی سی ہے بیٹھے ہین اور ایک پر اپنا مشرق کو اور ایک مغرب کو پہونچایا ہے آپ
فرماتے ہین کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجکو پھر ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر مین غار مین گھسون
لیکن جبرئیل علیہ السلام نے اتنی فرصت مجکو نہ دی اور جھپٹ غار کے دروازے پر آ گئے۔
یہان تک کہ اُن سے دیکھنے اور اُن کے کلام کے سننے سے میری دہشت جاتی رہی بلکہ
انسیت حاصل ہوئی پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ
فرماتے ہین کہ مین اُس وعدے کے وقت اکیلا آکر دیر تک انتظار مین کھڑا رہا جب بہت
دیر ہوئی تو مین نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤن یکایک کیا دیکھتا ہون کہ حضرت جبرئیل
اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونون درمیان آسمان اور زمین کے بڑی عظمت اور

شان سے آتے ہیں لیں آتے ہی مجکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکال کے سونے کے طشت مین زمزم کے پانی سے دھویا اور ایک چیز اُس سے نکال ڈالی کہ کچھ بھی مجکو معلوم نہوا پھر دل کو اپنے مکان پر رکھکر سینے کو درست کردیا اور دونون فرشتون نے میرے ہاتھ پانون پکڑ کے اُلٹا کیا جسطرح سے کوئی برتن کو اُس کے اندر کی چیز گرانے کو اوندھا کرتے ہین پھر ایک مُہر میری پیٹھ پر کردی یہان تک کہ اُس مہر کرنیکا صدمہ مین نے اپنے دل پر پایا چوتھے مرتبے معراج کی رات کو اور اس مرتبے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سینۂ مبارک کے چاک ہونیکا سبب یہ تھا کہ آپکا دل مبارک عالم ملکوت یعنی عالم ارواح کی سیر کی قوت حاصل کرے اور اُن تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکھنے کی طاقت پیدا کرے کہ جنکے دیکھنے سے دلمین دہشت آجاتی ہی اور قصہ معراج کا معروف اور مشہور ہی اُسکے بیان کرنے کی اسجگہ پر کچھ حاجت نہین ہی اور اس قصے مین ایمان اور حکمت سے دلکو پُر کرنا بھی مذکور ہی چنانچہ اپنے مقام پر گزرا ہی حاصل کلام کا یہی کہ ظاہر مین چاک کرنا آپکے سینۂ مبارک کا معنوی شرح صدر کا نمونہ ہے کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اس شرح صدر ظاہری کے مکرر ہونے کی وجہ بھی اس قصے کے بیان مین ذکر کیگئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہی اور پہلی نعمت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی یہی تھی کہ سینۂ مبارک کو اسقدر کشادہ کردیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجائش سمین ہوسکے اسیواسطے اس سورۃ کے اوّل مین اسی نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا ہی کہ بموجب قول نَفْیُ النَّفْیِ اِثْبَاتٌ یعنے نہین کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہی تو یہ نفی بھی اثبات کو مفید ہوئی یعنے لم نشرح صیغہ نفی کا ہی جب اسپر ہمزہ استفہام انکاری کا لائے تو پہلی نفی کی نفی ہوگئی یعنے کیا نہین کھولا ہمنے سینہ تیرا بلکہ بیشک کھولا ہو اور یہی مطلب ہی اور اسکے بعد دو نعمتین اور بھی کہ اسی نعمت کی تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لائے ہین اُن دونون مین سے ایک یہ ہی وَوَضَعْنَا اور اُتار دیا اور دور کیا ہمنے اس حوصلکی کشادگی کے سبب سے عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ تجھ سے تیرا بوجھ اسواسطے کہ جو کچھ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہے سو اسی جبلت اور پیدائش کے موافق اُسکے حاصل کرنے کو رغبت کرتا ہی اور جب اُس کے

اور جو بند اسکا بوجھ نہین اُٹھا سکتے ہین تو وہ چیز اُسپر بھاری ہو جاتی ہی جیسے کوئی بڑے
مقصد والا کہ سرداری اور بادشاہی لینے کے واسطے استعداد کے سبکی طبیعت خواہش کرتی ہی
اور یہ بات بغیر بہت مال خرچ کئے اور بغیر بہت فوج جمع کئے اور بغیر بڑی بڑی محنتین بدنی کھینچے
اور بڑے بڑے رنج روحانی اُٹھانے کے حاصل نہین ہو سکتی ناچار اُسکے دل پر بھاری پڑتی
ہے پھر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو پھر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف چیزین سکے
فراہم ہونگی و ربیش آونگی تو اس کے سبب سے اُسکا دل تنگ اور خفا نہوگا اور اس بوجھ کا اثر
جلدی اُس کے دل سے دور ہو جاویگا اور اُسکے دلکو نہایت تسلی اور آسانی حاصل ہوگی
الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وہ بوجھ جس نے ٹیڑھی کر دی تھی اور ٹوٹنے کے قریب کر دی تھی پیٹھ
تیری سو واسطے کہ تیری ہمت چاہتی تھی کہ اُن سب کمالون کو حاصل کرے اور نفسانی تشویشات
کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تھا پھر جو ہمنے تیرے حوصلے کو کشادہ کر دیا تو یہ سب تشویشین
تجھپر آسان ہو گئین اور تفسیر کرنے والے عالمون کی فکر اس وزر کے بیان مین ادھر اُدھر
گئی ہی لیکن بات کی حقیقت کو نہ پہونچے چنانچہ بعضون نے کہا ہی کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تھا
اور مدینے مین پہونچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ غم کافرون کی شرارت
اور ستمگاری کا تھا اور حق تعالی کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضون
نے کہا ہی کہ وہ غم دین حنیفی اور اُسکے حکمون کے بتانے کا تھا سو قرآن نازل کرنے سے اور
شریعت کے حکمون کے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ غم اُمت
کا تھا سو شفاعت کے مقام کے دینے سے اس غم کو کھو دیا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ رسالت
کی باربرداری کا غم تھا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہونچا دینے سے نیست و نابود کر دیا
جیسے حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض فاروق اور حضرت عثمان رض ذی النورین اور حضرت
علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین بہرحال جو کچھ اُن بزرگوارون نے ذکر کیا ہے ایک قطرہ ہے
اسی دریا سے اور ایک پرچہ ہو اسی طومار سے اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
شرح صدر کی یہ ہی کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور بلند کیا ہم نے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے
جبب ان مرتبون کے کمالون کی جمعیت تجھکو حاصل ہوئی کہ الوہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ

ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ اللہ اور اُسکا رسول خوب جانتا ہے یا کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہے کہ اُسکی فرمانبرداری واجب ہی اور اسی پر اور باتیں قیاس کر لیا چاہئے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمھارے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہی اذان مین اور تکبیر مین اور التحیات مین اور خطبے مین اور کلمہ طیب مین اور کلمہ شہادت مین اور فرمانبرداری کے کام مین جیسے کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور گناہ کی حرمت مین جیسے کہ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا اب جاننا چاہیئے کہ جس جگہ ذکر حق تعالیٰ کا ہی اُس جگہ رسول اللہ کا بھی ذکر ہے مگر تین جاے پر پہلے اذان کے آخر مین کہ فقط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جاتا ہی دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا جاتا ہی تیسرے ذبح کے وقت کہ فقط بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا جاتا ہی اور اس جگہ پر رسول اللہ کا نام نہ لینے کی ایک وجہ ہی کہ اپنے مقام پر ذکر کیجاوے گی اور جب تینوں نعمتوں کو کہ اصلی اور فرعی تھین بیان فرمایا تو وہ خصوصیت کہ سارے انبیاؤن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہی ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہین کہ یہ سب اُس صبر کی برکت سے ہے کہ سختیوں پر کیا تم نے اور ہماری راہ مین رنج اُٹھایا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا پھر تحقیق ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے کہ درگاہ الٰہی سے عین اس سختی مین نصیب ہوتی ہی اور وہ آسانی اُس سختی کے بوجھ اُٹھانے کی طاقت دیتی ہی کہ اس سبب سے وہ سختی آسان ہو جاوے کہ اگر اس مصیبت گذر جانے کے بعد یا پہلے اُسکے اس سختی کو یاد کرین تو اُسکے اُٹھانے کی طاقت لینے مین نہ پاوین سو کمالات کے حاصل کرنے مین اس قسم کی آسانیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر اور فراخی حوصلہ کے سبب سے عنایت ہوئی تھین تاکہ آپکے دلکو تنگی اور کدورت حاصل نہو اور ہر کمال کی تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرح کے انجام کو پہونچاوین اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ط تحقیق اس مشکل کے ساتھ آسانی دوسری بھی ہی اور وہ دوسری آسانی مرتبون اور درجون کی بلندی ہی سواسطے کہ مصیبت مین صبر کرنا اگر حق تعالیٰ کی

رضامندی کے واسطے ہے تو حق تعالیٰ کی درگاہ مین مرتبون اور درجون کی بلندی کا سبب ہی
اور اگر بندون کے واسطے ہی تو اس بندے پر اپنی خدمت اور مشقت کا حق ثابت کرنیکا
سبب ہی کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکھ کے وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان ہوجاتی ہی
چنانچہ یہ معاملہ دنیاداروں مین مجرب اور آزمودہ ہی کہ دنیا کے مرتبہ اور جاہ کے واسطے سرتک دینے
مین بھی آہ نہین کرتے اور اس تقریر پر وہ اعتراض جو اس مقام پر مشہور ہے وارد نہین ہوتا
وہ یہ ہے کہ مع کا لفظ عرب کی لغت مین ملنے اور ساتھ ہونے کے معنے مین ہے تو چاہیئے کہ تنگی
اور فراخی کا زمانہ ایک ہی ہو اور یہ ممکن نہین ہی اسواسطے کہ دو ضدون کا جمع ہونا ایک زمانے
مین لازم آتا ہی والضدان لایجتمعان اور دو ضدین آپس مین اکٹھی نہین ہوسکتین اس جواب
کی توضیح علما کے قاعدون کے موافق یہ ہی کہ دو ضدون کا جمع ہونا جدے جدے دو اعتبارون سے
ہوسکتا ہی جیسے کہتے ہین مسافر کو روزہ رکھنا اگرچہ مشقت ہی لیکن مسلمانون کی موافقت اور
ہمراہی کے سبب آسان ہوجاتا ہی اور مصیبت والے کو اگرچہ دکھ ہی لیکن ثواب کا پانا اور
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پہونچنا آسانی ہی اور افلاس اور تنگدستی اگرچہ فقیرون کو دنیا کی مشقت کا
سبب ہی لیکن آخرت کے حساب وکتاب سے نجات پانا اور چورون اور بٹمارون سے بے وحشت
ہونا اور ظالم حاکمون کے تاوان لینے سے بچنا کمال آسانی ہی تو ہوسکتا ہی کہ ایک ہی چیز ایک
زمانے مین ایک اعتبار سے مصیبت ہو اور دوسرے اعتبار سے آسانی اور بعضے مفسرون نے
کہا ہے کہ مع کا لفظ لغت مین اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کیواسطے ہی لیکن جو ایک چیز بعد ایک
چیز کے جلدی حاصل ہوتی ہی تو اس نزدیکی کو بھی ملنا بولتے ہین اور مع کے لفظ کو وہان استعمال
کرتے ہین اور یہ مقام بھی اسی قسم کا ہے اسواسطے کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور دراز ہو لیکن
جو آخرت دنیا سے بہت متصل ہی تو گویا جدائی نہین ہی اور دنیا سے ملی ہوئی ہی اور اس آیت
کے مکرر لانے کی دو وجہین ہین پہلی وجہ یہ ہی کہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہنستے ہوسے گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ
سے فرمایا کہ خوش ہو کہ حق تعالیٰ نے دنیا کی ہر سختی کے بعد دو آسانی کا وعدہ فرمایا ہی ایک آسانی
دنیا مین اور ایک آخرت مین چنانچہ بعضے ذوفنون نے اس بیت مین ہی مضمون سے اشارہ

گیا ہے شعر اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح ؛ فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح
یعنے جب ہجوم کرین تجپر بلائین تو غور اور فکر کر الم نشرح کے معنون مین اسواسطے کہ ایک سختی
دو آسانیون مین واقع ہوئی ہی پھر جب اس مضمون کو غور کریگا تو خوشیان کر اور شادیان کر کہ میری
بھی سختی رہنے والی نہین ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ لن یغلب عسر یسرین یعنی ایک سختی
دو آسانیون پر غلبہ کر سکیگی اور اگر کسی کے دل مین یہ شبہہ گذرے کہ جسطرح یسر دو جاے پر مذکور ہے
اسی طرح عسر بھی دو جاے پر مذکور ہی پھر عسر کی وحدت اور یسر کا تعدد کہان سے بوجھا گیا اسکا
جواب یہ ہی کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب نکرہ کو بعد نکرہ یا معرفہ کے لاتے ہین تو مغایرت
کو چاہتا ہی اور دونون کے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفہ کو بعد نکرہ یا معرفہ کے لاتے
ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہے اور دونون کا مضمون ایک ہوتا ہے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے
ارسلنآ الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول کی لفظ معرفہ ہی نکرہ کے بعد یعنے رسولا
کے بعد آئی ہی اور دونون لفظون سے مراد ایک ہی رسول ہی اسی طرح جاءنی رجل رجل
فعال رجل مین بھی ظاہر ہے کہ نکرہ کے بعد نکرہ آیا ہی اور دونون سے علیحدہ علیحدہ رجل مراد ہین
تو یہان پر عسر کو دو مرتبہ معرفہ لائے لیکن دونون ایک ہین اور یسر کو دونون جاے پر نکرہ لائے
تو دو یسر بوجھے گئے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ یہ تکرار تاکید کے واسطے ہی اس واسطے کہ مصیبت مین
اُمید آسانی کی منقطع ہوجاتی ہی تو اس مقام مین گمان ہی بات کا تھا کہ مصیبت مین پھنسے
ہوؤن کو شائد حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین نہ ہو اسواسطے آسانی کی تاکید
لانے کی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتون کی شمار اور یاددہی سے
فراغت ہوئی تو ان نعمتون کا شکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب فرماتے ہین کہ فَاِذَا
فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۵ پھر جب تو فارغ ہو ہر مرتبے اور ہر منصب کے حق کے ادا کرنے سے وے
مرتبے اور منصب کہ تم کو دیے ہین ہمنے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور
خلافت کبری اور قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سواے ان کے جو
ہین پھر رنج کھینچ اور محنت کر اللہ تعالی کے یاد کرنے مین وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۵ اور
اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر اور دل لگا ایسا پروردگار جس نے تجکو کس کس طرح سے

پرورش کیا اور ایسے کمال کو پہونچا یا کہ کسی کو بنی آدم سے میسر ہوا اور سوا اُس کے کسی کو اپنی نظر مین جگہ مت دے اور بعضے مفسرون نے اس کے معنے یہ کہے ہین کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھا اور بعضون نے کہا ہے کہ جب التحیات کے پڑھنے سے فارغ ہو تو اپنی دُنیا اور آخرت کے واسطے دُعا کر اب یہان پر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقفکار ذکر کرتے ہین وہ یہ ہے کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغے سے اور اُس کے معطوفون کو جیسے ووضعنا ورفعنا کو ماضی کے صیغے سے کس واسطے ذکر کیا اسکا جواب ہین تفسیرین اشارہ کیا گیا ہے کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہی بلکہ سب نعمتون کی جڑ ہے تو ہمزہ استفہام انکاری کا اسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغے سے ذکر کیا تا کہ شرح صدر کے تجدد اور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتین ہین اور پھلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی ہین اسواسطے انکو ایسے صیغے سے ذکر کیا کہ استمرار پر دلالت نہ کرے اور اس ترکیب مین اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سے بھی فراغت پائی ہم نے یعنی جب شرح صدر کیا تو تواضع اور رفع دونون عملون مین آچکے اور ہوچکے اسواسطے کہ وضع اور رفع اُسی شرح صدر کا ثمرہ ہے اور اُسی کا پھل واللہ اعلم بالصواب

سورۃ والتین

یہ سورۃ مکی ہے اسمین آٹھ آیتین اور چونتیس ۳۴ کلمے اور ڈیڑھ سو حرف ہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ تین اسواسطے رکھا ہی کہ تین عرب کے لغت مین انجیر کے پھل کو کہتے ہین اور انجیر فائدہ بخشنے اور خوبیون مین سب میوون سے جامع ہے جیسے آدمی کا بدن سب بدنون سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے مستحق فیضان روحی کا ہوا ہی کہ جامع کمالات کا ہی پس مشابہ ہی قرآن کے لفظون کے ساتھ میٹھے والے بہت سے اسرارون کے ہین اور اس سورۃ مین ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنی آخرت کا کمال تاکید کے ساتھ منظور ہے اسی واسطے اس سورۃ کی ابتدا مین چار قسمین مذکور ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالتِّیْنِ قسم ہے انجیر کی اور انجیر کو اور میوون سے ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت

باطنی سو جو ظاہری خصوصیت ہی وہ یہ ہی کہ غذا بھی ہی اور دوا بھی ہی اور میوہ بھی ہی اسواسطے
کہ وہ ایک چیز ہے لطیف سریع الہضم ملین طبع اور سڑے مواد کو بدن کے اندر سے پسینے کی
راہ نکال دیتا ہی اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہی اور بلغم کو تحلیل کرتا ہی اور گردے
اور مثانے کو سنگریزے سے پاک کردیتا ہے اور بدن کو موٹا کرتا ہے اور مسام کو کھول دیتا ہے
اور دفع کرنے مین کبد اور طحال کے سُدّون کے بے نظیر ہے اور ایک عجائبات سے اس
میوے کے یہ ہی کہ سب کھانے مین آتا ہی کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہین رکھتا قرآن کی طرح
بالکل مغز ہی مغز ہی نہ ایسا چھلکا رکھتا ہے کہ کھانے مین نہ آوے نہ گٹھلی رکھتا ہے کہ پھینکی جاوے
اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک طباق بھرا ہوا
انجیرون کا بطور ہدیے کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اُن مین سے نوشجان فرمائے
اور یارون کو بھی ارشاد فرمایا کہ کھاؤ کیونکہ یہ میوہ گٹھلی نہین رکھتا اور بہشت کے میوے بھی
ایسے ہی ہین سُو اسکو کھاؤ کہ بواسیر کے مادے کو دفع کرتا ہے اور نقرس کے درد کو مفید ہی اور
حضرت امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ہمیشہ انجیر کھانا گندہ دہنی کو دفع کرتا ہے
اور سر کے بالون کو بڑھاتا ہی اور فالج سے امن دیتا ہے اور عجائبات سے اس میوے کے
ایک یہ ہی کہ برابر لقمے کے بنایا ہی نہ چھوٹا نہ بڑا تاکہ کھانے والے کو کسی طرح کی محنت اور شقت نہو
اور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین ہین سُو اُن مین سے ایک یہ ہی کہ یہ میوہ کمال والون سے نہایت
مشابہت رکھتا ہے کہ ظاہر اور باطن اسکا یکسان ہی سواسطے کہ نہ گٹھلی رکھتا ہی نہ چھلکا بخلاف
اور میوون کے کہ باہر کا اُن کے کھانے کے لائق ہی اور اندر کا پھینکدینے کے قابل ہی دوسرے
یہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہی کہ اپنے کمال کو قبل دعوی کے ظاہر کرتا ہی کہ اول پھلتا ہی
اور پیچھے پھولتا ہی بخلاف اور میوون کے درختون کے کہ اول اُن کے پھول پتے نکلتے ہین پھر
پیچھے سے میوہ ظاہر ہوتا ہی گویا کہ یہ درخت صفت ایثار کی رکھتا ہی کہ اول غیر کو فائدہ پہونچاتا
ہے بعد اُس کے اپنی آراستگی اور فائدے کی تدبیر کرتا ہے اور دوسرے درخت معاملہ دار
لوگون کی طرح سے ہین کہ اول اپنا بھلا کرلیتے ہین اُس کے بعد اورون کو فائدہ پہونچاتے
ہین اور ایک یہ بھی ہی کہ جسقدر فیض یہ میوہ رکھتا ہی اور میوون مین نہین ہی کہ ایک سال مین کئی بار

پھلتا ہی اور باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی مناسبت
ہے انسان سے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السّلام کی بہشت مین بسبب تقصیر ہو جانے کے
بہشتی پوشاک اُنکی اُتاری گئی اور وہ ننگے رہ گئے تو گھبرا کر جس درخت کے نزدیک گئے کہ اُسکے
پتّے لے کر اپنا تن ڈھانکین وہ درخت اونچا ہو گیا اور پتّے اُن کو نہ دیے اور جب انجیر کے
درخت کے پاس گئے تو یہ اونچا نہوا تب اُنھون نے اُسکے پتے بہت سے توڑ کر اپنی شرمگاہ کو چھپایا
اور بعضے کسان لوگ یعنی کھیتی کرنے والے کہتے ہین کہ کامل جھاڑ وہ ہی کہ جسمین دسون چیزین
موجود ہون جڑ اور ڈالیان اور پتے اور پھول اور میوہ اور گٹھلی اور گوند اور چھال اور چھلکا اور شیرہ جیسے
کھجور کا درخت کہ یہ دسون چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان دسون چیزون سے
کم ہو وین وہ درخت ناقص ہی پس انجیر گٹھلی نہین رکھتا ہی تو چاہیے کہ وہ ناقص ہو جواب اسکا
یہ ہی کہ یہ نقصان عین کمال ہی کیونکہ گٹھلی کچھ کھانے کی چیز نہین ہی پھینک دینے کی چیز ہے
پس ہونے سے نہونا بہتر ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جناب باری نے اسکی جمعیت پر یعنے
سب میوون کی خوبیان اسمین موجود ہین اور نو اللہ برادر بے ضرری پر نظر فرما کر اُسکی قسم کھائی
ہے اور اس مناسبت کو جو انسان کی جامعیت کے ساتھ رکھتا ہے رعایت فرمائی ہے
وَالزَّیْتُوْنِ ۙ اور قسم ہے زیتون کے درخت کی کہ پھل کو بھی اُسکے زیتون کہتے ہین اور
وہ بھی جامع یعنی جمع کرنے والا ہی بہت سے فائدون کو ظاہر مین بھی اور باطن مین بھی پھر وہ
جو ظاہر کے فائدے ہین اُن مین ایک یہ ہی کہ جب پھل کو اُسکے سرکے مین اچار بنا کر استعمال
کرتے ہین تو معدے کو قوت دیتا ہے اور بھوک کو بڑھاتا ہی اور زیتون کا پختہ پھل کھانے سے
بخوبی سیری حاصل ہوتی ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور قوّت باہ کو بڑھاتا ہے۔ اور اگر زیتون
کی گٹھلی کا مغز چربی اور آٹے مین ملا کر کوڑھی کے بدن پر ملین تو کوڑھ دفع ہو جاتا ہے
اور اگر زیتون کے شیرے کا عورت فرزجہ لیوے تو بچہ دان کا بہنا موقوف کر دیتا ہی اور جس
نمک پانی مین کہ زیتون کے پھل ڈالے ہون اگر اُسکی کلی کرین تو دانتون کی جڑون کو مضبوط
کرتا ہی اور جو کچھ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بھی ہی اور میوہ بھی ہے اور دوا بھی ہی وہی فائدے
زیتون مین بھی موجود ہین کچھ زیادتی کے ساتھ اور وہ فائدے یہ ہین کہ زیتون کا سالہا سال تک

فائدہ باقی رہتا ہی اسطور سے کہ جسقدر کہ تشمین سے کچے جھڑتے ہین اُسکا تیل بنتا ہی اور اُسکو
زیت الانفاق کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانے کے کام آتا ہی اور روشنی اسکی نہایت
صاف اور لطیف ہوتی ہی کہ اور چیزون کے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پک جاتا ہی
تو اُسکا بھی تیل نکالتے ہین اُسکو زیت الطیب کہتے ہین کہ خوشبودار ہوتا ہی اور فائدہ بخشنے مین
بے نظیر ہے اور قولنج کے دفع کرنے کے واسطے اور سُدون کے اور اسہال کے واسطے خاصیت
انڈی کے تیل کی رکھتا ہی اور ملنے مین اور لیپ کرنے مین روغن گل کے مانند ہی اور شری
اور جمرہ اور قوبا اور صداع اور بالون کی سیاہی اور درد نقرس اور وجع مفاصل اور سبل
اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکون مین ہوتی ہی بہت مفید ہے اور اگر بچھو کے کاٹے پر لگائے
تو بہت فائدہ کرتا ہی اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین ان مین سے ایک یہ ہی کہ جب اُسکا
تیل بنتا ہی تو کمال نورانیت اور چمک پیدا کرتا ہی اور اس سبب سے یعنی باطنی خصوصیت سے کمال
والون کے ساتھ نہایت مناسبت رکھتا ہے کہ جب اپنے حیات کے پھل کو ریاضت کی
گھریا مین گلا کر روح کے لطیف کرنے مین کوشش اور جانفشانی کرکے نہایت نرمی اور
لطافت پیدا کرتے ہین تو بڑی نورانیت اور روشنی حاصل ہوتی ہی اور باوجود اس بات
کے تیل اُسکا دھوؤن کی سیاہی سے پاک ہوتا ہی ارواح کاملہ کی نورانیت کے مانند بخلاف
اور تیلون کے کہ باطل ریاضت کرنے والون کی طرح سے ملے ہوے دھوئین کی سیاہی
سے ہوتے ہین اور یہ بھی ہی کہ فکر اور استدلال والون سے کمال مناسبت رکھتا ہی کہ معلومات
کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈالکر گلاتے اور اوٹاتے ہین تاکہ روشنی اور چمک پیدا کرے
اور چیزون کی حقیقت دریافت کرنے مین چراغ کی روشنی کی طرح کام مین لاوین اور یہ بھی ہی کہ
کمال مناسبت رکھتا ہی قرآن کے لفظون سے کہ جب اُسکے معنون کو لفظون کی آمیزش سے
علحدہ کردین تو حقائق الٰہی کے نیلگی تابش اور روشنی دکھاتا ہی اور یہ بھی ہی کہ کوئی درخت
دنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکھتا جتنی کہ یہ درخت رکھتا ہی کہ فلسطین جو ایک شہر مشہور و معروف
ہے اقلیم شام مین وہان زیتون کے جھاڑ یونانیون کے ہاتھ کے لگائے ہوے اب تک موجود
ہین کہ وہ لوگ سکندر کے زمانے مین اُس ملک کی طرف آئے تھے پس ہر درخت کی عمر اُن

درختون مین سے آج کی تاریخ تک دُو ہزار برس کے قریب ہوئی ہے اور یہ بھی ہی کہ بہت پیدائش کی جگہ اُس درخت کی شام کا ملک ہی کہ جگہ انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی ہی اور یہ بھی ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس درخت کے لئے برکت کی دُعا کی ہی اور یہ بھی ہی کہ قرآن مجید مین اُس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ فرمایا ہی اور یہ بھی ہی کہ اہل تفسیر نے لکھا ہی کہ جو کوئی اپنے کو خواب مین دیکھے کہ زیتون کے پتے ہاتھ مین لئے ہے اُسکو خوشخبری ہے کہ عُروۃ الوثقیٰ یعنے شریعت کی سیدھی راہ اُسکے ہاتھ آوے گی اور ایک مریض نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہ رئیس المعبّرین یعنی سردار تعبیر کرنے والون کے تھے آکر کہا کہ مجھکو خواب مین بتایا ہی کہ دونون کا مین سے کھا ابن سیرینؒ نے کہا کہ زیتون کے پھل کھا کہ اُسکے حق مین قرآن شریف مین لا شرقیۃ ولا غربیۃ وارد ہوا ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ کُلُوا مِنَ الزَّیْتِ وَادَّھِنُوا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ یعنی کھاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو اُسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اس قسم مین ترقی واقع ہے پہلے قسم کی نسبت سے یعنی پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تھا کہ ظاہری فائدے رکھتا ہی بغیر باطن کی نورانیت کے اور اس قسم مین زیتون کو یاد فرمایا کہ ظاہری فائدون کے ساتھ باطن کی نورانیت بھی رکھتا ہی تو انسان کے کمال سے اُسکو مناسبت زیادہ ہے وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ اور قسم ہے جھاڑ والے پہاڑون کی سمجھا چاہیئے کہ طور لغت مین پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ دُو قسم کے ہوتے ہین ایک جھاڑ والے کہ اُن مین سے چشمے جاری ہوتے ہین اور بسبب اُس پانی کے طرح طرح کے جھاڑ اُن مین اُگتے ہین جیسے اخروٹ اور چرونجی اور انجیر اور زیتون لعد سرے بڑے بڑے درخت جیسے سال اور ساگوان خود رُو یعنے آپ ہی آپ پیدا ہوتے ہین اور دوائین جیسے عقاقیر اور مصالح گرم جیسے لونگ اور الایچی وغیرہ اور جدوار یعنے نربسی اور زہر اور لاکھون بوٹیان نقصان کرنے والی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکرے نہایت بڑے بڑے اور ہرن جسمین سے مشک نکلتا ہے اور مرغ زرین اور ان کے سوا اور بہت جانور عجیب وغریب وہان پیدا ہوتے ہین اور قسم سے معدنون کی جیسے بلور اور یشب اور بہت سی چیزون اس قسم کی اُسمین پیدا ہوتی ہین

پس جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت عالی مرتبے مین ہے کہ نباتات بھی اُس مین موجود ہین
اور حیوانات بھی اور ارواح جناتی بھی مثل دیو پری کے ایسے پہاڑون مین بہت ہوتی
ہین اور اُن چیزون کے فائدے کی امید پر بہت سے آدمی بھی وہان رہتے ہین پس ایسا
پہاڑ کہ ایسے ایسے عجائبات کا مجمع ہو رہا ہی کہ عشر عشیر اُسکا کسی جاے پر معلوم نہین ہوتا لیکن
باوجود جمعیت کے ہر پہاڑ جھاڑ دار تجلی آلہی سے خالی ہے جب ایسے پہاڑ مین تجلی آلہی بھی
حاصل ہوئی تو جامعیت کامل اسکے واسطے حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ جھاڑون والا
ایک پہاڑ ہے مدین اور مصر کی راہ مین کہ اُس پہاڑ کو فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسے
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پہاڑ پر تجلی آلہی نے سرفراز کیا اور آواز انی انا اللہ
رب العالمین کی اُن کے کانون مین پہونچائی اور کلیمی کا مرتبہ اُس پہاڑ پر اُنکو حاصل ہوا
اور بعد اس قصے کے بھی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جاکر اُس مین مناجاتین
کی ہین اور چلے کھینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بھی جناب آلہی سے
اُسی پہاڑ پر اُنکو عنایت ہوئی ہین پس وہ پہاڑ باوجود ظاہر کی جامعیت کے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے روحی اسرارون کا اور اُن کی عبادت کے نورون کا بھی جمع کرنے والا ہوا
اور جس نور اور اسرار نے کہ اُس پہاڑ مین تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
بیہوش کیا تھا اسقدر اُس جگہ پر اثر اُسکا مستقیم اور باقی رہا کہ عَلٰی مَرِّ الدُّھُوْرِ وَالْاَزْمَانِ
یعنی قرنون اور زمانون تک قرب حاصل کرنے کو حضرت موسٰی کے فرمانبردارون کے اور
احکام شرعی کی امداد ہونے مین کافی ہوا پس شروع اور انتہا انوار موسوی کی کہ تمام بنی اسرائیل
اُس سے نورانی اور آراستہ ہوئے وہی مبارک پہاڑ تھا اُسی واسطے اس قسم مین پہلی
قسم سے بھی ترقی فرمائی کہ جو نور زیتون مین ہی وہ نور عنصری ہی اور جس نور نے اُس پہاڑ پر تجلی
فرمائی اور اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا نور آلہی تھا کہ علی مر الدہور والایام یعنی قرنون اور مدتون تک
تاثیر اُسکی باقی رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کے جھاڑ کو ابدالآباد تک تر و تازہ
رکھتا ہے دوسرے خشک پہاڑ کہ اُن مین پانی نہ جھاڑ تو وہ موے آدمی کے جسم کے مانند ہین
کہ ظاہر مین آدمی نظر آتا ہی اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت نہین رکھتا سو اسواسطے قابل

قسم کے نہ تھے اس سے بچنے کے واسطے لفظ سینین کا فرمایا ہرچند اصل لغت مین طور سینین
ہریالی والے پہاڑ کو بولتے ہین لیکن عرف مین یہ لفظ خاص اسی پہاڑ کے واسطے ہے جسپر
حضرت موسیٰ کو تجلی الٰہی واقع ہوئی تھی اور لفظ سینین کا نبط کی قوم کی لغت ہی کہ شام کی اقلیم
کے کھیتی کرنے والے ہین اور اس لفظ کو عرب کے لوگ کئی طرح تصرف سے استعمال کرتے
ہین کبھی سینین کہتے ہین اور کبھی سَیناسین کے زبر کے ساتھ چنانچہ پارۂ قد افلح مین واقع ہی
اور کبھی سِیناسین کے زیر کے ساتھ چنانچہ ابو عمرو اور نافع اور ابن کثیر پڑھتے ہین اور بعضے
مفسرون نے کہا ہی کہ مراد انجیر سے اصحاب کہف کی مسجد ہی کہ اُسکے گرد انجیر کے جھاڑ بہت ہین
اور مراد زیتون سے بیت المقدس کی مسجد ہی کہ گرد اگرد اُسکے یہ درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے
کہا ہے کہ زیتون سے مراد زیتا کا پہاڑ ہے کہ وہ بیت المقدس سے مشرق کی طرف واقع ہی
بلند ہے مسجد اقصیٰ سے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہین بیت المقدس کو تشریف
لے گئین اور مسجد اقصیٰ مین نماز پڑھکر فارغ ہوئین تو مسجد سے نکلکر طور زیتا پر تشریف فرما
ہوئین اور وہان پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارہ پر کھڑے ہوکر ارشاد کیا کہ اسی جگہ
سے لوگ قیامت کے دن متفرق ہون گے کچھ بہشت کو جاوین گے اور کچھ دوزخ کو اور یہی
پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو یہان سے آسمان پر لے گئے ہین اور اس مکان کی نصاریٰ
بہت تعظیم کرتے تھے اور کرتے ہین اور اس پہاڑ کے سر پر ایک فرنگن نے (کہ اُسکا نام
ہیلانہ تھا) ایک کنیسہ بنایا تھا اور اُس کے اندر ایک قبہ بنایا تھا کہ اسکو مصعد عیسیٰ علیہ السلام
کا کہتے تھے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے چڑھنے کی جگہ ہوتے ہوتے وہ کنیسہ ڈھے گیا لیکن بالفعل
اُس پہاڑ مین خرنوب نبطی کا درخت ہی کہ قریب اُسکے ایک مسجد بنائی ہی اور اُس مسجد کی بائین
مین ایک غار ہی صاف کہ بہت لوگ اُس مکان کی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اُس
درخت کو خرنوبۃ العشرہ کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فرنگیون
کے ہاتھ سے فتح کر لیا تمام زمین طور زیتا کی شیخ احمد ہکاری کو اور شیخ علی ہکاری کو برابر آدھون
آدھ تقسیم کرکے وقف کر دی اور یہ قصہ سترھوین ذیحجہ کو سال پانچسو چوراسی مین واقع ہوا

اور وہ زمین اب تک اُن دونون شیخون کی اولاد کے ہاتھ مین ہی پس اس سورۃ مین اوّل
اُس جگہ کی قسم کھائی کہ اصحاب کہف کی ولایت کے انوار کی جاے ہی اور وہ لوگ پہلے گروہ مین
اولیاؤن کے کہ فنا کی راہ چلے ہین بعد اسکے انوار نبوت عیسوی کے جلے کی قسم یاد فرمائی
بعد اسکے انوار موسوی کی جاے کی قسم کھائی بعد اُسکے فرماتے ہین وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ٥
اور اس شہر امانت والے کی یا امن والے کی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ کا شہر ہے کہ جامعیت
مین نہایت کو پہونچا ہے اس لیے کہ ہر شہر قسم قسم کے لوگون کو جیسے سپاہی اور سوداگر اور پیشے
والے اور غنی اور فقیر اور عورت اور مرد اور سوا اس کے اور قسم قسم کی چیزون کو جامع ہوتا ہے
جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات متبرکہ اور مقام شہدا اور قبور اولیا اور انبیا کی اور عبادتخانے
اور مسجدین اُن مین ہوتی ہین اور طرح طرح کی بوٹیان اور قسم قسم کے جانور پرند اور چرند
اسمین پرورش پاتے ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنے خدا کا گھر کہ ہمیشہ تجلی الٰہی اُترنے کی جگہ
ہو اور سب مخلوق کی عبادت کی قبلہ ہو نہین ہی مگر یہی ایک شہر یعنے مکہ معظمہ کہ یہ بزرگی بھی اسکو
نصیب ہوئی ہی اور اس سبب سے اُسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی ہی اور ان سب وصفون
کے ساتھ پیدا ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی جاے ہی پس جامع ہی وحی
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار کا اور اس جناب کے نبوت اور ولایت کے نور اُسمین ظاہر اور
تابان ہین اور وہ نبوت اور ولایت نہایت جامع دوسری نبوتون اور ولایتون سے ہی
پس اس قسم مین بڑی ترقی ہو گئی جمعیت کی اگلی قسمون کے بہ نسبت گویا کہ یہ جمعیت ایسی جمعیت
ہے کہ سب عالم اسفل کے اور عالم اعلی کے اسرارون کو اور بھیدون کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے
اور خالق اور خلق مین ملا دیا اور یہ شہر مکہ ایک شہر ہی لمبا کہ لنبان اسکا زیادہ ہی چوڑان سے اور
پہاڑ گرداگرد اُس کے قلعے کے مانند واقع ہوے ہین اور اُن پہاڑون کے ہونے کے ساتھ
بعضے طرف دیوار شہر پناہ کے طور پر بنائی ہی سو جو دیوار کہ مشرق کی طرف ہی وہ باب معلاۃ
کی دیوار کر کے مشہور ہے کہ مقبرہ شریف اس شہر کا ہی اور وہ دیوار کہ مغرب کی طرف اور کچھ
شمال کی طرف مقابل مدینہ مقدسہ منورہ کے ہی اُسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہین اور جو دیوار کہ یمن
کی طرف ہے اُسکو سور باب الیمن [illegible] سور باب الماجن بھی کہتے ہین اور تعمیر ان دیوارون کی ۸۱۶ھ

آٹھ سو سولہ مین حکم سے وہان کے شریف کے کہ سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی اور طول اور
عرض اُس شہر کا اس قدر ہی کہ باب معلات سے باب ماجن تک چار ہزار چار سو بہتر گز ہے
باب معلات سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی ہی مگر دو سو بیس گز زیادہ ہی اور گرد اگرد اُس کے
دو پہاڑ ہین ایک کو ابو قبیس کہتے ہین اور دوسرے کو کہ وہ سنگ سرخ کا ہی مقابل
ابو قبیس کے قیقعان کہتے ہین اور ان دونون پہاڑ و ن کو اخشبین کہتے ہین ابو قبیس کو اخشب
شرقی اور قیقعان کو اخشب غربی کہتے ہین اور مکہ معظمہ مین عمارتین بہت ہین اور بہتے چشمے
اور چشمہ دار کوئین اور وقفی حوض اور حمام بہت سے ہین چنانچہ فاکہی کے زمانہ مین کہ ہی تعلم کا
مورخ ہے سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم ٹھہرایا ہی ایک معلات ایک مسفلہ اور
ایک دار الخیزران کہ نزدیک کوہ صفا کے داہنی طرف مکہ معظمہ کی حد سے معلات کی ہے اور
دار العجلہ کہ بائین طرف مکہ معظمہ کے ہے نشانی حد مسفلہ کی ہی اور یہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت
مین داخل ہے اور وہ ولایت درمیان مین ولایت شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہی
اور اس ولایت مین کئی شہر داخل ہین چنانچہ ایک اُنمین سے یہی شہر ہے اور ایک مدینہ منورہ
اور ایک یمامہ اور بہت پرگنے ان تینون شہرونکے ساتھ تعلق رکھتے ہین اور عمل مکہ معظمہ
کا بعضی طرف سے دس منزل ہے خصوصًا جو سرحد کہ یمن کی طرف واقع ہی اُس کو مندکان
کہتے ہین وہ مکہ معظمہ سے دس روز کی راہ ہی اور بعضی طرف سے کم ہے جیسے مدینہ مکرمہ کی طرف
کہ سرحد اس طرف کی ایک گانون ہے کہ اُسکو جنازہ بن صیفی کہتے ہین اور ایک گانون ہے
درمیان عسفان اور مرکے ڈیڑھ منزل پر ہی اور عراق کی طرف ایک گانون ہی کہ اُسکو عمیر
کہتے ہین وہ بھی اسیقدر ہی اور گرد اگرد مکہ معظمہ کے حد حرم کی ہی کہ وہان شکار کرنا اور درخت کاٹنا
درست نہین ہی اور اگر اتفاقًا کسی نے وہان شکار مارا یا جھاڑ کاٹا تو اُسپر کفارہ آتا ہی اور
حد حرم کی دروازے سے مسجد الحرام کے کہ مشہور باب بنی شیبہ ہی دو مینارون تک کہ عرفے
کی طرف حرم کی حد پر کھڑے ہین سینتیس ہزار دو سو دس گز ہی اور باب معلات سے اُن ہی
دونون مینارون تک چھتیس ہزار تراسی گز ہی اور عراق کی طرف اُن دونون مینارون تک کہ
راہ پر وادی نخلہ کے بنائے ہین ستائیس ہزار ایک سو باون گز ہی اور باب معلات سے

اُن ہی دونون میناروں تک چھبیس ہزار چھبیس گز ہی اور تنعیم کی طرف سے کہ مدینہ منورہ کی سمت کو واقع ہی حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس گز ہے اور یمن کی طرف سے دیوار سے باب ابراہیم کی حرم کی حد کے نشان تک چوبیس ہزار پانچ سو نو گز ہی اور دیوار باب المعاجن کی حرم کی حد کے علامت تک اُسی طرف کو کہ وہ بھی یمن کی طرف ہی بائیس ہزار آٹھ سو چھ گز ہی اور حساب کی رو سے حرم کے دور کو سینتیس کوس لکھا ہی واللہ اعلم اور خصوصیات حرم کے وے ہین جو مذکور ہوے یعنی شکاری جانوروں کا نہ وہان شکار کرنا درست ہی اور نہ سایہ اور پانی سے ہانکنا اور نہ درخت اور سبزہ وہان کا کاٹنا اور اکھیڑنا اور نہ پتے جھاڑنا یہ سب جائز نہین مگر اذخر اور سنا کہ دوا کی ضرورت کیواسطے جائز رکھا ہی اور یہ بھی ہی کہ اُس جگہ آدمی ارادہ کرنے سے گناہ کے پکڑا جاتا ہی سوا اور مکانون کے اور عبادت اور بندگی وہان کی بہت ثواب رکھتی ہے چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکھ روزون کے ہی اور ایک درم دینا اس مکان مبارک مین برابر لاکھ درم کے ہے اور حاکم رح کی مستدرک مین ابن عباس رض سے نقل کی ہی کہ حَسَنَاتُ الْحَرَمِ کُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ اَلْفِ حَسَنَةٍ یعنے ہر نیکی کہ حرم مین کی جاتی ہی برابر لاکھ نیکی ہی اور یہ بھی ہی کہ جو کوئی مکہ معظمہ مین مریگا شرف اور بزرگی اُسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین واقع ہی کہ مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ بَعَثَهُ اللهُ تَعَالٰى فِي الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنے جو مرا مکے مین اُٹھاویگا اُسکو اللہ تعالیٰ قیامت کو امن والون مین اور یہ بھی حدیث شریف مین ابن عمر رض سے واقع ہے کہ مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ فَكَاَنَّمَا مَاتَ فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا یعنے جو کوئی مرا مکہ معظمہ مین تو گویا کہ مرا دنیا کے آسمان پر اور نشانیان عجیب وغریب وہان نظر آتی ہین کہ اگر درندہ جیسے بھیڑیا یا چیتا کسی جانور کے پیچھے دوڑتا ہی اور وہ جانور جب حرم کی حد مین داخل ہو جاتا ہی تو وہ درندہ پھر جاتا ہی اور ہرگز حرم مین داخل نہین ہوتا اور بہت لوگون نے حرم کی حد مین ہرنون کو اور درندے جانورون کو ایک جگہ ملے دیکھا ہی اور یہ بھی ہے کہ پرندے جب اُڑتے ہوے بیت اللہ کے قریب آتے مین تو کچھ ادھر کچھ اُدھر پھٹ جاتے ہین اور کعبے کے اوپر ہو کر نہین جاتے یہ بات ہمیشہ لوگ دیکھتے ہین اور یہ بھی ہی کہ پانی زمزم کے کوئین کا

شب برات کو جوش کرتا ہی اور یہ بھی ہی کہ زمزم کے پانی مین ایک خاصیت ہی کہ اس کے
پینے سے سیری حاصل ہوتی ہی جیسے کھانا کھانے سے حاصل کلام کا یہ ہی یہ شہر مبارک بسبب
کمال جامعیت کے نہایت عالی مرتبے کو پہونچا ہی اسیواسطے اس سورۃ مین اسی شہر کی
قسم پر ختم فرماکر مطلب کو ارشاد کرتے ہین کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۵
یعنی قسم ان چارون چیزون کی اس بات پر ہے کہ مقرر ہمنے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت
اور ترکیب مین سواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکھئے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھ موصوف ہی
قد اور قامت مین اور دوسرے اندامون کی خوبی اور برابری مین گردن اسکی نہ ایسی لنبی ہی
اونٹ کی سی نہ بہت چھوٹی ہی کچھوے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لنبی جیسے ہاتھی کی سونڈ نہ اور
چوپایون کی طرح بے معلوم ہی طرح سب اعضا مین فکر کیا چاہیے اور خوبی اور حسن اور
جمال دریافت کیا چاہیے اسیواسطے امام شافعیؒ کے زمانے مین ایک شخص نے اپنی عورت
سے کہا تھا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طالق یعنی اگر تو چاند سے
اچھی نہ ہوگی تو تجھکو مین نے طلاق دی سب علما اسوقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنیکا
حکم دیا جب یہ استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہونچا فرمایا کہ طلاق واقع نہین ہوئی
سواسطے کہ اسکی عورت انسان ہی اور انسان کو حق جل وعلا نے فرمایا ہی کہ مین نے اچھی صورت
مین اسکو بنایا ہی اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم اسکی تعریف مین کیون فرماتا
ولنعم ما قیل **اشعار** ما انت مادحها من ان یشبهها + بالشمس والبدر
لا بل انت هاجیها + من این للشمس خال فوق وجنتها + ومضحک من نظام الدر فی فیها +
من این للبدر اجفان مکحلة + بالسحر والفتح یجری فی حواشیها + یعنی نہین ہی تو تعریف کرنیوالا
اے وہ شخص جو تشبیہ دیتا ہی انسان کو اور آفتاب اور ماہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنے والا ہی اسکا کہان
ہے آفتاب کے تل رخسارے پر اور ہنسنے مین لڑی موتیون کی منہ مین اسکے کہان ہی چاند کی آنکھین
سرمہ والیان جادو بھری اور فتح اور نصرت جاری ہی کنارون مین اسکے اور ظاہر بات ہے کہ
چاند مین سواے روشنی اور چمک کے کچھ اور نہین ہی اور یہ نسخہ جامع ہی نقاشی کی نزاکتون کا اور
طرح طرح کی شکلون کا چنانچہ کہا گیا ہی شعر من ماہ ندیدہ ام کلہ دار + من سرو ندیدہ ام قباپوش +

یعنے مین نے چاند نہین دیکھا ٹوپی دیے ہوے۔ اور سرو کو نہین دیکھا مین نے قبا پہنے ہوئے
اور اس سبب سے بھی ہی کہ کوئی صورت دنیا مین لائق عبادتون کثیرہ کے نہین ہی جیسے آدمی
کی صورت ہی کہ قیام اور رکوع اور سجود سب اُس سے ہو سکتا ہی اور اگر اُسکے حُسن کا بیان
تفصیل کے ساتھ کیا جاوے جیسا کہ علم تشریح مین بیان ہی تو سیکڑو دفتر کے دفتر چاہئیں اسواسطے
اِس بیان سے خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک رکھنا بہتر ہی اور اگر اُس کے باطن کے
معنے کو غور کرین تو چار عالم اس نسخۂ جامعہ مین لکھتے ہین عالم شہوت کا اور عالم غضب کا اور عالم
وہم کا اور عالم خیال کا اور ان چارون عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا مسخر اور فرمانبردار کیا ہی اور اُس
حاکم کو شرع کی نورانی مشعل سے آنکھون کی روشنائی بخشی کہ بھلے اور بُرے کو اُس نور سے
پہچان لے پھر جب حکم اُس حاکم کا ان چارون عالم پر غالب ہوتا ہی تو آدمی بڑے مرتبے کے کمال
اور جامعیت کو پہونچتا ہے اور جو چیز کہ کسی سے عالم متفرق مین اُسکے حاصل ہونے کی توقع
نہین ہوتی ہی اس نسخۂ جامعہ سے کہ انسان ہی حاصل ہوتی ہی جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ
کسی جزو مین اُس کے اجزاؤن سے وہ خاصیت حاصل نہین ہوتی لیکن غلبہ اُس حاکم کا محض
غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا ہی اسی واسطے ہر کسی کو میسر نہین ہوتا چنانچہ فرماتے ہین
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ پھر ڈال دیا ہمنے ایسی عجیب مخلوق کو جسکو اس قدر نوازا تھا اُس کے قصور
کرنے سے عقل کے اور اُسکی دوسری رعایا جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال کے
کارخانے کے انتظام مین اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۙ نیچے سے نیچے کہ چوپایون کے مرتبے سے
بھی گذر جاتا ہی اور شہوت اور غصے کے جال مین ایسا پھنس جاتا ہی اور پھندے مین وہم اور خیال کے
ایسا بندھ جاتا ہے کہ اُسکا مرتبہ سب کمتی اور ذلیل مخلوقون سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہی واسطے
کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنے کی استعداد نہین ہی تو پکڑ اور مار دھاڑ بھی نہین
ہے اور اس مخلوق کو باوجود کمالات حاصل کرنے کی استعداد کے اگر کمالون سے محروم اور
بے نصیب رہا تو ہمیشگی کی پکڑ اور سدا رہنے والا عذاب درپیش ہی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مگر جو لوگ ایمان لائے اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور کام کیے اچھے اور اپنی عقل کو شہوت اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۞ پھر اُنکو مزدوری ہے بے انتہا اگرچہ ظاہر مین کوشش اُنکی
بیماری اور بڑھاپے اور موت کے سبب سے تمام ہوجاتی ہے لیکن جو کیفیت کہ اُنکی روح مین بسبب
خوف جم جانے جوڑ بند کے نیکوئی پر حاصل ہوئی ہی ہر روز زیادتی مین ہی اور ہر آن اور ہر لحظہ
بے نہایت ثواب مقابلے مین اُسکے بڑھتے جاوین گے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ جو مسلمان بندہ اچھے دین کے چلن اور طریق پر ہوتا ہے اور وہ طریقہ اُس سے بڑھاپے یا
مسافری یا بیماری کے سبب سے چھوٹ جاوے حق تعالی کاتب الحسنات یعنی نیکی کے لکھنے والے
فرشتون کو فرماتا ہے کہ نامۂ اعمال مین اُس شخص کے ثواب اُن طاعتون اور نیکیون کا کہ ہمیشہ کرتا
تھا لکھو اور اُسکا ثواب اُس سے رو کو مت بلکہ بعضی روایتون مین آیا ہی کہ مرنے کے بعد اُس کے
فرشتون کو حکم کرین گے کہ اُسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر اور تحمید سے مشغول رہو اور وہ سب اُس
بندے کے نام لکھو یہانتک کہ قیامت کے دن جب قبر سے اُٹھے تو ان بے انتہا خزانون کو
خرچ مین لاوے اور بعضے مفسرون نے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۞ کی آیت کو
بڑھاپے اور سٹھیا جانے کی حالت پر قیاس کیا ہی کہ اس حالت مین آدمی کی صورت بدلجاتی ہی
اور جوڑ بند ڈھیلے ہوجاتے ہین اور پیٹھ جھک کر کمان سی ہوجاتی ہی اور سیدھا پن قد کا برباد
ہوجاتا ہی اور سارا بدن اور سر کے بال سفید ہوکر مبروص یعنی سفید داغ والے کی صورت بنجاتا
ہے اور جھریان اُسکے چہرے پر پڑجاتی ہین تو اُسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہی اور دانت
اوکھڑ کر منھ کھنڈر کی صورت بنجاتا ہی لیکن ان معنون کو استثنا اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ کے مناسب نہین ہی مگر جبکہ استثنا کو منقطع کہین سو اسمین بڑا تکلف ہی اور جو
ان آیتون سے معلوم ہوا کہ حقیقت دین کی غالب کرنا عقل کا ہی تمام قوتون پر جیسے شہوت
اور غصہ اور وہم اور خیال اور عقل کو نور سے شرع کے روشن کرنا پس دین کی تکذیب کرنے کی
کوئی وجہ باقی نہ رہی اسواسطے کہ انسان کی معنوی خوبصورتی عین دین ہی اور وہ حسن ہر کسی کو
مطلوب اور مرغوب ہی سو اسطے اس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین فَمَا يُكَذِّبُكَ
بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۞ پھر کونسی چیز تیرے جھٹلانے کا باعث ہوتی ہے اے آدمی باوجود ظاہر
ہونے ایسے ایسے دین کے مقدمات کے جو اوپر بیان ہوچکے حاصل یہ کہ جو حقیقت اپنی

صورت معنوی کی معلوم کرلی تونے اور جان لیا کہ حُسن اس صورت معنوی کا موقوف اس
بات پر ہی کہ اوّل عقل کو شرع کے نور سے روشن کرکے پھر اُسکو اپنی قوتوں پر حاکم کرے
پس کوئی وجہ دین کی تکذیب کی باقی نہ رہے کیونکہ وہ نور دین ہی کا ہی جس سے عقل راہ
پاتی ہی سواسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہی اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع پھر اگر شعاع
آفتاب کے درمیان مین نہ ہو تو بینائی سے اُسکی کچھ کام نہین نکلتا پس دین کا نور انسان کی صورت
معنوی کے کمال حاصل کرنے کیواسطے ضروریات سے ہی اور جس طرح کہ انسان خلل پڑجانے سے
ظاہر کی صورت مین انسانیت سے نکلجاتا ہی اور حیوانون کے مانند مسخ ہوجاتا ہی اسی طرح سے
صورت معنوی مین خلل پڑجانے سے اُس حد سے نکل جاتا ہی اور مسخ معنوی مین گرفتار ہوجاتا
ہے اور ایسا کون نادان ہی کہ نکل جانے کو انسانیت سے اور داخل ہونے کو حیوانیت مین
اپنے اوپر روا رکھے اور اگر مزاج کے فساد کی راہ سے کوئی شخص حیوانی صورت کی طرف رغبت
کرے تو اُسکو اس مقدمے سے سمجھا دینا چاہیے کہ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ ؏
کیا نہین ہے اللہ سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کیواسطے یہ بات
نہین چاہتے ہین کہ ایک فرقے سے دوسرے فرقے مین جاملین یا اعلیٰ مرتبے سے ادنےٰ
کی طرف جھکین تو حق تعالیٰ کیونکر ایسی حرکت پسند کریگا کہ حکمت کے خلاف ہی اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ دین کو جزا کے معنون مین لین تو اس صورت مین ربط ان آیتون اور اگلی
آیتون کا یون سمجھا چاہیے کہ جب قدرت حق تعالیٰ کی احوال بدل کرنے پر انسان کی خلقت
کے شروع سے نطفہ تھا یہانتک کہ خلقت مین کمال اعتدال کو اور صورت کی خوبی کو پہونچا
اور زینت معنوی عقل کے دینے سے اور روشن کرنے سے اسکے شرع کے نور سے بھی
اسکو بخشی پھر یکایک بعضون کو ان مین ایسا ظاہر مین گرادیا کہ سب ذلیلون کا ذلیل ہوتا آدمی
بر عمل گیا پھر جزا دینا قیامت کے دن اور مُردونکا زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا کہ دُنیا کے سرکشونکو
ذلیل کردینا اور یہان کے عاجزون کا مرتبہ بلند کردینا اُس کے نزدیک کیا بعید ہی اور اسقدر
کہ بیان کیا گیا ثابت ہونے کو جزا کے باعتبار حق تعالیٰ کی قدرت کے بس ہی اور اگر نظر اُسکی
حکمت اور عدالت پر کرین اور معلوم کرلین کہ بدلہ نیک کا اور بد کا پہونچانا اور فرق بدکار

اور نیکو کارمین کرنا حکمت اور عدالت کیواسطے واجب ہی پس واجب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ ہ مین اشارہ اسی بات کی طرف ہی اب جاننا چاہیے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے ممکن ہی اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی سورۂ والتین کو پڑھے اور اس آیت پر پہونچے کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ تو چاہیے کہ کہے بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ یعنی سچ ہی کہ تو سب حاکمون کا حاکم ہی اور مین بھی اس بات پر گواہ ہون اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز مین اس سورۃ کو اکثر پڑھا ہی اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اکثر اس سورۃ کو کعبے کے سامنے فرض نماز مین پڑھتے تھے کہ اشارہ ہووے حرم کی بزرگی پر کہ اسکی اس سورۃ مین قسم کھائی ہے واللہ اعلم بالصواب

سورۃ اقراء

یہ سورۃ مکی ہی اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور اکیسو اسی حرف ہین اور اس سورۃ کو سورۂ علق بھی کہتے ہین کیونکہ اس سورۃ مین مذکور ہی کہ آدمی کو علقہ سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہی اور یہ مذکور دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کر دیتا ہی جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت کے درجے مین تھی انسان کی صورت بنا کر اور اسمین روح پھونک کر کیا کچھ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے اُتارنے سے قرآن کے اور سکھانے سے وحی کے علمون کے عزت دیتا ہی اور جو شک اور شبہہ کہ اس مقدمے مین کافرون کے دلون مین کھٹکتا تھا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ ایک لہو کی پھٹکی سے بنا ہے دفع ہو جاوے اور اس سورۃ کو اکثر مفسرون نے اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کہا ہی یعنے اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو یہی آیتین ہین اور وہ جو حضرت امیر المؤمنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ یعنی اول جو قرآن سے نازل ہوا ہی سو سورۂ فاتحہ ہی اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ اَوَّلُ مَا نَزَلَ سورۃ مدثر ہی سو یہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہی لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولون کی اسطور سے ہے کہ اول

حقیقی یعنی سب سے پہلے نازل ہونے مین یہی پانچ آیتین اس سورۃ کی ہین بعد اُس کے نماز کی
تعلیم کیواسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہے پھر بعد بند ہونے وحی کے اوّل جو نازل ہوئی ہے سورۂ
مدثر ہے پھر بعد اُس کے قرآن کا نازل ہونا پے درپے شروع ہوگیا پس جس شخص نے کہ سورۂ مدثر
کو اول ما نزل کہا ہے تو گویا اُسنے متصل پے درپے نازل ہونا مُراد لیا ہے اور نازل ہونے کو اس
سورۃ کے باقی قرآن کے نازل ہونے کی تمہید ٹھہرایا ہے اور سورۂ فاتحہ کے نازل ہونے کو مناجات
کی تعلیم کیواسطے قرار دیا ہے اور پہونچانا دین کے حکمون کا سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکھا
ہے اور جسنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول ما نزل کہا ہے سو اس راہ سے ہے کہ اوّل جو چیز کہ اُس کے سبب سے
قرب اور نزدیکی حاصل ہو اور اُسکا پڑھنا عبادت ہو وہ یہی سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ اقرأ فقط پڑھنے کا
طریقہ سکھانیکو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تھی اور اس سورۂ اقرأ کے نازل ہونے کی
کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کے اول نمودار ہوئی سچے خواب
تھے کہ جو کچھ آپ رات کو خواب مین دیکھتے تھے وہ بعینہ یعنی اُسی طرح دن کو ظہور مین آتا تھا
بعد اسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپ کی خاطر مبارک پر غالب ہوئی اور کوہ حرا مین جو
مکہ معظمہ کے شہر سے متصل ہے تشریف فرما ہو کر ایک غار اپنی خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کھانا
پانی کئی روز کا ہمراہ لیجا کر اُس غار مین بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح اور تہلیل
مین مشغول رہتے تھے جب کھانا دانہ تمام ہوجاتا تھا تو دولتخانے کو تشریف فرما ہوتے اور ایک
دو روز رہ کر اہل و عیال کا حق ادا کرکے پھر کھانا پانی ساتھ لیکر اُس غار مین جا بیٹھتے تھے اور آپ کے
رہنے کی مدت اُس غار مین اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تھی اور کبھی اتفاقاً ایک مہینہ پورا بھی
اُس غار مین رہے ہین ایک روز اُسی خلوت کے دنون مین اُس غار سے نکلکر ہاتھ پانون دھونے
کے واسطے پانی کے کنارے کھڑے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے آواز
دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کو دیکھنے لگے لیکن کچھ نظر نہ آیا
پھر دوسری بار اور تیسری بار بھی اسی قسم سے آواز آئی تو آپ حیران ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ اچانک
ایک شخص نورانی چہرہ جیسے آفتاب ایک نور کا تاج سر پر دھرے سبز لہلہاتی پوشاک پہنے آدمی
کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ پڑھ

اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اُس بزرگ کے ہاتھ مین ایک سبز ریشمی کپڑا تھا کہ اُسمین کچھ لکھا ہوا تھا کہ
اُس ٹکڑے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور کہا کہ پڑھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین
حرف کی صورت نہین پہچانتا اور پڑھا ہوا نہین ہون اُس بزرگ نے پھر کہا پڑھ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو گلے لگا کر ایسے زور سے بھیچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکلیف ہوئی اور
بدن مبارک تمام پسینے پسینے ہوگیا اسیطرح سے تین مرتبے کیا اور چوتھے مرتبے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ
رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ اور یہ پانچون آیتین آنحضرت صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کے ذہن مین بیٹھ گئین اور آپکو یاد ہوگئین اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اسی بزرگ نے
ان آیتون کے سکھانے کے بعد اپنا پاؤن زمین پر مارا وہان سے ایک چشمہ بہتے پانی کا پیدا ہوا
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طریقہ نہانے کا اور وضو کرنیکا اور استنجا کرنیکا سکھایا اور دو رکعت نماز
پڑھائی اور سورۂ فاتحہ بھی سکھائی کہ نماز مین پڑھا کرین بعد اس معاملے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس صدمے کے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے دولتخانے مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے کہ اُسوقت آپکے نکاح مین تھین فرمایا کہ مجھکو بالاپوش اوڑھادو کہ یہ تھرتھری موقوف ہوجاوے
پھر جب تھوڑی دیر کے بعد وہ لرزہ موقوف ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ کیا حال تھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال اُنکے سامنے بیان فرمایا کہ مین اپنی جان سے ڈرتا ہون
کہ اس صدمے مین ہلاک نہ ہوجاؤن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ ہرگز
خوف نہ کرین کیونکہ حق تعالی نے آپ کی ذات پاک مین اپنی رحمت کی صفتین بہت ظاہر
فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرتے ہو اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک اور محبت
کرتے ہو اور مہمانون کی ضیافت کرتے ہو اور محتاجون کے کامون مین مددگاری کرتے ہو پھر جو
شخص کہ اسقدر خلق اللہ پر رحم کرتا ہی وہ رحمت الہی کے سزاوار ہونے کے لائق ہوتا ہی نہ غصہ
اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس کہ ان کے چچازاد بھائی
تھے اور دین عیسوی رکھتے تھے اور عبرانی کتابون سے اور توریت اور انجیل سے خوب واقف
تھے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ بھی کرتے تھے لے گئین اور کہا بھائی ذرا سنو تو یہ تمھارے

بھیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے یہ تمام قصہ سُنا تو کہا کہ یہ شخص ناموس اکبر تھا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہین اور کہا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہی اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوتا تھا اب خوش ہو اور کچھ خوف نہ کرو لیکن تمھاری قوم اس نعمت کی قدر نہ جانے گی اور تمکو تکلیف پہونچا دیگی یہانتک کہ تم کو اس شہر سے نکالدیگی سو کیا خوب بات ہو کہ مین اُسوقت تک زندہ رہون اور تمھاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہان کی سعادت اس وسیلے سے حاصل کرون القصہ اس مقدمے سے چند روز کے بعد ورقہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکھا تو تعبیر فرمائی کہ یہ شخص بہشتی تھا اور اس قصے مین کئی نکتے دریافت کرنا چاہیئے اول تو یہ ہی کہ عادت بنی آدم کے پرورش کی اس بات کو چاہتی ہی کہ سہج سہج ہو پھر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے قرآن کی شرف فرماتے تو اُس کے اٹھانے کی تاب نہ لا سکتے ہو اسطے اول خواب مین کہ اس عالم سے غفلت کی حالت ہی دل مین ایک ایک چیز کے علم کا ڈالنا شروع فرمایا کہ آہستہ آہستہ عادت علم سیکھنے کی عالم غیب سے پیدا ہو اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر ہو جاوین بعد اسکے چاہا کہ ان کی بیداری اور ہوشیاری مین انقطاع اور بے پروائی جورو بچون اور گھر بار سے حاصل ہو تاکہ بالکل غیب کے عالم کی طرف متوجہ ہو جاوین تو اسوقت اُنکو محبت خلوت اور گوشہ گیری کی دلمین پیدا ہوئی اور ایک ایسا مکان اُن کو بتا دیا کہ وہان کوئی آدم زاد نہ تھا تاکہ وحی آنے کے وقت کسی کے دلمین شبہہ پڑھنے اور سیکھنے کا نہ گزرے پھر وحی نازل ہونے کے وقت ایک بڑا صدمہ اور گھبرانا اور خوف آپکے دل مین ڈالا تاکہ کسی کو خیال بناوٹ اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرے یہ کہ حضرت جبرئیل کی تاثیر کو آپ کی روح مین بھیجنے اور گلے لگانے کے سبب سے پرلے درجے پر کمال کے ثابت اور قائم کرنے ہو اسطے کہ کاملون کی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہی جسکو اہل طریقت کے عرف مین توجہ کہتے ہین چار طرح سے ہوتی ہی اول تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگاکر مجلس مین آوے اور اُس عطر کی خوشبو سب ہمنشینون کے دماغ کو معطر کر دے پس یہ قسم سب قسمون مین توجہ کی ضعیف ہی کیونکہ اسکا اثر تب ہی تک ہی

جبتک انکی صحبت ہی بعد اُس کے کچھ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر القائی وہ اس قسم کی ہے جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکورے مین ڈالکر لایا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اُسنے اُسکو روشن کردیا بس چراغ تیار ہوگیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اُسکا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہونچا جیسے آندھی یا مینھ یا کوئی اور آفت تو اُسکا اثر جاتا رہتا ہے اسواسطے کہ یہ تاثیر نفس اور لطیفون کو درست نہین کرسکتی ہے جیسے ناکارہ بن تیل اور بتی اور سکورے کو فقط شعلہ سنوار نہین سکتا تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہے وہ اسطور کی ہے جیسے کہ پانی کو دریا سے یا کنوین سے لاکر خزانے مین جمع کرین اور خزانے کی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے کرکٹ سے صاف کردین پھر خوب زور سے اُسمین پانی چھوڑ دین کہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے چھوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر اُن اگلی تاثیرون سے بہت قوی ہے کہ نفس کی اصلاح اور ستھرائی لطیفونکی بھی اُسمین ہوتی ہے لیکن خزانے کی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہی نہ کنوین اور دریا کے برابر اور ان سب باتون کے ساتھ بھی اگر خزانے مین کچھ آفت یا فتور واقع ہوجاوے تو البتہ نقصان پڑجاتا ہے چوتھی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملادے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح مین اثر کرجاوے اور یہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکھتا ہی کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہوجانے سے دونون روحون کے جو کچھ کہ شیخ کی روح مین ہو طالب کی روح مین سماجاتا ہی اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہو سوا اولیاء اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہی چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ سے منقول ہی کہ ایک روز آپکے مکان پر کئی مہمان آگئے اور اُس روز آپکے یہان کچھ کھانے کی قسم سے موجود نہ تھا اسواسطے آنکو کمال تشویش ہوئی اور اُن کے کھانے کی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نانبائی کی دُکان آپکے مکان کے متصل تھی اُسنے اس بات کی خبر پاکے ایک خوان بھرا ہوا روٹیون کا خوب مکلف مرغن نہاری کے ساتھ آپکے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اُسکو دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہی اُسنے عرض کی کہ مجھکو اپنا سا کردیجئے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نہ کرسکیگا کچھ

اور مانگ وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہوکر اسکو اپنے ساتھ حجرے مین لے گئے اور تاثیر اتحادی اُسپر کی جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ مین اور اُس نانبائی کی صورت شکل مین کچھ فرق باقی نہ رہا تھا لوگونکو پہچاننا مشکل پڑا تھا لیکن اسقدر تھا کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ نانبائی بیہوش اور سرشار

القصہ اُس نانبائی نے تین روز کے بعد اُسی سُکر اور بیہوشی مین وفات کی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کلام کا یہ ہی کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بھیجنے مین تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدن کے مساموں کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مین داخل کرکے آپ کی روح مبارک سے ملادی اور شیر و شکر کے مانند گھل ملگئین تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان مین پیدا ہوئی کہ بیان مین نہین آسکتی تیسرے یہ ورقہ بن نوفل کو کہ تسلی بخشنے والا اُس جناب کا ہوا تھا اور وحی کے نازل ہونے پر گواہی دی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچانا تھا اور آپکی نصرت اور مدد کیواسطے کمر باندھی تھی جلد اس عالم سے اُٹھا لیا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ سب اگلے قصے اور دوسرے کام شرع کے وہی ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بھی اُس سے ہمیشہ کی نہین رہی اسواسطے گنجائش اس احتمال کی بالکل بند ہوگئی اور یہ بھی منظور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کے مقدمے مین اہل کتاب کی بلکہ کسی اگلے دین والے کی تائید اور مدد شامل نہو جو کچھ کہ ہو سو آپکی ذات مبارک ہی سے ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھ اپنے پروردگار کا کلام مدد سے اپنے پروردگار کے نام سے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو آدمی آپ ہی آپ پڑھ نہین سکتا ہی اور خاص کرنے مین ربکے لفظ کے اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت تیرے اوپر ظاہر اور کھلی ہوئی ہی اور تمام خلق سے تربیت مین تو ممتاز اور چنا ہوا ہی پھر اُن ہی نامون مین سے اللہ تعالیٰ کے کہ تیری تربیت مین مصروف ہین کلام قدیم کے پڑھنے مین مدد مانگ اور اگر تیرے خیال مین یہ شبہ گذرے کہ کلام قدیم کو کس طرح سے پڑھ سکونگا کیونکہ ہمارا پڑھنا حادث اور نو پیدا ہی اور وہ قدیم اور ازلی ہی

تو ایک اور صفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ ۞ وہ پروردگار جس نے پیدا کیا ہی چیزون کو اپنے نامون کی صورت پر پس اُس سے کیا دور ہی کہ کلام قدیم کو حرفون کے قالب مین لا کر اول تیرے خیال مین ڈالدے بعد اسکے تیری زبان پر جاری کرا دے اسواسطے کہ پیدائش سب چیزون کی اسی طور پر ہے کہ اسمار قدیمہ کو حادث صورتون کے ساتھ ظاہر کیا ہی اور اگر تیرے دل مین شبہہ گذرے کہ کلام الٰہی قدیم نہایت مرتبے کو عزت والا ہی اور آدمی نہایت ذلیل سو اس قسم کی عزیز چیز کو ذلیل مقام مین اُتارنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہے تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر خَلَقَ الْاِنْسَانَ پیدا کیا ہی انسان کو اور کمال عزت دی ہے اُسکو ایسی روح سے کہ اُٹھانیوالی اسرار الٰہی کی ہی اور جمع کیا ہی اُسکو مختلف اعضاؤن سے کہ اسمار الٰہی اُنسے ظہور کرتے ہین اور ربط دیا ہی اُسکی روح لطیف کو اُسکے جسم کثیف سے اس طرح پر کہ لطافت روح کی اپنے ٹھکانے ہین اور کثافت جسم کی اپنے ٹھکانے ہے نہ روح جسم کی کثافت سے بگڑتی ہی نہ جسم روح کی لطافت سے بکھرتا ہی اور یہ سب روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہین کہ سراسر نجاست اور ذلت رکھتا ہی چنانچہ فرمایا کہ مِنْ عَلَقٍ ۞ جمے ہوے خون سے کہ شرع کے حکم مین اور حکمت کی رو سے بھی ذلیل اور نجس ہی پھر کیا عجب ہی کہ کلام پاک قدیم کو حادث لفظون کے ساتھ جمع کر کے اور ترتیب دیکے قوتون خیالیہ اور بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدے اور وہ کلام پاک جیسا کہ ہو ویسا ہی اپنی ستھرائی اور پاکیزگی پر رہی اور اُسمین تغیر نہ آئے اب یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ آدمی کی پیدائش جمے ہوے لہو سے تو الد کی صورت مین ظاہر ہی کہ جب نطفہ مان کے پیٹ مین ٹھیرتا ہی تو قوت جاذبہ کے زور سے جو اُسکو عنایت ہوئی ہی بہت سا لہو مان کے بدن سے اپنی طرف کھینچتا ہی اور جمانے والی قوت سے جو اُس مین ہے مانند اُس لہو کو جما دیتا ہی یہانتک کہ رفتہ رفتہ صورت ہڈیون اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے مانند پیدا ہونے کی صورت مین پس پیدا ہونا علق سے ان معنون مین ہی کہ انسان کے اعضا غذا مین سے بدلہ اُس چیز کا ہی جو اُن مین سے تحلیل اور فنا ہوتی رہتی ہین اور غذا البعد طے ہونے ہضم کے مرتبون کے جما ہوا لہو بن کے اعضاؤن کی صورت ہو جاتی ہی بلکہ تو الد کی صورت مین بھی بعد جدا ہونے بچے کے مان کے پیٹ سے اسی طور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی

اور اسیواسطے انسان کی پیدائش کی سب اصلون مین سے علق کو مذکور فرمایا ہی کہ یہ مادہ ہر وقت
مین اسی صورت سے درکار ہی برخلاف مٹی اور نطفہ اور سوائے ان دونون کے کہ شروع
پیدائش مین درکار ہوتے ہین اور بقا مین درکار نہین اب فکر کیا چاہیے کہ ایک ایسی چیز کہ وہ
جما ہوا لہو ہی وہی روح کی صورت بنکے سمجھنے والی اور حرکت دینے والی قوتون کا حامل ہوتا ہے
اور وہی اعضا کی صورت پکڑکے ہڈی اور مغز اور گوشت و پوست بھی بن جاتا ہی اور روح
لطیف مجرد کو اعضا کے ساتھ کہ ایسی ناپاک چیز سے پیدا ہوئے ہین کیسا کچھ یگانگیت اور اتحاد
حاصل ہوتا ہی پس اس جگہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنون کا خیال مین اور بولنے
کے آلات مین بوجھا چاہیے اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے اقرا کا لفظ کہ شروع کلام مین واقع ہوا ہے
اکثر عوام کو شبہے مین ڈالتا ہی اور وے خیال کرتے ہین کہ چاہیے تھا کہ یہ لفظ قرآن مین داخل نہوتا
کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف کے پڑھنے کے واسطے فرمایا ہی اسکو قرآن مین کسواسطے لکھنا چاہیے بلکہ
قل کے لفظ مین بھی کہ سرے پر پانچ سورتون کے واقع ہے قُلْ اُوْحِیَ اور قُلْ یٰاَیُّهَا
الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ
مین بھی یہی شبہ وارد کرتے ہین اسیواسطے بعضے صحابہ نے قُلْ کے لفظ کو معوذتین مین سے موقوف کردیا
تھا لیکن اس شبہے کو اس طور سے دفع کیا چاہیے کہ اقرا کا لفظ اور اسیطرح قل کا لفظ پیغمبر علیہ السلام
کی طرف خطاب ہی دوسرے امر و نہی کی طرح پر تو اسکا قرآن مین داخل ہونا ضرور ہوا جسطرح
سے خط کی ابتدا مین لکھتے ہین بایدشناخت یا فرمان کی ابتدا مین لکھتے ہین بدانند و بشناسند
اسی طرح ان لفظون کو بھی سمجھنا چاہیے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سُنانا دوسرے کو تبلیغ
کے طور پر منظور ہو یا خط کا مضمون سمجھانا دوسرے کو منظور ہو تو ان لفظون کا بولنا بھی اُسپر
ضرور ہوجاویگا اب آئے ہم اس بات کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اُمّی محض تھے
اُنکو کہنا کہ پڑھ اس قسم سے ہے جیسے اندھے کو دیکھنے کو اور شل کو دوڑنے کو کہیں اور کہ یہ تکلیف
مالا یطاق ہی یعنے ایسی چیز کی تکلیف دینا ہی کہ ہو نہ سکے اور تکلیف مالا یطاق ممنوع ہی چنانچہ
اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا جواب اس خدشے کا یہ ہی کہ یہ حکم
تکلیفی نہین ہی بلکہ تلقینی ہی جیسے بچے کو جو اول مکتب مین لے جاتے ہین تو اُستاد کہتا ہے کہ

پڑھو اگرچہ وہ بچہ اُسوقت پڑھنا نہین جانتا ہی لیکن اُستاد کا مطلب یہ ہی کہ جیسے مین پڑھتا ہون
تو بھی اسی طور سے میرے پڑھنے کو سُنکر پڑھ اور یاد کرے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب
اس بات کا تھا کہ مین تو اُمّی محض ہون مجھ سے کس طرح سے پڑھا جاویگا تو تاکید کیواسطے پھر
دوسری بار فرماتے ہین اِقْرَأْ پڑھو اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ اول بار جو اقراء فرمایا
اُس سے مُراد یہ ہی کہ قرأت قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کے واسطے کر اور دوسری بار جو اقراء
فرمایا اُس سے مراد یہ ہی کہ قرآن کو اور لوگون پر پہونچا دے جسطرح سے اُمت کو پڑھنا اپنے نفس کیواسطے ضروری ہی اسیطرح
نبی کو اُمت پر پہونچانے کے واسطے بھی ضرور ہی کیونکہ اگر وہ نہ پہونچاوین تو اُمت کو پڑھنا قرآن کا کسطرح
سے میسر ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا اقراء نماز مین ہی اور دوسرا اقراء خارج نماز کے اور بعضون نے کہا ہی
کہ پہلا سیکھنے کے واسطے ہی اور دوسرا سکھانے کیواسطے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلے سے مُراد یہ ہی کہ قاری ہو
بغیر اُسکے کہ کسی چیز کو قرأت کیواسطے معین کرے اور دوسرا متعلق ہے بِاسْمِ رَبِّکَ سے
جو پہلے گذر چکا ہے یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑھ اب اُمیت کے مانع کے دفع کرنے کیواسطے
جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرتا تھا اور خیال فرماتے تھے کہ
اُمّی کو علم حاصل کرنیکا طریقہ خصوصًا وہ علم جو متعلق صفات الٰہی سے اور کلام قدسی سے اور
اُسکے ہر روز کے احکامون سے ہو کیونکر حاصل ہو سکیگا اسواسطے ایک اور مقدمے کو ارشاد
فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل ہونے کا لوگون پر واضح ہوتا ہے
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ اور پروردگار تیرا بڑا اکریم ہے کہ اُمّی کو دانا کر دینا اور جاہل کو عالم
بنا دینا اُس کے نزدیک بہت آسان کام ہے کیونکہ اُمّی کو اگر مانع ہے تو یہی بات ہی کہ
علم حاصل کرنے کے اسباب نہین رکھتا ہی اور اس قسم کے مانع سب آدمیون کے واسطے
بہ نسبت بعضے علمون کے موجود ہین پھر باوجود ان موانعت کے حق تعالیٰ اُن علمون کو بعضی
مخلوقات کیواسطے اُنکو پہونچا دیتا ہی چنانچہ فرماتا ہے اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ وہ ایسا
پروردگار ہے کہ تعلیم فرمایا ہے آدمیون کو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل
اور خبر سے دریافت نہین کر سکتے ہین بسبب دور ہونے زمانے کے جیسے اگلی متون کے
اور گذری سنگتون کے اور اگلے بادشاہون کے اور انبیا اور اولیاؤن متقدمین کے

احوال یا بسبب بعد مکان کے جیسے احوال دُور دُور کی ولایتون اور اقلیمون اور شہرون کے بلکہ عادت بادشاہون کی اسی طور پر جاری ہی کہ اپنے نوکرون اور رعیت کو اپنے دل کی باتون پر قلم کے واسطے سے اطلاع کرتے ہین اور روبرو کسی کے کلام نہین کرتے اور جو کارخانہ بادشاہت کا کہ الوہیت کے کارخانے کا ظل ہے تو اس کارخانے سے سے اس کارخانے کو سمجھ لینا چاہیئے جیسے تعداد محل کے اندر کے اسامیون کی نظارت کے قلم کے واسطے سے دریافت کرنا چاہیئے اور مکانون اور باغون اور قلعون کی تعداد ہوتا کے قلم سے معلوم ہوتی ہی اور نوکرون اور ملازمون کو اُن کے مواجبون اور منصبون کے ساتھ رکھتے ہین بخشیگری کے قلم سے پہچاننا چاہیئے اور مستحقون کو اور وجہون کو خیرات اور روزینون کے کہ اُن کے واسطے مقرر کیے ہین صدارت کے قلم سے معلوم کیا چاہیئے اور عرض اور طول اپنے ملک کا اور گنتی جریبون کی اور آبادی اور ویرانی گانوُن کی اور شمار ندیا اور تالابون کا جو اُس ملک مین واقع ہین دفتر کے تقسیم کے قلم سے معلوم کیا چاہیئے اور تعداد جاگیرون اور خالصے کی وزارت کے دفتر سے دریافت کیا چاہیئے اور بندیوانون اور قیدیون کی اور واجب القتلون اور واجب التعزیرون کی تعداد اُن کی سیاست کے مرتبون کے ساتھ دفتر سے اطلاق کے کہ تعلق زندان خانے اور کوتوالی سے رکھتے ہین بوجھا چاہیئے اور تعداد خزانون اور دوسرے کارخانون کی میر سامان کے دفتر سے جاننا چاہیئے اور علی ہذا القیاس اور جو آدمیون کو موافق اُن کی استعداد کے کارخانے پر الوہیت کے اطلاع دینا اور خبردار کرنا منظور تھا تو ان کو لکھنے کی صنعت قلم کے واسطے سے سکھائی اور ہر فرقے کو انہین سے شوق مطلع ہونیکا ایک کارخانے پر اپنے بے انتہا کارخانون سے دلمین ڈالدیا کہ اپنے قلم سے ضبط اُس کارخانے کا کرین تاکہ دوسرے فرقے اُنسے سیکھین اور اسیطرح سے دوسرے فرقے کو شوق دوسرے کارخانے کی اطلاع کا خیال مین بساد یا کہ انھون نے قلم سے ضبط اسکا کیا اور دوسرونکو اُن کے واسطے اطلاع اُن کارخانون پر حاصل ہوئی اور اس عجیب تدبیر سے ہر ہر فرد کو انسان کے اس اطلاع سے فائدہ مند کیا اور جس طرح سے اس قسم کے مقدمے مین مدد اور تائید ایک کو دوسرے کی کرنا انسان کا خاصہ ہے اسیطرح سے سمجھنے بوجھنے مین بھی مدد اور تائید کرنا اُسکا خاصہ ہی اور یہ مدد اور تائید بغیر قلم کے وسیلے

کے ممکن نہین ہی کیونکہ بعضے لوگ ایک زمانے مین پیدا ہوئے ہین اور دوسرے لوگ اُنسے سیکڑون
برس کے بعد پیدا ہوئے سو پچھیلون کو پہلون کے علمون پر اطلاع نہین ہوتی مگر قلم کیواسطے سے
اور بس اسیطرح سے بعضے لوگ ایک ملک اور اقلیم مین رہتے ہین اور دوسرے لوگ دوسری
اقلیم مین ہین تو اُن دور والون کا مطلع ہونا اُن کے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے ممکن نہ تھا
اسی واسطے جو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے
پوچھا تو جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہی کہ منھ سے نکلا اور فنا ہو گیا پھر حضرت
سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہی انھون نے
عرض کی کہ اسکی تدبیر لکھنا ہی بس قلم ضیا دہی علمون کا وہ اصل گرمیوا لاہی ہر بات کا اور مفہوم ایک
نعمت ہی بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہؓ نے کہا ہی کہ لَوْلَا الْقَلَمُ لَمَا قَامَ الدِّيْنُ
وَلَا صَلُحَ الْعَيْشُ یعنی اگر قلم نہ ہوتا تو دین قائم نہ رہتا اور نہ زندگانی درست ہوتی اسواسطے
کہ دین کی کتابون کو قلم سے لکھتے ہین اور حساب کی باریکیان دریافت کرنا اور حقداروں کے
حق قائم رہنے کے واسطے سجلون کا لکھنا اور علمون کا اور مال کا محفوظ رکھنا یہ سب قلم سے متعلق ہین اور اگر
نظر کو کچھ تھوڑا سا بھی دوڑاوین اور غور کرین تو سمجھین کہ بادشاہت حق تعالیٰ کی بہت سی ولایتین
رکھتی ہے اور ایک ولایت اُن مین سے جو سب سے چھوٹی ہے سو عالم شہادت کی ولایت ہی اور
یہ ولایت بہت سے کارخانون کو شامل ہی چنانچہ اُنہی مین سے ہی کارخانہ عمارتون اور باغات
کا اور اسکو کئی علمون سے دریافت کیا چاہیے اوّل تو علم ہیأت کا کہ اُسمین عدد آسمانون کے
اور ہیأت اور ترتیب اُنکی مذکور ہوتی ہی دوسرا علم جغرافیہ کا کہ اُسمین ہیأت زمین کی اور
صورتین اقلیمون کی اور جو کچھ کہ اُن مین ہین دریا اور پہاڑ وغیرہ مذکور ہوتے ہین تیسرا علم
مسالک اور ممالک کا کہ اُسمین راہین اور شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑون کی اور نہرون
وغیرہ کی ذکر کیجاتی ہی چوتھا علم ابعاد اور اجرام کا کہ اُسمین طول اور عرض زمینی اور آسمانی ملکونکا
دلیل کے ساتھ ثابت کیا جاتا ہے اور اُنہی سب مین سے ہی کارخانہ روشنی اور شعلہ نے
کا اور وہ ستارون کی صورتون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہی اور علم اشعہ کا یعنے شعاعون کے دریافت
کرنیکا اُسمین دخل رکھتا ہی اور اُنہی مین سے ہے کارخانہ توشہ خانے کا اور اصطبل اور

کبوترخانہ اور بازدارخانہ اور تفصیل اس کارخانہ کی علم سے حیوانات کے کہ کتاب حیواۃ الحیوان
اسمین تصنیف ہوئی ہے دریافت کرنا چاہیئے اور ان ہی مین سے ہے دوائی خانہ کہ
اسکی تفصیل مفردات سے ابن بیطار کی اور جامع بغدادی اور بڑی بڑی قرابادینون سے
معلوم کرنا چاہیے اور اُن ہی مین سے ہی جواہر خانہ اور تفصیل اُسکی معادن اور احجار کے علم سے
کہ بہت سی کتابین اس فن مین بنی ہین بوجھا چاہیئے اور ان ہی مین سے ٹکسال اور خزانہ
عامرہ ہین اور اُنکو علم اجساد اور منطرقہ اور علم صنعت سے حاصل کرسکتا ہی اور ان ہی مین سے ہے
کارخانہ روزینہ دارون اور جاگیر دارون اور ملکیدارونکا اُسکو ساتون اقلیمون کے بادشاہون کے دفترون سے
پہچاننا چاہیئے حاصل کلام کا یہ ہی کہ جتنا کچھ یہ مذکور ہوا ایک نمونہ ہی قلم کے علم کی وسعت کا اور
یہان سے اُن علمون کے فیض کو جو قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین بوجھا چاہیئے کہ قلم روایتا
کنندون اور مفتیون کا احکام آلہی کے دریافت کرنے کا سبب ہی معاملات اور عبادات مین
اور قلم فرائض دالون کا ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنیکا سبب ہے اور قلم تاریخ والونکا
گویا تمام اگلے زمانون کا عرض حال ہے بلکہ اُس جناب والا کے وقائع نامہ کے مانند ہے اور
اگر تقدیر کے قلم کو خیال کرین اور اُس کے علمون کے فیض کو جو اُسکے طفیل سے آسمانیون
اور زمینیون کو پہونچا ہی غور کرین تو عقل خیرہ اور وہم حیران ہوتا ہی اور جو صورت تعلیم کی قلم
کے وسیلے سے اس طور پر ہے کہ اول تو معنے ذہن مین معین ہوتے ہین بعد اُس کے خیال
مین لباس الفاظ مناسب کا پہنتے ہین بعد اُس کے مدد سے قلم کی وہ الفاظ نقوش خطیہ
کی صورت پر ظہور کرتے ہین بعد اُسکے ہر خط کا پڑھنے والا اُسکو دریافت کرسکتا ہی اور یہ صورت
کمال مشابہت وحی سے اور قرآن کے نازل ہونے سے رکھتی ہی کیونکہ اول کلام قدسی نے
لوح محفوظ مین لفظون کی صورت پہنی بعد اُسکے حضرت جبریل علیہ السلام کی معرفت سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ خیال مین منقش ہوئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے ہر خاص و عام کو پہونچی لیکن اس نعمت کو وحی کے ممکن ہونے کی اثبات مین لانے سے کمال
مناسبت پیدا ہوئی اور جس طرح سے کہ بسبب قلم کے ان چیزون کو ہرگز کسب بشری کی قوت
انکو حاصل نہین کرسکتی ہی حاصل کرلیتا ہے اسیطرح سے بسبب وحی کے جو معلومات کہ اُن کا

حاصل ہونا ممکن نہین ہی حاصل ہوجاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ
سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا کیونکہ اسباب علم حاصل کرنے کے آدمی مین تین ہین اول تو حواس
صحیح سالم ظاہر اور باطن کے کہ اُنکے سبب جو کچھ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا ہی جیسے بھوک پیاس
اور خوشی اور غصہ اور خوف اور امن اور رنگ اور بو اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور
سوا اُسکے دوسری چیزون کو معلوم کرتا ہی اور دوسری عقل کہ اُسکے سبب سے غائب کی چیزون کو
حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم کرتا ہے اور طریقہ اوراک عقلی کا تین قسم سے باہر نہین
ہے کیونکہ جس چیز کو کہ معلوم کرنا اُسکا منظور رکھتا ہی یا تو اُس کے سبب کو حواس سے دریافت
کیا ہی تو بُرہان لمی کو ترکیب دیگا مثلاً چاہتا ہو کہ گھر مین دھوئین کا ہونا معلوم کرے اور اُسنے
آگ جلنا اُس گھر مین معلوم کیا تو اس سبب سے دریافت کریگا البتہ اُس گھر مین دھوان ہوگا ہو اسطے
کہ آگ دھوئین کا سبب ہی اور سبب بدون مسبب کے نہین رہتا یا اُس کے مسبب کو معلوم کرکے
اُسکے ہونے پر حکم کرتا ہی اور ترکیب دلیل انی کی کرتا ہی مثلاً دھوئین کو دور سے دیکھکر دریافت کیا
کہ یہان پر آگ بھی ہوگی کیونکہ ہونا دھوئین کا بغیر آگ کے محال ہی یا ایک سبب سے دوسرے
سبب کو دریافت کریگا اور اس برہان کو لم اور ان سے مرکب کرکے درست کریگا کیونکہ وجود
مسبب کا بغیر سبب کے محال ہی اور سبب کا وجود دوسرے مسبب کے وجود کا باعث ہے مثلاً
ایک جگہ پر دھوئین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی کو کہ اُس مکان مین ہی قیاس کرکے سمجھ لیا کہ وہ
مکان یقینی گرم ہوگا کیونکہ دھوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہی اور جب آگ وہان موجود ہوئی
تو گرمی بھی موجود ہوگی لیکن ان دو سببون مین ایک قصور ہی وہ یہ ہی کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز
کو نہین پہونچتا اور عقل بھی مختلف اور متفاوت ہی یعنے ہر شخص کی عقل برابر نہین ہی اور ان
سب باتون کے ساتھ جو کچھ اسباب اور مسببات کہ عقل کی نظر سے چھپ جاتے ہین تو
اُنکا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا اسواسطے ایک اور سبب بھی اُسکے معلوم کرنے کے واسطے
دیا ہی اور وہ تیسرا سبب ہے یعنی سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکھی ہوئی اور دریافت کی
ہوئی اُنسے سنکر یقین کرے اور اپنے مطلبون کے دریافت کرنے کے کام مین لاوے
اور جو خبر دینے والا اسی کا بنی نوع ہی اور وہ بھی کسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے

دام مین گرفتار رہی پھر جو چیزین کہ اُسکی نوع کے حواس اور عقل کی حد سے بلند ہین وہ انسان کے
دریافت کے احاطے سے باہر ہین سو اُسکو نازل کرنے سے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم الٰہی کے
وسیلے سے بڑے درجون والے فرشتون کے نوع انسان کو پہونچی اور کام مین آوے اور الہام
اور کشف اور خبر دینا ہاتف کا اور صورت پکڑنا غیب کے کامون کا کہ عارفون کو اور اولیاؤن کو
انبیا علیہم السّلام کی ارواح کے وسیلے سے اور اُنکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے حاصل
ہوتا ہو یہ سب وحی کے اتباع سے ہے اور جو معنی مَا لَمْ يَعْلَمْ کے لئے ہین کہ قوت بشری مین
معلوم کرنا اُسکا ممکن نہ تھا پس شبہ لغو ہونے مَا لَمْ يَعْلَمْ کے ذکر کا دفع ہو گیا نہین تو ظاہر مین
مشکل معلوم ہوتا ہی کیونکہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی پس ذکر مَا لَمْ يَعْلَمْ کا کیا ضرور ہے
كَلَّا سمجھ لیا چاہیے کہ کلّا کا حرف عرب کے لغت مین زجر اور توبیخ یعنے خفگی اور جھڑکی کے
واسطے استعمال کیا جاتا ہے تو اس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہیے کہ اُسکی طرف زجر
اور توبیخ متوجہ ہو اور اس مقام پر ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر
نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علما نے کہا ہے کہ کلّا اس جاے پر حقّا کے معنون مین ہے
کیونکہ زجر کی صورت مین بھی اُس کے خلاف کا اثبات تاکید اور تقریر کے ساتھ اس کلمہ
سے کیا جاتا ہے پس مفہوم اس کلمے کا مرکب ہو باطل کرنے سے ماسبق کے اور تحقیق کرنے
سے مالحق کے ہے اور اگر تجرید کے سبب سے محض تحقیق کے لئے استعمال کرین تو بھی روا ہے
لیکن حق تو یہ ہے کہ قبل اُسکے ایک کلام ہے پوشیدہ کہ ہر شخص کا ذہن اُسکی طرف نہین جاتا ہے
اور منظور کلّا سے باطل کرنا اور رد کرنا اُس کلام پوشیدہ کا ہے اور توضیح اس ابہام کی یہ ہو
کہ جو اکرمیت کو حق تعالیٰ کی بندون کی طرف بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ بے نہایت کرم
اُس ذات پاک کا ہر نوع کی تکمیل اور تربیت کے واسطے متوجہ ہی یہانتک کہ تعلیم اُن چیزون کی
کی جو اُن کے مقدور سے باہر تھین قلم کے واسطے سے اُنکو بتا دین اور الوہیت کے
کارخانون پر اُس تدبیر سے اُنکو آگاہ کر دیا تاکہ خلافت کبریٰ کے حکم سے ربوبیت کے کامون
کی پیروی اور مخلوقات مین تصرف کرین اور تصرف آلٰہی کا ظل ہونا اُنمین ثابت ہو جاوے
اب یہ جگہ اس بات کی تھی کہ شاید اس کلام کے سننے والے کے خیال مین یہ شبہہ گذرے

اور کہے کہ جو انسان اس درجے کو جناب خداوندی مین عزیز اور مکرم ہے پھر کسواسطے
اسکو فقر اور احتیاج کے جال مین پھانس رکھا ہے اور ہر مخلوق کی طرف اُس کو
محتاج کیا ہے بلکہ اسقدر اُسکو محتاجگی ہر چیز کی طرف دی ہے کہ عشر عشیر اُسکا دوسرے
حیوانات اور مخلوقات کو نہین دی ہے چنانچہ اپنے کھانے مین چکی کا اور آگ کا اور
اسی طرح دوسری چیزون کا محتاج ہے اور اپنی بیماری مین دوا کا اور حکیم کا اور عطار کا اور
جراح کا اور نقاد کا اور کحال کا محتاج ہے اور اسی طرح اپنی پوشاک اور لباس مین اور
گھر بار مین اور چلنے پھرنے مین جو جو احتیاج ہین کہ یہ رکھتا ہے ظاہر اور کھلی ہین کہ دوسرے
حیوانون کو ان چیزون مین سے ایک کی بھی احتیاج نہین ہی اور بزرگی جو اُسکو عنایت ہوئی ہے
وہ ہرگز ایسی چیزون کو نہین چاہتی ہے اگر بہت مکرم اور بزرگ کرنا اس مخلوق کو سب
مخلوقات پر منظور تھا تو پہلے لازم تھا کہ اُسکو ایسی احتیاجون سے دور رکھتے اور نزدیک
والے فرشتون کی طرح کسی چیز کا محتاج نہ کرتے اور اگر خلافت کے اسباب حاصل کرنے
کے واسطے اور دوسری مخلوقات مین تصرف کرنے کے واسطے اُسکو احتیاج ان چیزون کی
دی تھی تو لازم تھا کہ بہت سا مال اور بڑے بڑے خزانے اُسکو دیے ہوتے تاکہ کسی کا
محتاج نہ ہوتا اور ہر ایک کے سامنے ذلیل نہ ہوتا سو ایسے شبہہ و اعتراض کے دفع اور دور کرنے
کے واسطے کلّا کے لفظ کو لائے ہین اور اس لفظ کی کلام پاک پروردگار مین دو خاصیتین ہین
ایک اُنمین سے یہ ہے کہ جس آیت مین یہ لفظ آئی ہے اُسکو یقین جاننا چاہیئے کہ یہ آیت
مکی ہے اور مدینہ منورہ کی آیتون مین یہ لفظ ہرگز نازل نہین ہوئی سو اس بات کا بھید
یہ ہی کہ یہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت کرتی ہی اور مدینہ منورہ مین ایمان والے لوگ تھے
اور اُن کے اعتقاد بہت درست تھے اگر کبھی اُن سے کوئی خطا یا گناہ ہو جاتا تھا تو اُسکا
تدارک بہت جلد کرتے تھے اور پند اور نصیحت کو بہت رحمدلی اور نرمی سے قبول کر لیتے
تھے اور غصہ اور غضب اور کینہ اور بغض ہرگز اُن کے درمیان مین نہ تھا بخلاف مکے والون کے
کہ اکثر کافر جھگڑالو دشمن نافرمان تھے تو اُن کے مقابلے کے کلام مین بھی غصہ اور غضب درکار ہوا
اور دوسری خاصیت یہ ہی کہ اول نصف مین قرآن شریف کے یہ کلمہ یعنے کلّا نہین ہی اور آخر

نصف مین خصوصاً پچھلے سیپارون مین یہ لفظ بہت آئی ہی اسکا بھید یہ ہے کہ پہلے کلام مین سمجھانا اور راہ بتلانا نرمی سے منظور ہے اور جب آدھا قرآن شریف کوئی شخص پڑھ چکا اور اُسکے مضمون کے سمجھانے اور بجھانے سے ہرگز راہ پر نہ آیا تو غصہ کرنے اور جھڑکنے کے لائق ہوا خصوصاً وہ شخص کہ جسنے قرآن کو تمام پڑھا اور اُسکے احکام اور نصیحتون پر نہ چلا اور کچھ نہ جیتا تو جھڑکنے اور تنبیہ کرنے کے زیادہ تر لائق ہوا اسواسطے اس لفظ کالانا آخر کے سیپارون مین بہت ضرور ہوا اسی واسطے کسی سے اگر کوئی حرکت ناشایستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہے تو پہلے اسکو نصیحت کرتے ہین اگر نصیحت سے راہ پر آیا اور برائی کو چھوڑا تو بہتر ہے اور اگر نصیحت سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو البتہ تعزیر دینے کے اور ذلیل کرنے کے لائق ہوتا ہے اور مفسرون نے ان دونون خاصیتون کے بیان کرنے کے واسطے ایک بیت کہی ہے وہ یہ ہے **شعر** وما نزلت کلا بہ بیثرب فاعلمن ❊ ولا جاء فی القرآن فی نصفہ الاعلی یعنی اور نہین اُتری لفظ کلا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ مین سو جان رکھو اسکو اور نہین آیا ہے کلا قرآن شریف کے نصف پہلے مین جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب آیت کی تفسیر شروع کی جاتی ہی سو فرماتے ہین کَلَّآ یعنے ایسی بات نہین ہی جیسا تم سمجھتے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا کچھ اللہ تعالی کے کرم اور فضل کے قصور سے ہے بلکہ اس محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہی اسواسطے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی تحقیق آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کی اور سرکشی کرتا ہی اُس کے بندون پر اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی جب دیکھتا ہی اپنے تئین تونگر بے پرواہ مال اور جاہ سے اور تندرستی اور قوت سے اور جو دوسرے اسباب ہین بے نیازی اور بے پروائی کے پھر اگر آدمی اس طرح کا محتاج سب چیزون کا نہ ہو تو اُسکی سرکشی اور نافرمانی بہت بڑھ جائے اور اصلاح کی صورت مشکل ہو جائے سو یہ نہایت کرم اور فضل اُس کریم کارساز کا اُسکے حال کو شامل ہی کہ ہر طرح کی احتیاج مین اُسکو گرفتار کرکے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہے چنانچہ حق تعالی خود دوسری جگہ پر اپنے کلام پاک مین فرماتا ہی وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ یعنے اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالی رزق کے سبھون کو اپنے بندون پر تو البتہ ظلم کرتے اور اپنے خداوند سے نداز لی سے

بڑھ چلتے اور بڑا افساد مچاتے زمین مین سو اس طرح کا اعتقاد کرنا آدمی کو سراسر غلطی ہے
اور بالکل پوچ کیونکہ اسکو کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہین ہی بلکہ
اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی تحقیق اپنے پروردگار کی طرف رجوع اور پھرنا ہی ہر حال مین اب اس
مقدمے کو ایک ایسی تمثیل مین واضح کرکے بیان کرتے ہین کہ ہمکو کسی طرح کی پوشیدگی نہ رہے جیسے
ایک شخص ہی کہ اسکو اچھا مرغوب کھانا میسر آیا اور اسنے یہ سمجھا کہ آج کے روز مجھکو بھوک سے
بے پروائی حاصل ہوئی اب اس سے پوچھا چاہیے کہ تجھکو کھانے کی اور چبانے کی قوت کون
دیگا پھر بعد کھانا کھانے کے قے ہو جانے اور الٹ آنے سے کون روکے گا پھر ہضم کی قوت
دے کے غذا کو روک کر سب جوڑ بندون مین تقسیم کون کرتا ہے اور اس کے فضلات کو پیشاب
اور پائخانے کی راہ سے نکالکر کون دور کرتا ہی پھر غذا کو اس بات سے کون بچاتا ہے کہ زہر ہوکے
بدن کو خراب کرے یا بدہضمی سے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یہ سب باتین ایسی ہین
کہ باوجود نعمت کے اور حاصل ہونے غذا کے انکی طرف محتاج ہی اور بعد خراب ہونے بدن کے
اور جدا ہونے روح کے جسد سے پھر جانا آخرت کی طرف ہوگا اور سرکشی اور نافرمانی کی وجہ
پوچھی جاے گی اور اسکا عوض لیا جائیگا تو ثروت کی محتاجگی ایسی ہی کہ اسکی نہایت نہین ہی بلکہ
اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دلمین خوب طرح سے تامل کرین تو اپنے تئین توانگری
کی حالت مین زیادہ تر حق تعالیٰ کا محتاج پاوینگے سو واسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو ہوتی ہے کہ
جان اسکی سلامت رہی اور بدن اسکا صحیح اور ایک دن کا کھانا پانی ملجاوے اور دولتمند کو
کہ جان اور مال اور مرتبہ اور اہل و عیال سب کی سلامتی درکار ہے تو توانگری کی محتاجگی کی نسبت
زیادہ ہوئے معتبر ہے اور اس جگہ پر ایک شبہہ اکثر لوگون کی خاطر مین گذرتا ہے وہ یہ ہی
کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہؓ کہ بہت مالدار تھے جیسے حضرت
عبد الرحمن بن عوف اور حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے
کسواسطے اس سرکشی کے سبب مین گرفتار نہ ہوئے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوۃ
والسلام کو کسواسطے اسقدر کشادگی اور مرتبے دنیا کے مال مین دیے کہ بیت المقدس کے
در و دیوار کو سونے اور جواہرات سے جڑوا دیا اور بہت سے اسباب اور ہتھیار جمع کئے اور

اس شبہے کا دفع اس طور سے بوجھا چاہئے کہ اس آیت مین مال کو بالکل سرکشی کا سبب
نہین فرمایا ہے بلکہ اپنے تئین مال کے سبب سے بے پروا سمجھنا اور اس احتیاج سے کہ بندے
کو حق تعالی کی درگاہ مین ہر وقت اور ہر آن موجود ہے غافل ہونا اور مال کی پیدائش کو
اللہ تعالی کے کرم اور فضل سے نہ جاننا بلکہ اپنی محنت اور کوشش کی طرف نسبت کرنا
سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب کبار کو اگرچہ مال کی
زیادتی بھی لیکن اعتقاد بد سے بری تھے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگون کے احوال کو دیکھے تو یقینی
معلوم کرلیگا کہ محتاجون کی خایت اور خبرگیری اور خاطرداری جسقدر ان بزرگون سے
ہوئی ہے دوسرون سے نہین ہوئی ہو گویا مال کی کثرت کو زہر قاتل سمجھ کر اللہ دینے کو تریاق
جانتے تھے اسیواسطے اس کام مین زیادہ کوشش کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ
نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی کیا اچھا مال نیک ہی جو نیکبخت آدمی کے پاس ہی کہ وہ
نیک کام مین خرچ کرتا ہی اور جب ثابت کیا کہ آدمی کی ہر بات مین محتاج ہونے کی یہی وجہ ہے کہ
بے احتیاجی کی صورت مین سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہو کے
نعمت ہی کے دیکھنے مین ریجھ رہتا ہی اور یہان گمان اس بات کا تھا کہ شاید کوئی تمثیل کے
طور ان بے پرواون کا حال پوچھ بیٹھے کہ انکو غنا سرکشی کا سبب کیونکر ہوئی تو اسکی مثال کو
بیان فرماتے ہین اَرَاَیتَ الَّذِی یَنْھٰی کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو منع کرتا ہے اور روکتا
ہے عَبْدًا اِذَا صَلّٰی بندے کو جب چاہتا ہے کہ نماز پڑھے اور حق بندے کا بھی یہی
ہے کہ اپنے پروردگار کی عبادت ہاتھ اور پاؤن سے اور دل اور زبان سے بجالاوے اور ایسی
عبادت جو ان سب باتون کو جامع ہو سوائے نماز کے نہین ہی اور حق خدا کا یہ ہی کہ معبود ہو
ہر عبادت مین پھر اس منع کرنیوالے نے بندیکا حق بھی تلف کیا اور خدا کا حق بھی تلف کیا تو اسکی
سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اسکے بندون سے بھی ثابت ہوئی اور یہ شخص ابوجہل تھا کہ کئی
مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام مین نماز پڑھنے سے منع کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر مین
کبھی تجکو دیکھونگا کہ اپنے ماتھے کو زمین پر رکھا ہی تو نے تو تیری گردن کاٹ ڈالونگا اور ہرچند کہ
یہ آیت اس لعین کے حق مین نازل ہوئی لیکن اب بھی جو شخص کہ اللہ تعالی کی بندگی سے روکے

اور منع کرے وہ بھی اسی وعید اور برائی مین شامل ہے اور وہ جو فقہا نے لکھا ہے کہ غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جاہیے اور مکروہ وقتون مین بھی نماز سے منع کیا چاہیے اور مکروہ وقت پانچ ہین ایک آفتاب نکلنے کا وقت دوسرا اُسکے ڈوبنے کا تیسرا دوپہر کو اُس کے ٹھہرنیکا وقت چوتھا نماز عصر کے بعد مغرب تک پانچوان طلوع فجر سے آفتاب نکلنے تک سواے نماز فجر کے اور لونڈی یا غلام کو اُسکا مالک تہجد کی نماز پڑھنے سے منع کرے اس سبب سے کہ اگر رات کو جگیگا تو فجر کو اُسکی خدمت مین قصور کریگا تو اُسکو بھی منع کرنا پہونچتا ہے اور اسیطرح خدمت کے وقت مین نماز سے منع کرنا بھی پہونچتا ہے اور اسی طرح خاوند کو منع کرنا اپنی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ اس حالت مین بہت سی منفعتین اُسکی جاتی رہینگی جیسے جماع کرنا اور دوسری لذتین سوا ان سب باتون مین جو ذکر کی گئی ہین منع کرنا نماز سے دوسری مصلحت کیواسطے اللہ تعالی کے حکم سے ہے تو حقیقت مین منع نہ ہوا بلکہ ایک عبادت سے دوسری عبادت مین پہونچا دینا ہوا اور بعضے دین کے بزرگون نے ادب کی رعایت کیواسطے ان چیزون کے منع کرنے سے بھی احتراز کیا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ عیدگاہ مین تشریف لیگئے چند آدمیون کو دیکھا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلین پڑھ رہے ہین آپنے فرمایا کہ اسنے کہدو کہ مین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عیدگاہ مین اسوقت نفل پڑھتے نہین دیکھا اُن لوگون نے آپ کے حکم کو نہ سُنا اور اپنے کام سے باز نہ آے بعضے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر حکم ہو تو انکو زبردستی منع کردین اور اگر نہ مانین تو سزا کو پہونچین آپنے فرمایا کہ مین اس آیت یعنی ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی کے مضمون سے ڈرتا ہون اور اسطرح سخت حکم نہین کرسکتا لیکن ادب کی رعایت اُسی جگہ ہوتی ہو جہان ممانعت کا حکم صریح اور نطا ہو جیسے یہ مقام تھا کہ یہان صریح ممانعت وارد نہین ہوئی ورالا بموجب اس قول کے الامر فوق الادب یعنی حکم کا مان لینا ضروری ہو ادب کی رعایت سے۔ اور اچھی بات کا بتلا دینا اور بُری بات سے حتی المقدور روکنا واجب ہی اور جب آدمیون کی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہے بیان فرما چکے تو اس علت کے علاج کا طور بھی ارشاد فرماتے ہین کہ ارأیت ان کان

عَلَى الْهُدٰىٓ ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ کیا دیکھا تونے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا
یا لوگون کو پرہیزگاری کا حکم کرتا یعنی اگر اپنی سرکشی کا علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح سالم
رکھتا پھر اس مرتبے سے بھی آگے بڑھتا اور دوسرون کو نصیحت کرکے راہ پر لاتا اور نماز کے
منع کرنے سے باز آتا اور لوگون کو پرہیزگاری اور صلاحیت کا حکم کرتا اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ
کیا دیکھا تونے اسی سرکش کو کہ اگر جھٹلایا پیغمبر کے دین کو اور منھ موڑا سیدھی راہ چلنے سے سو اُن دونون
حالت مین اپنا بدلہ پاویگا لیکن پہلی حالت مین جزا نیک ہی اور دوسری حالت مین سزا بد اور جزا کا
لحاظ رکھنا بھی سرکشی اور طغیان کا علاج ہی اور اگر اسکو جزا کے واقع ہونے مین کچھ شک یا شبہہ
ہو تو اُسکے سمجھانے کو اسقدر کافی ہی کہ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ کیا نہین جانتا کہ حق تعالے
دیکھتا ہی اور دیکھنا ایسے کا جو بدلہ دینے کی قدرت رکھتا ہی اور ہر ذرّے مین عالم کے اُسکی حکمتین اور
قدرتین اظہر من الشمس ہین یعنی آفتاب سے زیادہ روشن ہین جزا کے ہونے اور یقین جاننے مین
کافی ہی سواسطے کہ قدرت اُسکی جزا کے جائز ہونے کو چاہتی ہی اور حکمت اور عدالت اُسکی جزا کے
واجب ہونے کو چاہتی ہی اور اچھائی اور بُرائی کا دیکھ لینا امتیاز اور جدائی کرنے کو ہر نیک و بد مین کافی
ہی پھر جو شخص دیدہ و دانستہ باوجود قادر ہونے کے نیک اور بد مین فرق نہ کرے اور ہر شخص کو اپنے
اپنے کیے کی جزا اور سزا نہ دے ایسا شخص ایک گھر کی ریاست کے قابل نہین ہوتا پھر خدائی کے
قابل ہونیکا کون ذکر ہی اور قدرت اور حکمت اس مالک الملک کی ہر کس و ناکس پر ظاہر ہے اور جو
پوشیدہ ہی وہ یہی ہی کہ اللہ تعالیٰ کو خبردار جاننا سب نیک اور بد کامون پر اپنے کہ شہوت اور غضب
اور جہالت کے پردے آدمی کی بینائی کی آنکھ کو بند کرکے اُسکو اس خبرداری سے غافل کر دیتے ہین
ناچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کی گئی كَلَّا یعنے مقدمہ ایسا نہین ہی کہ وہ سرکش
مہمل چھوڑ دیا جائیگا اور اُسکی دنیا کی عزّت اور مرتبے کے لحاظ سے اُسکی سرکشی اور نافرمانی
بوجھی نہ جائے گی بلکہ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اگر اس دھمکی اور جھڑکی سے اپنی سرکشی سے باز
نہ آئیگا لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ البتہ گھسیٹنگے ہم اُسکو چوٹی سے کہ اُسمین بڑی ذلت اور حقارت
ہے اسواسطے کہ پیشانی آدمی کی سب بدن مین بڑا شرف اور بزرگی رکھتی ہی اسیواسطے کہ
تعظیم کی جگہ پر بادشاہون اور دوسرے امیرون کے سر مبارک کی قسم کھانا رائج اور معطل ہو گیا ہی

اور جب اُس پیشانی کو اس طرح سے ذلیل اور خوار کیا تو کمال ذلت ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر کرنے مین ایک اشارہ اور بھی ہے وہ یہ ہی کہ آدمی مین سرکشی اور نافرمانی کے سبب اسی عضو مین حوالہ کیا ہی سو واسطے کہ جڑ تکبر اور غرور کی وہم اور خیال اور حواس خمسہ یعنی باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور لامسہ اور ذائقہ ہین سو یہ سب اسی عضو مین یا اسکے قریب سپرد کیے گئے ہین اور سرکشی کی لفظ بھی اس عضو کی شرارت پر گواہی دیتی ہے اسیواسطے سیاست اور سزا دینا اسکا اُسی عضو خاص سے ہوا چنانچہ چور کی سیاست ہاتھ کا کاٹنا ہے اسواسطے کہ چور چوری نہین کرتا مگر ہاتھ سے نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور گنہگار ہے یعنی سرکشی کی حالت مین پیشانی کے جزون اور ٹکڑون سے اور اُس قوت سے جو پیشانی مین سپرد ہوئی ہے جھوٹی باتین بڑھ بڑھ کے کہتا تھا اور گناہ کے کام بے پروائی سے کرتا تھا کبھی مسکینون اور غریبون کی طرف حقارت کی آنکھ سے دیکھتا تھا اور کبھی اپنی مرضی سے مخالف اگر کوئی کام دیکھتا تھا تو پیشانی پر شکن ڈال کے ترشرو ہوکے بیٹھتا تھا اور کبھی ہنسی اور مسخرگی مین یا لوگونکی حقارت مین سر ہلاتا تھا تو یہ پیشانی اسی لائق ہے کہ اسکو اسیطرح سے ذلیل اور خوار کرین اور اُسکی پیشانی اور چوٹی کے بال کو جنکو ہمیشہ دھوتا اور تیل ڈالتا اور کنگھی کرتا رہتا تھا پکڑ کے کھینچین اور خاک مین ملاوین اور مفسرون نے لکھا ہے کہ خاطی بہت بُرا ہوتا ہے مخطی سے اسواسطے کہ عرب کی زبان مین خاطی اُسکو کہتے ہین جو جان بوجھ کے قصد سے گناہ کرے اور مخطی اُسے کہتے ہین جس سے بے قصد ناوانستہ گناہ ہوجاوے اسیواسطے خاطی کو قرآن مجید مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہی یعنے غسلین کا کھانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کے جو اُنکا بدن جلنے کے سبب سے اُنکے گوشت پوست اور چربی سے اوٹ کے بہیگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی مِنْ غِسْلِيْنٍ لَا يَأْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ یعنے غسلین نہ کھاوے گا اسکو مگر قصد سے گناہ کرنے والا اور مخطی سے کے واسطے بخشش اور معافی کا وعدہ فرمایا ہی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو ہماری بھول اور چوک پر اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہ آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لوگون کے سامنے پڑھا تو رفتہ رفتہ یہ خبر ابوجہل کو بھی پہونچی وہ ملعون نہایت

غصے مین ہوکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ اے نادان کچھ بھی تمکو سمجھ ہے کس کو تو ڈراتا ہے اگر مین چاہون تو ابھی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بھر دون لیکن یہ کسواسطے کرون کہ تجھکو اور تیری قوم کو تو وہ لوگ جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین حاضر رہتے ہین کفایت کرتے ہین اگر اُنکو پکارون تو ابھی تیری حقیقت معلوم ہوجاتی ہے سو اس ملعون کے تکبر کے جواب مین حق تعالیٰ نے ایک آیت دوسری نازل فرمائی کہ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ پھر چاہیئے کہ پکارے اپنے مجلس والون کو یعنے اُن لوگون کو جو اُسکی مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنی موت کے دفع کرنے کیواسطے اور قابض الارواح کے مقابل مین بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بُلاوے ہم بھی اُسکے مقابل مین اپنے ادنیٰ اور حقیر بندون کو بھیجین گے چنانچہ فرماتے ہین سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ قریب ہی کہ بُلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل عرب کی زبان مین بندی خانہ کے پیادون کو کہتے ہین جو لوگون کی مشکین باندھکر کے قیدخانے مین بند کرتے ہین اور یہان پر وہ فرشتے مُراد ہین جو دوزخ پر مقرر ہین اور لوگون کے ہاتھ پانون باندھ کے دوزخ مین ڈالین گے سو اس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنی بدر کے روز مارا گیا اور صحابہؓ بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس ملعون کے کان مین سوراخ کرکے اُسمین رسی ڈالکر مارے جانے کے مقام سے اُسکی لاش کو ایک ناپاک کوئین تک گھسیٹتے لے گئے پھر اُسکی چوٹی کے بالون سے کھینچکر کنوئین مین ڈالا اور اسکی روح کو بدن سے جُدا ہوتے ہی دوزخ کے نگہبانون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پھر اُسکے رفیق اور اُسکی مجلس کے بیٹھنے والے کوئی اس سخت مصیبت مین کام نہ آئے اور زبانیہ کے عددون کا شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہ پر بیان ہی وہ یہ ہی کہ کافرون کے واسطے انیسؔ فرشتے مقرر ہین جو اُنکو پکڑکے دوزخ مین ڈالین گے اور انیسؔ کے مقرر ہونے کی وجہ سورہ مدثر کی تفسیر مین بیان کیگئی ہی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ اُن فرشتون کا قد اتنا لنبا اور چوڑا ہی کہ پیر اُنکا زمین پر اور سر آسمان مین لگتا ہی اور اُن کے سردار کا نام مالکؑ ہی اور اٹھارہ دوسرے اُسکے تابع ہین آنکھین اُنکی بجلی کیطرح چمکتی ہین اور دانت اُن کے بارہ سنگے کے سینگ کی طرح اینٹھے ہوے ہین اور بال اُنکے اتنے لمبے ہین کہ زمین پر گھسٹتے جاتے ہین اور آگ کے شعلے اُنکے مونھ سے

نکلتے ہین اور ایک کندھے سے اُن کے دوسرے کندھے تک ایک برس کی راہ ہی اور اُن کے
ہاتھ کی ہتھیلی ستر ستر ہزار آدمی کی گنجائش رکھتی ہی اور اس زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف
ہے بعضے کہتے ہین کہ یہ ایسی جمع ہی کہ جسکا مفرد نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا مفرد زبنیت
عفریت کے وزن پر نکالا گیا ہی زبن کے لفظ سے جسکے معنے دفع کرنے کے ہین اور زبنیت
ہر متمرد و شریر کو کہتے ہین جن سے ہو خواہ آدمیون سے اور جب ان کافرون کے حال اور
آیندہ کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکی مخالفت پر دلیر کیا
اور فرمایا کَلَّا یعنے ہُت ڈر اُس سے اور اُسکے ڈرانے کو کچھ بھی دل مین مت گن لَا
تُطِعْهُ اُس کے کہنے کو مت مان وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ اور سجدہ کر اپنے پروردگار کو اور نزدیکی
حاصل کر اُس جناب کی سجدے کی عبادت سے ہر چند کہ اُس مردود نے نماز پڑھنے سے بالکل منع
کیا تھا لیکن زیادہ غصہ اُسکا سجدہ کرنے پر تھا اسواسطے کہ نماز کے رکنون مین سجدہ کرنا
تکبر اور غرور کے بہت منافی ہی اور اُسکو تکبر اور غرور پرلے درجہ کا تھا اسیواسطے یہ فعل
اُسکو بہت بُرا معلوم ہوتا تھا اپنے سر جھکانے کا تو کیا ذکر ہے دوسرے کا سر جھکانا دیکھ نہین
سکتا تھا اسیواسطے اُسکے مقابلے مین سجدے کو حکم ہوا تاکہ رغم انف اُسکی ہو یعنی اُسکی ناک
گھسی جائے اور جو اس سرکش کو تکبر کے بدلے مین چوٹی پکڑ کے گھسیٹنے سے خوف دلوایا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے مقابلے مین حکم ہوا کہ اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے
واسطے زمین پر دھرو شکر میں اس بات کے کہ ہمنے تمھارے دشمن کی پیشانی کو خاک مین ملا دیا اور یہ
بھی ہی کہ جو سجدہ کرنا حق تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنیکو فرمایا اور
حکم ہوا کہ اگر تو سجدے مین مشغول ہو تا کہ تیرا قرب درگاہ الٰہی مین کمال کے مرتبے کو پہونچے اور
بڑا مرتبہ اور بزرگی تجھکو حاصل ہووے اور تیرا دشمن خود بخود ذلیل اور خراب ہو جاوے اسواسطے کہ
جسقدر تیرے قرب کے درجے جناب الٰہی مین بڑھینگے اُسیقدر تیرے دشمن کو دوری اور مہجوری
اس درگاہ سے ہوگی اور سجدے کی حالت مین آدمی کو زیادہ تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ
یہ ہی کہ اسوقت مین آدمی اپنی اصل کی طرف کہ خاک ہی متوجہ ہوتا ہی اور جسقدر اُسکی توجہ اپنی اصل کیطرف
زیادہ ہوگی اُسیقدر حق تعالیٰ کا قرب اُسکو زیادہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ فیضان وجود کا اُس جناب سے

اسی راہ سے اسکو پہونچا ہی سو جب اُس نے اپنے تئین پھر اُسی دروازے پر جہان سے آیا تھا پہونچایا اور
اُسی دروازے کو ٹھونکا تو رجوع الی اللہ ثابت ہو گیا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ
اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا فیہ من الدعاء یعنے بندے کو سجدے کی
حالت مین اپنے پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہی سو اُس حالت مین اُسکو چاہیے کہ
دعا بہت مانگے تا کہ جلد قبول ہووے اور یہ آیت تلاوت کی سجدے کی آیتون سے ہی اس آیت
کے پڑھنے سے پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ
ابوجہل نے لوگون سے کہہ رکھا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ
کرتے ہون اُسوقت مجھے خبر دینا کہ مین اُنکی گردن پر اپنا پیر رکھونگا اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے نماز پڑھتے تھے بعضے لوگون نے اُس مردود
کو خبر پہونچائی وہ ملعون موافق اپنے وعدے کے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پہونچ کے
چاہا کہ بے ادبی کرے کہ خود بخود اپنے دونون ہاتھ سپر کی طرح منھ کے سامنے کئے ہوے پیچھے ہٹا
جس طرح سے کسی چیز سے کوئی ڈر کے اپنے تئین بچاتا ہی دو تین مرتبے اسی طرح قصد کیا اور اسیطرح
پیچھے ہٹا لوگ یہ تماشا دیکھنے کو جمع ہوے تھے یہ بات دیکھ کے حیران ہوئے اور اُس سے پوچھا
کہ ماجرا کیا تھا کہ تو اسطرح سے پھرا اُسنے کہا کہ میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک
خندق آگ سے بھری ہوئی ظاہر ہوئی اور اُس کے کنارون پر فرشتون کے پر مجھے معلوم ہوے
اور ایک بڑا اژدہا میری طرف لپکا اُس سے مجھکو نہایت دہشت معلوم ہوئی اور مین ہرگز وہان
ٹھہر نہ سکا اگر ذرا بھی ٹھہرتا تو جل ہی جاتا اور اژدہا مجھکو نگل لیتا لوگون نے پوچھا کہ پھر یہ کیا بات
ہے اُس کافر ازلی نے کہا کہ یہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہے مین اس سے جیت نہین پاتا ہون
اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنکے فرمایا کہ اگر یہ مردود
میرے نزدیک آتا تو فرشتے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہرگز جیتا نہ پھرتا اب جو فائدے اور
باریکیان کہ اس سورۃ سے تعلق رکھتی ہین کچھ بیان ہوتی ہین چنانچہ اُن مین سے ایک یہ ہی کہ
پانچ آیتین اس سورۃ کی قرآن کے نازل ہونے کی ابتدا مین نازل ہوئی تھین اور باقی ابوجہل
کے حق مین بہت دنون کے بعد نازل ہوئین لیکن بموجب حکم پروردگار کے ان آیتون کو

اُن کے ساتھ ملا دیا اور مناسبت کی وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین
سمعی علمون کا ثابت کرنا منظور ہی کہ نقل کرانے اور لکھنے پر موقوف ہین اور یہ بھی ایک نکتہ عجیب
اس سورۃ مین ہی کہ اوّل اس سورۃ کا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہی اور باقی مال کی مذمت پر
تو اس جگہ سے بوجھ لیا چاہیئے کہ علم ایک چیز ہی نہایت مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور
بے رغبتی کے سزاوار ہی اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حق تعالےٰ
نے اپنے تئین اکرم کی صفت سے یاد فرمایا یعنے وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ اور سورۂ انفطار مین
اعتدال خلقت اور ظاہری اور باطنی اعضا کی برابری کی نعمت جو مذکور ہوئی ہی تو وہان اپنے تئین
کریم کی صفت سے یاد فرمایا ہی یعنے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ
فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے
ہین اور کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہی تو یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حُسن اور
جمال کی نعمتون سے بڑھ کے ہی اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین ابوجہل کے حق مین جو اس امت کا فرعون
تھا لَيَطْغَىٰ فرمایا کہ لام تاکید سے مؤکد ہی اور اُسکا صیغہ بھی استمرار اور تجدد پر دلالت کرتا ہی اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے حق مین باوجود اُسکی بادشاہی اور عزت اور مرتبے کے طَغَىٰ
کی لفظ فرمائی ہی بغیر تاکید اور بے صیغہ استمرار کے تو یہ تغیر اسلوب کا اس بات کی طرف اشارہ ہے
کہ فرعون باوجود اس قوت اور مرتبے کے حضرت موسیٰؑ کو رنج نہین دیتا تھا مگر بات کہنے مین اور
اس مردود نے باوجود کمزوری اور بے حکمی کے بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنیکا قصد کیا
اور آپکی ہلاکی کے پیچھے پڑا تھا اور یہ بھی ہی کہ فرعون نے بچپن مین حضرت موسیٰؑ سے اچھے سلوک کئے
تھے اور آخر کو بھی اُسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا یعنی لا اله الا الذي امنت به بنو اسرائيل اور تھوڑا
تکبر اُسکا گھٹ گیا تھا بخلاف ابوجہل کے کہ آنحضرتؐ کی جناب مین بچپن کی عمر سے حسد رکھتا تھا اور
آخر مین ایسا کلمہ کہکر مرا جس سے تکبّر بوجھا جاتا ہی یعنی لو غير اكار قتلني یعنی میرا رتبہ یہ نہ تھا کہ مدینے
کسانون کے ہاتھ سے مارا جاؤن اور جسوقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اُسکا سر کاٹنے کو اُسکے سینے پر
چڑھے تو بطور تکبّر کے کہا کہ یا راعی الغنم لقد ارتقيت مرتقًى صَعْبًا یعنی اے بکری چرانیوالے
بڑے مقام پر بیٹھا تو اور یہ بھی کہا تھا کہ هل اعمد من رجل قتلتمو ه یعنی کیا ہی کوئی دُنیا مین

عمدہ اور بڑا مرتبے مین اُس شخص سے جسکو تم نے قتل کیا ہے پس ان وجہون سے سرکشی اور تکبر اس مردود کا فرعون کے تکبر اور غرور سے بھی بڑھ گیا تھا ہی واسطے اُس کے حق مین ایسی لفظین تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم

سُوۡرَۃُ الۡقَدۡرِ

مشہور تو یون ہی کہ یہ سورہ مکی ہو لیکن اس کے نازل ہونیکے سبب مین جو حالات بیان کیئے جاتے ہین اُنسے یون معلوم ہوتا ہی کہ مدنی ہوگی سواسطے کہ قصے بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور رہتے تھے اور منبر بھی اُسی شہر مبارک مین بنایا گیا ہی اور اس سورۃ مین پانچ آیتین اور تیئیس۲۳ کلمے اور ایکسو بارہ حرف ہین اور اُسکے نازل ہونیکے کئی سبب ہین اول یہ ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم بنی اسرائیل کا احوال صحابۂ کرام کے سامنے بیان فرماتے تھے اس عرصے مین احوال شمعون یا سمنون کا ایک زاہد کا نام ہے جو بنی اسرائیل مین گذرا ہی اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہی بیان فرمانے لگے کہ اُسنے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکھتا تھا اور کافرون کے ساتھ جہاد کرتا تھا اور رات بھر نماز پڑھتا تھا۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کسطرح سے ایسے شخص کے ثواب کو پہونچ سکینگے کہ ہماری عمر کی ساٹھ یا ستر برس ہین سو اُسمین تہائی کی قدر تو سونے مین جاتی ہی اور کچھ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہی اور کچھ اُسمین سے مرض اور سستی مین ضائع ہوتی ہی پھر عبادت کیواسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم بھی ان بات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوے اللہ تعالی نے آپکے دفع ملال کیواسطے یہ سورۃ نازل فرمائی کہ اگرچہ تمھاری اُمت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہمنے تمکو ایک ایسی رات عنایت فرمائی ہی کہ اُس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو ایک روز اگلی امت کی عمرین دکھائین تو اکثر درمیان مین ساٹھ اور ستر برس کے تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم غمگین ہوئے کہ اتنی سی عمر مین میری اُمت کیا کام کریگی اور اُنسے کیا ہو سکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی امتون والے بڑی بڑی عمرونکا ثواب پاوین اور میری اُمت تھوڑی عبادت کیواسطے شرمندہ ہو حق تعالی نے آپکی خاطر مبارک کی تسلی کیواسطے یہ سورۃ بھیجی تیسرے یہ کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو خواب مین دکھایا کہ بنی امیہ کے کلام حضرت صلی اللہ علیہ سلم کے منبر پر ایک کے بعد دوسرا بندرون کی طرح سے

کود کود کر بیٹھتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے ہین یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری
تو آپکی تشفی کیواسطے یہ سورۃ نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی اُمیہ کی سلطنت کی مدت ہی کہ انکی
بادشاہت کا زمانہ اسیقدر تھا اور اس سورۃ کو سورۂ قدر سواسطے کہتے ہین کہ اسمین مذکور لیلۃ القدر
کا ہی اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ قدر مقدار اور رتبہ کو کہتے
ہین اور اس رات مین مقدار اور رُتبہ بنی آدم کے صلحا اور عابدونکا ظاہر ہوتا ہی اور مراتب یکسو یعنی فرامے
کمائے ہوے اُن کے قرب اور منزلت مین عند اللہ ثابت ہوتے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادتکا
ثمرہ ظاہر ہوتا ہی اور فرشتے اور ارواحین قدر اور منصب سے ہر ایک کے مطلع ہو جاتے ہین دوسرے یہ کہ قدر
بزرگی کے معنون مین بھی آتا ہی چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالی قدر یا ذو القدر ہی یعنی شرف اور
بزرگی رکھتا ہی اور یہ رات کئی طور سے دوسری راتون پر شرف اور مرتبہ رکھتی ہی اول یہ کہ تجلی الٰہی
شام سے صبح تک اس رات مین متوجہ بندون کے حال کی طرف ہوتی ہی اور انکو قرب معنوی حق تعالےٰ
کی جناب مین پیدا ہوتا ہی دوسرے یہ کہ فرشتونکا عالم اور ارواح کا عالم ملاقات کو صلحا اور عابدونکی
آسمان سے زمین پر آتے ہین اور اُن کے نزدیک ہونیکے سبب سے عبادتون کی کیفیت اور طاعتون
کی حلاوت دوسری راتون کی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے ہزارون درجے بڑھ جاتی ہی تیسرے
یہ کہ قرآن مجید بھی اسی رات کو نازل ہوا ہی یعنی لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اور یہ ایسا شرف ہی کہ
نہایت نہین رکھتا چوتھے یہ کہ پیدائش فرشتون کی بھی اسی رات مین ہی پانچوین یہ کہ بہشتونکا آراستہ
کرنا بھی اسی شب کو ہی چھٹے یہ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش کا مادہ بھی اسی شب کو جمع ہوا ہی اور صحیح روایت
مین آیا ہی کہ عثمان بن ابی العاصؓ کا ایک غلام تھا کہ سالہا سال جہازون کی مُلاحی کی تھی ایک روز
اُسنے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہی کہ میری عقل اُس سے حیران ہی
وہ یہ ہی کہ دریائے شور کا پانی سال مین ایک رات میٹھا ہو جاتا ہی عثمان بن ابی العاصؓ نے
اُس سے کہا کہ جب وہ رات آوے تو تو مجکو خبر کرنا دیکھون تو وہ کونسی رات ہی اور کیا بزرگی رکھتی ہے
اُس غلام نے ستائیسوین کو رمضان المبارک کی اُنسے کہا کہ یہ رات وہی ہی غرضکہ مضمون سے اس
سورۃ کے معلوم ہوتا ہی کہ عبادتین اور طاعتین وقتون کی نیکوئی اور مکانون کی بزرگی اور اجتماع
اور حضوری صالحون کے سبب سے ایجاب مین ثواب کے اور ایراغ مین برکات اور انوار کے بڑا مرتبہ

رکھتی ہین آور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کی مشقت اور رنج کے موافق
اُسوقت ثواب دیا جاتا ہی تاکہ اس طور کا کوئی سبب درمیان مین نہو جیسا کہ فرمایا ہی کہ اَجْرُكِ
عَلٰى قَدْرِ نَصَبِكِ یعنی ثواب تیرا تیری محنت کی قدر ہی لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت حاصل
ہوتا ہی تو ثواب طاعتون کا رنج اور مشقت کے اندازے پر نہ ہوا اسواسطے کہ بہت ہوتا ہی کہ تھوڑی سی عبادت
جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان مین بہت سی طاعت سے بہتر اور زیادہ ہو جاتی ہی اور یہ بھی سمجھ لیا
چاہیئے کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرف کے لوگونکی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہی جیسے دعا قبول
ہونے کی گھڑی کو جمعہ کے دن مین اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچون نمازون مین اور اسم اعظم کو اسماء الٰہی مین
اور مقبول طاعت کو دوسری طاعتون مین اور اولیاء اللہ کو دوسرے لوگون مین تاکہ تمام لوگ ہمیشہ ان
چیزون کی جستجو مین رہین اور سب راتون کی اور سب ساعتون کی اور سب نمازون کی اور سب اسماء
الٰہی کی اور سب طاعتون کی اور سب نیک لوگون کی رعایت کرین آور اس متبرک رات کے چھپانے
مین بھی ایک حکمت ہی جیسے مرنے کے اور قیامت کے دن کے چھپانے مین حکمت ہی وہ یہ ہے کہ مکلفین
محنت اور کوشش مین قصور نہ کرین اور تکیہ اور بھروسہ ایک چیز معین پر نہ کر بیٹھین اور غفلت اور
سستی کو نہ اختیار کرین اور اس شب کے پوشیدہ رکھنے کی وجہون مین یہ بھی کہا ہی کہ اگر شب قدر
عام لوگون پر ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات مین عبادت کرکے ثواب ہزار مہینے کا کماتے اور
بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس رات کو لغویات اور معصیات
مین گزارنے سے عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٰہی نے اس بات کو چاہا کہ لوگ اس کو
یقینی نہ جانین کہ دیدہ و دانستہ اس رات مین گناہ کرین اور عذاب عظیم مین گرفتار ہون ہرچند کہ
بعضون کو اس رات مین عظیم ثواب حاصل ہوتا لیکن دفع ضرر کا بہتر ہی منفعت کے حاصل کرنے سے
آور یہ بھی سمجھ لیا چاہیئے کہ بعضے مفسرون نے قدر کو تقدیر کے معنی مین لیا ہی اور کہا ہی کہ روزیان اور
موتین اور دکھ اور بیماریان اور عمل اور سوا اسکے دوسرے حادثے جو دنیا مین ہونے والے ہین
اسی رات کو مقدر ہوتے ہین اور فرشتون کو فردین اُن کامون کی جو اُنسے متعلق ہین لوح محفوظ
سے نقل کرکے سپرد کر دیتے ہین تاکہ مطابق اُس نوشتے کے تمام سال عمل کرین لیکن صحیح یہ بات
ہے کہ یہ تقدیر شعبان کی پندرھوین رات کو ہوتی ہی جسکو شب برات کہتے ہین اگرچہ تابعین مین سے

بعضون نے کہا ہی کہ نقل نویسی اُس رات کو ہوتی ہی اور متصدیون کے حوالے اس رات مین
کرتے ہین تو ابتدا تقدیر کی شب برات مین ہوئی اور اُسکی انتہا اس رات مین لیکن تحقیق وہی
بات ہی جو ذکر کیگئی اور شب قدر کی تعیین مین بہت اختلاف ہی جو کچھ کہ قرآن مجید سے ثابت
ہوتا ہی سو اسیقدر ہی کہ وہ مبارک رات رمضان کے مہینے مین ہی سو اسطے کہ اس سورۃ مین
قرآن کا نازل ہونا اسی رات مین فرمایا ہی اور اس رات مین عبادتین اور طاعتین اور منصب اور مرتبہ
ہر مقرب الی اللہ کے عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے
ہین اور سورۂ بقرہ مین دوسرے سیپارے مین فرمایا ہی کہ نزول قرآن شریف کا رمضان کے مہینے مین ہے
پس جمع کرنے سے ان دونون فرمانون کے اسیقدر ثابت ہوتا ہی کہ شب قدر رمضان کے مہینے مین
ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ شب قدر تمام سال مین دائر ہو اور جس سال مین قرآن نازل ہوا تھا اس سال
مین رمضان کے مہینے مین واقع ہوئی ہو لیکن یہ قول نہایت بعید ہے اور از روے حدیث صحیح مشہور کے
ثابت ہوا ہی کہ وہ رات رمضان کے مہینے کے آخر دہے کی طاق راتون مین ہی پس تمام سال
مین یہ پانچ راتین اس بات کا احتمال رکھتی ہین کہ شب قدر ہون اکیسوین تیئیسوین پچیسوین ستائیسوین
انتیسوین اور اصح یہ بات ہی کہ ایک رات ان راتون مین سے شب قدر ہوتی ہی بے تعیین کے کسی سال
اکیسوین کسی سال تیئیسوین اور کسی مین پچیسوین اور کبھی ستائیسوین اور کبھی انتیسوین اور یہ بات جو
مشہور ہے کہ ستائیسوین رات ہی سو اس سبب سے ہی کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو واقع ہوتی ہی سو اسطے
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ لیلۃ القدر مین نو حرف ہین اور یہ لفظ اس سورۃ مین
تین بار مذکور ہی اور جب تین کو نو مین ضرب دین تو ستائیس ہوتے ہین بعضے علما نے کہا ہی کہ اس
سورۃ مین تیئیس کلمے ہین اور ستائیسوان انمین سے ہی کا لفظ ہی کہ شب قدر کیطرف پھرتا ہے
اور یہ اشارہ ستائیس کے عدد کیطرف ہو واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۸ مقرر ہمنے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر
مین یعنی وہ رات کہ جسمین قدر اور مرتبہ عبادت کرنیوالون کا ظاہر ہوتا ہی اور مرتبے انکی ولایتون سے
عالم ملکوت اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اور منصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے

اُن مرتبون کے مستحقون کے واسطے اس رات کو معین اور مقرر کرتے ہین اور اس معاملے کو رات کے ساتھ اسواسطے مخصوص کیا کہ دن ظہور کا وقت ہی تو مشابہ ہی عالم شہادت سے اور رات پردہ پوشی کا وقت ہی پس عالم غیب سے کمال مشابہت رکھتی ہی اور بھید اس رات کا وہ جو بعضے عارفون کو معلوم ہوا ہی وہ یہ ہی کہ رات وصل کا وقت ہی اور صورت عمل کی ہی شب مین سطور سے جلوہ فرماتی ہی کہ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندون کے حال کیطرف متوجہ ہوتی ہی اور مدرک اور ادراک یعنی بوجھون اور ذہنون مین اُن کے ایک فراخی پیدا ہوتی ہی اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کی خدمت کرتی ہی اور وہ تجلی ایک عالم کو ملائکہ اور ارواح سے کہ عالم قدس کے رہنے والے ہین اپنے ہمراہ لاتی ہی اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہری سے اور ملنا آسمان کے کمالات کا زمین کے کمالات اور انوار سے اور دونا انوار اور روشنیان ایک کی دوسرے مین اور فائدہ حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے شعلے اور لمعات سے یعنی کمالات اُسکی روشنیون سے اُسرات کو بخوبی ہوتا ہی اور عالم روحانی مین ایک عجیب حالت پیدا ہوتی ہی کہ اُسکی شرح بیان کرنا بہت مشکل ہی لیکن ایک ناقص مثال سے اسقدر سمجھنے کے واسطے بیان کیا جاتا ہے کہ موسم برسات کے آنے کے طور پر بوجھ لینا چاہیے کہ آسمان سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی گرمی کی تیزی سے جو زمین کی اُبھارنیوالی قوت مین تاثیر کرتی ہی اور ہرے ہرے دانے اور گٹھلی مین جو جو شکل چھپی اور پوشیدہ ہی وہ سب طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے لہلہاتے ظاہر ہوتے ہین اور بڑی رونق اور کمال زینت عالم مین حاصل ہوتی ہی باقی رہا یہان پر ایک شبہ اور وہ یہ ہی کہ نزول قرآن تیئیس برس تک ہی اور شروع اُسکے نزول کا ربیع الاوّل کے مہینے مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیسوین برس کا شروع تھا اور قرآن مجید مین قرآن کے نازل ہونیکا اشارہ تین معین وقتون کی طرف فرمایا ہی ایک تو رمضان شریف اور دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علماء کے نزدیک شب برات ہی یعنے پندرھوین رات شعبان کی پھر ظاہر اور موافقت ان امر واقعی مین اور ان مخالف تعبیرون مین کیونکر درست آویگی سو اسکا جواب روایتون مین تامل کرنے کے بعد جو معلوم ہوا ہی سو یہ ہی کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت مین کہ وہ ایک جاے ہی آسمان دنیا پر گھڑی ہوئی ہی ملائکہ وغیرہ سے شب قدر مین ہے جو رمضان کے مہینے مین واقع ہی اور اندازہ اُسکے نزول کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانون کو

کہ اُسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا پر پہونچا دین اُسی سال کی شب برات مین تھا اب اس صورت مین
تینون تعبیرین درست ہوئین یعنی نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے مین واقع ہوا اور نزول
تقدیری اُس سے پہلے شب برات مین اور نزول قرآن کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول
کے مہینے مین چالیسوین برس کے شروع مین ہی اور تمام ہونا اُسکے نزول کا آخر عمر مین پس تعرض نہ رہا
وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا بزرگی ہی شب قدر کی یعنے ہر چند کہ عارف
وسیع المعرفت جلیل المرتبہ ہو لیکن اس تجلی الٰہی کی حقیقت کو کہ گونا گون عالم ہمراہ رکھتی ہی اور رنگارنگ
تاثیرین ہر ایک کی استعداد کے موافق ظاہر کرتی ہی جیسا کہ چاہیے ویسا بیان کر نہین سکتا اس واسطے
کہ شرط اُسکے جاننے کی واقف ہونا ان سب عالمون اور اُن سب استعدادون پر ہی اور یہ بات
تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہے پس جسقدر کہ ظاہر کرنا اس شب کی عظمت کا
ممکن ہی بیان کیا جاتا ہی کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ شب قدر بہتر ہے ہزار مہینون سے
کہ اُن مین شب قدر نہ ہو اور مدعا یہ کہ ہر مہینہ شامل ہے دنون کو اور راتون کو اور ہر روز اور ہر شب
موافق ان للہ فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لہا شامل ہونے والے تجلیات
غیبیہ اور شہودیہ کے ہوتے ہین لیکن یہ تجلی کہ اس شب مین واقع ہوتی ہی اُن تجلیون کی نسبت سے
ایسی ہے جیسے کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتھ ہوتی ہی عام ہونے اور شائع ہونے مین اور
اسمار الٰہی کی بلندی کے سبب سے کہ مادہ اس تجلی کے ہین اور ہزار کے عدد کی تخصیص اس واسطے ہی
کہ عرب کی زبان مین عدد کا نام یہین تک ہی اور ہزار سے آگے اُنکی زبان مین نام نہین ہی تو گویا
کہ اشارہ فرمایا ہی عدد کی انتہا پر اور مہینون کی تخصیص اس واسطے ہی کہ باوجود اس بات کے کہ
سال مین رات اور دن زیادہ ہین لیکن عرب کے سال کہ قمر کے دور سے شمار کرتے ہین فقط اُنہین
مہینون کی تکرار سے ہی اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہی اور مخصوص دنون کے ساتھ ہی برخلاف
چاند کے کہ رات سے خصوصیت رکھتا ہی اور باوجود ان سب باتون کے چاند کو زیادہ مناسبت
اس مقام پر ثابت ہوتی ہی اس واسطے کہ چاند کا نکلنا پہلی شب سے چودھوین تک بلکہ ابتدا سے انتہا
تک رات ہی مین واقع ہوتا ہی تو گویا کہ نور کی تجلی کا ظہور ہی دنیا کے ظلمت کدے پر اور جسوقت کہ تجلی
الٰہی اس رات کو اس عظمت اور بزرگی کے ساتھ واقع ہوتی ہی تو ثواب اس رات کی عبادت کا

ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہوگیا اب آگے بیان اُسکی عظمت کا فرماتے ہین کہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَالرُّوْحُ فِيْهَا اُترتے ہین فرشتے آسمان سے اور روحین علیین کے مقام سے اُس رات مین ملنے کو
اہل کمال سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل کرنے کو اور لذیتن اُٹھانیکو بسبب معلوم کرنے
اُن کیفیتون کے جو زمین والون کی ذات مین اپنے محبوب اور معبود کی نسبت سے حاصل ہوئی ہین
اور یہ نازل ہونا اُنکا زمین والون کے نور اور حضوری زیادہ ہونے کو بھی ہی اور اس واسطے بھی
ہی کہ آسمان کو کیفیتین زمینون کی بطور انعکاس کے حاصل ہون پس علوی کمالات اور سفلی کمالات
دونون گروہون مین تو کس انوار کے طور پر جلوہ فرماوین اور ایک شکل دونون نوعون سے مرکب
ہوکے کمال کی صورت پکڑے اور وہ جو ہر ہر فرد مین کمالات مندرج تھے سوا اجتماع کے اور حاصل
ہونے ہیات وحدانی کے سبب سے کہ مشابہ مزاج مرکب کے ہے دوسرا رنگ دکھاوے جیسے مزاج
معجون مرکب کا اجزاے مختلفۃ الکیفیات سے کہ ہر ہر فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا
کرتی ہی اور یہ ایک طلسم ہے طلسمات الٰہی سے کہ ناقص کو اس طریقے سے کامل کے حساب مین
داخل کرلیتے ہین اور اسی بھید کے سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے افضل ٹھہرایا ہی اور
جسقدر جماعت کثیر ہوتی ہی اُسیقدر روشن ہونے مین دل کے اور مقبول ہونے مین عنداللہ کے
تاثیر زیادہ کرتی ہی اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کامون کے جاری کرنے کیواسطے جو
ملائکہ سے تعلق رکھتے ہین یا حاصل ہونے کو اُس مناسبت کے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ کے
ساتھ کبھی پائی جاتی ہی ہوتا ہی سو واسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہی کہ یہ نزول اس قسم سے نہین ہے
بلکہ یہ نزول بِاِذْنِ رَبِّهِمْ حکم سے اُن کے رب کے ہی غرض یہ ہی کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور
ارواح کو فرمانبرداری مین لیکر واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیئات وحدانیہ کمالات مختلفۃ الطبقات
کا ہی نیچے لائی ہی پس بے شبہ نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سواے ہوتے کے اس طور پر ہے جیسے کوئی
متصدی یا امیر بادشاہ کا کسی کے گھر اپنی آشنائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب سے آوین اور نازل ہونا
ملائکہ اور ارواح کا اُسوقت مین بلا شبہہ اسطور پر ہی کہ حکم سے بادشاہ کے اس شخص کے گھر مین جمع ہون پس
بڑا کچھ کر تفاوت ان دونون حالتون مین ہی ظاہر اور روشن ہی مِنْ كُلِّ اَمْرٍ بیان ملائکہ اور
ارواح کا ہی یعنی ملائکہ ہر کام کے اور ارواح ہر کام کے کہ قرب الٰہی کمال کے ساتھ تعلق ہی نزول فرمانے کو

ہر چند کہ سب لوگ منزل علیہم یعنے جنپر نازل ہوئے ہین استعداد اس قرب و کمال کی نہین رکھتے ہین لیکن پیدا کرنا ہیأت وجدانیہ کا اور پورا کرنا نقصون کے نقصان کا منظور ہی اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ایک خاصیت دوسری اُس شب کے خواصون مین سے بیان فرماتے ہین سَلَامٌ ۛ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ؏ سلامتی ہی اس رات کو نفس اور شیطان کی شر سے کہ اکثر ملجا ان کے شرون کا طاعتون کے رد ہوجانے کا سبب ہوتا ہی سو اس رات کو نور تجلی کی چمک سے اور حاضر ہونے ملائکہ اور ارواح کے سبب سے نفسانی حادثون کی تاثیر اور شیطانی خطرات بالکلیہ دفع ہو جاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک یکسان ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہی بخلاف اور راتون کے کہ اول تہائی مین شیطانون کے پھیلنے کا وقت ہی اور اُنکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنے والون کی خاطرون کو پریشان کر دیتے ہین سو واسطے اس ثلث مین فرض نماز مقرر فرمائی ہی اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور بُرے بُرے خیال اور پریشان خوابین اور نفسانی خواہش طبیعت کی عادت سے ظاہر ہوتے ہین اور خراب کرتے ہین اور دعا سے اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتے ہین اور تیسرا حصہ یعنی پچھلی رات کہ ان دونون خرابیون سے بچی ہوئی ہی سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کے واسطے مقرر ہوئی ہی اب اس جگہ پر جاننا چاہیئے کہ عالمون کا اختلاف ہی اس بات مین کہ ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جیسا کہ قرآن کے ظاہر لفظ اسی پر دلالت کرتے ہین یا وہ ملائکہ اور ارواحین مراد ہین جو سدرۃ المنتہیٰ مین رہتے ہین جیسا کہ بعضی حدیثون مین مذکور ہے ہر طرح سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سب کا اتفاق ہی اور اُنکا مقام سدرۃ المنتہیٰ کے بیچ مین ہی اور ان کے ہمراہ سب ملائکہ اور ارواحین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنے والے سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور اُنکے مصافحہ کرنے کا نشان یہ ہی کہ عین عبادت کی مشغولی مین بال بدن پر کھڑے ہو جاتے ہین اور دل مین رقت پیدا ہوتی ہی اور آنکھ سے آنسو نکل آتے ہین اور اُس عبادت مین نہایت لذت حاصل ہوتی ہی۔

اور اس رات کے خواص سے ایک یہ ہی کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہی تو سب کو لازم ہی کہ ایسی دعا اس رات کو مانگین جو سب بہتریون کو دنیا اور آخرت کے شامل ہو اور حدیث صحیح مین آیا ہی

کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر
کو پاؤن تو کیا دعا مانگون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ
الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یعنی یا اللہ تیرا نام عفو ہی اور بخشنے کو تو دوست رکھتا ہی سو بخشدے مجکو اپنے کرم سے
اور حدیث مین یہ بھی آیا ہی کہ مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ
یعنی جو شخص زندہ رکھے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتھ ثواب کی طلب کیواسطے
تو اُسکے پچھلے گناہ سب بخشدیے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے کہا ہی کہ سَلَامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ
کے یعنی یہ ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون پر سلام کہتی ہین اور صاحب کمالون سے
مصافحہ کرتی ہین پس یہ آیت ملاقات کی کیفیت بیان مین ہی نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم بالصواب

سورۃ البینۃ

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین آٹھ آیتین اور چورانوے کلمے اور تین سو چھیانوے حرف ہین اور بینہ لغت مین
ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین کہ اُس چیز کے دیکھنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچھ شک و
شبہہ اُسمین باقی نہ رہے جیسے گواہ معتبر دعوی مین اور اس سورۃ کا نام بینہ سواسطے رکھا ہی کہ یہ سورۃ دلالت
کرتی ہی اس بات پر کہ وجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بخود اپنی نبوت پر ایک روشن نشانی ہی یہانتک
کہ کچھ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہین ہی اور جو شخص وضعون اور احوالون اور افعالون اور
اقوالون اور اخلاقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقیناً سمجھے
کہ اس قسم کی مقدس ذات بے شبہہ و شک لیاقت پیغمبری کی رکھتی ہی اور جھوٹ اور بناوٹ کا یہان
ہرگز دخل نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے کہ باپ اور
دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی حالت مین گذر گئے تھے اور بھائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے جہل مرکب مین گرفتار تھے ستھرے آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل
واقف نہ تھے اُن کے درمیان مین آپکی ذات بابرکات کا کمال حُسن اخلاق اور نہایت آداب
کی رعایت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور باوجود اس بات کے کہ آپ اُمی محض تھے بلکہ مکتب مین بیٹھے بھی
نہ تھے مشکل علمونکی باریکیان واضح بیان سے ارشاد فرماتے تھے اور الفاظ کو کہ گویا وہ بھی
معجزے تھے کمال فصاحت سے ادا کرتے تھے اور کبھی کوئی بات خلاف عقل اور مروت کے آپ سے

ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرون اور جنگ وصلح کے مقدمے اور سوا انکے ہر کام آپ کا حکمت کے قاعدے پر جاری تھا پھر باوجود نہ ہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے کے پہونچنا بغیر تائید غیبی کے اور بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہی یہی معنی پیغمبری کے ہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝

نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونیوالے اپنے آئین اور وضع سے جبتک کہ نہ آوے اُنکے پاس کھلی نشانی حاصل اس آیت کا یہ ہی کہ قبل مبعوث ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک مین لوگ دو قسم کے تھے ایک قسم تو مشرک تھے کہ بعضے اُنمین سے صابئین اور مجوس کیطرح سے روحانیت کو ستارون اور آگ کی پوجتے تھے اور بعضون نے ملکا اور بزرگون کی صورتون کو معبود ٹھہرایا تھا اور اُنکو بہت مقرب درگاہ الٰہی کا سمجھ کر وسیلہ دین اور دنیا کا سمجھے تھے جیسے قریش اور دوسرے وہان کے جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل کتاب کہ اپنے کو تابع کتاب الٰہی کا جانتے تھے اور بعضے توریت اور زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتے تھے اور بعضے انجیل کو بھی مانتے تھے اور یہ سب فرقے قبیح بدعتون مین اور بُری رسمون مین اور باطل اعتقادون مین ایسے جم گئے تھے اور مضبوط ہو گئے تھے کہ پند اور نصیحت اور وعظ اور ارشاد اُنکے دلون مین اثر نہین کرتا تھا اور قائم کرنیسے دلائل عقلی کے اور بھلانے قرائن اور حکمون کے ہرگز صلاحیت پر نہین آتے تھے اور سب یہی کہتے تھے کہ ہم اپنی قدیمی وضعون کو اور اپنے موروثی دینون کو ہرگز نہ چھوڑینگے جبتک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کھلا معجزہ نہ دیکھلین اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جنکی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا دیکھی ہی اور اگلے انبیاؤن سے سُنی ہی ظاہر نہ ہون اور ہمکو ہمارے کامون پر آگاہی نہ دیوین ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نہ چھوڑینگے اور یہ حالت اُنکی بعینہ ایسی تھی جیسے اس اُمت کے بعض گمراہ فرقون کی اس زمانے مین ہی کہ ایک گروہ اپنے کو صوفی ٹھہرا کر بدعتون مین پھنسے ہوے ہین اور ایک طائفہ ملحدون کا اور اُنکے قیدون کا کہ آپکو تارک دنیا مقرر کیا ہی اور انسانیت کی حد سے باہر نکلگئے ہین اور ایک گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکھا ہی اور باطل عقیدون مین گرفتار ہین اور کتنون نے اپنے تئین علما کے زمرے مین قرار دیکر ٹھگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلے شرعی

نکالکر ایک عالم کی راہ ماری ہی اور روایتین نادر اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہی اور بالکل خلاف
اصول کے ہین دنیا کی طمع کے واسطے لوگون کو بتاتے ہین اور راہ حق سے پھیرتے ہین پھر ان
سب طائفون کو اگر عقلی و نقلی دلیلون سے سمجھایا جاوے سیدھے محمدی راستے پر قائم ہو جاؤ اور اپنی
موروثی بدعتون کو چھوڑ دو تو ہرگز نہین سنتے ہین اور ان سب گمراہ فرقون کا جواب مقابلے مین
وعظ اور نصیحت اور آیات کے یہ ہی کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین اپنے کو بغیر کوئی دلیل ظاہر کے اور
بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظاہر ہونیکے اور اُن کے بیان شافی کے ہرگز نچھوڑینگے
پس اسی حالت کیطرح یعنے جیسے اب ہی قبل ظاہر ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم مین تھے
تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آوے کہ خود بھی ایک ظاہر حجت ہو اور اُسکا بیان شافی سب کو جہالت
مرض سے نجات بخشنے چنانچہ اسکا بیان فرماتے ہین رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ؕ آوے ایک پیغمبر کہ پڑھے ورق پاک کہ اُنمین لکھا ہی مضبوط اور تفصیل اس اجمال کی
یہ ہی کہ تین چیزین ارشاد اور نصیحت مین نہایت مرتبہ عالی رکھتی ہین پہلے یہ کہ ایک شخص بھیجا ہوا خدا کا
ہووے اور معجزون کے دکھلانے اور انسانی کمالون کے جمع ہونے سے اُسکی رسالت خدا کی طرف سے
ثابت ہو سو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین کماحقہ ثابت تھی اسواسطے کہ رسالت کی
شرطین اور انسانیت کے کمالات کی نہاکو پہونچنا باوجود اُمی ہونیکے اُنمین ظاہر نظر آتی تھین دوسرا
کلام اُترا ہوا غیب کا کہ معجزون کے نور اُسمین روشن ہون اور برکتین اور نور اُسکی تلاوت مین نیک لوگون کو
نظر آوین اور کلام کے عیبون سے کہ ہزل اور کذب و تناقض ہی پاک ہو اور یہ بات قرآن مجید مین کہ
ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اُمی ہونیکے اُسکو تلاوت فرماتے تھے ظاہر اور روشن ہی تیسرے یہ بات
کہ ایسی کتاب کہ اُسمین اگلی کتابین مندرج ہون اور مضمون اُنکے اُس کتاب کی مختصر عبارت مین
لپٹے ہون اور وہ معنی اور مضمون کہ ملونۃ الصدق ہین یعنے سچے سمجھے ہوئے ہین اور واضح تقریرین
ذہن نشین عبارتون مین ادا کی گئی ہون سو یہ چیز بھی اس کلام مجید مین بھرپور موجود ہی بلکہ خلاصہ
تمام اولین اور آخرین کا اُسمین صاف صاف یا اشارۃً مذکور ہی اسواسطے اس کلام شریف کے
نازل ہونے کے وقت سے آجتک کہ بارہ سو برس سے زیادہ گذرے ہین بڑے بڑے علما طرح طرح
کے علمون کے زور سے اُسکی عبارتون اور معنون مین غور کرکے نکتے باریک باریک اپنی استعداد

اور حوصلے کے موافق نکالتے ہین وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ + تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ یعنی سب علم موجود ہین قرآن مین لیکن قاصر ہوئی ہین اُس سے بوجھین آدمیون کی اور جب یہ تینون چیزین ایک جائے پر جمع ہون تو ارشاد اور ہدایت مین اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہی اب سزاوار یہ بات تھی کہ سب مخالف طائفے بعد مبعوث ہونے ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو چھوڑ کر ایک رو اور ایک جہت ہو کر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسی طرح کا اختلاف اور تفرقہ جائز نرکھتے لیکن نفس اور شیطان کے غلبے کے سبب سے پھر اُسی اختلاف اور تفرقے کے مرض مین گرفتار ہوے ہین چنانچہ فرماتے ہین وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اور متفرق نہین ہوئے جن لوگونکو ملی تھی کتاب یعنی یہود اور نصاری مگر بعد اس بات کے کہ آچکی اُنکو نشانی روشن یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت مین بھی یہودی بُری بُری بدعتین اور خراب خراب اعتقاد اور جھوٹی جھوٹی باتین اور خبرین بے اصل بنا کر اور اُنکو حق تعالی کی طرف نسبت کر کے اسطرح شیطان کے پھندے مین گرفتار رہتے جناب باری نے اُنکی ہدایت کے واسطے کھُلے کھُلے معجزون کے ساتھ جیسے مُردونکا جلانا اور مادر زاد اندھون کا اچھا کرنا اور کوڑھیون کا تندرست کر دینا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو اُنکی طرف بھیجا اور اُن لوگون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آنے کے بعد ایک بڑا اختلاف ڈالدیا یعنی ایک گروہ نے آپکو فرمانبردار حضرت موسی علیہ السلام کا ٹھہرا کر حضرت عیسی علیہ السلام سے مخالفت شروع کی اور اُن کے قتل اور ایذا کے درپے ہوے اور ایک گروہ نے اپنا لقب نصاری ٹھہرا کر اپنے زعم مین حضرت عیسی کے دین کی مددگاری اختیار کی اور آپسمین مارکٹائی اور لوٹ مار اور لعن طعن ہونے لگا اور قرنون تک اسی طور سے خون خرابی مین گذری اور مدعا اس آیت سے یہ ہی کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب الٰہی کا بغیر حضرت حق کی توفیق کے اور ارادے کے ہدایت اور اصلاح اور ارشاد کیواسطے کافی نہین ہونا چاہیے تھا کہ ہمکو مستقل اسباب ہدایت کا گمان نہ کرنے اور اسیواسطے محققون نے کہا ہی کہ قرآن اور پیغمبر اچھی غذا کے مانند ہین کہ تندرست بدن کو کمال قوت اور طبعی اور حیوانی اور نفسانی کامون مین چُستی پیدا کرتی ہی اور مریض کیواسطے وہی غذا امراض اور بیمارونون کی زیادتی کا سبب ہوجاتی ہی پس اصل روح کے مزاج کی درستی ہی اُسکو تصحیح کرنا چاہیے اور تعصب کی

فاسد خلطون سے اور جہالت کی رسوات اور خیالات کی قیدون سے پاک صاف کرنا چاہیے بعد اُسکے اُس غذائی لطیف سے تقویت حاصل کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ اس آیت مین بیان اُس تفرقے اور اختلاف کا منظور ہو کہ بعد رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا اور وہ یہہ ہی کہ ایک طائفہ یہود اور نصاری کا انکار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُنکے تابعون سے قتال اور جدال کیواسطے آمادہ کمر بستہ ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی اور اُن کے دین کی تائید اور نصرت کے واسطے دل و جان سے شریک ہوئے اور اس سورۃ مین اہل کتاب کے تفرقے کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا اسواسطے ہی کہ یہ بات کتاب والون سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے تھے اور انبیاؤن کے حال و احوال سے اور کتب الٰہی کی شان سے خوب واقف اور آشنا تھے نہایت تعجب معلوم ہوا بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزون سے آگاہ نہ تھے اگر اختلاف کرین تو کچھ دور نہین اور جب یہ ماجرا مفصل بیان ہو چکا تو یہان گمان ایک شبہے کا تھا اُسکو بھی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہہ ہی کہ ہر چند کہ معجزے ظاہر اور علامتین روشن حقیقت پر ایک شخص کی گواہی دین لیکن جب شخص بخلاف پہلی شریعتون کے کہ اجماع انبیا علیہم السلام کا اُن پر ہو چکا ہی امر و نہی کرے اور اُن شریعتون کو باطل کرے تو اُسکی بات ماننی نہ چاہیے اور اُن سب معجزون اور علامتون کو اقبال دنیوی پر یا اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہیے اور تقریر اس شبہے کے دفع کرنے کی اس آیت مین ہی وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۵ اور حکم نہین ہوا اُنکو پیغمبر کی شریعت مین مگر یہی کہ عبادت کرین اللہ کی خالص کر کے اُسکے واسطے دین کو پھر جو خصوصیت اور کیفیت کہ عبادتون مین یہ پیغمبر بیان کرتا ہی گو پہلی شریعتون مین وہ خصوصیت اور کیفیت نہ ہو لیکن یہ سب توطیہ اور تمہید ہی اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کیواسطے اور اخلاص کی تاکید اور حجاب کے دور ہونے کے واسطے اُس ذات پاک سے اور یہ کہ حنیف ہو جائین اور حنیف عرب کی زبان مین اُسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے غیر کی طرف توجہ نہ کرے اور ہر کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہے اور یہ کہ قائم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت نماز کی اور زکوۃ کے ادا کرنے کی مختلف ہووے یہی ہی دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک انبیا اور حکما اور علما نے اُسی کی شرح

اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہی اور اس شبہے کے دفع کرنیکا حاصل یہ ہی کہ مقصود اصلی اس شریعت کا اگلی شریعتون
سے نہایت مطابق ہی اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق وقت اور حال کے تفاوت ہوا لیکن حقیقت
مین مقصود کا مطابق ہونا اصل کے ساتھ کفایت کرتا ہی چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہی مثلاً یونانی طب
بقراط اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی بن سینا اور محمد زکریا اور مسیحی کے زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنی کر کہ اصول
جو مقصود یونانی طبیبون کے ہین ہر زمانے مین محفوظ ہین انمین تغیر اور تبدل نہین ہوا چنانچہ سب کہتے ہین کہ مسہل
نضج کے بعد یعنی فاسد مادہ پکجانے کے بعد دینا چاہیے اور بحران کے روز مریض کو چھیڑنا نہ چاہیے اور مرض کو
اُسکی ضد سے دفع کرنا چاہیے اور صحت کو اُسکی جنس سے محافظت اور نگاہ رکھنا چاہیے اور علی ہذا القیاس اب جو
شخص کہ متاخرین یعنے پچھلے طبیبونکی کتابونکو دیکھے اور اُنکے مقصدون کے اصول کو مطابق اصول مقاصد متقدمین کے
بوجھے تو یقینی اُنکی طبابت کو دریافت کریگا کہ خصوصیتین کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت
تفاوت رکھتی ہین اُنکی کتابون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے
اور حکمت کی باریکیونکی رعایت کہ ان خصوصیتون مین واقع ہوئی ہی دیکھے تو ضرور متاخرین کی
فضیلت کا قائل ہوگا موافق مضمون اس قول کے کہ الصناعات تتکامل بتلاحق الافکار
یعنی صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے فکرون کے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفون کا بیان کیا گیا
تو اب تفصیل ان دونون فرقون کی اُنکے درجون کے موافق جو عند اللہ اُن کے واسطے ثابت ہی ثواب
سے یا عذاب سے بیان فرماتے ہین اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
مقرر جو لوگ کہ کافر ہوے اہل کتاب سے اور مشرک کہ آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب کی
بزرگی اور عقلمندی یہان کچھ کام نہین آتی اسواسطے کہ سب کے سب فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
دوزخ کی آگ مین ہونگے سدا رہینگے اُسمین اور اگر یہ لوگ یہ کہین کہ ہم انسان کے گروہ سے ہین
اور انسان اشرف المخلوقات ہی اور کسی مخلوق کو سدا کا عذاب دینا اور آخرت مین نہین ہی ہمکو کسواسطے
دائمی عذاب مین گرفتار کرنا چاہیے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ
یہ لوگ بھی سب مخلوقات سے بدتر ہین اسواسطے کہ جب حکم الٰہی کا انکار کیا اور اُسکے رسولون سے
منکر ہوے تو اپنے نفس کی خواہش کو اللہ کے حکمون پر غالب کر دیا اور یہ قباحت اور خرابی کسی مخلوقات
مین نہین ہی اسواسطے سورۂ فرقان مین فرمایا ہے اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا

یعنی نہیں ہین یہ کافر مگر جیسے چارپائے بلکہ اُن سے بھی بدتر اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرون پر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کام کیے اچھے اُولٰٓئِکَ
هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ یہ لوگ ہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اسواسطے کہ فرشتون سے بھی بڑھ
گئے ہین اور ہر زمانے مین اللہ تعالیٰ کی حکمت بوجھے ہین اور باوجود نفس کی خواہشون کی کشمکش
کے جناب باری کے حکمون کو اُسپر غالب کیا ہی اور وہم کی مخالفت کو دُور کر کے عقل کو اُسپر متعین
کیا ہی کہ شک اور شبہے درمیان مین نہ آجاوین اور یہ بات فرشتون مین نہین ہی کیونکہ وہ
جزئی احکامون کو جانتے ہین اور وہم اور نفس نہین رکھتے ہین کہ عملون مین یا عقیدون مین انکے
نقصان واقع ہو لیکن یہ بات عام ملائکہ کی نسبت ہی اور جو خاص فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل
اور حضرت میکائیل علیہما السلام سو انکا مرتبہ نہایت بلند اور انکو کمال احتیاط حکمت الٰہی کے
اسرارون پر غیر متناہی عالمون مین حاصل ہی اور بوجھ کامل رکھتے ہین ہرچند کہ انمین نفس اور
وہم کا نہ ہونا ظاہر مین اُنکے ثوابون کے نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہی لیکن جو بنی آدم کے
عمل کرنے والون کا ثواب ایک شاخ ہی اُن کے فیضون کی شاخون سے اسواسطے یہ زیادتی اُسکے
برابر نہین ہو سکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدے مین یہ عبارت واقع ہی وخواص
بنی ادم وهم المرسلون افضل من جملة الملائکة وعوام بنی ادم وهم الاولیاء و
الزهاد افضل من عوام الملائکة وخواص الملائکة افضل من عوام بنی ادم اور خاص لوگ بنی آدم کے یعنی رسول
اور انبیا افضل ہین خاص فرشتون سے اور عوام لوگ بنی آدم کے یعنی اولیاء اللہ اور زاہد لوگ
افضل ہین عام فرشتون سے اور خاص فرشتے افضل ہین عام بنی آدم سے اور وہ جو حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ المؤمن اکرم علی اللہ من بعض الملائکة الذین عندہ یعنی بندۂ مومن
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ہی بعضے فرشتون سے جو اُسکی حضوری مین ہین یہ محمول ہی خاص
ملائکہ کے ماسوا پر جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ بدلا انکا اُنکے رب کے پاس
باغ ہین سدا رہنے کو اسواسطے کہ اُنھون نے بھی مختلف طورون مین اور متفاوت شریعتون
مین حق تعالیٰ کے امر اور نہی کا اور اُسکی حکمتون کا لحاظ کر کے سدا اُسپر قائم رہے تھے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہین اُن باغون کے نیچے نہرین اس واسطے کہ

انھون نے اپنی معرفتون اور عقائدون سے عملون کی نہرین اپنی جان اور جسم پر جاری کی تھین اور نور اُن عملون کے اُن کے خاندانی سلسلون مین اور اُن کی اولاد اور توابعون مین جاری رہے خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہنے والے ہین اُن بہشتون مین ابدالآباد تک اسواسطے کہ اُن کے دلون مین بھی نیت حق پر قائم رہنے کی ابدالآباد تک بس گئی تھی گو کہ عمر تھوڑی پائی تھی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ راضی ہوا اُن سے اس واسطے کہ انھون نے کسی طور سے کسی نیک شان مین انکار اُسکا نہ کیا وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اور وہ بھی راضی ہوئے اُس سے اسواسطے کہ ایمان لانے سے شریعتون مختلفہ پر ثواب اُن سب کا پلیا اور اُنکی طبیعت کا پیمانہ ایسا بھر گیا کہ گنجائش طلب کرنے کی نہ رہی ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ؕ یہ بیان واضح اُس شخص کے واسطے ہی کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور کسی طور مین انکار اُسکی حکمت کا یا اُسکی شان کا نہ کرے اور اُس جناب پاک کے حکم کو اُس کے خوف سے اپنے نفس کی خواہشون پر اور رسمون کی قیدون پر مقدم رکھے اور اس سورۃ مین کافرون کے حال کے بیان مین اُنکی جزا کو مقدم فرمایا بعد اُسکے ارشاد ہوا کہ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ اور یہان پر فقط مومنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافرون کی جزا کا ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ عاقل کو شَرُّ الْبَرِيَّةِ کے لفظ سے انجام اُنکے حال کا واضح ہوجاتا ہی اور یہ بات بھی ہی کہ مومنین کی جزا بیان کرنے سے کافرونکی جزا کی تفصیل دریافت کرلینا چاہیئے ضدیت کے حکم سے وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ یعنی عاقل کو ایک اشارہ بس ہے بعد اُسکے فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ اور مومنین کے حال کے بیان مین اول فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ بعد اُسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تغییر مین اس اسلوب کے یہ ہی کہ کافرون نے بد جزا پانے کے بعد منصب شَرُّ الْبَرِيَّةِ کا حاصل کیا اور نہین تو دنیا مین اکثر مخلوقات سے اچھی طرح سے گذران کی ہی اور مسلمانون نے معرفت الٰہی کے دروازے کے کھلتے ہی نیک کامون سے اپنے نفس کو آراستہ کرنے کے سبب سے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہی اور اُنکو جزاے خیر کا ملنا ایک شاخ ہی اُنکی خیریت کی شاخون سے اور یہان ایک اور شبہہ بھی آتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی چاہتی ہی کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہووے گو کہ موصوف اسم تفضیل کا اُس سے زائد ہووے اور اس جاے پر کہ صالح مومنین کو بہتر سب مخلوق سے کہا ہی تو چاہیئے کہ سب مخلوق فی الجملہ کچھ بہتری

رکھتے ہون حالانکہ کافر اور شیطانون نے بہتری کی صورت بھی نہین دیکھی ہی جواب اس شبہے کا یہ ہی کہ
یہ تقاضا اسوقت ہوتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کیواسطے ہو اور اس جاے پر
مراد مطلق زیادتی ہی اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہی جیسا کہ یوسف احسن اخوتہ
مین مقرر کیا ہی اور اس صورت مین اصل صفت کا وجود مضاف الیہ مین درکار نہین ہی واللہ اعلم بالصواب

سورۂ زلزلت

یہ سورۃ مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور ترپن کلمے اور ایکسو انچاس حرف ہین اور نزول اس سورۃ کا قیامت
کے منکرون کے جواب مین ہی جو پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی اور تفسیرون مین مذکور ہی کہ پہر رات
گئی تھی کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونیکا بھی انتظار نہ کیا اسی وقت
محلسرا سے باہر تشریف لائے اور لوگون کو سکھائی اور اس سورۃ مین ایک آیت ہی کہ گویا خلاصہ ہے تمام
قرآن کا اور جامع ہی شریعت کے سب احکامونکو اور وہ اس سورۃ کے اخیر کی آیت ہی کہ دلالت کرتی ہے
ہر عمل کی جزا پر بد ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ یہ سورۃ چوتھائی قرآن کے برابر ہی اور
اس سورۃ کا نام زلزلت اسواسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی زلزلۂ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے
دن اور سبب اُس زلزلے کا تین چیزین ہین اوّل تو تجلی آلہی کی بزرگی کہ زمین پر واقع ہوگی اور
اُس تجلی کے سبب سے اجزا زمین کے ٹوٹ پھوٹکر بکھر جائینگے جیسا کہ نمونہ اُسکا کوہ طور پر واقع ہوا تھا
قال اللہ تعالیٰ واشرقت الارض بنور ربہا وایضاً قال اللہ تعالیٰ فلما تجلی
ربہ للجبل جعلہ دکا دوسرے غضب آلہی کا جوش مین آنا گنہگارون پر اور انتقام کی شان
کا ظاہر ہونا مُردون کے اُٹھانے کی صورت پر اور یہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور رجھڑانے
کے تا کہ ہر مُردیکے اجزا جدا جدا معلوم ہو جاوین ممکن نہین تیسرے آواز تند دوسرے نفخے کا کہ ہواے شدید
کے جھونکون کا سبب ہوگی اور اُس ہوا کا داخل ہونا کمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے
اور اُسکے سبب سے زلزلے کا پیدا ہونا اور راز بسکہ یہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہی حشر کے روز کے واقعون سے
اور مقدمہ ہے جزا کے کارخانے کا تو سورۃ کا نام بھی وہی مقرر کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَہَا ۙ جسوقت ہلائی جاوے زمین ایسا ہلانا کہ ممکن ہی اسی زمین کو اور

ہلانے مین زمین کے کمال مبالغہ کیا جاویگا اسقدر کہ طاقت زمین کی تحمل اسکا کرسکے ہلائی جاویگی
اور زمین پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا جھاڑ باقی نہ رہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہوجاویگی
اور زمین کی یہ شکل بدلجائیگی اور یہ معاملہ نفخ ثانی کے نزدیک ہوگا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ٥
اور نکال ڈالے گی زمین بھاری بوجھ اپنے یعنی اس بڑے بھونچال کے سبب سے جو کچھ زمین کے پیٹ مین
ہے جیسے مردے اور خزانے اور دانے اور گٹھلیان باہر پھینکدیگی اور مردون کے باہر نکل آنے کے سبب سے
علاقہ کہ ارواحون کو زمین کے اندر سے تھا ہواسطے کہ ان ارواحون کے جسمون کا ٹھکانا ٹوٹ جائیگا
وَقَالَ الْاِنْسَانُ اور کہے گا آدمی یعنی ارواحین آدمیون کی یا زندہ ہونے کے بعد اور اس
زلزلے کے آثار دیکھنے کے بعد کہیگا مَا لَهَا ٥ کیا ہوگیا ہی اس زمین کو یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ
اَخْبَارَهَا ٥ اس دن باوجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے بولے گی زمین
اپنی باتین یعنے ابن آدم کے کامون کو ظاہر کریگی اور کہے گی کہ فلانے شخص نے مجھپر نماز پڑھی تھی
اور روزہ رکھا تھا اور نیک کام کیے تھے اور فلانے نے مجھپر ناحق خون کیا تھا اور زنا کیا تھا اور چوری کی تھی اور یہ
کہنا اس زمین کا دو حکمتون کے واسطے ہی ایک تو یہ کہ لوگون پر گواہ ہو کہ ان لوگون کو انکار کی جگہ نہ ہو
اسی واسطے آسمان اور دن اور رات اور ستارے اور ہاتھ پاؤن اپنے سب اس روز گواہی دینگے
اور اچھے برے کامون کو سب کے ظاہر کرینگے دوسرے یہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے
رسوا ہونگے اور نیک لوگونکی تعریف اور اچھائی ثابت ہوگی پس جاسے پر بعضے لوگون کے دل مین
شبہہ گذرتا ہی کہ زمین تو ایک جماد اور بے عقل ہے یہ کیسے گواہی دیگی اور باتین کریگی سو تحقیق اس
شبہے کی یہ ہی کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکھتی ہی لیکن حیوانات کی روحین اپنے بدن کی
تدبیر اور تصرف کا بھی علاقہ رکھتی ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ یعنی کھانے اور بڑھنے مین اور جنبش اور
حرکت مین مشغول ہین اور دوسرے مخلوقات کی ارواح تدبیر اور تصرف کا علاقہ نہین رکھتی ہین اور
جنبش کرنا اور حرکت اپنے اختیار سے دائمی نہین ہی اس سبب سے ان کی ارواح کا علاقہ عوام کی نظر
سے پوشیدہ رہتا ہے اس پر بھی خرق عادت کے طور پر یہ باتین کبھی کبھی ان سے ظہور کرتی ہین
چنانچہ صحیح حدیث مین تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہی جیسے باتین کرنا پتھرون کا اور درختون کا
پکار پکار کے رونا حنانہ ستون کا اور پکارنا ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ کو ھَلْ مَرَّ بِكَ

اَحَدٌ بَذِکْرِ اللہِ یعنی کیا اگر اچنبہ کوئی شخص کہ اللہ کا ذکر کرتا ہو یہ سب اسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب مخلوقات کی ارواح کا ہونا سورۂ یٰسٓ مین مذکور ہی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ اور سورۂ اسرا مین بھی مذکور ہی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اور زمین کا اور نماز کی جگہ کا رونا مسلمان کے مرنے پر حدیث مین ثابت ہی اور گواہی دینا زمین کا اور پتھر اور درخت کا اذان دینے والون کے واسطے تا کہ اذان مین آواز کو بلند کرین یہ بھی سب ثابت ہی چنانچہ مولانا روم قدس سرہ اپنی مثنوی مین فرماتے ہین ابیات

هستی کو هست مخفی از خرد
باد را گر چشم در بینش ندا د
آتش نمرود را گر چشم نیست
گر نبودی نیل را آن نور دید
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد
این زمین را گر نبودے چشم جان
گر نبودی چشم دل حنانہ را
در قیامت این زمین از نیک و بد

هستی بیچون خرد کے پے برد
فرق چون میکرد اندر قوم عاد
با خلیلش چون ترحم کردنی ست
از چہ کافر را ز مومن میگزید
پس چرا داؤد را او یار شد
از چہ قارون را فرو خورد آنچنان
چون بدیدے هجر آن فرزانہ را
کہ ز ما دیدہ گواهی ها دهد

اور جو بیان فرمایا کہ زمین اس دن لوگون کے عملون کو ظاہر کریگی اور نیک اور بد کاموں پر گواہی دیگی اور اظہار اور گواہی مین احتمال جھوٹھ کا بھی ہوتا ہی سو دفع کرنے کو اس احتمال کے ایک عبارت دوسری بھی ارشاد ہوئی بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا یعنی یہ بات کہنا اسواسطے ہی کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہی اسکو یعنے یہ اظہار کسی عداوت کے واسطے نہین ہی کہ بنی آدم سے رکھتی ہو یا احتمال جھوٹھ کا اسمین گنجائش رکھے اسواسطے کہ بنی آدم سب زمین کے بچے ہین اور عداوت اپنے بچون سے ممکن نہین ہی اور نہ نفس کی خواہش سے ہی کیونکہ زمین نفس رکھتی ہی نہین ہی پس معلوم ہوا کہ یہ بات نہین ہی مگر حکم سے اللہ تعالیٰ کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم سے ہوتی ہی اسمین جھوٹھ کا دخل نہین ہوتا اور جب اسقدر ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے

چھپاتے ہین زمین کے ظاہر کرنے سے سب پر ظاہر ہوجائین گے پھر نیکی کرنیوالے سرخرو اور
بدکار رُسوا ہون گے تو اب بیان فرماتے ہین کہ اسی قدر پر اکتفا نہ ہوگی بلکہ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ
النَّاسُ أَشْتَاتًا ۵ اُس روز آوینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدان مین بھانت بھانت کے
ایک گروہ شرابیون کا اور ایک گروہ زانیون کا اور ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورون کا
او رعلی ہذا القیاس لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۶ کہ دکھائے جاوین اُنکے کام یعنی حشرگاہ مین
ایک رسوائی بدکارون کو اور سرخروئی نیکوکارون کو حاصل ہو اس طور پر کہ نامے اُن کے
اعمالون کے کھولین گے اور میزان کھڑی کرینگے اور ہر نیک اور بدعمل اُنکا گواہون کے
سامنے پڑھین گے اور تولین گے پس اُسوقت کماحقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اُسکی ان دو آیتون
مین ہی فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۷ پھر جو کوئی کریگا ذرّے کے برابر نیکی دیکھے گا اُسکو
یعنی صحیفۂ اعمال مین اور میزان مین اور ذرّہ دو معنون مین آتا ہی چھوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہے
اور دو ریت مین چمکتا ہی وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۸ اور جو کوئی ذرّے کے برابر
بدی کریگا اُسکو بھی دیکھ لیگا اور یہان ایک شبہ خیال مین گذرتا ہی کہ کافر کی نیکی تو قابل جزا کے
نہ ہوگی پھر دیکھنا اُسکا کیا فائدہ رکھتا ہی جواب اُسکا یہ ہی کہ کافر کی نیکی اگرچہ ہمیشہ کے عذاب سے بالکل
رہائی کا سبب نہین ہوتی لیکن اُسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہوجاویگی پس دیکھنا اُسکا البتہ فائدہ رکھتا
ہی اور اسی طرح سے بدی مومن کی اگرچہ معاف ہوگئی ہو پھر بھی تاثیر سے خالی نہین ہی اگرچہ درجے
ہی مین نقصان ہو مگر وہ ہی بدی کہ اُس سے توبہ اور ندامت کی ہو سو وہ اعمال کے صحیفے سے
بھول جاتی ہی اور کراماً کاتبین کو اور گواہون کو بھی بھول جاتی ہی پس مَنْ يَعْمَلْ کا لفظ اس کے سوا
اسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اُس بدی پر واقع ہوئی اور توبہ اور
ندامت ایک نیکی ہی عمدہ نیکیون سے پس دیکھنا اُس بدی کا یا دیکھنا توبہ اور ندامت کا اُس بدی سے
نقصان کا سبب نہ ہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالون کے حق مین فرمایا ہے فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ
سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ یعنی بدیون کو توبہ کرنے والون کی اُنکے توبہ کے ضمن مین اُنکو دکھاویگا تو
بدیان نیکی کی صورت پکڑینگی واللہ اعلم اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک شخص پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجکو قرآن سکھاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ع ۱

امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اسکو قرآن سکھاؤ امیر المومنین نے سورۂ اذا زلزلت سکھائی جب اس آیت کو پہونچے تو وہ شخص بولا حسبی حسبی لا ابالی ان لا اسمع غیرھا یعنی یہی آیت مجکو بس ہی پروا نہین رکھتا ہون مین کہ کچھ اور سیکھون یعنی اور سیکھنے کی اب کچھ حاجت نہین ہی امیر المومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دعہ فقد فقہ الرجل یعنی چھوڑدے اسکو کہ وہ مرد فقیہ اور دانا ہی اور یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ اس آیت سے دو شخصون نے مدینے کے رہنے والون سے عبرت پکڑی تھی ایک اُنمین سے وہ شخص تھا کہ صدقہ نہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین زیادہ مقدور نہین رکھتا ہون اور تھوڑی چیز اللہ کے نام پر دینا مجکو بے ادبی معلوم ہوتی ہی دوسرا وہ شخص تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہون کو خیال مین نہ لاتا تھا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تھا کہ ایسی ایسی باتون کی پکڑ نہوگی اُن دونون کے گمان کے رد کرنے کے واسطے یہ دونون آیتین کافی ہین

سورۃ العادیٰت

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایکسو تریسٹھ حرف ہین اور عادیات عرب کے لغت مین دوڑتے گھورونکو کہتے ہین مشتق ہی عَدْو سے جو دوڑنے کے معنون مین ہی اور اس سورۃ کا نام سورۂ عادیات اسواسطے رکھا ہی کہ غازیون کے گھوڑے غضب الٰہی کی سرعت کی صورت ہین کافرونکی ناشکری پر اور اللہ تعالی کے انتقام کا ظہور نافرمانبردارون پر دوڑتے گھوڑونکی طرح سے دنیا مین ہوتا ہی پس گویا کہ نمونہ ہے حشر ونشر کا اسواسطے آنے سے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونے سے اپنے موافق فوج کے جو کچھ انقلاب شہر اور ملک مین واقع ہوتا ہی کہ عزت دار لوگ ذلیل ہوجاتے ہین اور پردہ نشین بے پردہ اور مال و متاع اور زر اور زیور اور کپڑا اور لتا کہ سالہا سال مین جمع کیا ہوتا ہی ایک آن مین برباد ہوجاتا ہی یہ بھی گویا قیامت کا نمونہ ظاہر ہوجاتا ہی اور جو یہ حالت یاد دلانے والی قیامت کی ہی تو اسکی قسم کھائی ہی اور اس سورۃ کا نام بھی وہی ٹھہرایا اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب مفسرون نے یہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سوارونکا دے کر بنی کنانہ کے ایک قبیلے پر کہ اسلام کا فر تھے مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت اُنپر چھاپا مارنا اور خوب تاراج کرنا اور اتفاقاً سزا ہوپہنچا اور فلانے روز یہان پہونچنا تھا قارہ مین ایک

ندی ملی وہ اُس روز چڑھی تھی لشکر اُتر نہ سکا ناچار ہو کر مقام کر دیا جب دوسرے دن پانی کم ہو گیا
تو لشکر اتر گیا اور حکم کے بموجب صبح ہوتے ہوتے شب خون مارا اور قرار واقعی سزا دے کے لوٹ مار
کے صحیح اور سالم پھر آئے لیکن وعدے پر پہونچنے مین مقام کرنے کے سبب سے ایک روز کی تاخیر
ہو گئی تو منافقون نے یہ افواہ اڑا دی کہ وہ لشکر سب تباہ ہو گیا اور ایک آدمی بھی ان مین کا نہ بچا جو آ کر خبر دیتا
مسلمانون کو اس بات سے نہایت غم ہوا تو اللہ تعالی نے یہ سورۃ نازل کی اور ذکر انکے گھوڑون کا اور
اُنکے دشمنون کی جماعت مین گھس جانیکا اس سورۃ مین مذکور فرمایا کہ مسلمانونکو تسلی حاصل ہو لیکن
اس شان نزول مین ایک خدشہ ہی سو واسطے کہ یہ سورۃ مکی ہی اور بھیجنا لشکر کا مدینے مین تھا لیکن یہ واقعہ
اسکا شان نزول نہین ہو سکتا اور اصح یہ بات ہی کہ جناب باری نے جو چاہا کہ اس دین مین جہاد کی
رسم مقرر فرماوے تو اس رسم کا اشارہ اس سورۃ مین منظور ہوا تاکہ خوشخبری ہووے مسلمانونکو اس
بات کی کہ انکو طاقت جہاد کی اور گھوڑون اور فوج اور لشکر کی عنایت ہو گی کہ پورا بدلہ اللہ کے
دشمنون سے لین اور انکی جمعیت کو بکھیر دین اور مال و ملک انکا اپنے تصرف مین لا دین ؛

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ قسم ہی دوڑنے گھوڑونکی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے آواز نکالتی
ہین اور جانورونکا قاعدہ ہی کہ بہت دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے اُنکے آواز نکلتی ہی کہ ہندی لغت
مین اسکو ہانپنا کہتے ہین فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ پھر قسم ہی اُن گھوڑونکی کہ آگ جھاڑتے ہین
چقماق سے یعنی پہاڑون مین اور پتھریلی زمین مین اُنکے نعل جو پتھرون پر لگتے ہین تو شعلے نکلتے ہین
جیسے چقماق جھاڑنے سے اور نمود آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہی اور دن کو روشنی اسکی نظر نہین آتی
تو اس قسم مین اشارہ ہوگا اس بات کی طرف کہ گھوڑے غازیون کے راتون کو دوڑینگے فَالۡمُغِیۡرٰتِ
صُبۡحًا ۙ پھر قسم ہے اُن گھوڑون کی کہ غارت کرتے ہین صبح کے وقت یعنی راتون رات دوڑ کر
صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہی دشمن پر پہونچتے ہین اور مال و اسباب اُنکا لوٹ لیتے ہین
فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ پھر اُٹھائی صبح کے وقت اُن گھوڑون نے گرد اور یہ معطوف ہی فعل پر
ہے جو مغیرات سے بوجھا جاتا ہی اَغَرۡنَ صُبۡحًا اور وجہ بدل کی ہم سے فعل کی طرف یہ ہی کہ
اٹھنا غبار کا دشمن سے نزدیک ہونے کے وقت ہی پس ایک ساعت رہا اور گذر گیا برخلاف دشمنون

کی لوٹ مار کرے کہ یہ ہمیشہ ہی اور قید غبار اُٹھانے کی صبح کے وقت اسواسطے ہی کہ ٹاپ مارنے کی
قوت اُن گھوڑون کی خوب ظاہر ہوا اسواسطے کہ صبح کے وقت پچھلی رات کی سردی سے
اور شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہی پھر اُسوقت غبار کا اُٹھانا بڑے زور سے ہوتا ہی بخلاف آخر
کے دن کے کہ آفتاب کی حرارت اور اُسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے ڈھیلے ہوجاتے ہین
اور تھوڑی سی حرکت مین غبار اُٹھ کھڑا ہوجاتا ہی اسیواسطے آندھیان آخر دن کو بہت آتی ہین
فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝ پھر گھس گئے وے گھوڑے اُسوقت غول مین دشمنون کے اور انہو
کو انکے بکھیر دیا اب یہان پر سمجھ لینا چاہیئے کہ قہر الٰہی کی صورت مقابلے مین گناہون کے کمال
مشابہت رکھتی ہی اُن گھوڑون کی حرکت سے اسواسطے کہ شروع اُسکا متوجہ ہونا غضب کا ہی جسکا
نمونہ یہان پر گھوڑونکا دوڑنا ہی ہانپتے ہوے جیسے غصے کے وقت مین ہوتا ہی اور روشن کرنا
آگ کا سمون سے نمونہ ہی دوزخ کے شعلے کا جو دوزخیون کے واسطے تیار کیا گیا ہی اور لوٹ مار
نمونہ ہی دوزخ کے پیادون کے مارنیکا اور سانپ اور بچھوؤن کے کاٹنے اور پوست اور بدن
اور گوشت اور ہڈیون کے جلنے کا اور اُٹھانا غبار کا نمونہ ہی ناشکرون کی آنکھون پر پردہ ڈال
دینے کا کہ رحمت الٰہی اُس پردے کے سبب سے پوشیدہ ہوجاوے گی اور گھس جانا دشمنون
کے غول مین نمونہ ہی غضب کی آگ کے گھس جانیکا دل و جگر مین اور خراب کر دینا درستی کو
بدن کی سو اس قہر الٰہی کے نمونہ کی قسم کھائی اسپر کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ تحقیق
آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکرا ہی یعنی اُسکی نعمتون کا کفران کرتا ہی اور یہ کفران نعمت کئی طرح پر ہوتا ہی
اوّل تو یہ کہ نعمت کو نعمت دینے والے سے نہ سمجھے بلکہ اُس کو دوسرے کی طرف نسبت کرے
جیسے کہ اس زمانے کے اکثر لوگ کہتے ہین کہ ہمکو بیٹا پیر نے دیا ہمارا دکھ درد فلانے بزرگ نے
کھو دیا دوسرے یہ کہ اُس نعمت سے وہ فائدہ جسکے واسطے وہ نعمت دیگئی ہی نہ اُٹھاوے بلکہ
اُسکی ضد یعنی بُرائی کما وے تیسرے یہ کہ نعمت مین مشغول ہوجاوے اور منعم سے غافل اور اسقدر
محبت نعمت کی اسکے دل پر غالب ہوجاوے کہ اُسمین غرق ہوجاوے اور نعمت دینے والے کو
بھول جاوے جیسے دنیادار لوگ کہ دنیا کی محبت ایسی غالب ہوجاتی ہی کہ دن رات اُسی مین
پھنسے رہتے ہین یہانتک کہ اُسکی محبت مین اللہ تعالیٰ کے حکمون کو بھول جاتے ہین وَاِنَّهٗ

عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ ۚ اور مقرر آدمی اپنی ناشکری پر آپ گواہ ہی یعنی خود اقرار کرتا ہی کہ مین آپ ناشکر ہون اور یہ اقرار عالم مین اس صورت سے واقع ہوتا ہی کہ ایک دوسرے کو کہتا ہی کہ فلانا شکر اُس نعمت کا ادا نہین کرتا اور حال یہ ہی کہ خود بھی شکر اُس نعمت کا ادا نہین کرتا پس طعن کرنا اُسکا دوسرون پر بعینہ اپنی جان پر ہی وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۚ اور مقرر وہ محبت پر مال کی بہت سخت اور مضبوط ہی یعنی اسقدر دوستی مال کی اُسکے دلمین بھر گئی ہی کہ منعم کی دوستی کی اُسکے دلمین گنجائش نہین رہی اور اگر کوئی کہے کہ مَین ناشکر نہین ہون اور مال کی محبت بھی میرے دلمین نہین ہی سو یہ انکار اُسکا اللہ تعالی کے آگے پیش نہین جاتا چنانچہ فرماتے ہین اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۙ کیا پھر نہین جانتا ہی جسوقت اُٹھائے جائینگے جو قبرون مین ہین یعنی مردے زندہ ہوجاوینگے اور جو کچھ کہ زمین مین ہی اُسکے اوپر آجاویگا اور ابتدا پوشیدہ چیزون کے ظاہر ہونے کی نمودار ہوجاویگی یہانتک کہ انتہا ظاہر ہونے پر اخلاق اور نیات اور چھپے ہوئے عقیدون کی ہوپہنچیگی چنانچہ فرمایا ہی وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ اور ظاہر ہوجاویگا جو سینون مین ہی پھر اخلاق اور اعمال کو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے کہ تمام خلق کو ایک دوسرے کے دنون کے چھپے ہوے بھید معلوم ہوجاوین اور اُسوقت ہر شخص معلوم کریگا کہ اِنَّ رَبَّہُمْ بِہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۧ تحقیق پروردگار اُسکا اُسکے حال پر اُس روز البتہ خبردار ہی اور انکار اُسکے حضور مین پیش نہین جاتا اور ہرچند کہ اللہ تعالی کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر اور باطن پر محیط ہی لیکن اُس روز اُسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہوجاویگا اور انکار کی جگہ نہ رہے گی اور یہ جملہ یعنی اِنَّ رَبَّہُمْ افلا یعلم کے مفعول کے محل مین واقع ہوا ہی لیکن بسبب اس لام کے جو خبر مین لائے ہین لفظ مین عمل نہ کیا اور نہین تو اِنَّ کے ہمزہ کو فتح سے پڑھتے اور اسکو نحوی تعلیق بلام کہتے ہین اور افعال قلوب کے خصائص سے ہے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کنود کے معنی پوچھے فرمایا کہ جو شخص تنہا کھاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بھوکا رکھے

ع ۱۱

سورۃ القارعۃ

یہ سورۃ مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور چھتیس کلمے اور ڈیڑھسو حرف ہین اور اسکا نام سورۃ قارعۃ سو اسطے

رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی ایک سخت حادثے پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا اور دلون کو بڑی کوفت پہونچاویگا اور اُس حادثے کی تاثیر سے بھاری جسم ہلکے پڑجاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہوجاوینگے اور ملاوٹ اور جماوٹ اُنکے اجزا مین سے نکل جاویگی پس کسی چیز مین بوجھ جو اُس چیز کے قائم رہنے کا اپنی جگہ پر سبب واقع ہوا ہی باقی نہ رہے گا اور نہ سختی کہ اُسکی اجزا کے جمع ہونیکا باعث ہے پھر جب بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا کہ دنیا کے قاعدے کے موافق تھا درہم برہم ہوگیا پس بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا اس عالم مین ایک اور ہی طرح سے ظہور کریگا پھر بوجھ بہشت کے درجات کی بلندی کا باعث ہوجاویگا اور سبکی دوزخ کی تہ مین گرنے کا سبب برخلاف اُسکے جو دنیا مین مقرر ہی کہ بوجھ نیچے ہونے کا سبب ہوتا ہی اور سبکی بلندی کا سبب ہی اور اس قسم کے انقلاب عظیم سے ڈرانا بڑا مقصد ہے قرآن کے مقصدون سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ کھڑکھڑاتی کیا ہی وہ کھڑکھڑاتی یعنی قیامت کہ دلون کو ایک بڑا صدمہ پہونچاویگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کردیگی حقیقت اُسکی کیا ہی اور یہ انقلاب اُسمین کس سبب سے ہوگا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا حقیقت ہی اُس کھڑکھڑاتے حادثے کی اور جو پہچاننا ہر چیز کا اُسکے اسباب پہچاننے پر موقوف ہی اور اسباب قیامت کے قائم ہونیکے کہ عمدہ اُنکا قہر الٰہی کی تجلی ہی تمام عالم پر کما حقہ کسی بشر کو معلوم نہین ہی سیواسطے اُس کے بیان کے مقام پر اُسکی بعضی تاثیرون پر اکتفا فرماکر ارشاد کرتے ہین يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ وہ حادثہ اُسدن ہوگا جسدن ہوجاوینگے لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوے کہ ہر ایک ایک طرف کو چلاجاتا ہی اور یہ تشبیہ چارون وجہون سے مرکب ہی اول ذلت دوسرے حرکت کا ضعف تیسرے حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہی چوتھے معین نہونا حرکت کی طرف کا کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہی اور یہان سمجھ لینا چاہئیے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہی اول قسم کہ اعلیٰ اور اولیٰ ہی سو وہ ثقل ہی جو وقار اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی اور یہ بات اُن جسمون کے ساتھ خاص ہی کہ روح کامل کا تعلق اُن کے ساتھ ہوا ہے اسیواسطے جن اور انس کا ثقلین نام رکھا ہی اور جو حادثہ کہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہی اور اُسکو

حیران کردیتا ہی تو اُس ثقل کو دور کردیتا ہی سواسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والون سے اضطرار کے وقت بے اختیاری مین حرکتین سبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین سواسطے کہ اُنکی روح حادثے کی دہشت کے سببسے جسم کی محافظت سے عاجز ہوجاتی ہی اور رنگا رنگ اراد ے اور خواہشین اُنکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہوجاتی ہین اور اس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہے اور دوسرے قسم کو عوام الناس بھی جانتے ہین ثقل طبعی ہی کہ سخت جسمون مین اُنکے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سببسے ہوتا ہی اور اس قسم کے ثقل مین پہاڑ ضرب المثل ہین اور اس قسم کے انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ اور ہوجاوینگے پہاڑ جیسے رنگی اون دھنکی ہوئی کسی رنگ کی کہ دُھنیا اُسکو اپنی دھنکی سے دُھنک کے پھاہا پھاہا کرکے اُڑادے حاصل کلام کا یہ ہی کہ تاثیر اُس حادثے کی بڑے سخت جسمون مین کہ پہاڑ ہین اس حد کو پہونچے گی کہ اجزا اُن کے سب علیحدہ علیحدہ ہوکے اور اپنے مکانون سے حرکت کرکے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہوجاوینگے اور اُنکو رنگین اون سواسطے بیان فرمایا ہے کہ رنگین اُون بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہی اُس اُون سے جو رنگی نہین گئی اور رنگون کا اختلاف اسواسطے تشبیہ مین مذکور ہوا ہی کہ پہاڑون کے رنگ طرح طرح کے ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سُرخ پھر اُن مین بھی درجے ہین جیسے سنگ سُرخ اور سنگ ہاشمی اور بعضے سیاہ وہ بھی ایک طرح سے ہین جیسے سنگ موسیٰ اور سنگ خارا اور بعضے سبزی کی طرف مائل ہین پھر جب یہ سارے پتھر بکھر کے ہوا سے اُڑجاوینگے تو اُن کے رنگون کے اختلاف کے سببسے ایک چیز بوقلمون یعنی رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگے گی اور جب اُس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب تفصیل اُس اجمال کی ارشاد ہوتی ہی فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ ۝ پھر مگر جو شخص کہ بھاری ہوئین تولین اُسکی اور یہ بوجھ پوشیدہ ثقالت کے سببسے ہی کہ اُن عملون مین چھپی ہوئی تھی اور دُنیا مین ظاہر نہ تھی سو اُس روز ظاہر ہوگی اور حقیقت اس بوجھ کی اُن اعمالون کی توقیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اسی ثقل کے سببسے اعمال کا محفوظ رہنا اور ٹھہرانا اعمالنامون مین بندے کے صورت پکڑتا ہی اور یہ بھی ہی کہ ہر نیک عمل دُنیا مین انسان کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہی اور بندہ تحمل اُسکے ثقل و مشقت کا

حکم الٰہی کی فرمانبرداری کیواسطے کرتا ہی سو یہ ثقل بھی اس روز ظاہر ہو جاویگا اور اسکے سبب سے بندہ کو ترقی حاصل ہوگی چنانچہ بیان فرمایا ہی فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ پس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہوگا وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ؕ اور مقرر جو شخص کہ ہلکی ہوئین تولین اسکی اور یہ ہلکی اس سبب سے ہی کہ وہ اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ قدر نہین رکھتے تھے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تھے تو نفس پر بھی شاق اور گران نہ ہوتے تھے پھر قیامت مین یہ ہلکی اس بات کا سبب ہوگی کہ وہ اعمال محفوظ نہ رہین گے بلکہ بہم برہم اور ضائع ہو جاوینگے اور اس شخص کے واسطے ذلت اور چاہ ظلمات مین گرنے کا سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین فَاُمُّهُ هَاوِيَةٌ ؕ پس مان اسکی نیچے کا طبقہ دوزخ کا ہی اور مان سو واسطے فرمایا کہ بچے کو بے تکلفی اور طبعی مونکی حاجت کے وقت رجوع مان کی طرف ہوتی ہی اور جو اس روز تکلف اور بناوٹ کہ دنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تھے بالکل جاتا رہیگا تو بے اختیار اس دوزخ کے طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا کہ اسکی وہی محبت اور خواہش اسکی طرف رکھتے تھے اور وہ طبقہ مان کی طرح سے اپنی طرف انکو کھینچ لیگا اور لیجاویگا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی وہ ہاویہ یعنی جو عذاب کہ اس طبقے مین ہی کچھ آدمی کی سمجھ مین نہین آسکتا اور ہاے ساکن کہ ماہیہ کے آخر مین ہی وقف کے واسطے ہی اور اسکو عرب کے لغت مین سکتے کی ہی بولتے ہین والا اصل کلمہ ماہی ہی بغیر ہی کے نَارٌ حَامِيَةٌ ؕ ایک آگ ہی گرم یعنی جس طبقے کا نام ہاویہ ہی اسکی گرمی کے بیان مین سواے اسقدر کے ممکن نہین ہی کہ ایک آگ نہایت گرم ہے کہ مقابلے مین اسکے اور آگون کو گرم کہنا نہ چاہیئے اور دوسرے طبقون کو دوزخ کے اسکے روبرو گرم بولنا نہ چاہیئے اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب پناہ دے ہمکو اللہ تعالیٰ اس ہاویہ سے اور سارے سببون سے عذاب کے

سورۃ التکاثر

یہ سورۃ مکی ہی اسمین آٹھ[۸] آیتین اور اٹھائیس[۲۸] کلمے ہین اور ایکسو تیئس[۱۲۳] حرف ہین اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ قریش مین دو[۲] گروہ تھے ایک بنو عبد مناف کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہین پیدا ہوے تھے اور دوسرے بنو سہم کہ عاص بن وائل سہمی سرگروہ اس جماعت کا تھا ایک روز آپسمین بڑا فخر اور بڑا ئیان کرنے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ ہمارے مال کے اور عدد

کاموں کے اور شادیوں اور ضیافتوں کے اور نام اور مرتبوں کے ہم تم سے زیادہ ہیں اور بڑائی بڑھتے بڑھتے اس بات تک پہونچی کہ آدمی کس کے زیادہ ہیں جب بنو عبد مناف نے اپنے لوگوں کو گنا تو بنو سہم سے زیادہ ہوئے تب بنو سہم نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیوں میں بہت مارے گئے ہیں سو زندوں اور مردوں کو ملا کر شمار کرو جب اس طور سے گنا تو بنو سہم زیادہ ہوئے اور اس مقدمے میں مردوں کی تحقیق کے واسطے قبرستان کو گئے اور قبروں کو شمار کیا اللہ تعالیٰ نے انکی اس جہالت کی اور غفلت کلی کے بیان میں جو ان لوگوں سے ضروری چیزوں میں واقع ہوئی تھی یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس سورۃ کا نام سورۃ تکاثر سو واسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ میں تکاثر کی برائی مذکور ہی اور بیان اسکا یہ ہی کہ تکاثر سے ایسا ڈرنا چاہیئے جیسا کہ قیامت سے اس واسطے کہ تکاثر ایک بڑا حجاب ہی بندے کے اور اس کے مطلوب کے درمیان میں اور جو حجاب ہی اسکے پیچھے عذاب ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ غفلت میں رکھا تمکو بہتایت نے اور تکاثر کے معنی زیادتی کا طلب کرنا ہی اور آدمی کی عادت ہی کہ اپنے آخر عمر میں مال کی اور اولاد کی اور نوکر چاکروں کی اور خویش و اقربا کی زیادتی چاہتا ہی تاکہ ان کے سبب سے اسکے نام اور مرتبے کا سلسلہ منقطع نہ ہوجاوے اور یہ بات اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اور اسکے اسموں اور صفتوں اور فعلوں کے تامل کرنے سے جو سب واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اور آدمیوں کے اور اپنے نفس کے حقوق سے غافل کردیتا ہی اور اس غفلت کے سبب سے صرف کرنے سے ان نعمتوں کے کہ وے نعمتیں اس چیز کے واسطے بنی ہیں محروم رہتا ہی پس تکاثر گویا آدمی کو آدمیت سے نکالدیتا ہی اور حیوانات کے مرتبے میں داخل کردیتا ہی پھر یہ غفلت اگر ارشاد سے کسی مرشد کے اور تنبیہ سے کسی بزرگ کے جلد دفع ہوگئی تو پھر آدمیت کی حد میں آگیا حق راہ چلنے کی استعداد پیدا کی اور اگر اسی غفلت میں سدا رہا اور ہر گز نہ چونکا اور اسی حالت میں مرگیا تو بڑا ٹوٹا کمایا اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے ایک شخص کو کچھ پونجی دیکر بازار کو بھیجا کہ سوداگری کرے اور کچھ نفع کماوے اور یہ شخص بازار کو گیا اور خوب شراب پی اور بیہوش ہوگیا اور پونجی کو کھو بیٹھا یہانتک کہ شام کے وقت اسکو اٹھا کر اسکے گھر پہونچا دیا اب نہ تو پونجی اسکے ہاتھ میں ہی نہ نفع معاذ اللہ من ذالک اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہی اس کلمے میں حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ یہانتک کہ

جا دیکھیں تمنے قبرین یعنی اسی شغل مین تھے اور ہرگز خبردار نہ ہوئے جبتک کہ گورستان کو نہ پہونچے کَلَّا
بات یون نہین ہی جیسی تمنے سمجھی ہی یعنی گمان کیا ہی کہ بعد موت کے اگر کمال ہی تو یہی ہی کہ بہت سی
دولت اور کارباری بیٹے اور اقربا جان نثار تمھارے بعد تمھارے نام کو قائم رکھین درحال یہ ہی کہ
بعد موت کے ایک اور ہی چیز پیش آویگی کہ یہ چیزین اُسکے مقابلے مین بے حقیقت محض ہوجاوینگی
شعر حاصل دنیا کمن تا بنوی چون گز رندہ است نیرزد بجو* اور ہر عاقل کو ظاہر معلوم ہی کہ مال اور
فرزند اور مرتبے اور قرابت سب فانی ہین اور جو چیز کہ فانی ہی قابل فخر کرنے کے نہین سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
آخر جان لوگے یعنی بعد مرنیکے تمکو معلوم ہوگا کہ وے سب چیزین جنمین تمنے اپنی عمر گذرانی سب
تمھارے واسطے مضر اور مخل تھین سو اسطے کہ وے سب نعمت ابدی کے فوت ہونیکا سبب اور
قہر الٰہی کی طرف کھینچ لیجانیکا باعث ہوئین ثُمَّ کَلَّا پھر بھی ہم کہے دیتے ہین کہ بات یون
نہین ہی جسطرح کہ تم اعتقاد رکھتے ہو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵ آخر سمجھ لوگے بعث اور حشر اور نشر
اور دوزخ اور اُسکی سختیون کے دیکھنے کے بعد کہ جو کچھ تمنے کیا سب ضرر اور خلل پہونچانیوالا تھا
سو اوّل جاننا برزخ مین ہی اور دوسرا قیامت کے دن کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۵ فخر نہ کرو
بات یون نہین ہی اگر جانو تم جاننا جسمین کچھ شک و شبہہ نہ ہو اور بعضے حجاب ظلمانی تم سے کھل جاوین
تو البتہ جان لوگے کہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۵ البتہ دیکھوگے برزخ کو بعد موت کے برزخ مین گرم ہواؤن کے
چلنے سے اور عذاب کی صورت دیکھنے سے اور مارنے سے آگے گرزون کے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۵ پھر البتہ دیکھوگے تم اس دوزخ کو یقین کا دیکھنا کہ احتمال شبہے کا اور غلبہ خیال کا اور
دریافت کی غلطی کا اسمین نہ ہوگا اور یہ دیکھنا قیامت کے روز ہوگا کہ دوزخیون کو اُسکے کنارے پر کھڑا
کرینگے اور ڈر اور سختیان وہان کی اُنکو دکھاوینگے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۵ پھر البتہ
سوال کئے جاؤگے تم اُن نعمتون سے جو دنیا مین تمکو دی تھین اور اُن سب نے تمکو نیکی کمانے سے
غفلت مین ڈالا اور سوال نعمتون سے تین طرح پر ہوگا اول یہ کہ اس نعمت کو تم نے کس طور سے
کمایا حلال وجہ سے یا حرام سے دوسرا یہ کہ اُن نعمتون کو کہان صرف کیا اللہ تعالیٰ کی رضامندی مین
یا نارضامندی مین تیسرا یہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تمنے کیا کیا اور اس جاے پر سمجھا چاہیے
کہ جو حق تعالیٰ نے بندے کو زیادہ قدر ضروری سے دیا ہی کہ معاش اور زندگی بندے کی

ع

اُسپر موقوف نہین ہی سب اسی قسم سے ہی کہ اُس سے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اس سے خالی نہین گو کہ مفلس اور فقیر ہو سواسطے کہا ہی کہ ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹھنڈی چھا نون اور نیند کی لذت اور تندرستی اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یہ سب نعمتین ہین کہ ہزار اہل اسلام غنی سے فقیر تک انمین شریک ہین اور قدر انکی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد ان نعمتون سے جو پوچھی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین رہتا ہی گو ہمیشہ اُس سے فائدہ مند نہ ہو اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایک فقیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ کونسی نعمت مجکو دنیا مین ملی ہی اُس سے سوال کیا جاون گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روٹیان اور ٹھنڈا پانی اور سایہ اور یہ بھی حدیث مین آیا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین ابوبکر صدیقؓ اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ اور دوسرے یار رضی اللہ عنہم ابو الہیثمؓ کے گھر مہمان گئے تھے گرم روٹیان کھجورون کے ساتھ کھائین اور ٹھنڈا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ نعمت ہی کہ جس سے سوال کیے جاؤ گے واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب

سورۃ العصر

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے اور اڑسٹھ حرف ہین اور اس سورۃ کے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ کلدہ بن اسید کہ اسکو ابو الاسیدین بھی کہتے تھے وہ ایک کافر تھا کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایام جاہلیت مین ہم صحبت تھا سو آپکے اسلام لانے کے بعد ایک روز آپسے ملا اور بولا کہ اے ابوبکرؓ ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹھاتے تھے اب تمکو کیا ہو گیا ایکبارگی ایسے ٹوٹے مین پڑ گئے کہ باپ دادے کے دین کو چھوڑ دیا اور لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم رہے اور انکی شفاعت سے ناامید ہوے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہی اور نیک کام اختیار کرتا ہی وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا حق تعالیٰ نے اس گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات انکی خوبی مین یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس سورۃ کا نام سورۂ عصر

اسواسطے رکھا ہی کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کھائی ہی اور عصر کے دو معنی ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی
عمر بھی اسمین سے ہی اور عمر انسان کی ایک چیز ہی نہایت نفیس اور ایک پونجی ہی بہت عزیز کہ دینی
اور دنیوی کمالات اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین اور اسکے راس المال اور پونجی کے مانند ہے
لیکن اسمین عیب ہی تو اتنا ہی ہی کہ خودبخود کم ہوتی چلی جاتی ہی سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ
احوال نیک کے حاصل کرنے مین صرف ہوئی تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر
اسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہی کہ نقصان اور خسارت اور ذلت اُسکے آگے رکھی ہی پس انسان
کو کہ اس عالم مین بھیجا ہی اور پونجی اور راس المال کی جگہ اسکو عمر دی ہی سو وہ برف بیچنے والے کے
مانند ہی کہ اسکی تجارت کی پونجی خودبخود گھلتی چلی جاتی ہی اگر اُسکے بدلے کوئی عزیز چیز حاصل کر لی تو
بہتر ہوا نہین تو خسارہ سردست موجود ہی اور جو اس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب اور غریب
بات ہی تو اُسکی قسم کھائی ہی دوسرے پچھلا دن کہ نماز عصر کا وقت ہی اور وہی نفع اور نقصان کے
ظاہر ہونیکا وقت ہی اسواسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے دھندے مین مشغول ہوتا ہی
اور سیکڑون حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنے کیواسطے کرتا ہی پھر جب دن آخر ہوا
تو وہ سب تدبیرین اور حیلے تمام ہوے اور انتہا کو پہونچے پھر اسوقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت
کرتا ہی اور ہر سوداگر اپنی دکان اُٹھا کر گھر جانے کا ارادہ کرتا ہی سو اس عرصے مین اگر کچھ کما لیا تو واہ وا
نہین تو نقصان اور گھاٹے مین پڑا اور جو یہ وقت ٹوٹا ظاہر ہونیکا تھا تو اسوقت کی قسم یاد فرمائی
بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیوی سُود اور زیان کے ظاہر ہونے کا وقت بھی یہی ہے
اسواسطے کہ اعمال دن رات کے تمام ہو چکے اور جو جو چیزین کمائی تھین کما چکے اب روزنامچے
کے دیکھنے کا وقت ہی کہ کیا گیا اور کیا رہا پس یہ وقت بزرگی رکھتا ہی دنیا کے طالبون مین بھی اور
آخرت کے طالبون مین اور لائق اس بات کے ہی کہ اسکی قسم کھائین اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ
جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو ایسا ہوا کہ گویا اُسکا گھر بار برباد ہو گیا اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد
عصر سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر ہے کہ ان کے پیغمبر ہونے کے سبب سے بازار سود اور
زیان کا گرم ہو گیا جسنے کہ اطاعت اور فرمانبرداری اُنکی کی تو سود حاصل کیا کہ ابدالآباد تک باقی ہی
اور جسنے کہ نافرمانی اُنکی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ اسکی حد اور نہایت نہین ہی پس وہ وقت

انوار الٰہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نزدیک ہونے زمانے کے اور بخشدینے مین گنہگارون کے ایسی عظمت اور بزرگی رکھتا ہی کہ آدمی کی پیدایش کے وقت سے ابتک کسی زمانے مین عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہ ہوگا اور کیا خوب کہا ہی کسی شاعر نے شعر

خوشا وقتے کہ مردم آدم بے سایہ را دیدند　　غریب ست این زمان گر سایۂ آدم شود پیدا

یعنے کیا اچھا زمانہ تھا کہ لوگون نے آدمی بے سایہ کو دیکھا اور مراد آدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی نادر ہی یہ زمانہ جو سایہ آدمی کا ظاہر ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ قسم ہی زمانے کی کہ انسان کی عمر بھی اسی مین داخل ہی جو اصلی پونجی کے مانند ہے اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنے مین یا قسم ہی نماز عصر کے وقت کی کہ سود اور زیان کے ظہور کا وقت ہی رات دن کے عملون مین یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر کی نماز کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا اور وقت ولایتون کی شاخین پھوٹنے کا ہی اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور سدا کا ٹوٹا اسکو نصیب ہوا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ مقرر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہی اسواسطے کہ راس المال اسکا کہ عمر ہی دمبدم کم ہوتی جاتی ہی اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب اسکا اُسکے سے ظاہر ہوتا ہی اور اگر وہی عمر گناہون کی اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالیٰ کی درگاہ سے دور کرنے والی اور اُسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کھینچنے والی ہین تو دونے پر ٹوٹا کمایا اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مگر جو لوگ ایمان لائے یعنی اپنی عمر سے فائدہ کمایا اسواسطے کہ ایمان بھی ایک طرح کی معرفت ہی اور وہ سعادت ابدی کا فائدہ دینے والا اور قرب الٰہی اور ملائکہ کے ملنے کا سبب ہی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے اچھے اسواسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ اُنکو حاصل ہوئے اور احوال سنیہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجے بلند آخرت مین اُنکو نصیب ہوئے پس فائدے پر فائدہ اُنکو حاصل ہوا اور یہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگران سب باتون کے ساتھ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بھی رتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اس آیت مین تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارہ فرماتے ہین وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ اور وصیت کرتے ہین آپس مین

ایک دوسرے کو درست اعتقادون کی اور بھلے کامون کی اور نیک خلقون کی وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسرے کو سہارنے کی یعنی نفس کو روکنے کی خواہشون سے
اور گھیر رکھنا طاعتون کی مشقتون پر اور روک رکھنا رضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیفون کے غلبے کے
وقت مین اور یہ تینون قسمین صبر کی تمام طاعتون کو گھیرے ہوئے ہین اور سب گناہون اور فسوق
سے روکنے والی ہین اور ان دونون لفظون کے لانے مین یعنی حق اور صبر کے اشارہ اس بات کی
طرف ہی کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہی اور طبابت مین دو چیزین ضرور ہین
اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز کرنا پس تواصوا بالحق دوا کرنے کی طرف اشارہ ہی اور تواصوا بالصبر
کنایت پرہیز سے سو بغیر ان دونون امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا محال ہی اور جب دونون
باتین سرانجام کو پہونچین اور طبابت روحانی کا کام درست ہوگیا اور ارشاد اور تکمیل کا کارخانہ جم گیا
اور جو فائدہ اور منفعت کہ اس کارخانہ مین حاصل ہوتا ہی اندازے سے حساب کے اور احاطے سے
قیاس کے باہر ہی سواسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنی مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہی تو ثواب
اسکے عمل کا اُس بتانے والے کے نامۂ اعمال مین بھی لکھا جاتا ہی اور یہ سلسلہ قیامت کے دن تک
تمام نہ ہوگا اسیواسطے صحابۂ کرامؓ کا ثواب کہ ان کے ارشاد اور تکمیل کے سبب تمام اُمت صلاحیت کی
راہ چلتی ہین اور اسی طرح بڑے مجتہد کہ اُن کے مذہبون پر لوگ قیامت کے دن تک چلے جاوینگے
اور اسی طرح طریقت کے خانوادے والے کہ اُنکی وصیتون سے طالب اور مُرید دنیا کی زندگی بھر
نیک عمل کئے جاتے ہین اور قرب کے مرتبون کو پہونچتے ہین کوئی ثواب اُس کے برابر نہین ہوسکتا
اور یہ مرتبہ کمال منفعت کا ہی کہ تھوڑی سی عمر مین ثواب قرنون اور زمانون کا حاصل ہوا ہرچند کہ
وصیت کا لفظ عرف مین خاص اُس چیز کے واسطے ہے کہ مرنے کے بعد اُسکے واسطے فرماتے ہین
لیکن قرآن کے عرف مین تاکیدی امر کو جا بجا وصیت فرمایا ہی قَالَ اللہ تعالیٰ وَوَصَّیْنَا
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا ج اور وصیت کی ہمنے آدمی کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کی
اور اس لفظ کے لانے مین اس مقام پر ایک نکتہ ہی نہایت باریک اور وہ یہ ہی کہ ارشاد اور تکمیل
کے مرتبے کا حاصل ہونا بعد فنا ہوجانے نفس کے اور دوسرے لطیفون کے ہی اور فانی میت کا
حکم رکھتا ہی تو جو کچھ کہ وہ فرماوے گویا کہ وصیت ہے کہ بعد مرنے کے فرمائی ہے

سورۃ الھمزۃ

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین نو آیتین اور تینتیس۳۳ کلمے اور چھیانوے۹۶ حرف ہین اور اس کے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ تین۳ شخص کافرون مین سے ایک تو عاص بن وائل سہمی اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور تیسرا اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس مین بدگوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانونکی کرتے تھے اور اُن پر طعن اور تشنیع کرتے تھے اور اُمین سے جیسے اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی تکرار اور بحث بیفائدہ کیا کرتا تھا سو اُن کے حق مین یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس سورۃ کا نام سورۂ ہمزہ اسواسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جو کوئی کسی کی آبرو لیتا ہی اور لوگون کا عیب ڈھونڈھتا ہی تو وہ شخص خرابی اور عذاب کے سزاوار ہوتا ہے پھر جو شخص کہ خداے تعالی کی ہتک حرمت کرے اور اُس کے رسول اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی تکذیب اور اُسکے احکامون سے عناد کرے تو اُسکا کیا حال ہوتا ہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ خرابی ہی طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی اِن دونون لفظونکی کئی وجہ سے تفسیر کی ہی اول تو یہ کہ اِن دونون لفظون کے ایک معنی ہین پس تکرار فقط تاکید کے واسطے ہی اور اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ شخص اُس بُرے فعل کا معتاد ہو اور بار بار اُس سے واقع ہوتا ہی چنانچہ صیغہ فعلۃ کا اِسی بات پر دلالت کرتا ہی دوسرے یہ کہ ہُمزہ اُس شخص کو کہتے ہین کہ روبرو بُرا کہے اور لُمزہ اُسکو کہتے ہین کہ پیٹھ پیچھے بُرا کہے تیسرا یہ کہ ہمزہ وہ ہی کہ ہاتھ اور سر اور آنکھ اور بھون سے اشارہ لوگون کی حقارت کا کرے اور لمزہ وہ شخص ہی کہ زبان سے اُن باتون کو کہے غرض ہر طور سے یہ دونون لفظ مضمون مین ایک دوسرے کے قریب ہین اور مدعا تکرار سے تاکید ہی کہ لوگون کی ذلت اور بے آبروئی نہ کرے اور اس کام سے بچے اور اکثر یہ عمل بد طعن کے طور پر نسب مین یا شکل مین یا افعال مین ظہور رکھتا ہی پھر جو اس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرنے مین سب کے سامنے اور اُن کے ایذا دینے مین مبالغہ کرتے ہین تو حق تعالی نے بھی عذاب الٰہی کے طور پر اُن کے واسطے وعدہ فرمایا ہی جیسا کہ لفظ ویل کا اُس سے خبر دیتا ہی اسواسطے کہ زبان عرب مین ویل عبارت ہی بلاے شدید سے جو دائمی ہو اور سمجھ لیا چاہیے کہ اصل اس

خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہی لوگون پر اور منشا اسکا اکثر اوقات مین مال کی کثرت ہے اسواسطے کہ بہت سے لوگونکو مال بغیر لیاقت کے ہاتھ آجاتا ہی توجانتے ہین کہ اس مال کے سبب سے اورون سے اونچے اور بڑے بن کے بیٹھین اور وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچھ مال ہی پر منحصر نہین ہی بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ بھی اسی قسم مین سے ہین تو اسواسطے دنیادار لوگ اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنے کو اپنے ہمچشمون پر طعن شروع کرتے ہین تاکہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کرین یہی واسطے ہمزہ اور لمزہ کو اس صفت کے ساتھ موصوف فرمایا ہی الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ جس نے جمع کیا ہی بہت سا مال اور گن گن کے رکھا ہے اسکو اور گن گن رکھنے کے بیان مین اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور بخشش کرنے کے واسطے نہین ہی بلکہ بخل کرتا ہی اور بار بار اسکو گنتا ہی کہ کچھ اسمین سے کم نہ ہو جاوے تو حرص اور بخل کی صفتین دونون اسمین جمع ہوئی ہین اور اس قسم کے لوگون سے اگر بخل کی وجہ پوچھی جاتی ہی تو کہتے ہین کہ ہمنے مال کو زمانے کے نشیب و فراز کے واسطے رکھا ہی سو واسطے اُن کے حق مین یہ عبارت ارشاد فرمائی یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ کیا گمان کرتا ہی کہ مال اسکا ہمیشہ رکھے گا اسکو دنیا مین یعنی موت کے اسباب کو اس سے دور کردیگا کَلَّا یون نہین ہی جیسے وہ سمجھتا ہی اسواسطے کہ عالم کی پیدایش کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہین لیکن موت کے اسباب کوئی اپنے اوپر سے دفع نہین کر سکا بلکہ مال کی کثرت ہونا بخل کے ساتھ قیامت کے دن عذاب کی شدت کا سبب ہی چنانچہ فرمایا ہی لَیُنْۢبَذَنَّ البتہ پھینکا جاویگا یہ شخص کہ بدخلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے مین جمع کر رکھا ہی فِی الْحُطَمَۃِ توڑنے والی آگ مین کہ عادت اسکی روندنا اور توڑنا ہی اور یہ آگ توڑنے والی جزائے وفاق ہی یعنی اس شخص کی پوری سزا ہی سو واسطے پہلے تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر ہی کہ جلنے کے بعد نہایت خراب ہو جاتی ہی بعد اُس کے نوبت گوشت اور پوست کو پہونچتی ہی بعد اسکے ہڈیان ٹوٹنے کی تو نہ ذات اسکی قائم رہے گی اور نہ حسن اور جمال پھر جو مال کہ نتیجہ اسکا یہ ہوا اسکا سدا رہنے کا اسباب سمجھنا کمال نادانی ہی اور جو اسقدر تاثیر آگ کی کہ حطمہ کے لفظ مین مذکور ہوئی مشترک ہی آتش کوکبی اور آتش عنصری اور آتش مزاجی مین کہ تپ دق کے اندر ہوتی ہی اور تاثیر اُس وعدہ دیے گئے آگ کی ان سب سے زیادہ اور بڑھکے ہے

تو اس آگ کا احوال ظاہر ہونے کو اور تھوڑا سا اسکے معاملے کے بیان کرنے کو سوال اور جواب کے طور پر ایک اور عبارت فرمائی ہی وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ اور تو کیا جانتا ہی باوجود اس بات کے کہ علم کی انتہا کو پہونچ چکا ہی کہ کیا ہی وہ توڑنے والی یعنے وہ آگ عاقلون کی اور حکیمون کی اوجھ سے بہت دور ہی سو واسطے کہ اُن کے نزدیک حرارت تین قسم سے زیادہ نہین ہوتی ایک تو عنصری ہی جیسے آگ کی گرمی یا کوکبی جیسے آفتاب کی گرمی یا مزاجی جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی اور وہ آگ اس قبیل سے نہین ہی کہ کسی کے قیاس مین آسکے بلکہ نَارُ اللّٰہِ وہ خدائی آگ ہی یعنی اسکے غضب اور قہر کی ہی اَلْمُوْقَدَةُ ۝ کہ سلگائی گئی ہی بندون کے گناہ اور بے ادبیون سے الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ۝ وہ آگ ہی کہ جھانکتی ہی دلون کو اور حقیقت اس کلام کی یہ ہی کہ جو آگ کہ عالم مین ہی اول اُسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہی پیچھے اُن چیزونکو جو بدن کے اندر ہی درجہ بدرجہ جلاتی ہی یہان تک کہ اخلاط اور ارواح اور اعضاے اصلی تک پہونچتی ہی اور وہ آگ قہرالٰہی کی آگ ہی کہ اول نفس ناطقہ کو صدمہ پہونچاتی ہی اور دلون سے دلکو کہ درد کے حق مین سب اعضاے نازک ہی اور تھوڑے سے درد مین پریشان ہو جاتا ہی دکھ دیتی ہی پھر جو غلبہ اُس آگ کا پہلے دل پر ہوگا تو رنج اور دُکھ دینے مین بھی بڑے درجے کی ہوگی اور اس عالم مین جو آگ کہ اُس آگ سے مشابہ ہی سو وہ تپ کی آگ ہی ہرچند کہ گرمی اُسکی یعنی تپ کی پہلے خلطون کو اور روحون کو اور اصلی اعضا کو پہونچتی ہی لیکن دُکھ جو پہلے پہونچتا ہی سو دل ہی کو پہونچتا ہی اور دل سے تمام اعضا کو سو واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ یعنے تپ دوزخ کی بھاپ ہی اور یہ بھی وارد ہوا ہی اَلْحُمّٰی حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ یعنی تپ حصہ ہی مسلمان کا دوزخ کی آگ سے لیکن یہ تپ کی آگ اُس دوزخ کی آگ سے دو راہ سے کم ہے اول تو یہ کہ نفس ناطقہ مین کہ مجردا لوتن سے ہے چندان اثر نہین کرتی ہی دوسرے یہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے اور جوش اس گرمی کا بدن کے مسامون کی راہ سے نکلجاتا ہے اور پسینہ نکل آتا ہی سو وہ تخفیف کا سبب پڑتا ہی بخلاف آتش موعود کے کہ حال اُسکا یہ ہی اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ مقرر یہ آگ اُن پر بند کی گئی ہی یعنے اُن کے اعضاؤن کے اندر بند کیگئی ہی کہ گرم سانس اندر سے باہر نہ آوے اور باہر کی ٹھنڈی سانس اندر نہ جاوے

اسلیے کہ اسمین بھی البتہ تھوڑی تسکین ہوتی ہی اور جو بعضے وقت ہاتھ پانون مارنے سے اور بدن کوٹنے مین دیوار اور زمین سے کچھ مسام کھلتے ہین اور ایک گونہ تخفیف ہوتی ہی سو اسکو بھی اُنسے سلب کرلیا ہی اور فرمایا ہی کہ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۵ یعنی یہ سب لٹکتے ہون گے لنبے ستونون مین اور رسیون سے باندھ کے جکڑ دیے جاوین گے تاکہ ہاتھ پانون نہ ہلاوین اور گرمی اُنکے اندر کی کسی طور سے کم نہ ہو اور بعضے تفسیر والون نے یون نقل کیا ہی کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش کرکے اوپر سے اُن سرپوشون کے آگ کے ستون لنبے لنبے ڈالدینگے کہ کسی طور سے ہوا کا جانا اُس کے اندر ممکن نہ ہو واللہ اعلم

ع

سورۃ الفیل

یہ سورۃ مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس ۲۳ کلمے اور ننانوے ۹۹ حرف ہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ فیل اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور ہی اور یہ قصہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی علامتون سے ایک علامت ہی کہ دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ چھوٹے سے چھوٹے قہر الہی کے اسباب کو بڑے سے بڑا جانور جو ہاتھی ہی تحمل نہ کرسکا تو اُسکے قہر کے بڑے بڑے اسبابونکو کون تحمل کرسکیگا اور اس بات پر بھی دلالت کرتا ہی کہ اُسکے گھر کی بیحرمتی کرنا اس درجے کو قہر کا سبب ہوا تو اس کے دین اور اُسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچھ کرے گی اور یہ قصہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے قریب ہوا تھا ایس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ارہاصات یعنے علامات سے اُس قصے کو اس سورۃ مین یاد دلایا ہی تاکہ اس سے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی برکت عالم غیب سے تائید الہی انکی مدد کو ہی اسواسطے ہوچکی بیشقدمی نہ کرین اور اس قصے کے واقع ہونیکا سبب یہ تھا کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام حبش کے ملک کا بادشاہ تھا یمن کا صوبہ دار ہوگیا تھا اور یمن کے لوگون کو دیکھا کہ حج کے موسم مین ہر اطراف اور ہر جانب سے نذر اور نیازین لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین پوچھا کہ یہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہین اور کہان کو جاتے ہین لوگون نے سارا احوال بیان کیا تو نخوت اور سرکشی نے کفر کی اُس مردود کے دل مین جوش مارا اور حکم کیا کہ اُس گھر کے مقابلے مین اس شہر مین بھی ایک گھر تیار کرو پھر صنعان مین کہ یمن کے

ملک کا پایۂ تخت ہی اچھے خوشرنگ پتھرون کا ایک کلیسہ بنایا اور اسکا قلیس نام رکھا اور اسکے در و دیوار کو زر و جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور بتون کو اچھے اچھے لباس پہناکر خوب زر و زیور سے آراستہ کرکے اُس گھر مین جھلایا اور عطر اور گلاب اُسکے در و دیوار پر چھڑکایا اور انگیٹھیان عود اور عنبر کی روشن کروائین اور گرداگرد اُسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کردیا کہ سب لوگ اُس گھر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کرین یہ بات قریشیون پر اور سب مکۂ معظمہ کے رہنے والون پر شاق گذری اسی عرصے مین ایک شخص بنی کنانہ کی قوم کا یمن مین جاکر بادشاہ سے ملکر اُس گھر کی فراشی اور جاروب کشی کی خدمت پر معین ہوا جب چند روز گذرے تو بے تکلف ہر وقت آنے جانے لگا ایک رات اُس گھر مین جابجا پائخانہ پھرکر بھاگ گیا صبح کو جو لوگ اُس ناپاک گھر کے طواف کے واسطے آئے اور یہ معاملہ دیکھا تو اُلٹے پھر گئے اور یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی اُسنے حکم کیا کہ اسکو تحقیق کرو کہ یہ کام کس نے کیا ہی آخر ثابت ہوا کہ یہ کام اُس مکے کے رہنے والے نے کیا ہی اس بات سے وہ مردود نہایت غصے ہوا اور چاہا کہ اُسکے عوض مین مکۂ معظمہ کی ہتک حرمت کرے وہ اسی خیال مین تھا کہ ایک اور نیا شگوفہ کھلا کہ ایک قافلہ حرم کے رہنے والونکا اُس گھر کے متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کے وقت آگ جلائی تھی کہ کوئی چیز گری پڑی ہو تو نظر آجاوے اتفاقاً اُسوقت ہوا تیز چلنی شروع ہوئی اور آگ اُڑکر اُس گھر کے اسباب اور سامان مین جالگی اور تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اُس گھر کا سب جل گیا اور در و دیوار اور نقش و نگار دھوئین سے سب خاک سیاہ ہوگئے قافلے والون نے جو یہ معاملہ دیکھا تو ڈرکر بھاگ گئے بادشاہ نے پھر حکم کیا کہ اس بات کو تحقیق کرو کہ یہ حرکت کس سے ہوئی ہی جب اس بات کی خوب چھان ہوئی تو آخر کو معلوم ہوا کہ یہ حرکت بھی مکے والون سے ہوئی ہی یہ بات سنکر بادشاہ کمال غصے مین آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتھی کہ اُن مین ایک کا نام محمود تھا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی تھا اور سب ہاتھیون سے آگے آگے چلا کرتا تھا ساتھ لیکر خانۂ کعبہ کے توڑنے کو چلا پھر راہ مین جو شہر اور جو قوم کہ ملتی تھی تو اُس شہر اور قوم کے لوگ عاجزی اور زاری کرتے تھے کہ اس گھر کو نہ چھیڑ اور جو تجھکو چاہیے بدلے مین ہمسے لے اُس مردود نے ہرگز قبول نہ کیا یہانتک

کہ مکہ معظمہ کے متصل پہونچا اور مکے والے یہ خبر سنکر اپنے لڑکے بالے مال اسباب لیکر پہاڑون پر
چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب تنہا مکۂ معظمہ مین رہ گئے تھے جب یہ
حال دیکھا تو وہ بھی حیران اور پریشان ہوکر مدد غیبی کے منتظر تھے کہ یکایک سبز چڑیان جدے
کی طرف سے کہ دریا سے شور کا بندر ہی اور مکۂ معظمہ سے مغرب کی جانب کو واقع ہی غول کے غول
جمع ہوکر ابرہہ کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئین اور ہر چڑیا کے پاس اُن چڑیون مین سے تین تین کنکریان
تھین مسور سے بڑی اور چنے سے چھوٹی ایک تو چونچ مین اور دو دو پنجون مین پھر جب برابر اُس لشکر کے
پہونچین تو اُن کنکریون کو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت اُن کنکریون کی یہ تھی کہ جس کے سر پر لگتی
تھی تو اُسکے پاخانہ کی راہ سے نکل جاتی تھی اور اندر اُسکا قلب جلا دیتی تھی اور یہ حادثہ وادی محسر
مین ہوا تھا جو مکۂ معظمہ سے چھ کوس پر عرفات کے رستے مین ہی اور اس حالت مین وہ لشکر اُس
جنگل مین تھا اور بڑا ہاتھی اُسکا جسکا نام محمود تھا اُسنے جنگل مین گھٹنے ٹیک دیے تھے اور ٹھٹک رہا
تھا اور ہرگز قدم آگے نہ رکھتا تھا دوسرے ہاتھی بھی ٹھٹک رہے تھے اور جب ہاتھیون کو یمن کی
طرف لے چلتے تھے جلد جلد چلتے تھے اور جب کعبہ شریف کی طرف کو ہانکتے تھے تو ٹھٹک کر
بیٹھ جاتے تھے اور قدم آگے نہ رکھتے تھے بادشاہ نے فیلبانون کو دھمکی دی اور غصہ کیا کہ یہ سب
تمھاری شرارت ہے تم چاہتے ہو کہ یہ اس گھر کا معتقد ہو جاے سو مین ایسی باتون پر اعتقاد نہین
رکھتا یہ تو اسی گفتگو مین تھا کہ چڑیون کے غول آ پہونچے اور تمام لشکر کو ہاتھیون سمیت غضب الٰہی کا
پامال کر ڈالا اور مال اور متاع کہ اُنکے پاس تھا سب اُسی جنگل مین پڑا رہ گیا مکے کے لوگون نے
جو پہاڑون پر بھاگ گئے تھے تباہی اور خرابی اُنکی دیکھی تو ایک بارگی اُتر کر لوٹنا شروع کر دیا اور
خوب دولت دنیا اور اسباب جمع کر لیا اور قریشون مین جو دولت تھی تو وہی دولت تھی
اور وہ کنکریان نبوت کے وقت بلکہ بعد اُس کے بھی لوگون کے گھرون مین تھین
عبرت کے واسطے لوگون نے رکھ چھوڑی تھین اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مین بہت
لوگون نے وہ کنکریان دیکھی تھین اور ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
اس قصے سے پچپن روز کے بعد ہوئی سو اس سورۃ مین اُس قصے کا بیان کرتے ہین
قریشون کو نصیحت دینے کو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۵

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ؕ کیا نہین دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی
والون سے یعنے اُس لشکر سے جو کعبۃ اللہ کے ڈھانے کو آگے آگے ہاتھی لایا تھا اور دیکھنے کے
لفظ مین اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ جو بات تواتر سے ثابت ہوتی ہی تو وہ دیکھنے کا حکم
رکھتی ہی اسواسطے کہ اُسمین ہرگز شک نہین ہوتا اور رَبُّکَ کے لفظ مین اشارہ یہ ہی کہ یہ واقعہ
عظیمہ تیری نبوت کا پایہ ہی اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا اثبات منظور ہی گویا
کہ ربوبیت الٰہی جو تیری طرف مصروف ہی اس مدد غیبی کو آسمان سے لائی ہی اور یہی سبب ہی
کہ جب تو نے لشکر ہمراہ لیکے مکے کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی مانع اور مزاحم غیب سے پیش نہ آیا
اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ کیا نہین کر دیا انکا داؤ غلط اور بیکار یعنی بیت اللہ کے
مقابلے مین جو دوسرا گھر بنایا تھا اور رعیت پر حکم کیا تھا کہ سب آکر اُس گھر کا طواف کیا کرین سو
یہ ایک بڑی تدبیر تھی بیت اللہ کے حرمت کھونے کی سو وہ سب برباد ہو گئی بلکہ ذلت پر ذلت
ہوتی چلی گئی ہر چند کہ عاقلون کو محنت طویل کے ضائع ہونے سے بہت عبرت و نصیحت حاصل ہوتی
ہے لیکن اس گروہ کے واسطے اسقدر پر اکتفا نہ ہوا بلکہ ایک عذاب آسمانی دوسرا ان کو نصیب ہوا
چنانچہ فرماتے ہین وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ اور بھیجے اُن پر طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ اڑتے جانور غول کے
غول اور اَبَابِیۡلَ کا لفظ اصل لغت مین جوق جوق کے معنون مین ہی اور اسکا واحد مستعمل نہین ہی
لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا واحد ابیل یا ابول یا ابالہ ہی اور عرف مین ابابیل ان جانورون
مشہور کو کہتے ہین اور غیبی جانور جو سنگریزے لیکر آئے تھے اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے
جانورون کو کہ ہاتھی ہی خانہ کعبہ کے گرانے کو لائے تھے تو اُن کے مقابلے مین ایک ادنی ضعیف
جانور کو چھوٹے سے چھوٹا اسباب کہ کنکریان ہین دیکر بھیجا تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ تائید الٰہی
کے سبب سے ضعیف مخلوق بڑی قوی مخلوق کو زیر کرتی ہے اور بغیر اسکی مدد کے بڑی زبردست
مخلوق سے کچھ نہین ہو سکتا تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۙ مارتے تھے وہ جانور اُن لشکر
والون کو پتھر دن سے جو کھنگر کے قسم سے تھے اور سجیل معرب ہی سنگل کا یعنے وہ مٹی کہ پک کر
پتھر کی طرح پر ہو جاوے جسکو ہندی زبان مین کھنگر کہتے ہین اور غول کے غول لانے مین

اُن چڑیون کے ایک حکمت تھی یعنی جب پتھر مارنا شروع ہوگا تو لوگ ہر طرف کو بھاگین گے تو جانور بھی غول کے غول چاہئیین کہ ہر طرف کے بھاگنے والون کا کام تمام کرین اور تاثیر اُن کنکریون کی جو کچھ اُنکے بدنون پر ظاہر ہوئی تھی بیان اُسکا اس آیت مین ہے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۵ پھر کر ڈالا اُن لشکر والون کو جیسے گھاس کھائی ہوئی یعنے گھاس جو جانور کھا کے آخور چھوڑ دیتے ہین اور یہ اشارہ ہے اعضا کے ٹوٹ پھوٹ جانے کی طرف یعنی شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا اور یہ تاثیر بھی خوارق عادت سے ہے گویا کہ اُن پتھرون مین یہ کچھ زہر تھا کہ بدن پر لگتے ہی سارا بدن چکنا چور رہ جاتا تھا اور یبوست اور خشکی سرایت کر جاتی تھی اور جوڑ دست سارے اُکھڑ پکھڑ جاتے تھے اور یہ قصہ عذاب الٰہی کا ایک نمونہ تھا اور کئی خرق عادت کو شامل تھا اول تو ٹھٹھک رہنا ہاتھیون کا کہ بیٹھ بیٹھ جاتے تھے پر ایک قدم آگے نہ رکھ سکتے تھے دوسرا چڑیون کا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتھ دریاے شور کی طرف سے کہ ظاہر مین پرندون کی بود و باش کی جاے نہین ہے اور بعد اس واقعہ کے بھی پھر اُن چڑیون کو کسی نے نہین دیکھا تیسرا یہ کہ اُن کنکریون کا لانا کہ کہین اُنکا ٹھکانا معلوم نہین ہے چوتھا یہ کہ کیا کچھ تاثیر قوی اُن کنکریون مین رکھی تھی واللہ اعلم بالصواب

سورة القریش

یہ سورة مکی ہی ہین چار آیتین اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہین اور قریش نام ہے ایک قبیلے کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار بھی اسی قبیلے سے تھے اور یہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہے اور بیت اللہ کی اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ سے اُن ہی کو سپرد ہے اسیواسطے رہنے والے اور رئیس یمن اور شام کے اور دوسرے عرب کے شہرون کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب سے اس قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تھے اور جہان یہجاتے تھے نذر اور نیاز اور مہمانیان اور قربانیان اُنکو ملتی تھین اور مال تجارت کا مال کہ ان کے ساتھ ہوتا تھا کوئی اُسکا محصول نہ لیتا تھا اور چور اور قطاع الطریق بھی خانہ کعبہ کے ادب سے اُن سے تعرض نہ کرتے تھے اور ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تھی کہ سردی کے دنون مین یمن کی طرف کہ گرم ملک ہے جاتے تھے اور طرح طرح کے فائدے تجارت کے اُٹھاتے تھے بلکہ نذرین اور نیازین بھی

لاتے تھے اور گرمی کے موسم مین اسیطرح شام کو جاتے تھے اور ہمیشہ اسیطرح سے سفر کیا کرتے تھے اور دولت اور دُنیا بہت سی کما لاتے تھے اور اسی وسیلے سے مکۂ معظمہ مین بخوبی تمام گذران کرتے تھے اور باوجود اس بات کے کہ مکۂ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان مین واقع ہی اور زمین وہان کی کمال خشک ہی کہ زراعت اور درخت اُسمین سرسبز نہین ہوتا حق تعالی اس سورۃ مین اُن نعمتون کی قریشون کو یاد دلاتا ہی اور فرماتا ہی کہ اگر کوتہ نظری کرو اور باری تعالی کی ذات پاک کے عمدہ کمالاتون کو اور اسکی بے انتہا نعمتون کو کہ عرش سے فرش تک لبالب ہین نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانۂ کعبہ کی برکت سے تمھارے حق مین امداد فرمائی ہی خود بخود سمجھ لو اور ادا کرنے مین اُسکے شکر کے موجب عبادت کے قیام کرو اور اسی واسطے اس سورۃ کا نام سورۂ قریش رکھا ہی کہ اس سورۃ مین خاص قریشیون کے احسان کا ذکر ہے اور حقیقت مین قریشون پر احسان کرنا تمام عالم پر احسان ہی اور انسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم تمت عبادت کی طلب ہی اور مرتبہ انکا تبوعیت مین مانند قرآن مجید کے ہے بہ نسبت دوسری کتابون کے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ جب اللہ تعالے کا ارادہ عالم کی اصلاح اور شرک اور کفر کے دفع کرنے کیواسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے واسطے اختیار فرمایا سو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اس ارادے کے اور علم اور معرفتین کہ اس مہم عظیم سے تعلق رکھتی تھین القا ہوئین پس لازم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرنے مین اس مہم کے استعانت اپنے قبیلے کی طرف کرین سو واسطے کہ قبیلہ آدمی کا اخلاق اور اوصاف کے پہچاننے مین دوسرون کے بہ نسبت پیشقدمی رکھتا ہی اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر انکو ہوتی ہی دوسرون کو نہین ہوتی ہی اور یہ بھی ہی کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور حمیت دائمی کی قرابت والون مین زیادہ ہوتی ہی غیرونکی نسبت سے پس گویا کہ قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد مشرف ہونے کے شرف اسلام سے ساری اُمت کے بہ نسبت حکم پیغمبر کا رکھتا ہی اور امتون کی نسبت سے اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ تعلموا من قریش ولا تعلموھا یعنے سیکھو قریش سے اور نہ سکھاؤ اُن کو اور یہ بھی فرمایا ہی کہ الناس تبع فی ھذا الشان بقریش یعنی سب آدمی اس بات مین تابع ہین قریش کے اسی واسطے قرآن مجید ان ہی کی زبان مین

نازل ہوا تاکہ وہ موافق اپنے پیدائشی سلیقے کے اُسکی باریکیون کو سمجھین اور دوسرے لوگون کو بتاوین پس معنی نبوت کے سب قریشون مین پراگندہ اور منتشر ہین اور ازل الآزال مین مقدر تھا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام کی ابتداے ہجرت سے چھ سو چھپین ۶۵۶ سال کے آخر تک قریش مین رہے گی بعد اُسکے چنگیزی ترکون کے ہاتھ سے خراب ہو گی اور ترک مسلط ہون گے چنانچہ خوف کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے یعنے اس لفظ کے تاریخ بوجھی جاتی ہے یہ بات بنی آدم مین پیدائشی ہی کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین پس مقتضا حکمت کا یہی تھا کہ اول اُنکی صلاح کے واسطے کوشش کی جاوے تاکہ اور لوگ چار و ناچار اُنکی درستی سے درست ہو جاوینگے اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونیکا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ یہان پر لام قسمیہ ہی جیسے لِلّٰہِ لَا یُؤَخَّرُ الۡاَجَلُ مین اللہ کی قسم ہی کہ وقت نہ ٹلے گا یعنے قسم ہے قریش کے اُلفت دینے کی اور قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین کہ تیرھوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اسواسطے کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد مین ہی وہ قریش مین داخل ہی اور اُسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہی ایک جانور کا دریائی جانورون مین سے کہ سب جانورون کو پکڑ کے کھا جاتا ہی اور سب پر غالب ہی اور اولاد نضر بن کنانہ کی گردش زمانہ کے سبب مکے کے شہر سے متفرق ہو کر تمام ملکون مین بکھر گئی تھی قصی نے کہ پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اُن سب کو ادھر اُدھر سے بُلا کر پھر مکہ معظمہ مین بسایا اسی واسطے قصی کو مجمع کہتے ہین اور اس قبیلے کو کہ اور قبیلون سے زبان کی فصاحت مین اور شجاعت اور سخاوت اور ہمت کی بلندی مین اور نسب کی صحت مین غالب تھا اُس جانور کے نام پر نام رکھا اِیۡلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ خوگر ہونا اُنکا سفر مین جاڑون کے اور گرمی کے کہ یمن اور شام کی طرف اُنکو اتفاق پڑتا تھا اور اس قسم کے کھانے مین اس بات کی طرف

کیطرف اشارہ ہی کہ اس ضمن مین حق تعالیٰ کی تدبیر عجیب اُنکی معاش کی فراخی کے واسطے جلوہ گر ہوئی
اور اُس مسبب الاسباب کے کمال حکمت پر دلالت کرتی ہی اسواسطے کہ جس شہر کے رہنے والے
گرد نواح سے اُس شہر کے اپنی معاش پیدا نکر سکین زمین کی قحط ناکی اور کوہستان کی سنگلاخی اور
ہوا کی خشکی کے سبب سے تو کچھ عجب نہین کہ وہ شہر ویران ہو جاوے اور لوگ وہان کے تلاش معاش
کے واسطے ملک دور ملک چلے جاوین پھر آبادی اُس شہر کی اس عجیب تدبیر کے ساتھ محفوظ رکھی کہ
وہان ایک گھر اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگون کے دلون مین اُس گھر کی عظمت ڈالدی اور اُس
گھر کے مجاورون کو جاڑون کے اور گرمیون کے سفر کے واسطے مائل کیا کہ ہر ملک اور ضلع سے مناسب
موسم کے مال و اسباب کما کر اُس شہر مین لاوین اور اُنکے رہنے کا سبب اُس بقعۃ الخیر سے منقطع
نہ ہو جاوے اور یہ بات بھی ہی کہ ہمیشہ سفر مین رہنا ملال خاطر کا سبب ہی خصوصاً مین سردی اور
شدت گرمی مین لیکن اس قبیلے کو اصلا اس تکلیف کا رنج نہ ہوتا تھا پس گویا خرق عادت ہو گیا
اور اس بات کے لائق ہوا کہ اُسکی قسم کھائی جاوے اور یہ بھی ہی کہ خوگر ہونا اُنکا سردی اور گرمی
کے سفر مین بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا سبب ہوا کہ چھوڑنا
وطن کا ہجرت مین اُن پر شاق نہ ہوا بعد اُس کے جہاد کے واسطے اور دور کے ملکون پر جانا اُنکو
آسان معلوم ہوتا تھا اِسی واسطے مدینہ منورہ سے کابل تک اور قسطنطینہ اور اندلس تک
متفرق ہو کر دین حق کو پھیلایا اور یہ بھی ہی کہ اس ہمیشہ کے سفرون مین لوگونکی خصلتون اور
عادتون کا تجربہ بھی کماحقہ ہو گیا تھا پھر جسوقت کہ دینی اور دنیوی ریاست اُن کے ہاتھ مین آئی
تو یہ بات خوب مفید پڑی اسیواسطے تھوڑے سے عرصے مین رواج دینا دین و ایمان کا اور شہرون
اور ملکون کا فتح کرنا اُن کے ہاتھ سے بہت آسانی سے سرانجام پایا تو یہ عادت سفر کی اُن کے
حق مین ایک عجیب نعمت اور ایک عظیم دولت تھی کہ دونون جہان کی سعادت اور دین و دنیا کی
ریاست اُسکے سبب سے حاصل کی ہرچند کہ سرگردانی اور صحرا نوردی کی صورت پر ہوا اور جب اس
نعمت کو باوجود اس عظمت کے کہ رکھتی تھی اُنکو یاد دلایا تو اُسکے شکرانے مین عبادت طلب ملتے
مین فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ پھر چاہیئے کہ عبادت کرین قریش اس گھر کے
صاحب کی اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی اُنکی لوگون کے دلون مین اور اُنکی معاش کی فراخی اور

انکا بے غم ہونا دشمنون سے یہ سب اسی گھر کی مجاوری اور آستانے کی دربانی کی برکت سے ہے
پھر جب دوسرے لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اس طور کی تعظیم اور تکریم سے
پیش آوین تو ان خادمون کو لازم ہی کہ اس گھر کے صاحب کی کمال درجے کو تعظیم اور تکریم کرین اسیواسطے
رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ کا لفظ اس مقام پر لائے ہین گویا اشارہ کرتے ہین کہ اگر از راہ کوتہ نظری کے
ربوبیت حق تعالیٰ کی تمھاری نظرون سے محجوب ہی لیکن عظمت و بزرگی تو اس گھر کی ظاہر اور کھلی
ہے اور اگر جناب الٰہی کو اس گھر کا صاحب سمجھ کر عبادت کرو تو بھی سزاوار ہی اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ
جُوْعٍ جس نے کھانا دیا ہی انکو بھوک سے یعنی رہنے کی جگہ انکی زمین بے کھیتی کے اور جنگل بغیر گھاس کا ہی
سو وہ تو قابل اس بات کے تھا کہ رہنے والے وہان کے بھوک سے مرجاوین اگر تدبیر الٰہی یاد کرنیکو
بیت اللہ کے جلوہ گر نہ ہوتی تو لوگون کو وہان کے روٹی کا ٹکڑا ملنا مشکل پڑتا وَّاٰمَنَهُمْ
مِّنْ خَوْفٍ اور امن دیا انکو ڈر سے باوجود اس بات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور بندی
اسقدر مروج تھی جسکی حد و نہایت نہ تھی لیکن بیت اللہ کے گرد اگرد حرم شریف کی حد تک کہ بعضی طرف
دس کوس ہی اور بعضی طرف چھ کوس اور کسی طرف سے تین کوس ہی ہرگز تعرض و مزاحمت
نہ کرتے تھے بلکہ اگر کوئی کسی کے باپ اور بیٹے کو مار کر حرم مین جا بیٹھتا تھا تو اُسکا پیچھا نہ کرتے
تھے اور بعضون نے کہا ہی کہ ان سب امنون کے سوا ایک امن اور ہی کہ حرم کے رہنے والے کو
جذام کا مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہ بات مدت دراز سے تجربے مین آئی ہی واللہ اعلم

سورة الماعون

یہ سورة مکی ہی اس مین چھ آیتین اور پچیس کلمے اور سو سو حرف ہین اور اس سورة کو سورة الماعون
اسواسطے کہتے ہین کہ منع کرنا ماعون کا جو احسان کا ادنیٰ مرتبہ ہی سبب ہی حجاب کا اور باعث ہی
عقاب کا پھر جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد اُن کے ادا نکرنے
سے ڈرانا چاہیئے اور ڈرانا ان کامون سے عین مقصد ہی قرآن کا اور نصف اس سورة کا کافرون کے
حق مین ہی اور نصف منافقون کے حق مین آیا اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ ابوجہل مردود
کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تھا تو اُسکے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیمون کو
مجھکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکھ کہ مین خبرگیری اور خدمتگزاری اُنکی بخوبی ادا

کرونگا اور دوسرے وارث آپنر زیادتی نہ کرسکین گے پھر جب انکا مال اپنے قبضے مین کرلیتا تو یتیمون کو اپنے دروازے سے ہانکدیتا پھرتے بیچارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچون مین روتے ہوئے مارے مارے پھرتے اسیطرح سے ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اُس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس یتیم کی رعایت کے واسطے اُس ملعون کے پاس تشریف لیگئے اور اُسکو پرسش سے قیامت کے دن کی ڈرایا اُس ملعون نے مقابلہ مین اُس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولت خانے کو تشریف لائے پھر یہ سورۃ نازل ہوئی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ کیا دیکھا تو نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس شخص کو جو جھٹلاتا ہی اور جھوٹ سمجھتا ہی دین کو یعنی ملت کو یا جزا کو اور دین ان دونون معنون مین آیا ہی اور یہان دونون معنی ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پر اور رحم نہ کرنا فقیرون اور محتاجون پر ملت کے جھٹلانے کی علامت ہی اور چالیجا دین مین تاکید اسی بات کی ہی اور جزا کے باور نہ کرنے کی بھی علامت ہی سواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہی اور اسکو سچ جانتا ہی وہ خدا سے ڈرتا ہی اور جو خدا سے ڈرتا ہی وہ یہ کام نہین کرتا اور اس قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ اگر کوئی چاہے دین کی تکذیب کرنیوالون کو علامت سے دریافت کرے تو چاہیے کہ ان علامتون کو خیال کرے فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ پھر وہ جھٹلانیوالا دین کا وہ شخص ہی کہ زور سے ڈھکیلتا ہی یتیم کو یعنی سینہ زوری سے یتیم کا حق کھاتا ہی اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہی اور جو شخص کہ معتقد جزا کا ہی سو اپنے خاص مال سے لوگون کے ساتھ احسان کرتا ہی خصوصاً ضعیفون پر علی الخصوص یتیمون پر کہ اسباب ضعف کا ان مین کما حقہ موجود ہوتا ہی سواسطے کہ خردسال بھی ہوتے ہین اور قوت کسب کی اور معاش کی تلاش کی نہین رکھتے اور حیلہ اور تدبیر نہین جانتے اور کوئی وارث اور والی بھی نہین رکھتے کہ انکا حال پوچھے اور کام سنوارے سوا گر احسان نکرے اور کچھ سلوک نہ کرسکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے اور بالفرض اگر حق تلفی بھی کرے تو ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف کی خصوصاً بیکس یتیم کی کہ جناب الٰہی کے سوا کوئی دنیا کا بھی بچنے والا نہین رکھتا پس جو شخص کہ اس قسم

مسکین اور ضعیف پر بیدھڑک ظلم کرتا ہی تو یقین ہو کہ خدا سے نہین ڈرتا اور اعتقاد عملون کی جزا کا
نہین رکھتا پھر بعد اس علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے ہانک دینے کی علت اس
ملعون کو کمال بخل اور محبت مال کی ہو یہانتک کہ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ اور تاکید
نہین کرتا کسی کو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہو کہ اپنے مال سے فقیرون کو دینا
تو کیا ممکن ہی دوسرون سے بھی کھانا کھلانا فقیرون کو روا نہین رکھتا پس بخل اس شخص کا نہایت کو
پہونچا ہی اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور مال کی محبت کے سبب سے ہی نہ اس یتیم کی مصلحت اور اسکے
مال کی کفایت کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیرون کو باوجود اس بات کے
کہ یہ دونون عمل دین کے بڑے مرتبون سے نہین ہین تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئی پھر
جو لوگ کہ بڑے کامون مین دین کے جیسے نماز اور زکوۃ ہی بخل کرتے ہین اور خلل ڈالتے ہین انکا
حال تو اور بھی خراب اور انکا جھٹلانا دین کو زیادہ تر ظاہر ہوگا اسیواسطے فرمایا ہی فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝
پھر خرابی ہی اُن نمازیون کی یعنی جو لوگ کہ مکلف نماز کے ہین اور نماز ایک عمل ہی فرق کرنے والا اسلام
اور کفر مین الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ وہ نمازی کہ جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل
ہین یہ نہین جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہی اور مقصود نماز سے کیا ہی و الا روبرو لوگون کے نماز پڑھنا
اور پیٹھ پیچھے لوگون کے نہ پڑھنا اور اسیطرح فراغت کے وقت نماز کو یاد رکھنا اور کچھ دنیا کے کام مین ہوتے
تو بھلا دینا اور بعضے ارکانون کو حضوری سے ادا کرنا اور بعضے ارکانون مین وسوسون اور خیالات
مین چلے جانا یہ سب بے ادبیان الٹے ظاہر ہوتین ہین اسواسطے کہ حقیقت نماز کی مراقبہ حق کا ہی دلسے
تعظیم کے طور پر اور کام مین رکھنا حواس [illegible] اور جوارح اور اعضا کا [illegible] اللہ تعالی کی طرف دل
اور جان اور سب جوڑ بندون کو عاجزی سے متوجہ کر دینا اور یہ بات ان [illegible] کی گنجائش نہین رکھتی
یعنی دلکو ماسوے اللہ کیطرف لگانے سے اسطرح کی جمعیت حاصل نہین ہوتی الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۤءُوْنَ ۝
وے لوگ وہ ہین کہ سب عبادتون اور طاعتون مین اپنی نمود کرتے ہین [illegible] اپنی نماز ہی کو برباد نہین
کیا بلکہ تمام اعمالون کو اپنے بسبب ریا اور [illegible] کے حبط کر ڈالتے ہین یعنی ریا نہ کیا برا بھاری اور ریا
شاخ ہی شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرک سے [illegible] قوی تر [illegible] اسواسطے کہ ریا والا لوگون کو
خدا سے زیادہ عزیز رکھتا ہی دوسرے یہ [illegible] شخص طاعت مین کرتا ہی کہ مقام توحید اور اخلاص

کاہو نہ استعانت اور استمداد مین کہ دنیا کے کامون سے متعلق ہین پس وہ حقیقت مین کفر کی
سخت قسمون سے ہی اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ اور منع کرتے ہین
برتنے کی چیزون سے اور تفسیر مین ماعون کی اختلاف ہی اکثر صحابیون اور تابعین سے روایت
ہے کہ ماعون زکوٰۃ ہی اور ریا والا زکوٰۃ نہین دیتا ہو اسطے کہ واجب نفقے جیسے جورو بچے اور
اقربا اور رمحان اور فقیرون کے جو وہ ادا کرتا ہی تو فضیحتی کے خوف سے کہ اگر ادا نہ کریگا تو حاکم
زبردستی لین گے ہو اسطے کہ یہ حق بندون کے ہین اور وے لوگون کے سامنے محلے مین طلب کرینگے
ہین اور زکوٰۃ تو فقط خدا ہی کا حق ہی پھر جو خدا سے نہین ڈرتا ہی تو اسکو کاہے کو ادا کریگا اور بعضے
کہا ہی کہ ماعون سے مانگے دینا گھر کا اسباب مراد ہی جسکا دینا پڑوسیون اور محتاجونکو مروّت ہی
ہانڈی دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دھاگہ ڈول کلہاڑی پھاوڑا اور اسی قسم کی اور چیزین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ماعون کیا چیز ہی فرمایا کہ آگ اور پانی اور نمک اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہی پھر جو کچھ اس سے پکتا ہی گویا کہ سب اسنے دیا اور نمک بھی
اسی طرح ہے اور جو کوئی کسی کو پانی دیتا ہی ایسی جاے پر کہ وہان پانی کا قحط نہو تو ایسا ہی جیسے
بردہ آزاد کیا اور اگر ایسی جاے پڑے کہ وہان پانی نایاب ہو تو گویا مرتے کو زندہ کیا

سورۃ الکوثر

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین تین[۳] آیتین اور بارہ[۱۲] کلمے اور بیالیس[۴۲] حرف ہین اور اس سورۃ کے
نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے
تھے قاسم اور عبداللہ کہ ملقب تھے طیب اور طاہر کے ساتھ اور یہ دونون صاحبزادے بچپن مین
پے درپے گذر گئے تو کافر بطور طعن کے کہنے لگے کہ یہ پیغمبر ابتر ہی یعنی نسل اسکی منقطع ہوگئی بعد
اسکے کوئی نہین ہی کہ دین کو اسکے بپا اور قائم رکھے گا قریب ہی کہ اسکا دین جاتا رہیگا اللہ تعالیٰ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی تسلی اور تشفی کے واسطے یہ سورۃ نازل فرمائی اور
اس سورۃ کا نام سورۃ کوثر اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین ذکر کوثر کا ہی اور وہ ذکر دلالت کرتا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بزرگی اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور
پچھلے انبیا اور رسول اس دن پیاس کی حالت مین اس حوض کے پانی کے محتاج ہون گے اور

کوثر لغت مین بہتی چیز کو کہتے ہین مشتق ہی یعنی نکلا ہی کثرت سے اور بہت اولاد کو بھی شامل ہے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہی اور اولاد کی دو قسم ہین ایک حقیقی اور دوسرے مجازی سو
ان دونون قسمون سے کثرت آپکو اسقدر ہی کہ کسی پیغمبر کو عشر عشیر یعنے سوان حصہ بھی اسکا حاصل
نہین ہوا اور علم کثیر کو بھی شامل ہی سو کثرت علم کی بھی اس امت مین جو کچھ کہ ہی ظاہر ہی اسواسطے
کہ جو علم پہلون کے جیسے یونانیون اور فارسیون اور ہندیون کے تھے سب انکو پہنچے اور ان علمونکو
اس امت کے عالمون نے اسطرح پر تحقیق اور صاف کردیا ہی کہ ان علم والون کو بھی میسر نہین ہوا
تھا اور سوا ے انکے اور علم شرع مثل نحو اور صرف اور معانی اور بیان اور تفسیر اور حدیث اور
اصول اور فقہ اور علم حقائق اور معارف کے جو جو اس امت کو عنایت الٓہی سے ملے ہین ہرگز
اگلون کو انکی خبر بھی نہ تھی اور بہت عملون اور خزانون اور سلطنتون کو بھی شامل ہی جو اس امت
کو اسکے فضل و کرم سے عنایت ہوے ہین لیکن کوثر کا لفظ عرف مین خاص نام ہی اس حوض کا
جو قیامت کے دن حشر کے میدان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت ہوگا اور حقیقت
مین وہ حوض ایک نمونہ ہی خیر کثیر کا اور اس وسعت اور کشادگی کے کمال کا جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص ہی اور اسی سبب سے کہا ہی کہ قرآن اور جانشین اسکا کوثر اور نماز
پنجگانہ کو بھی کوثر کہا ہی اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو بھی کوثر کہا ہی اور حقیقۃ الامر
وہی ہی جو پہلے ذکر ہو چکا اور حوض مذکور مین بموجب احادیث صحیحہ کے پانی آتا ہی ایک جنت کی
نہر سے اور وہ نہر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی اور اسکا نام بھی کوثر ہی اور معراج
کی رات کو وہ سب نہرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی ہین چوڑاو اس نہر کا ایک
مہینے کے راستے کے برابر ہے اور کنارون پر اسکے خیمے موتیون کے اندر سے خالی کئے
ہوے کھڑے ہین اور آبخورے سونے اور چاندی کے آسمان کے تارون کے مانند اس نہر
کے کنارون پر چنے ہین اور گرداگرد اس نہر کے درخت اُگے ہین جنکی جڑین سُنہری اور شاخین
زمردی اور کنکر پتھر اسکے موتی اور یاقوت ہین اور مٹی اسکی مشک سے زیادہ خوشبودار ہی اور
پانی اسکا شہد سے میٹھا اور دودھ سے سفید اور برف سے ٹھنڈا جو کوئی ایک گھونٹ ایک بار اس سے
پیے لذت اور مزہ اسکا کبھی نہ بھولے اور نہ کبھی اس کو پیاس لگے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ مقرر دیا ہمنے تجکو حوض کوثر کے دینے کی نسبت پہلے سے اپنی طرف فرمائی اسواسطے کہ مخاطب پیغمبر بلند قدر تھے اور اُن کی نظر بخشش اور نعمت پر نہین پڑتی انکا منظور نظر منعم اور بخشنے والے کی ذات پاک کے سواے اور کچھ نہین اسلئے تاکید کیواسطے پھر اَعْطَيْنَا مین منعم کو مکرر مذکور کیا گویا اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ ہرچند نظر تیری بہت بلند ہی ان چیزون کی طرف خیال نہین ہی لیکن جو ہماری دی ہوی ہی تو واجب التعظیم ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ پھر نماز پڑھ اپنے پروردگار کے واسطے ایسی بڑی نعمت کے شکرانے مین ہرچند کہ شکریہ کے مقام پر جو عبادت کرے مقبول ہے لیکن یہ نماز ایسی عبادت ہی کہ دنیا مین نمونہ کوثر کا ہی یعنے مناجات پروردگار کی آہین شہد سے زیادہ میٹھی ہی اور انوار غیبیہ کہ اسمین چمکتے ہین دودھ سے زیادہ سفید ہین اور وہ یقین کہ اس سے حاصل ہوتا ہی برف سے بھی زیادہ سرد اور جو لطف اور دل کے چین نماز پڑھنے والے پر نازل ہوتے ہین مسکے سے بھی زیادہ نرم ہین اور سنن اور آداب کہ اسکو گھیرے ہوے ہین اور زندگی معنوی کی سرسبزی کے نشان ہین وہ مانند درختون زمردکے ہین اور ذکر اور تسبیحین کہ ہر رکن مین مقرر ہین مانند چاندی سونے کے برتنون کے ہین کہ محبت الٰہی کی شراب گھونٹ گھونٹ اُن سے باطن مین جاتی ہے اور شوق کی پیاس کو تسکین بخشتی ہی اور اس جگہ ربك فرمایا لنا نہ فرمایا کہ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ شکر کہ مناسب مرتبے و بزرگی اس ذات پاک کے ہی کسی بشر سے ادا نہین ہوسکتا اور انتہا ہر بشر کے شکر کی یہ ہی کہ مقابل مرتبے ربوبیت اللہ تعالی کے ہونہ نسبت اس شخص کے اور جو کوثر کو عوض فرزندون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہی تو لازم ہوا کہ ایک اور شکر فرزند دینے کے شکرانے کی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرین اسواسطے فرمایا کہ وَانْحَرْ یعنے قربانی کر جیساکہ اور لوگ فرزند عطا ہونے کے بعد عقیقے کو قربانی کرتے ہین اور حقیقت نحر اور ذبح کی یہ ہی کہ شکر الٰہی کے مقام مین مال و رجاہ کا اور دوسری مرغوب چیزون کا خرچ کرنا معمول سب آدمیونکا ہی لیکن جان دینا دستور نہین ہی اسیواسطے اس شریعت مین جان دینے کے عوض مین ذبح کرنا جانورکا مقرر ہوا ہی تو ظاہر مین مال دینے کی صورت اور حقیقت جان دینے کی ہوئی اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ آپ کو یا اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو ذبح کرنا اس شریعت مین

جائز نہین ہی اس واسطے کہ جان آدمی کی کسی کی ملک نہین ہوتی ہی سوائے خدا کے اسیواسطے
مار ڈالنا غلام اور لونڈی کا روا نہین ہی ملکیت آدمی کی آدمی پر صرف ملک و منافع اور کمائی پر اُسکے ہوتی
ہی پھر جس آدمی سے اُسکی لونڈی یا غلام کی جان طلب کرے تو اس حکم کی فرمانبرداری سوائے اس کے
کہ جان کسی جانور کی جو خاص اسی کا پالا ہوا ہو یا کسی اور آدمی کا دے چارہ اور علاج نہین ہی اور
یہی ایک نکتہ اور بھید ہی اس بات مین کہ قربانی سوائے چار قسم کے جانور کے کسی اور پر درست
نہین ہی ایک اونٹ دوسرے گائے تیسرے بھیڑ چوتھے بکری کہ حقیقت مین نفع لینا آدمی کا
ان ہی چار قسم سے ہی جیسے گھی دودھ دہی سوار ہونا بوجھ لادنا کھیتی کرنا نسل کو پالنا بخلاف دوسرے
جنگلی جانورون اور درندون کے یہ بات اُن مین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
بیشک دشمن تیرا وہی ہی پیچھے کٹا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورے مین اُس شخص کے
حق مین بولتے ہین کہ نسل اُسکی باقی نہ رہی اور ذکر خیر اُسکا جاری نہو اور اس آیت مین اشارہ
اس بات کی طرف ہی کہ نسل ظاہری اور باطنی تمھاری قیامت تک باقی رہے گی اور تمھاری
اُمت کے لوگ منبرون اور منارون پر چڑھ کے تمھارا نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ پکارا
کرینگے اور پانچون وقت نماز مین اور سوائے اسکے تم پر درود بھیجا کرینگے اور تمھاری محبت مین
جانبازیان کرینگے اور ہزارون عاشق تمھارے نام کو اپنا طریقہ کرکے ہر سال تمھاری قبر کی زیارت کو
دوڑینگے یعنی ذکر خیر تمھارا اسقدر جاری رہے گا اور دشمن تمھارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بھی اسکا
نہ لیگا مگر لعنت اور پھٹکار کے ساتھ تو حقیقت مین ابتر اور پیچھا کٹا دشمن ہی تمھارا ہے

سورۃ الکافرون

یہ سورۃ مکی ہی اسمین چھ آیتین اور چھبیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونے کا
سبب یہ ہی کہ قریش کے کافرون مین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل اور عاص بن وائل
اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
کی زبانی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودون کی فرمانبرداری کرو اور بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ کی
درگاہ مین اُنکی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بھی تمھارے معبود کی بزرگی کے قائل ہون اور اسکی
عبادت کرین حق تعالیٰ نے اُنکی اس بات کے جواب مین یہ سورۃ بھیجی اور اس سورۃ کو

سورۂ کافرون اسواسطے کہتے ہین کہ اس سورۃ کے مضمون مین کمال جدائی ہو مسلمانون اور کافرون مین عبادت کے مقدمے مین جسکے واسطے سب پیدا کئے گئے ہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ کہہ تو اے محمدؐ کہ اے کافرو اور مراد کافرون سے وے لوگ ہین کہ جو کفر ہی کی حالت مین مر گئے اسواسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ کافر نہین ہو گو کہ ظاہر مین لوگون کی نظر مین کافر معلوم ہوتا ہو لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اسواسطے کہ معبود تمھارا پتھر ہی یا درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی و ران سب چیزون کو مین لائق عبادت کے نہین جانتا ہون اور اگر انکو معبود ٹھہراتے ہو اس اعتقاد سے کہ وے چیزین معبود حقیقی کے مشابہ ہین یا معبود حقیقی ان مین سما گیا ہو یا ایک ہو گیا ہو تو حقیقت مین عبادت تمھاری نہین ہوتی مگر اس چیز کی طرف جو معبود نہین ہو وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ اور نہ تم پوجنے والے ہو اُس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون یعنی ہر چند کہ تم اپنے معبودون کو صفات الٰہی کا مظہر جان کر پرستش کرتے ہو لیکن صفات الٰہی کا ظہور مخلوقات مین موافق انکی استعداد کی فراخی کے ہو اور کوئی مخلوق اس بات کی لیاقت نہین رکھتی ہے کہ صفات الٰہی کماحقہ اسمین ظہور فرماوین و الا وہ مخلوق مخلوق نہوگی اور اگر تم ان مظہرون مین کمال ظہور کا اعتقاد رکھتے ہو تو حقیقت مین اس اعتقاد سے صفات الٰہی مین نقصان لازم آتا ہو تو کسی طور سے ذات الٰہی معبود تمھاری نہین ہو وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ اور نہ مین پوجنے والا ہون اس چیز کو جسکو تم نے پوجا ہو یعنے اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے الٰہیہ کو اور تم عبادت کرتے ہو صورتون کو اسمون کی اور اعلیٰ کی عبادت کرنے سے ادنی کی عبادت لازم نہین ہوجاتی وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ اور نہ تم پوجنے والے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون اسواسطے کہ عبادت تمھاری فقط صورتون کو ہی اسمون کی اور میری عبادت ان اسمون کی حقیقت کی طرف رجوع ہونیوالی ہو لَكُمْ دِيْنُكُمْ تم کو تمھارا دین جسمین مظہر مشتبہ ہو گیا ہو ظاہر سے اور صورت مشتبہ ہو گئی ہو حقیقت سے وَلِيَ دِيْنِ ۧ اور میرے واسطے میرا دین جسمین کسی طرح کا التباس اور اشتباہ نہین پس یہ دونون دین نہ اصول مین مشارکت رکھتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کی

ع

صورت مین آور اس مضمون کو دو جا ے پکر رلانا محض اسی واسطے ہی کہ مشرکین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ اپنے معبودون کو صفات آلہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور انکی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ غرض انکی سواے آلہی کی عبادت ہی لیکن صورت کے پرستے مین اور اہل حق کے نزدیک یہ دونون مردود ہین سو ان دونون فرقون کی نفی کے واسطے اس عبارت کو مکرر لاے ہین بعضون نے حال و استقبال پر جو لَآ اَعْبُدُ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ کے لفظ سے مفہوم ہوتا ہی حل کیا ہی اور ایک طائفے نے حال و ماضی کی نفی پر کافرو کی طرف سے جو مَا تَعْبُدُوْنَ وَمَا عَبَدْتُّمْ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی حمل کیاہے و الکل محتمل یعنے ان سب معنون کا احتمال ہو سکتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی اس سورۃ کو پڑھے تو گویا چو تھائی قرآن پڑھا اور تفسیر کواشی مین لایا ہی کہ اس سورۃ کو اور سورۂ اخلاص کو مقشقشتین کہتے ہین اور جو کوئی کہ اس سورۃ کو اور سورۂ اخلاص کو پڑھے گا تو کفر و نفاق سے پاک رہے گا اور مسنون ہی کہ فجر کی سنت کی اول رکعت مین اس سورۃ کو پڑھے اور دوسری مین قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو اور مشہور یہ بات ہی کہ یہ سورۃ منسوخ ہی قتال کی آیت سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ منسوخ نہین ہی اسواسطے کہ اس سورۃ کا مضمون مسلمانون اور کافرون کے دین کی کمال جدائی اور فرق کے بیان مین ہی نہ کہ کافرون سے بالکل تعرض نہ کرنا بلکہ مسلمانون کے دین مین جہاد اور قتال بھی ہے پس منسوخ ہونا اسکا قتال کی آیت سے کسی وجہ سے ثابت نہین ہوتا

سورۃ النصر

یہ سورۃ مدنی ہی اور اس سورۃ کو سورۂ فتح بھی کہتے ہین اسمین تین[۳] آیتین اور انیس[۱۹] کلمے اور اناسی[۷۹] حرف ہین اور اس سورۃ کو سورۃ تودیعہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ اس سورۃ کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے نزدیک ہونے سے خبر دیتا ہی اور اُمّت کے رخصت کرنیکا حکم ہی اور اس سورۃ کا مضمون یہ ہی کہ جب انبیا ؑ سے وہ کام جو دنیا مین انکے ہونے پر موقوف تھا سرانجام پاچکا تو چار و ناچار انکو رجوع الی اللہ اور داخل ہونا عالم ارواح مین ضرور ہوا اسواسطے کہ یہ عالم فانی بھرا ہوا دکھ دردون کا اور نقصانون کا ہی رہنے کی جا نہین اس قسم کی ارواح مقدسہ کی نہین ہی فقط ضروری کامون کی تدبیر کیواسطے انکو اس ناقص گھر مین نازل کرتے ہین اور ضرورت کے قدر انکو

یہان رکھتے ہین اب معلوم کیا چاہیئے کہ وجود ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا مین کون کون
ضروری کامون کے واسطے تھا اور وہ ضروری کام کب سرانجام کو پہونچے تفصیل اس اجمال کی
یہ ہی کہ سچے دین مین خلل ڈالنے والی اور سیدھی راہ سے بہکانے والی چار چیزین ہین اول نفس دوسرے
شیطان تیسرے کفار جو شوکت اور حکومت رکھتے ہون چوتھے منافق بدباطن کہ چھپے چھپے لوگون کے
دلون مین شبہے ڈالتے ہین اور اگلے انبیا نفس اور شیطان کے شر اور وسوسے کو دفع کرنے کیواسطے
مبعوث ہوتے تھے اسواسطے کہ شر ان دونون کا سب شرون کی جڑ ہی اور کفار اور منافق بھی
فرمانبرداران دونون کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے مین ان چارون چیزونکا
دفع کرنا علیحدہ علیحدہ منظور ہوا اسی واسطے فوجکشی اور جہاد اور ملک گیری اور مفسدون اور باغیون
اور ٹھارون کی تنبیہ کا طریقہ اور حدون اور تعزیرونکا جاری کرنا بدکارون پر ان کے دین کی اصل
مین داخل ہوا ہی اور اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت پر ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابتداے بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دیکر خلافت کبریٰ کی انتہا کو پہونچایا
اور جب اس کام سے فارغ ہوے تو انکو اپنے حضور مین بلوایا اور تیس برس تک کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زمانہ تھا چارون یارون نے کہ اس امت کے افضل تھے
قاعدے خلافت کے جاری کرکے ایک دستور العمل پچھلون کے واسطے چھوڑ گئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ جب آئی مدد اللہ کی یعنی کافرون پر شمشیر اور سنان کے استعمال سے
یعنی جہاد کے حکم سے اور منافقون اور بدعتیون پر حجت اور دلیل قائم کرنے سے اور نفس پر ذکر کے
غلبے اور اسکی کثرت سے اور شیطان پر پرہیزگاری کے لازم پکڑنے سے وَالْفَتْحُ اور آئی فتح
مکے کی اور دوسرے کفر کے مکانون کی اور ٹوٹنا بتخانون کا اور کھلنا علمون کی مشکلات کا اور باطنی
احوال کا اور فتح کا ذکر نا نصرت کے بعد اشارہ اس بات کیطرف ہی کہ فتح ہر مرتبے مین فرع اور تابع
نصرت کے ہی مثلا فتح شہرونکی اور بتخانونکی کفار پر نصرت پانے کے تابع ہی اور فتح علوم کی نہ ہونے
شبہون سے منافقون اور بدعتیون پر نصرت پانے کے تابع ہی اور فتح احوال سنیہ اور مقامات
علیہ کی تابع ہی نصرت پانے سے نفس اور شیطان پر پس نصرت اشارہ ہی اوائل اور سلوک کے مرتبہ

کی طرف اور فتح اشارہ ہی انتہا اور کمال کے مرتبے کی طرف گویا وہ حرکت کہ نقصان سے کمال
کی طرف شروع ہوئی تھی انتہا کو پہونچی اور اسیواسطے فرمایا ہی وَرَاَیْتَ النَّاسَ اور دیکھے گا تو
لوگون کو یعنے عرب کو سواسطے کہ اول نبی ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن ہی کیطرف تھا اور جب وہ
اس دین مین داخل ہو چکے تو دوسرون کو بزور شمشیر اور رعب اور برہان کی قوت سے اور نفس و
شیطان کے فریبون کے دفع کرنیسے اس دین مین داخل کرینگے اور نہین تو داخل ہونا انکا ناقص
ہو یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ داخل ہوتے ہین دین مین اللہ کے یعنی اس دین مین جسمین
شرک اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہین ہی بلکہ حق سے باطل کیطرف میلان بھی مطلق نہوگا
اَفْوَاجًا گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے ہرچند کہ شروع نبوت سے لوگ اس دین مین داخل
ہوتے تھے لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینون باتونکی اس صورت سے ظہور مین آئی کہ
ہجرت سے ایک برس کے بعد قوت لڑنے بھڑنے کی بہم پہونچی اور انصار جانبازی مین مشغول ہوئے
تو وہ زمانہ نصرت کے نشو کا تھا اور مکے کی فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار کے لینا شروع ہو گیا
اور نوین دسوین سال مین خلق کا رجوع ہونا اور پے درپے آنا اسلام مین گروہون اور قبیلون کا ظاہر
ہوا چنانچہ بنی اسد اور بنی فزارہ اور بنی کنانہ اور بنی مرّہ اور بنی ہلال اور بنی عامر نجیب اور دارم
اور دوسرے تمیم کے بطنون کا اور عبدالقیس کے قبیلے اور بنو طے اور یمن کے اور شام کے اور
عراق کے لوگ اطراف وجوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچے اور انمین سے
بعضون نے نفس اور شیطان کے جہاد پر اور بعضون نے کفار اور منافقون سے جہاد کرنے پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کمر باندھی اور تیار ہو گئے اور چار یار کبار ابتدائے نبوت سے
اوس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین اور خدا کی راہ کے رفیق اور مشورہ دینے مین
اور مددگاری مین ہر مقدمے کی دل و جان سے حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور اور
وضع ابتدائے نبوت سے انتہائے خلافت تک کماحقہ دریافت کئے تھے پس اس حالت مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نہ رہی تھی سیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک [illegible] پہونچی اور انکو ماسوا دوسری خیر کیطرف فرمایا یعنی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پھر پاکی بول اپنے رب
کی تعریف کے ساتھ اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ عارف کو بعد سیر اور سلوک تنزیہی اور تحمیدی

کے انتہا کی ایک اور راہ کھولتے ہین اور اسکی حقیقت متفرد اور یکتا ہونا عارف کا ہی اس کے کمال کے ساتھ جو اسکو نصیب ہوا ہی اور کوئی شخص اس کمال مین شریک اسکا نہین ہی وَاسْتَغْفِرْهُ اور گناہ بخشوا اس سے اور یہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ جب عارف تکمیل کے مرتبے کو پہونچا اور ہر طرح کے لوگ اسکے تابع ہوے اور انکی استعداد مین نقصان اور کمال مین بہت تفاوت رکھتی ہین تو اسکو ضرور چاہیئے کہ ناقصون کی تکمیل کیواسطے طلب بخشش کی کرے کہ وہ سب استعداد اصلیہ کے نقصان اسکی اتباع کے سبب سے قیامت کے دن اسکی کمال استقلال کی طرف کھینچ جاوین اور یہی حقیقت ہی شفاعت کی اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا مقرر وہ بخشنے والا ہی ناقصون کے حق مین اور تکمیل حرمت کی فرماتا ہی پس اس سے بعید نہین ہی کہ تیرے تابعدارون کو تیرے طفیل کامل سے کامل کردے اور یہ سورۃ سب سورتون سے پچھلی ہی اسکے بعد کوئی سورۃ نازل نہین ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونیکے بعد ہمیشہ یہ دعا زبان پر جاری رکھتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اور یہ بھی منقول ہی کہ آپکے چچا حضرت عباسؓ نے جب یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو رو کے لوگون نے پوچھا کہ آپ کیون روئے فرمایا کہ اس سورۃ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتا ہون

سورۂ تبت

یہ سورۃ مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور بیس کلمے اور اکیاسی حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی نازل ہوئی یعنی ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے والون کو خدا کے عذاب سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلکر کوہ صفا پر گئے اور ہر ایک کو اپنے نزدیک کے ناتے والون سے آواز دی جب سب جمع ہوئے تو بعد اسکے فرمایا کہ اگر مین کوئی بات جو عقل مین نہ آتی ہو تمسے کہون تو تم یقین کروگے فرض مین کہون کہ ایک بڑا لشکر تمھارے لوٹنے کے اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہی تو تم یقین کروگے سب کہنے لگے ہان فرمایا کہ مین تمکو ڈراتا ہون خدا کے اس عذاب سے کہ اگر اطاعت میری نہ کروگے اور قرآن شریف پر ایمان نہ لاؤگے تو تمپر آویگا ابو لہب نے کہ اسکا نام عبد العزیٰ تھا اور وہ سوتیلا چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا سخت سخت کلمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین کہے اور بولا کہ تونے اسیواسطے ہمکو بلایا اور جمع کیا ہلاکت ہاد ترا جیسے ہندی مین کہتے ہین تو غارت ہو جیو یہ سورۃ جواب مین اس خبیث کے نازل ہوئی اور اس سورۃ مین

اس خبیث کو کنیت کے ساتھ یاد فرمایا ہی باوجود اس بات کے کہ کنیت عرب کے نزدیک صیغہ تعظیم کا ہی
دو طور سے اول تو یہ کہ نام اسکا عبدالعزی تھا اور یہ نام شرک کا ہی اور اہل توحید کے نزدیک
یہ نام نہایت مکروہ ہی دوسرے یہ کہ اسکی کنیت اسکے دوزخی ہونے پر دلالت کرتی ہی اسواسطے
کہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہین ہرچند کہ اسکے باپ نے اسکے چہرے کی دمک کے سبب جو آگ کے
شعلے کے مانند تھی کنیت مقرر کی تھی لیکن حقیقت مین اسکے دوزخی ہونیکا سبب ہوئی اور جورو
ابولہب کی ام جمیلہ کہ ابوسفیان کی بہن تھی وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین نہایت
کوشش کرتی تھی یہانتک کہ ببول کے کانٹون کے اور دوسرے کٹیلے درختون کے گٹھے جنگل سے
لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین رات کو بکھیر دیتی تھی کہ صبح کو نماز کے واسطے جو مسجد الحرام مین
تشریف لیجاوین تو انکے پاؤن مین چبھین آخر اسی کام مین مرگئی کہتے ہین کہ ایک گٹھا کانٹون کا
سر پر رکھا تھا اور اسکی رسی اپنے گلے مین خوب لپیٹ لی تھی اتفاقاً وہ گٹھا سر سے ڈھلک پڑا اور
وہ رسی اسکے گلے مین پھنس گئی آخر اسی حالت مین گلا گھٹ کے مرگئی اور دوزخ کا کندہ ہوئی
اور اسی طرح سے ابولہب بھی آخر عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت رکھتا تھا
یہانتک کہ بارہا رنج کو بلکہ شہید کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد کیا لیکن حافظ حقیقی کی حمایت سے
ہمیشہ اس خبیث کے شر سے محفوظ رہے چنانچہ سیر اور تواریخ مین مذکور ہی اور دو صاحبزادیان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ اسکے دونون بیٹون سے کہ انکا نام
عتبہ اور عتیبہ تھا منسوب تھین ابولہب نے اپنے دونون بیٹون سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو
تو اس علاقے سے ہاتھ اٹھاؤ نہین تو زندگی بھر تمھارا منہ نہ دیکھونگا اسکا بڑا بیٹا جسکا نام عتبہ تھا یہ
بات سنکر چپ رہا اور دوسرا بیٹا جسکا نام عتیبہ تھا کمال بیحیائی سے اس مجلس سے اٹھکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مجلس مین آکر بولا کہ مین نے تمھاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق باتین بھی
بکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارخدایا ایک کتا اپنے کتون مین سے اسپر مقرر کردے آخر کو اسکو
شام کے سفر مین شیر نے پھاڑ کھایا الغرض اس سورۃ کا مضمون یہ ہی کہ ابولہب اگرچہ نسب اور مال اور
جاہ اور ثروت اور ریاست کے سبب سے دنیا کی بڑی شرافت رکھتا تھا لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت
اور دین حق کے انکار کے سبب سے ہلاکت ابدی اور دونون جہان کی روسیاہی اسکو نصیب ہوئی

پس ہر شخص کو چاہیئے کہ ان چیزون پر یعنے حسب اور نسب اور مال وجاہ پر مغرور نہو اور رسم و راہ اللہ کی درگاہ کے مقربون سے درست کرے یعنی انبیاؤں کے انکار سے توبہ کرے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضؓ کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد نازل ہونے اس سورت کے فرمایا کہ لَا اَملِکُ لَکُم مِنَ اللّٰہِ شَیئًا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر رکھو مین وہان تمھارے واسطے کچھ نہین کر سکتا

سورۂ تبت	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ ہلاک ہوگئے دونون ہاتھ ابولہب کے اب سمجھ لیا چاہیئے کہ انسان کے نفس مین دو قوتین ہین ایک قوت علمی اور دوسرے قوت عملی قوت علمی وہ ہو جس سے جانتا ہی اور بوجھتا ہے اور قوت عملی وہ ہی کہ جسکے سبب سے نیک اور بدکام اس سے صادر ہوتے ہین سو دونون ہاتھ سے اشارہ ان دونون قوتون کی طرف ہی یعنی ہلاک ہوگیا اسکا عمل اور اعتقاد اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ دونون ہاتھون سے نیک اور بد عمل مراد ہون اور بد عملون کی ہلاکی تو ظاہر ہے کہ برا پھل لاتے ہین اور نیک عمل کی ہلاکی یہ ہی کہ کفر کے سبب سے نیک پھل نہ لایا بلکہ بیفائدہ گیا اور بعضون نے ظاہر اور باطن کے عملون پر قیاس کیا ہی اور بعضون نے قوی اور ضعیف جانب پر حمل کیا ہی اور یہ سب ہوسکتے ہین وَّتَبَّ اور ہلاک ہوگیا وہ آپ یعنی اس خبیث کے اعتقادون اور عملون کی ہلاکی و خرابی اسکی ذات کی ہلاکی کا اور اسکے جوہر نفس کے فساد کی خرابی کا سبب بڑی یہانتک کہ کوئی سبب اسکی درستی کا باقی نہ رہا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ کچھ کام نہ آیا اُسکو مال اسکا اور جو کمایا جیسے نام اور جاہ اور اولاد اور نوکر اور دوست اور آشنا اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ مَالُ سے مال موروثی مراد لیا جاے اور مَا کَسَبَ سے اپنا کمایا ہوا مال جیسا کہ بعضون نے کہا ہی اور بعضون نے فرزند مراد لئے ہین اب اس کے مال اور مکسوبات کا بیان فرماتے ہین کہ یہ چیزین دنیا مین اسکو البتہ کچھ نفع کر سکتی ہین لیکن آخرت مین جو بڑی احتیاج لگی جاتی ہی اور سدا رہنے کا گھر ہرگز نفع نکرینگی اسواسطے کہ سَیَصۡلٰی نَارًا اب پڑیگا آگ مین یعنے مرنے کے ساتھ ہی اسکو آگ مین ڈالینگے اور انتظار قیامت کے آنیکا اسکے واسطے نہ کرینگے بخلاف اور کافرون کے ذَاتَ لَہَبٍ بڑے شعلے والی ہے

واسطے کہ کفر اسکا اور دن کے کفر سے بہت زیادہ ہی اس سببسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بہت قریب تھا یعنی چچا تھا سوتیلا او خصلتون کی نیکوئی اور بات کی سچائی اور مانند اسکی جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین بچپن سے پائی جاتی تھی بخوبی واقف تھا پھر باوجود ان باتون کے
نہایت دشمنی اور عداوت آپسے رکھتا تھا اور اُسکے عذاب کے زیادہ ہونیکے اسبابون مین سے ایک
یہ ہی کہ اسکی محبوبہ کو اسکے روبرو جلاوینگے اسیواسطے فرمایا ہی وَّامْرَاَتُہٗ اور جورو اسکی یعنی جسطرح اسکی
عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جورو کے سببسے زیادہ ہوئی تھی اسیطرح عذاب بھی اسکا
عورت کا عذاب دیکھنے سے زیادہ ہوگا حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ یعنی مراد لیتا ہون مین وہ عورت جو
ایندھن اُٹھاتی ہی یعنی دوزخ مین بدلا اسکا جو دنیا مین کرتی تھی یعنی کانٹون کے گٹھے لاکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی راہ مین بکھیرتی تھی فِیْ جِیْدِھَا اس عورت کی گردن مین جو زر اور جواہر پہننے کی جگہ ہی حَبْلٌ
رسی ہی بٹی مِّنْ مَّسَدٍ کھجور کی چھال کی جو خوب بٹی ہوئی ہو اور خاصیت اس رسی کی یہ ہی کہ جب
پسینے سے بھیگتی ہی تو اینٹھتی ہی اور گلا گھونٹ ڈالتی ہی اور موافق اس کلام کے جو اسکی شان مین آیا ہی
اسی طور سے وہ مری واللہ اعلم اور اس سورۃ مین اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ مال کا کمانا
مردونکا کام ہی اور ان کے ذمے پر ہی اور گھر کی خدمت یہانتک کہ جمع کرنا کھانے پکانے کے
اسباب کا جیسے ایندھن وغیرہ عورتون کا کام ہے اور ان کا ذمہ ہے

سورۃ الاخلاص

یہ سورۃ مکی ہی اسمین چار آیتین اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہین اور اس سورۃ کے نازل
ہونیکا سبب یہ تھا کہ کافرون کے سردارون کے ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین
آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤنکو تو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے
عیب انمین بتلاتے ہو بھلا کہو تو تمھارا خدا کیا صفت رکھتا ہی اور کس چیز سے پیدا ہوا ہی اور اس سے کیا
چیز پیدا ہوتی ہی اصل اور فرع اسکی کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر جبرئیل علیہ السلام یہ سورۃ
لائے اور بعضی روایتون مین یون بھی آیا ہی کہ کافرون کے سوال مین یہ بھی تھا کہ کیا چیز ہے اور کیا
کھاتا ہی اور کیا پیتا ہی اور اسکو خدائی کس سے میراث ملی ہی اور اسکی میراث کون لیگا اور شریک اور مددگار
اسکا خدائی کے کارخانے مین کون ہی اور اس سورۃ کو سورۂ اخلاص اسواسطے کہتے ہین کہ یہ سورۃ